انوار المتقین شرح ریاض الصالحین

المعروف

فیضانِ ریاض الصالحین

جلد ہفتم

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

پیشکش:
مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبہ فیضانِ حدیث

ظاہری و باطنی اَعمال کی اِصلاح کے لیے آیات واَحادیث پر مشتمل

شَیْخُ الْاِسْلَام اَلْحَافِظ اَلْاِمَام مُحْیُ الدِّیْن اَبُوْزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی

کی مشہورِ زمانہ کتاب

ریاض الصالحین

کا اردو ترجمہ و شرح بنام

اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن

المعروف بہ

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد ہفتم)

مؤلفین

سید محمد سجاد عطاری مدنی، سید منیر عطاری مدنی، محمد علی رضا عطاری مدنی

پیش کش

مجلس **المدینۃ العلمیۃ** (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ فیضانِ حدیث

ناشر

مکتبۃ المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ الله　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ الله

نام کتاب : فیضانِ ریاض الصالحین (جلد ہفتم)

پیش کش : شعبہ فیضانِ حدیث (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

پہلی بار : جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ، دسمبر 2021ء

تعداد : 2000 (دوہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۵ جمادی الاول ۱۴۴۰ ہجری　　حوالہ نمبر: 235

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد ہفتم)

(مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب ومفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

12-1-2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم مجلس تفتیش کتب و رسائل فیضان مدینہ پرانی سبزی منڈی

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”فیضانِ ریاض الصالحین“ کے سترہ حروف کی نسبت سے اِس کتاب کو پڑھنے کی ”17 نیّتیں“

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“[1]

مدنی پھول:

...جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار حمد و (2) صلوٰۃ اور (3) تعوُّذ و (4) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی عَرَبی عبارت پڑھ لینے سے ان نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) (5) رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (6) حتَّی الوَسْع اِس کا باوُضُو اور (7) قِبلہ رُو مطالَعہ کروں گا (8) قرآنی آیات اور (9) احادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا (10) جہاں جہاں ”اللہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ (11) اور جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسْم مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا (12) شرعی مسائل سیکھوں گا (13) اس حدیثِ پاک ”تَهَادَوْا تَحَابُّوْا ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔[2] پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا (14) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (15) اس کتاب کا ثواب پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (16) کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیت حصولِ علم دِین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علمِ دِین حاصل کرنے کے ثواب کا حق دار بنوں گا۔ (17) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ (ناشرین کو کتابوں کی اَغلاط صرف زبانی بتادینا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

---

1. ....معجم کبیر، باب السین، یحیی بن قیس...الخ، ۶/۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲۔
2. ....مؤطا امام مالک، ۲/۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱۔

اجمالی فہرست

مضامین	صفحہ
المدینۃ العلمیۃ کا تعارف	13
پیش لفظ وکام کی تفصیل	14
کتاب الفضائل	16
باب نمبر180: قرآن پاک پڑھنے کی فضیلت	16
حدیث نمبر991: قرآن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔	16
حدیث نمبر992: سورۂ بقرہ و آلِ عمران کی شفاعت	18
حدیث نمبر993: قرآن سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت	21
حدیث نمبر994: ماہرِ قرآن کی فضیلت	23
حدیث نمبر995: قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال	25
حدیث نمبر996: قرآن کے ذریعے بلندی اور پستی	28
حدیث نمبر997: دو چیزوں میں حسد	30
حدیث نمبر998: سکینہ کا نزول	32
حدیث نمبر999: ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں	35
حدیث نمبر1000: قرآن سے خالی سینہ	38
حدیث نمبر1001: قرآن والے کا مقام	39
باب نمبر181: قرآن پاک کو یاد رکھنے کا بیان	42
حدیث نمبر1002: قرآن بہت تیزی سے بھول جاتا ہے۔	42
حدیث نمبر1003: حافظ قرآن بندھے ہوئے اونٹ کی مثل ہے۔	45
باب نمبر182: خوبصورت آواز سے قرآن پڑھنے کا بیان	47
حدیث نمبر1004: نبی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔	47
حدیث نمبر1005: حضرت داود علیہ السلام کے مزامیر	50
حدیث نمبر1006: حضور نے اچھی آواز کسی کی نہ سنی	53
حدیث نمبر1007: اچھی آواز میں تلاوت کرنے کی ترغیب	55
حدیث نمبر1008: اچھی آواز والے سے قرآن سننا	57
باب نمبر183: بعض سورتوں اور آیات کی ترغیب کا بیان	62
حدیث نمبر1009: ایک عظیم الشان سورت	62
حدیث نمبر1010: سورۂ اخلاص کی فضیلت	66
حدیث نمبر1011: تہائی قرآن کے برابر ثواب	68
حدیث نمبر1012: سورۂ اخلاص کی فضیلت	68
حدیث نمبر1013: سورۂ اخلاص سے محبت کی فضیلت	69
حدیث نمبر1014: سورۂ فلق وناس کی فضیلت	71
حدیث نمبر1015: جنات اور نظرِ بد سے حفاظت	72
حدیث نمبر1016: سورۂ ملک کی فضیلت	73
حدیث نمبر1017: سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت	76
حدیث نمبر1018: سورۂ بقرہ کی فضیلت	79
حدیث نمبر1019: آیت الکرسی کی فضیلت	81
حدیث نمبر1020: شیطان سے حفاظت کا نسخہ	86
حدیث نمبر1021: دجال سے حفاظت	90
حدیث نمبر1022: دو نوروں کی خوشخبری	92
باب نمبر184: قرآن پڑھنے کے لئے جمع ہونا مستحب ہے۔	95
حدیث نمبر1023: جمع ہو کر تلاوتِ قرآن کرنے کی فضیلت	95
باب نمبر185: وضو کی فضیلت کا بیان	98
حدیث نمبر1024: چمکتے اعضاء والے	99
حدیث نمبر1025: اچھی طرح وضو کرنے کی فضیلت	102
حدیث نمبر1026: گناہوں کی معافی کا ذریعہ	103
حدیث نمبر1027: پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔	105
حدیث نمبر1028: وضو کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔	108
حدیث نمبر1029: حضور اپنے امتیوں کو پہچانتے ہیں۔	110
حدیث نمبر1030: گناہوں کو مٹانے والے اعمال	114
حدیث نمبر1031: طہارت نصف ایمان ہے۔	116
حدیث نمبر1032: وضو کے بعد کی دعا	118
باب نمبر186: اذان کی فضیلت کا بیان	121
حدیث نمبر1033: اذان دینے کے لیے قرعہ اندازی	121
حدیث نمبر1034: لمبی گردنوں والے	124
حدیث نمبر1035: ہر چیز گواہی دے گی۔	126
حدیث نمبر1036: اذان سن کر شیطان کا بھاگنا	128

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر:1037: حضور کی شفاعت حاصل کرنے کا طریقہ	131
حدیث نمبر:1038: اذان کا جواب	132
حدیث نمبر:1039: اذان کے بعد کی دعا	136
حدیث نمبر1040: گناہوں کو بخشوانے والے کلمات	139
حدیث نمبر1041: قبولیتِ دعا کی گھڑی	141
باب نمبر187: نماز کی فضیلت کا بیان	143
حدیث نمبر1042: گناہوں کو دھونے والی نہر	144
حدیث نمبر1043: پانچ نمازوں کی مثال	144
حدیث نمبر1044: نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔	146
حدیث نمبر1045: پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ	149
حدیث نمبر1046: خشوع سے نماز پڑھنا	150
باب نمبر188: فجر اور عصر کی نماز کی فضیلت	155
حدیث نمبر1047: جنت کی بشارت	155
حدیث نمبر1048: جہنم سے آزادی	157
حدیث نمبر1049: اللہ تعالٰی کا ذمہ	158
حدیث نمبر1050: صبح و شام فرشتوں کی تبدیلی	160
حدیث نمبر1051: دیدارِ الٰہی کا ایمان افروز تذکرہ	163
حدیث نمبر1052: اَعمال کی بربادی	168
باب نمبر189: مسجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان	171
حدیث نمبر1053: پابندی سے مسجد جانے کی فضیلت	171
حدیث نمبر1054: گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی	173
حدیث نمبر1055: دور سے مسجد کی طرف چل کر آنا	175
حدیث نمبر1056: دور سے مسجد میں آنے کی ترغیب	177
حدیث نمبر1057: زیادہ ثواب پانے والا نمازی	179
حدیث نمبر1058: نور کی بشارت	181
حدیث نمبر1059: مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا	184
حدیث نمبر1060: مساجد کی آباد کاری	186
باب نمبر190: نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت کا بیان	189
حدیث نمبر1061: نماز کے انتظار پر نماز کا ثواب	189
حدیث نمبر1062: فرشتوں کی دُعا کا حقدار	190
حدیث نمبر1063: نماز کے انتظار میں رہنے والا نماز میں ہے۔	192
باب نمبر191: باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان	194
حدیث نمبر1064: باجماعت نماز ستائیس درجے افضل ہے۔	194
حدیث نمبر1065: پچیس گنا زیادہ ثواب	196
حدیث نمبر1066: نابینا کا جماعت میں حاضر ہونا	199
حدیث نمبر1067: جسے اذان سنائی دے وہ جماعت میں آئے۔	202
حدیث نمبر1068: تارکِ جماعت کے لیے لمحۂ فکریہ	204
حدیث نمبر1069: خاتمہ بالخیر کا نسخہ	206
حدیث نمبر1070: جماعت کی تاکید	209
باب نمبر192: فجر و عشا باجماعت ادا کرنے کی ترغیب	212
حدیث نمبر1071: ساری رات عبادت میں گزارنے کا نسخہ	212
حدیث نمبر1072: فجر و عشا کا ثواب	214
حدیث نمبر1073: عشا و فجر کی ادائیگی کن پر بھاری ہے؟	214
باب نمبر193: نماز ادا کرنے کا حکم اور ترک پر وعیدوں کا بیان	217
حدیث نمبر1074: سب سے افضل عمل	219
حدیث نمبر1075: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔	221
حدیث نمبر1076: مسلمان کے مال و جان کی حرمت	226
حدیث نمبر1077: دن رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت	228
حدیث نمبر1078: نماز ایمان کی پہچان ہے۔	231
حدیث نمبر1079: ترکِ نماز کا وبال	233
حدیث نمبر1080: دورِ رسالت میں نماز کی اہمیت	235
حدیث نمبر1081: محشر کا سب سے پہلا سوال	237
باب نمبر194: صفِ اوّل کی فضیلت کا بیان	242
حدیث نمبر1082: فرشتوں جیسی صفیں	242
حدیث نمبر1083: پہلی صف کے لیے قرعہ اندازی	244
حدیث نمبر1084: مردوں کی بہترین صف	245
حدیث نمبر1085: پچھلی صفوں کے عادی نقصان میں ہیں۔	247
حدیث نمبر1086: صفیں درست نہ رکھنے کا وبال	249
حدیث نمبر1087: صفیں درست رکھنے کی اہمیت	251
حدیث نمبر1088: نگاہِ مصطفٰے کا کمال	253
حدیث نمبر1089: صفیں سیدھی رکھنے کی تاکید	256
حدیث نمبر1090: صفیں درست کرانے کا حسین انداز	258

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر1091: شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو۔	260
حدیث نمبر1092: صفیں قریب قریب بناؤ۔	262
حدیث نمبر1093: پہلے اگلی صف مکمل کرنی چاہیے۔	264
حدیث نمبر1094: سیدھی جانب والوں پر رحمتِ الٰہی	264
حدیث نمبر1095: محبت کا ایک دلرُبا انداز	266
حدیث نمبر1096: امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیے۔	267
باب نمبر195: سُنّتِ مؤکدہ کی فضیلت وتعداد کا بیان	270
حدیث نمبر1097: جنت میں گھر	270
حدیث نمبر1098: دو دو رکعت سنت مؤکدہ	271
حدیث نمبر1099: دو اذانوں کے درمیان نماز	272
باب نمبر196: فجر کی دو سُنّتوں کی تاکید	275
حدیث نمبر1100: فجر سے پہلے دو سنتوں پر پابندی	275
حدیث نمبر1101: فجر کی سنتوں کا اہتمام	276
حدیث نمبر1102: تمام دنیا سے زیادہ محبوب	276
حدیث نمبر1103: فجر کی سنتیں ہر گز نہ چھوڑو۔	278
باب نمبر197: فجر کی سنتیں مختصر پڑھنے کا بیان	281
حدیث نمبر1104: سُنّتِ فجر کی ادائیگی کا انداز	281
حدیث نمبر1105 فجر کی سنتوں میں اِختصار	282
حدیث نمبر:1106: رات کے نوافل دو دو رکعت پڑھنا	283
حدیث نمبر1107: فجر کی سنتوں میں پڑھی جانے والی آیات	285
حدیث نمبر1108: سورۂ کافرون اور سورۂ اِخلاص کی تلاوت	286
حدیث نمبر1109: سورۂ کافرون اور سورۂ اِخلاص کی اہمیت	286
باب نمبر198: فجر کی سُنّتوں کے بعد لیٹنے کا بیان	288
حدیث نمبر1110: سُنّتِ فجر کے بعد دائیں کروٹ لیٹنا	288
حدیث نمبر1111: عشا و فجر کے درمیان گیارہ رکعتیں	289
حدیث نمبر1112: سیدھی کروٹ لیٹنے کی ترغیب	290
باب نمبر199: ظہر کی سُنّتوں کا بیان	293
حدیث نمبر1113: تَحِیَّۃُ الْمَسجد	293
حدیث نمبر1114: ظہر کی پہلی چار سنتوں کی اہمیت	294
حدیث نمبر1115: سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔	294
حدیث نمبر1116: جہنم کی آگ سے حفاظت	295
حدیث نمبر1117: آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔	296
حدیث نمبر1118: ظہر کی سنتوں کی مُحافَظت	297
باب نمبر200: عصر کی سُنّتوں کا بیان	300
حدیث نمبر1119: عصر کی سنت قبلیہ	300
حدیث نمبر1120: دعائے مصطفٰے	301
حدیث نمبر1121: عصر سے پہلے دو رکعتیں	301
باب نمبر201: مغرب سے قبل اور بعد کی سُنّتوں کا بیان	303
حدیث نمبر1122: مغرب سے پہلے نوافل	303
حدیث نمبر1123: عبادت کا جذبہ	303
حدیث نمبر1124: مغرب سے قبل نوافل ادا نہیں فرمائے۔	304
حدیث نمبر1125: ستونوں کی اوٹ میں نوافل	304
باب نمبر202: عشا کی سنت قبلیہ وبعدیہ کا بیان	306
باب نمبر203: جمعۃ المبارک کی سُنّتوں کا بیان	308
حدیث نمبر1126: جمعۃ المبارک کے بعد چار رکعتیں	308
حدیث نمبر1127: جمعہ کے بعد گھر میں دو رکعت	309
باب نمبر204: سُنَن ونوافل گھروں میں ادا کرنے کا بیان	311
حدیث نمبر1128: سنن ونوافل گھروں میں ادا کرنے کی ترغیب	311
حدیث نمبر1129: گھروں کو قبرستان نہ بناؤ!	313
حدیث نمبر1130: گھر میں خیر وبرکت	314
حدیث نمبر1131: فرائض کی ادائیگی کے بعد جگہ کی تبدیلی	316
باب نمبر205: نمازِ وتر کا بیان	319
حدیث نمبر1132: اللہ عَزَّوَجَلَّ وتر کو پسند فرماتا ہے۔	319
حدیث نمبر1133: وتر پڑھنے کا وقت	321
حدیث نمبر1134: رات کی آخری نماز	322
حدیث نمبر1135: طلوعِ فجر سے پہلے تک وتر پڑھ سکتے ہیں۔	323
حدیث نمبر1136: گھر میں وتر کی ادائیگی	323
حدیث نمبر1137: صبح سے پہلے وتر	324
حدیث نمبر1138: فرشتوں کی تشریف آوری	324
باب نمبر206: نمازِ چاشت کی فضیلت کا بیان	326
حدیث نمبر1139: چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی نصیحت	326
حدیث نمبر1140: جسم کے تمام جوڑوں کا صدقہ	330

حدیث نمبر 1141: چاشت کی چار رکعتیں	333	حدیث نمبر 1166: سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ	391
حدیث نمبر 1142: چاشت کی آٹھ رکعتیں	333	حدیث نمبر 1167: فرض نماز کے بعد سب سے افضل عمل	393
باب نمبر 207: نمازِ چاشت کے وقت کا بیان	336	حدیث نمبر 1168: تہجد کی نماز دو دو رکعات پڑھنا	394
حدیث نمبر 1143: نمازِ چاشت کا افضل وقت	336	حدیث نمبر 1169: وِتر کو تہجد کے ساتھ پڑھنا	395
باب نمبر 208: نمازِ تحیۃ المسجد کا بیان	339	حدیث نمبر 1170: رات میں عبادت اور آرام	396
حدیث نمبر 1144: تحیۃ المسجد پڑھے بغیر مسجد میں نہ بیٹھو۔	339	حدیث نمبر 1171: رات کی نماز میں طویل سجدہ	398
حدیث نمبر 1145: تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں	339	حدیث نمبر 1172: میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔	399
باب نمبر 209: نمازِ تحیۃ الوضو کے استحباب کا بیان	342	حدیث نمبر 1173: رات کے آخری حصہ میں نماز	402
حدیث نمبر 1146: تحیۃ الوضو کی فضیلت	342	حدیث نمبر 1174: رات کی نماز میں طویل قیام	405
باب نمبر 210: آدابِ جمعہ و فضائل جمعہ کا بیان	346	حدیث نمبر 1175: نمازِ تہجد میں طویل قراءت	407
حدیث نمبر 1147: بہترین دن	348	حدیث نمبر 1176: کونسی نماز افضل ہے؟	412
حدیث نمبر 1148: دس دن کے گناہوں کی بخشش	350	حدیث نمبر 1177: پسندیدہ روزے اور پسندیدہ نماز	413
حدیث نمبر 1149: گناہوں کا کفارہ	352	حدیث نمبر 1178: ہر رات میں قبولیت کی ایک گھڑی	416
حدیث نمبر 1150: دلوں پر غفلت کی مُہر	353	حدیث نمبر 1179: رات میں نماز کی ابتدا کیسے ہو؟	418
حدیث نمبر 1151: نمازِ جمعہ کے لیے غسل	356	حدیث نمبر 1180: دو مختصر رکعتوں کی ادائیگی سنت ہے۔	419
حدیث نمبر 1152: جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل	357	حدیث نمبر 1181: تہجد کے بدلے دن میں بارہ رکعات	419
حدیث نمبر 1153: جمعہ کے دن غسل کرنا افضل ہے۔	357	حدیث نمبر 1182: رات کا وظیفہ رہ جائے تو کیا کریں؟	420
حدیث نمبر 1154: پورے ہفتے کے گناہوں کی بخشش	359	حدیث نمبر 1183: میاں بیوی کا ایک دوسرے کو نماز کیلئے جگانا	422
حدیث نمبر 1155: ایک اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب	362	حدیث نمبر 1184: ذِکر کرنے والے مرد اور عورتیں	423
حدیث نمبر 1156: قبولیت کی گھڑی	365	حدیث نمبر 1185: غلبۂ نیند کی صورت میں نماز پڑھنا	425
حدیث نمبر 1157: جمعہ کے دن قبولیت کا خاص وقت	366	حدیث نمبر 1186: قرآن پڑھنے میں دشواری ہو تو کیا کرے؟	425
حدیث نمبر 1158: جمعہ کے دن درودِ پاک کی کثرت	369	باب نمبر 213: قیامِ رمضان (تراویح) کے استحباب کا بیان	427
باب نمبر 211: سجدۂ شکر کے مستحب ہونے کا بیان	372	حدیث نمبر 1187: پچھلے تمام گناہوں کی بخشش	427
حدیث نمبر 1159: دُعا کی قبولیت پر سجدۂ شکر	372	حدیث نمبر 1188: حضور نمازِ تراویح کی ترغیب دیتے۔	428
باب نمبر 212: شب بیداری کی فضیلت کا بیان	376	باب نمبر 214: شبِ قدر کی فضیلت کا بیان	431
حدیث نمبر 1160: طویل شب بیداری	379	حدیث نمبر 1189: شبِ قدر میں قیام کی برکت	432
حدیث نمبر 1161: نمازِ تہجد کے لیے جگانا	381	حدیث نمبر 1190: خواب میں شبِ قدر دکھائی گئی۔	434
حدیث نمبر 1162: شب بیداری کی ترغیب	382	حدیث نمبر 1191: شبِ قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں	435
حدیث نمبر 1163: شب بیداری چھوڑنے پر تنبیہ	383	حدیث نمبر 1192: آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔	435
حدیث نمبر 1164: رات بھر سونے والا	385	حدیث نمبر 1193: آخری عشرہ میں رات بھر عبادت کرتے۔	440
حدیث نمبر 1165: غفلت کی تین گرہیں	388	حدیث نمبر 1194: آخری عشرہ میں زیادہ عبادت فرماتے۔	440

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر1195:شب قدر کی دعا	443
باب نمبر215: مسواک اور فطری خصائل کی فضیلت کا بیان	445
حدیث نمبر1196:ہر نماز کے ساتھ مسواک	446
حدیث نمبر1197:حضور مسواک سے منہ صاف فرماتے۔	447
حدیث نمبر1198:سوکر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا	448
حدیث نمبر1199:مسواک کی بہت زیادہ تاکید	448
حدیث نمبر1200:گھر میں داخل ہو کر پہلے مسواک کرتے۔	449
حدیث نمبر1201:مسواک کا کنارہ زبان اقدس پر	449
حدیث نمبر1202:مسواک رب کی رضا کا سبب ہے۔	450
حدیث نمبر1203:پانچ فطری خصلتیں	453
حدیث نمبر1204:دس فطری خصلتیں	453
حدیث نمبر1205:مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔	453
باب نمبر216:زکوۃ کی فرضیت و فضیلت کا بیان	460
حدیث نمبر1206:ارکانِ اسلام	461
حدیث نمبر1207:فلاح وکامرانی	462
حدیث نمبر1208:فرضیتِ زکوۃ کی تعلیم کا حکم	464
حدیث نمبر1209:جان ومال کی حفاظت	465
حدیث نمبر1210:زکوۃ کی عدم ادائیگی پر جہاد	466
حدیث نمبر1211:پانچ اعمال پر جنّت کا داخلہ	468
حدیث نمبر1212:جنت کی طرف رہنمائی	469
حدیث نمبر1213:زکوۃ کی ادائیگی پر بیعت	469
حدیث نمبر1214:زکوۃ نہ دینے والوں کی سزا	471
باب نمبر217:رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان	477
حدیث نمبر1215:روزے کی جزا	478
حدیث نمبر1216:جنت کے دروازے	483
حدیث نمبر1217:روزہ داروں کا جنت میں داخلہ	485
حدیث نمبر1218:عذاب جہنم سے حفاظت	488
حدیث نمبر1219:سابقہ گناہوں کی معافی	489
حدیث نمبر1220:شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔	490
حدیث نمبر1221:رمضان کا چاند	492
باب نمبر218:ماہِ رمضان میں نیکیاں کرنے کا بیان	495
حدیث نمبر1222:رمضان میں سخاوتِ مصطفےٰ	495
حدیث نمبر1223:رمضان میں عبادت کی کثرت	497
باب نمبر219:قبل رمضان نفلی روزوں کی مُمانعت کا بیان	499
حدیث نمبر1224:قبل رمضان روزہ رکھنے کی ممانعت	499
حدیث نمبر1225:چاند دیکھ کر روزہ رکھو!	500
حدیث نمبر1226:نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھو۔	500
حدیث نمبر1227:یوم شک کے روزے کی مُمانعت	500
باب نمبر220:نیا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان	503
حدیث نمبر1228:امن وسلامتی کی دعا	504
باب نمبر221:سحری کی فضیلت کا بیان	506
حدیث نمبر1229:سحری میں برکت ہے۔	506
حدیث نمبر1230:سحری میں تاخیر کرنا	508
حدیث نمبر1231:سحری کا آخری وقت	510
حدیث نمبر1232:اہل کتاب اور ہمارے روزے میں فرق	513
باب نمبر222:جلدی افطار کرنے کی فضیلت کا بیان	515
حدیث نمبر1233:افطار جلدی کرنے میں بھلائی ہے۔	515
حدیث نمبر1234:جلدی افطار طریقۂ احمد مختار	517
حدیث نمبر1235:اللہ کے پسندیدہ بندے	519
حدیث نمبر1236:افطار کس وقت کیا جائے؟	521
حدیث نمبر1237:ستّو کے ساتھ افطار	522
حدیث نمبر1238:کس چیز سے افطار کیا جائے؟	526
حدیث نمبر1239:خشک کھجور سے افطار	528
باب نمبر223:بحالتِ روزہ زبان کی حفاظت کا بیان	530
حدیث نمبر1240:بحالتِ روزہ لڑائی سے بچنے کا نسخہ	530
حدیث نمبر1241:رب تعالیٰ بے نیاز ہے۔	531
باب نمبر224:روزے کے مسائل کا بیان	534
حدیث نمبر1242:بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔	534
حدیث نمبر1243:روزے کی حالت میں ناک میں پانی چڑھانا	536
حدیث نمبر1244:روزہ دار کا حالتِ جنابت میں صبح کرنا	537
حدیث نمبر1245:جنبی کا روزہ رکھنا	538
باب نمبر225:محرم، شعبان کے روزوں کی فضیلت کا بیان	540

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر 1246: رمضان کے بعد افضل روزے	540
حدیث نمبر 1247: شعبان کے روزے	542
حدیث نمبر 1248: حرمت والے مہینوں کے روزے	543
باب نمبر 226: ذُوالحجہ کے روزوں کی فضیلت کا بیان	546
حدیث نمبر 1249: ذُوالحجّہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت	546
باب نمبر 227: یوم عرفہ، عاشورا اور 9 محرم کے روزے کی فضیلت	549
حدیث نمبر 1250: یوم عرفہ کے روزے کی فضیلت	549
حدیث نمبر 1251: عاشورا کے روزے کی فضیلت	551
حدیث نمبر 1252: گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ	552
حدیث نمبر 1253: محرم کا روزہ رکھنا	553
باب نمبر 228: شوال کے 6 روزوں کے اِستحباب کا بیان	555
حدیث نمبر 1254: شوال کے چھ روزوں کی فضیلت	555
باب نمبر 229: پیر و جمعرات کے روزوں کے استحباب کا بیان	557
حدیث نمبر 1255: پیر شریف کا روزہ	557
حدیث نمبر 1256: پیر اور جمعرات کے دن اَعمال کا پیش ہونا	559
حدیث نمبر 1257: پیر اور جمعرات کے روزے کی پابندی	560
باب نمبر 230: ہر ماہ تین دن روزہ رکھنے کا اِستحباب	562
حدیث نمبر 1258: تین چیزوں کی نصیحت	562
حدیث نمبر 1259: زندگی بھر تین چیزوں پر عمل	562
حدیث نمبر 1260: عمر بھر کے روزوں کی مانند	563
حدیث نمبر 1261: بلا تخصیص ہر مہینے تین روزے	564
حدیث نمبر 1262: مختلف تاریخوں کے روزے	564
حدیث نمبر 1263: ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم	566
حدیث نمبر 1264: سفر میں بھی ایام بیض کے روزے	566
باب نمبر 231: روزہ افطار کرانے کی فضیلت	568
حدیث نمبر 1265: روزہ دار کو افطار کرانے کا ثواب	568
حدیث نمبر 1266: فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں	569
حدیث نمبر 1267: میزبان کو کھانے کے بعد دعا دینا	571
کتاب الاعتکاف	573
باب نمبر 232: رمضان میں اعتکاف کرنے کا بیان	573
حدیث نمبر 1268: رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف	574
حدیث نمبر 1269: اُمّہاتُ المؤمنین کا اعتکاف	575
حدیث نمبر 1270: بیس دن کا اعتکاف	577
کتاب الحج	580
باب نمبر 233: حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان	580
حدیث نمبر 1271: حج اسلام کا ایک اہم رکن	581
حدیث نمبر 1272: کثرت سوال کے سبب ہلاکت	583
حدیث نمبر 1273: حج مبرور	587
حدیث نمبر 1274: حج مبرور کا ثواب	590
حدیث نمبر 1275: حج مبرور اور جنت	591
حدیث نمبر 1276: افضل جہاد	592
حدیث نمبر 1277: یوم عرفہ کی فضیلت	594
حدیث نمبر 1278: رمضان میں عمرہ کی فضیلت	595
حدیث نمبر 1279: حج بدل	596
حدیث نمبر 1280: باپ کی طرف سے حج و عمرہ	598
حدیث نمبر 1281: چھوٹی عمر میں حج	600
حدیث نمبر 1282: شیر خوار بچے کا حج	601
حدیث نمبر 1283: سواری پر حج	603
حدیث نمبر 1284: حج کے دنوں میں تجارت	605
کتاب الجہاد	607
باب نمبر 234: جہاد کی فرضیت کا بیان	607
حدیث نمبر 1285: ایمان کے بعد افضل عمل	614
حدیث نمبر 1286: پسندیدہ عمل	615
حدیث نمبر 1287: راہ خدا میں جہاد افضل عمل ہے۔	616
حدیث نمبر 1288: دُنیا وَمَافِیْہَا سے بہتر	617
حدیث نمبر 1289: لوگوں میں سب سے افضل	618
حدیث نمبر 1290: اسلامی سرحد کی حفاظت	620
حدیث نمبر 1291: قبر کے فتنہ سے حفاظت	621
حدیث نمبر 1292: قیامت تک عمل کا بڑھنا	623
حدیث نمبر 1293: ہزار دن کی حفاظت سے افضل	624
حدیث نمبر 1294: رب تعالیٰ کی ضمانت	625
حدیث نمبر 1295: زخم سے مشک کی خوشبو	628

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر1296: زعفرانی رنگ اور مشک کی خوشبو	629
حدیث نمبر1297: گھر میں ستر سال نماز ادا کرنے سے بہتر	631
حدیث نمبر1298: راہِ خدا میں جہاد کی مثال	635
حدیث نمبر1299: لوگوں میں بہتر زندگی والا	637
حدیث نمبر1300: مُجاہِدین کے لیے جنت کے سو درجات	640
حدیث نمبر1301: سو درجات کی بلندی	641
حدیث نمبر1302: جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔	644
حدیث نمبر1303: راہِ خدا میں غبار آلود قدموں کی فضیلت	645
حدیث نمبر1304: غبارِ راہِ خدا اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔	646
حدیث نمبر1305: کن آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی؟	648
حدیث نمبر1306: مجاہد کو سامان فراہم کرنے کی فضیلت	649
حدیث نمبر1307: بہترین صدقہ	651
حدیث نمبر1308: بیمار مجاہد کا جذبۂ ایثار	652
حدیث نمبر1309: ثواب میں برابری یا آدھا ثواب	653
حدیث نمبر1310: عملِ قلیل اجرِ کثیر	654
حدیث نمبر1311: آخرت میں شہید کی تمنا	655
حدیث نمبر1312: قرض کے سوا تمام گناہوں کی بخشش	658
حدیث نمبر1313: شہید اور قرض کی معافی	659
حدیث نمبر1314: شہید کا ٹھکانا	662
حدیث نمبر1315: جنت کی چوڑائی	662
حدیث نمبر1316: ستر قُرّاء کی شہادت	665
حدیث نمبر1317: جبلِ اُحد سے جنّت کی خوشبو	667
حدیث نمبر1318: شُہَداء کا گھر	669
حدیث نمبر1319: جَنّۃُ الفِردَوس میں مقام	670
حدیث نمبر1320: فرشتوں کا شہید پر سایہ کرنا	673
حدیث نمبر1321: سچے دِل سے شہادت مانگنے کی فضیلت	674
حدیث نمبر1322: شہید ہوئے بغیر درجۂ شہادت	674
حدیث نمبر1323: چیونٹی کے کاٹنے جتنی تکلیف	675
حدیث نمبر1324: دشمن سے جنگ کی خواہش نہ کرو۔	677
حدیث نمبر1325: دعا کی قبولیت کے دو وقت	680
حدیث نمبر1326: جہاد کے وقت کی دعا	681
حدیث نمبر1327: خوف کے وقت پڑھنے والی دعا	681
حدیث نمبر1328: گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی	684
حدیث نمبر1329: ثواب اور غنیمت	684
حدیث نمبر1330: راہِ خدا میں گھوڑا تیار رکھنے کی فضیلت	686
حدیث نمبر1331: ایک کے بدلے سات سو	688
حدیث نمبر1332: تیر اندازی کی اہمیت	689
حدیث نمبر1333: فتح کی خوشخبری	691
حدیث نمبر1334: تیر اندازی چھوڑنے کی ممانعت	693
حدیث نمبر1335: ایک تیر کے سبب تین لوگ جنتی	695
حدیث نمبر1336: تیر اندازی کی ترغیب	697
حدیث نمبر1337: راہِ خدا میں تیر پھینکنے کی فضیلت	698
حدیث نمبر1338: سات سو گنا اجر	698
حدیث نمبر1339: جہنم سے ستر سال کی دوری	700
حدیث نمبر1340: راہِ خدا میں ایک روزہ رکھنے کی فضیلت	701
حدیث نمبر1341: مُنافقت کے ایک حصے پر موت	703
حدیث نمبر1342: عمل کئے بغیر اجر و ثواب میں شرکت	705
حدیث نمبر1343: مخلص مُجاہِد کی پہچان	707
حدیث نمبر1344 جہاد میں پورا اجر حاصل کرنے والی جماعت	710
حدیث نمبر1345: اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ کی سیاحت	712
حدیث نمبر1346: جہاد سے لوٹنے پر بھی ثواب	713
حدیث نمبر1347: واپسی پر مُجاہدین کا استقبال	714
حدیث نمبر1348: مرنے سے پہلے بڑی مصیبت	716
حدیث نمبر1349: مال، جان اور زبان سے جہاد	717
حدیث نمبر1350: دن ڈھلنے کے بعد جہاد	719
حدیث نمبر1351: دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو۔	720
حدیث نمبر1352: جنگ دھوکہ ہے۔	723
تفصیلی فہرست	726
شعبہ فیضان حدیث کی کتب	750
ماخذ و مراجع	751

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیۃ

(از شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ وَبِفَضْلِ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک **"المدینۃ العلمیۃ"** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلَما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے، اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:[1]

(1) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (2) شعبۂ درسی کُتُب (3) شعبۂ اصلاحی کُتُب

(4) شعبۂ تراجمِ کتب (5) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (6) شعبۂ تخریج

"المدینۃ العلمیۃ" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خیر وبرکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **"دعوتِ اسلامی"** کی تمام مجالس بَشُمول **"المدینۃ العلمیۃ"** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

[1] اب ان شعبوں کی تعداد 15 ہو چکی ہے: (7) فیضانِ قرآن (8) فیضانِ حدیث (9) فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (10) فیضانِ صحابیات وصالحات (11) شعبہ امیر اہلسنت (12) فیضانِ مدنی مذاکرہ (13) فیضانِ اولیا وعلما (14) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (15) رسائلِ دعوتِ اسلامی۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ

پیش لفظ

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی وہ عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَفعال واَقوال کو اپنی مایہ ناز و مشہورِ زمانہ تصنیف **"ریاض الصالحین"** میں نہایت ہی اَحسن انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں کہیں مُنْجِیَات (یعنی نجات دلانے والے اَعمال) مثلاً اِخلاص، صبر، اِیثار، توبہ، توکُّل، قناعت، بُردباری، صلۂ رحمی، خوفِ خدا، یقین اور تقویٰ وغیرہ کا بیان ہے تو کہیں مُہلِکات (یعنی ہلاک کرنے والے اَعمال) مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کا بیان۔ یہ کتاب راہِ حق کے سَالِکِیْن کے لئے مَشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ احادیث کی اس عظیم کتاب کی اسی افادیت کے پیشِ نظر تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** کی مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے اس کے ترجمے وشرح کا بیڑا اُٹھایا تاکہ عوام وخواص اس نہایت ہی قیمتی علمی خزانے سے مالامال ہوسکیں، چنانچہ مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے یہ عظیم کام **"شعبۂ فیضانِ حدیث"** کو سونپا۔ اس شعبے کے اسلامی بھائیوں نے خالقِ کائنات پر بھروسہ کرکے فی الفور کام شروع کردیا، بِحَمْدِ اللہ تَعَالٰی قلیل عرصے میں اِس کی پہلی جلد مکمل ہوکر زیورِ طبع سے آراستہ ہوگئی۔ **ریاض الصالحین** کے اس ترجمے وشرح کا نام شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابوبلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی** ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے " اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْح رِیَاضِ الصَّالِحِیْن المعروف **فیضانِ ریاض الصالحین**" رکھا ہے۔ چھ جلدیں طبع ہوچکی ہیں۔ **"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد ہفتم)** آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو 55 اَبواب اور 362 اَحادیث پر مشتمل ہے، واضح رہے کہ اَبواب اور اَحادیث کی نمبرنگ ترتیب وار پچھلی جلدوں کے اِعتبار سے کی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس جلد پر **المدینۃ العلمیۃ** کے شعبۂ فیضان حدیث کے بالخصوص ان مدنی علمائے کرام کَثَّرَھُمُ اللہُ السَّلَام نے خوب خوشش کی: (1) سید ابوطلحہ محمد سجاد عطاری مدنی (2) سید منیر رضا عطاری مدنی (3) ملک محمد علی رضا عطاری مدنی (4) محمد جان رضا عطاری مدنی (5) عبد العزیز عطاری مدنی (6) ابوالجواد سراج احمد سَلَّمَہُمُ اللہُ الْغَنِی۔

"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد ہفتم) پر کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1)ہر باب کے شروع میں تمہید و نئے صفحے سے ابتداء، تمام ابواب، آیات، احادیث کی نمبر نگ، آیات کی سافٹ ویئر سے پیسٹنگ و حتی المقدور ترجمۂ کنز الایمان کا التزام کیا گیا ہے۔(2)احادیث کی آسان شرح، بعض اَحادیث کی باب کے ساتھ مطابقت، بامحاورہ ترجمہ، موقع کی مناسبت سے شرح میں ترغیبی وترہیبی و دعائیہ کلمات اور بعض جگہ مختلف الفاظ کے معانی بھی دیے گئے ہیں۔(3)مکرر احادیث میں مناسبت والے مواد کو تفصیلاً اور دیگر مواد کو اجمالاً بیان کر کے پچھلے باب یا جلد کی تفصیلی شرح کی طرف نشاندہی کر دی گئی ہے۔(4)احادیث کی شرح کے بعد آخر میں مدنی گلدستے کی صورت میں اُن کا خلاصہ، اصل ماخذ تک پہنچنے کے لیے آیات، اَحادیث و دیگر مواد کی مکمل تخریج بھی کر دی گئی ہے۔(5)اجمالی و تفصیلی فہرست کے ساتھ آخر میں ماخذ ومراجع بھی دیے گئے ہیں، نیز کئی بار پروف ریڈنگ کے ساتھ ساتھ مفتیانِ کرام سے اس کی شرعی تفتیش بھی کروائی گئی ہے۔(6)واضح رہے کہ فیضانِ ریاض الصالحین جلد ہفتم میں بھی عمومی طور پر سابقہ جلدوں کے مدنی پھولوں کے مطابق ہی کام کیا گیا ہے البتہ اِختصار کے پیش نظر بعض جگہ مکررات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ بعض اَبواب میں چند اَحادیث کی ایک ساتھ شرح بھی بیان کی گئی ہے۔ نیز فارمیشن میں بھی اِس بات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ کم سے کم صفحات میں زیادہ سے زیادہ مواد آجائے۔

اِن تمام کوششوں کے باوجود اِس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا، اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی عنایت اور امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُر خلوص دعاؤں کا نتیجہ ہیں اور جو بھی خامیاں ہوں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب خوب سے خوب تر ہو لیکن پھر بھی غلطی کا اِمکان باقی ہے، اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مفید مشوروں اور قیمتی آراء سے ہماری حوصلہ اَفزائی فرمائیں اور اِس کتاب میں جہاں کہیں غلطی پائیں ہمیں تحریری طور پر ضرور آگاہ فرمائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری اِس کاوِش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِسے ہماری بخشش و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

شعبۂ فیضانِ حدیث، مجلس **المدینۃ العلمیۃ**

رمضان المبارک ۱۴۴۰ ہجری بمطابق مئی 2019 عیسوی

کتاب الفضائل

باب نمبر:180

قرآنِ پاک پڑھنے کی فضیلت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآنِ پاک پڑھنے پڑھانے کے بہت فضائل ہیں۔ قرآن کو دیکھنا، چھونا، اس میں غور و فکر کرنا بھی ثواب ہے۔ یہ قرآن ہدایت کا سرچشمہ، دینِ اسلام اور شریعتِ محمدی کی بنیاد اور واضح برہان ہے۔ یہ بادشاہ کے لیے قانون، غازی کے لیے تلوار، بیمار کے لیے شفا، بے ایمان کے لیے ہدایت، مردہ دل کے لیے زندگی، قلبِ غافل کے لیے تنبیہ، گمراہوں کے لیے مشعلِ راہ اور زنگ آلود دل کے لیے صفائی ہے۔ یہ وہ کلامِ الٰہی ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت اور انہیں بلند درجات پر فائز کرے گا۔ چونکہ یہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسے سیکھنا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ قرآنِ پاک کے عالم کا درجہ تو بہت زیادہ ہے کہ وہ بروزِ قیامت انبیاء اور مکرّم فرشتوں کے ساتھ ہو گا لیکن جو اٹک کر پڑھتا ہے اور اُسے پڑھنے میں مشکل پیش آتی ہے وہ بھی اجر و ثواب سے محروم نہیں بلکہ اس کے لیے دُگنا اجر ہے۔ قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال حدیث پاک میں ایسے پھل کے ساتھ دی گئی ہے جس کی خوشبو بھی اچھی اور ذائقہ بھی عمدہ ہے۔[1] الغرض قرآنِ پاک پڑھنے کے احادیث میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"قرآنِ پاک پڑھنے کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 11 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:991

قرآن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّهُ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِهٖ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی

1 . . . بخاری، کتاب الاطعمة، باب ذکر الطعام، ۳/۵۳۵، حدیث: ۵۴۲۷۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة، ص۳۱۴، حدیث: ۱۸۷۴۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”قرآنِ پاک پڑھو بے شک یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا۔“

قرآن کی شفاعت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”قرآن پاک قیامت کے دن ایک شکل میں آئے گا جسے لوگ دیکھ رہے ہوں گے اور وہ اپنے پڑھنے والوں، اس میں مشغول رہنے والوں، اس سے ہدایت حاصل کرنے والوں اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والوں کے لئے شفاعت کرے گا۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”قرآن کی شفاعت بقدرِ تعلق ہو گی۔ ظاہر قرآن والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا اور باطنِ قرآن سے تعلق رکھنے والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا۔“[2] ایک جگہ فرماتے ہیں: ”قیامت میں قرآن شریف کی ایک شکل وصورت ہو گی وہ اپنے عاملوں (عمل کرنے والوں) کی شفاعت اور غافلوں کی شکایت کرے گا۔“[3]

قرآن کی شفاعت قبول ہے:

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قرآن شفاعت کرنے والا ہے اس کی شفاعت قبول ہے اور ایسا جھگڑنے والا ہے جس کی مانی جائے گی جس نے اس کو آگے رکھا یہ اسے جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پُشت ڈال دیا یہ اسے جہنم میں پھینک دے گا۔[4]

مدنی گلدستہ

”قرآن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فضل قراءۃ القرآن، ۳/ ۷۷ ۴، تحت الحدیث: ۹۸۹ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۶۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۶۳۔

4 ... حلیۃ الاولیاء، شقیق بن سلمۃ، ۴/ ۱۱۵، رقم: ۴۹۵۴۔

(1) قرآن پاک کی قیامت کے دن ایک شکل وصورت ہوگی اور وہ قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

(2) قرآن کی شفاعت بقدرِ تعلق ہوگی۔

(3) قرآن غافلوں کی شکایت کرے گا۔

(4) قرآن کی شفاعت مقبول اور اس کی بات مانی جائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآنِ پاک کا عامل بنائے اور قرآن کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:992

سورۂ بقرہ وآلِ عمران کی شفاعت

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِالْقُرْآنِ وَاَھْلِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِہٖ فِی الدُّنْیَا تَقْدُمُہُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَآلِ عِمْرَانَ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِھِمَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا نَوَّاس بن سَمْعان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حُضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن قرآنِ پاک اور اس پر عمل کرنے والوں کو یوں لایا جائے گا کہ سورۂ بقرہ وآلِ عمران آگے ہوں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔“

جھگڑنے سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** ”(یہ سورتیں) یا تو اس کے دشمنوں سے جھگڑا کریں گی یا عذاب کے فرشتوں سے جھگڑ کر اسے چھڑائیں گی یا خود رب تعالیٰ سے جھگڑ جھگڑ کر اسے بخشوائیں گی مگر یہ جھگڑا ناز کا ہوگا۔“[2] مزید آگے چل کر فرماتے ہیں:

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، ص ۴۰۳، حدیث: ۱۸۷۴ بتغیر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۲۲۶۔

"(بروزِ قیامت) یہ سورتیں بعض بڑے مخلصین کے لیے سفید بادل کی طرح اور ان سے کم درجہ والوں کے لیے سیاہ شامیانہ کی طرح اوپر سایہ کئے ہوں گی، جن سے یہ لوگ گرمیٔ محشر سے محفوظ ہوں گے۔ یہ بادل و شامیانے ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہوں گے تمام محشر والے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔"[1]

سورۂ بقرہ وآلِ عمران کے آگے ہونے کی وجہ:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث پاک میں اس بات کا اعلان ہے کہ جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے، اس کے حرام کو حرام نہ جانے، اس کے حلال کو حلال نہ سمجھے اور اس کی عظمت کا اعتقاد نہ رکھے تو قرآن پاک قیامت کے دن اس کی شفاعت نہ کرے گا۔ سورۂ بقرہ وآلِ عمران کے قرآن کے آگے ہونے میں اس بات پر دلیل ہے کہ یہ دونوں سورتیں دوسروں سے بہت عظیم ہیں کیونکہ یہ طویل ہیں اور ان میں بہت سے احکامات ہیں۔"[2]

سورۂ بقرہ کے فضائل:

اَحادیث میں سورۂ بقرہ کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں، پانچ فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** "سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کو پڑھتے رہنے میں برکت ہے اور نہ پڑھنے میں (ثواب سے محروم رہ جانے پر) حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔"[3] **(2)** "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (یعنی اپنے گھروں میں عبادت کیا کرو) اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔"[4] **(3)** "جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے گا تو وہ اسے (آفات سے) کافی ہوں گی۔"[5] **(4)** "ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے، اس میں ایک آیت ہے جو قرآن

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۷۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۲۷۴، تحت الحدیث: ۲۱۲۱۔

3 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، ص ۳۱۴، حدیث: ۱۸۷۴

4 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ۔۔۔ الخ، ص ۳۰۶، حدیث: ۱۸۲۴۔

5 . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل البقرۃ، ۳/ ۴۰۵، حدیث: ۵۰۰۹۔

کی (تمام) آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے۔"[1] **(5)** "جس نے دن کے وقت اپنے گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو تین دن تک شیطان اس کے گھر کے قریب نہیں آئے گا اور جس نے رات کے وقت اپنے گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو تین راتیں اس گھر میں شیطان داخل نہ ہو گا۔"[2]

سورۂ آلِ عمران کے فضائل:

اس سورت کے مختلف فضائل بیان کیے گئے ہیں جن میں سے دو فضائل درج ذیل ہیں: **(1)** حضرت سَیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "جو شخص رات میں سورۂ آلِ عمران کی آخری (گیارہ) آیتیں پڑھے گا تو اس کے لیے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔"[3] **(2)** حضرت سَیِّدُنا مکحول رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جو شخص جمعہ کے دن سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کرتا ہے تو رات تک فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔"[4]

مدنی گلدستہ

"البقرہ" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) قرآنِ پاک پر عمل کرنے والوں کے لئے سورۂ بقرہ وآلِ عمران شفاعت کریں گی اور ان پر محشر کی گرمی میں سایہ کئے ہوں گی۔

(2) سورۂ بقرہ پڑھنے سے برکت ہوتی ہے اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(3) رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھنے سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ۔۔۔ الخ، ۴/ ۴۰۲، حدیث: ۲۸۸۷۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی فضائل السور والآیات، ذکر سورۃ البقرۃ وآل عمران، ۲/ ۴۵۳، حدیث: ۲۳۷۸۔

3 . . . دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل آل عمران، ۲/ ۵۴۴، حدیث: ۳۳۹۶۔

4 . . . دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل آل عمران، ۲/ ۵۴۴، حدیث: ۳۳۹۷۔

(4) آیت الکرسی قرآن کی تمام آیتوں کی سردار ہے۔

(5) جو رات میں سورۂ آلِ عمران کی آخری گیارہ آیتیں پڑھے گا تو اس کے لیے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔

(6) جمعہ کے دن سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کرنے والے کے لئے رات تک فرشتے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن پاک بالخصوص سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکتوں سے مالا مال کرے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:993

قرآن سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ مقبول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“

قرآن سیکھنے سکھانے سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وُسعت ہے، بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علما کا قرآنی اَحکام بذریعۂ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اَسرار ورُموزِ قرآن بسلسلۂ طریقت سیکھنا سکھانا، سب قرآن ہی کی تعلیم ہے۔ صرف الفاظِ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہٰذا یہ حدیث فقہا کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوتِ قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ اَحکامِ قرآن ہے اور تلاوت میں

[1] ... بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، ۳/۴۱۰، حدیث: ۵۰۲۷۔

الفاظِ قرآن چونکہ کَلامُ اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرارِ قرآن الفاظِ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظِ قرآن کا نزول حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کان مبارک پر ہوا اور اَسرار و اَحکام کا نزول حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دِل پر ہوا۔ تلاوت سے عِلْمِ فقہ افضل، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾(پ ۱، البقرۃ: ۹۷)(ترجمۂ کنز الایمان: تو اس (جبریل) نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا۔) عمل بالقرآن علمِ قرآن کے بعد ہے لہٰذا عالم عامل سے افضل ہے۔ آدم عَلَیْہِ السَّلَام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام افضل و مسجود رہے۔“[1]

قرآن پڑھنا افضل ہے یا فقہ سیکھنا؟

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کا پڑھنا تمام نیک اعمال سے افضل ہے چونکہ جو شخص قرآن سیکھے اور پڑھائے وہ تمام لوگوں سے بہترین شخص ہے تو قرآن پڑھنا لازمی طور پر سب نیک اَعمال سے افضل ہوگا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن پڑھنا اور سیکھنا افضل ہے یا فقہ سیکھنا افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابنِ جوزی (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے کہا: ان دونوں میں سے جو لازم اور ضروری ہے وہ ہر انسان پر فرض ہے۔ سارا قرآن اور ساری فقہ سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، جب بعض لوگ سیکھ لیں تو باقی لوگوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر لوگوں کے حق میں قدرِ واجب پر اِن دونوں میں سے زیادہ میں کلام کریں (یعنی قدرِ واجب کے بعد ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟) تو فقہ میں مشغول ہونے والا افضل ہے کیونکہ دِینی مسائل جاننے اور اسلام کی راہِ ہدایت معلوم کرنے کے لوگ محتاج ہیں۔ اس سے یہ گمان نہ کرنا کہ فقہ قرآن سے افضل ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبارک زمانہ میں قرآنِ کریم کا قاری بہت بڑا فقیہ ہوتا تھا اس لیے نماز میں قاری کو مُقَدَّم کیا گیا ہے کیونکہ وہ فقیہ ہونے کے علاوہ قاری بھی ہے۔“[2]

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۱۷ ملخصاً۔

[2] ... تفہیم البخاری، ۷/ ۸۰۔

مدنی گلدستہ
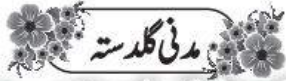
”تلاوت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بچوں کو قرآن کے ہجے سکھانا، قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علما کا قرآنی اَحکام بذریعۂ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اَسرار و رُموزِ قرآن بسلسلۂ طریقت سیکھنا سکھانا، سب قرآن ہی کی تعلیم ہے۔

(2) فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکامِ قرآن ہے۔

(3) اسرارِ قرآن الفاظِ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظِ قرآن کا نزول حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کان مبارک پر ہوا اور اَسرار و اَحکام کا نزول حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دِل پر ہوا۔

(4) عمل بالقرآن علمِ قرآن کے بعد ہے لہٰذا عالِم عابد سے افضل ہے۔

(5) بقدرِ ضرورت قرآن اور فقہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے اور سارا قرآن اور ساری فقہ سیکھنا فرضِ کفایہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور دوسروں کو پڑھانے، سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:994

ماہرِ قرآن کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ اَجْرَانِ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

[1] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل الماھر بالقرآن والذی یتتعتع فیہ، ص ۳۱۲، حدیث: ۱۸۶۲۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس میں ماہر ہے وہ معزز فرشتوں اور محترم و مُعَظَّم نبیوں کے ساتھ ہو گا اور جو قرآن پڑھتا اور اس میں اٹکتا ہے اور پڑھنے میں اسے مشکل پیش آتی ہے تو اُس کے لیے دُگنا ثواب ہے۔"

ماہرِ قرآن کون؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "قرآن کریم کا ماہر وہ عالِم ہے جو الفاظِ قرآن، معانی و مسائلِ قرآن، اَسرار و رُمُوزِ قرآن کا واقف ہو۔ سُبْحَانَ اللہ عالِم بالقرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو ابھی (حدیث میں) ذِکر ہوا اور جو کُند ذہن، موٹی زبان (یعنی حروف والفاظ صحیح ادا نہ کرسکنے) والا قرآنِ پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک کوشش کئے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے، شوق، محنت (کی وجہ سے)۔ خیال رہے کہ یہ دوگنا ثواب عالِمِ قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالِمِ قرآن تو فرشتوں نبیوں اور صحابہ کے ساتھ ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں ہے جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کر دے۔"(1)

ملائکہ اور انبیا کا ساتھ:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "جو بندہ حفظ و تجویدِ قرآن میں تیز، اسے اچھی طرح جاننے والا اور ماہر ہو وہ ملائکہ اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ہے کہ یہ حضرات بزرگ و نیکوکار لوگ ہیں چونکہ یہ شخص دنیا میں ان جیسے نیک کام کرنے والا ہے تو دنیا میں عمل کی صورت میں ان کے ساتھ ہے اور آخرت میں بھی ان کا رفیق اور ساتھی ہو گا۔ جو شخص قرآن اٹک کر پڑھتا ہے اگرچہ قرآن کا ماہر اور جامع عالِم اس سے افضل و اکمل ہے مگر مشقت و دِقّت اٹھانے کے لحاظ سے اس دوسرے شخص کو بھی فضیلت حاصل ہے اور اجر و ثواب بھی۔ اس سے حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مراد ایسے شخص کو تسلی دینا، اسے ثابت قدم رکھنا اور ریاضت و مشقت پر قائم (پابند) کرنا ہے۔"(2)

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲۱۹ ملتقطاً۔
2. ...اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۲/۱۳۱، ۱۳۲ ملخصاً۔

مدنی گلدستہ

”رُسُل“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) قرآنِ پاک کا ماہر عالِم مکرّم فرشتوں اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ہو گا۔

(2) قرآنِ کریم کا ماہر وہ عالِم ہے جو اَلفاظِ قرآن، مَعانی و مَسائلِ قرآن اور اَسرار و رُموزِ قرآن کا واقف ہو۔

(3) جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اُسے پڑھنے میں مشکل پیش آتی ہے تو اُس کے لیے دُگنا ثواب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کا عالِم اور ماہر بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 995

قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حُضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی اور ذائقہ بھی عمدہ ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کی خوشبو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے۔ قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال پھول کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی اور ذائقہ کڑوا ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال اندرائن کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی نہیں اور ذائقہ کڑوا ہے۔“

1 . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ذکر الطعام، ۳/ ۵۳۵، حدیث: ۵۴۲۷۔

نارنگی سے تشبیہ دینے کی وجہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”قرآن پاک پڑھنے والے مومن کو نارنگی کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ تمام شہروں میں پائے جانے والے پھلوں میں سب سے بہترین پھل ہے۔ اس میں بکثرت صفات مطلوبہ اور خواص ہیں۔ مثلاً اس کا سائز بڑا ہوتا ہے اور دیکھنے میں خوبصورت لگتا ہے، اس کا ذائقہ اچھا اور چھونے میں نرم ہوتا ہے، اس کا رنگ ایسا ہوتا ہے جسے دیکھ کر دیکھنے والے خوش ہوتے ہیں اور طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اسے کھانے سے لذت اور عمدہ مہک کے ساتھ ساتھ معدے اور نظامِ ہضم کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔ اس سے دیکھنے، چکھنے، سونگھنے اور چُھونے کی قوت میں تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے اَجزا کی بھی مختلف تاثیرات ہیں۔ اس کا چھلکا گرم خشک، اس کا گودا گرم تر اور اس کی کھٹاس سرد خشک ہے اور اس میں مزید بہت سے فوائد بھی ہیں۔“[1]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایمان کی صفت کو ذائقہ سے اور تلاوت کو خوشبو سے مخصوص کیا ہے کیونکہ ایمان مومن کو قرآن سے زیادہ لازم ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پڑھے بغیر بھی ایمان کا حصول ممکن ہے۔ یونہی ذائقہ جَوہَر (چیز واصل) کے لیے خوشبو سے زیادہ لازم ہے کہ کبھی جوہر کی خوشبو چلی جاتی ہے اور ذائقہ باقی رہتا ہے۔ دوسرے پھلوں کو چھوڑ کر نارنگی کے ساتھ مثال دینے کی حکمت یہ ہے کہ نارنگی کی خوشبو بھی اچھی اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہے۔ اس کے چھلکوں سے دوائی بنائی جاتی ہے جو فرحت بخش ہوتی ہے اور اس کے بیج سے تیل نکلتا ہے جس کے بہت سے فوائد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس گھر میں نارنگی ہوں جنات اس گھر کے قریب نہیں جاتے لہٰذا نارنگی کے ساتھ تشبیہ دینا مناسب تھا کہ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہاں شیاطین نہیں جاتے اور اس کے بیج کا غلاف سفید ہے جس سے مومن کے دل کی مناسبت ہے۔“[2]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل القرآن علی سائر الکلام، ۱۳ / ۵۶۳، تحت الحدیث: ۵۰۲۰ ملخصاً۔

2 . . . فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل القرآن علی سائر الکلام، ۱۰ / ۵۷، تحت الحدیث: ۵۰۲۰۔

کلامِ مجید کا بندے کے ظاہر و باطن پر اثر:

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے معقول چیز کو محسوس چیز سے تشبیہ دی ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے کلامِ مجید کا بندے کے ظاہر اور باطن پر اثر ہوتا ہے اور بندے اس تاثیر کے حوالے سے مختلف ہیں۔ کسی کو اس تاثیر سے وافر حصہ ملتا ہے اور وہ مومن قاری ہے، کسی کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں ملتا اور وہ منافق حقیقی ہے۔ کوئی وہ ہے جس کے ظاہر پر اثر ہوتا ہے لیکن باطن پر نہیں اور وہ ریاکار ہے اور کسی کے باطن پر اثر ہوتا ہے لیکن ظاہر پر نہیں اور وہ قرآن نہ پڑھنے والا مومن ہے۔“[1] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ تلاوتِ قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآنِ پاک کی تاثیریں مختلف ہیں جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسے ہی تاثیر قرآن۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه نے انڈے پر ”قُلْ هُوَ اللّٰه“ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا اور فرمایا کہ کلامِ رَبّانی کے ساتھ زبانِ فرید ہونی چاہیے۔ دیکھو یہاں مؤمن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مؤمن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر۔ تیسرے یہ کہ ہر تلاوتِ قرآن کرنے والے سے دھوکہ نہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں۔ تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو اِنْ شَآءَ اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”مومن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1. . . . عمدة القاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل القرآن علی سائر الکلام، ۱۲/ ۵۲۳، تحت الحدیث: ۵۰۲۰۔
2. . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۱ بتغیر۔

(1) قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی جیسے خوشبودار پھل کی طرح ہے جس کا ذائقہ عمدہ ہے جبکہ قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں لیکن مٹھاس ہے۔

(2) قرآن پاک پڑھنے والے مومن کو نارنگی کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ پھلوں میں سب سے بہترین پھل ہے اور اس کے بہت سے فوائد ہیں۔

(3) تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ اور ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں۔

(4) قرآنِ پاک کی تاثیریں مختلف ہیں جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسی ہی تاثیر چنانچہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے انڈے پر سورۂ اخلاص پڑھ کر دم کیا تو وہ سونا ہو گیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ تلاوت قرآن کا اثر ہمارے ظاہر و باطن میں پیدا کر دے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:996

قرآن کے ذریعے بلندی اور پستی

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حُضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس قرآنِ پاک کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلندی اور کچھ کو پستی عطا کرتا ہے۔“

کسے بلندی اور کسے پستی ملتی ہے؟

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قرآن پاک ان لوگوں کو بلندی عطا کرتا ہے

[1] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن... الخ، ص ۳۱۷، حدیث: ۱۸۹۷۔

جو اس پر ایمان لاتے، اس پر عمل کرتے، اس کی تلاوت کرتے ہیں اور ساتھ ہی اخلاص قائم رکھتے ہیں اور جو اس کا خلاف کرتے ہیں ان لوگوں کو ذلیل وپست کرتا ہے۔[1] اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس نے قرآن پاک کو پڑھا اور خلوص کے ساتھ اس پر عمل کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا کرے گا اور جس نے ریاکاری کے لیے پڑھا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے نہایت ذلت اور پستی عطا کرے گا۔[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: جو مسلمان قرآنِ کریم کو صحیح طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ قرآن کریم سے زندگی و موت طیب (پاکیزہ) ہوتی ہے یہ محبوبین کے لیے ماء (پانی) ہے اور محجوبین (غفلت و دوری میں رہنے والوں) کے لیے دِماء (خون) ہے۔ اب بھی قرآن پاک کے صحیح متبع بڑی عظمت وعزت کے مالک ہیں۔[3]

قاریٔ قرآن مکہ کا گورنر:

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنَا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مقامِ "عُسفان" پر حضرت سَیِّدُنَا نافع بن عبد الحارث خُزاعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی جو آپ کی طرف سے مکہ مکرمہ کے گورنر تھے۔ انہیں دیکھ کر پوچھا: "تم نے اپنی غیر موجودگی میں مکہ مکرمہ کا گورنر کسے مقرر کیا ہے؟" کہا: اِبنِ اَبزٰی کو۔ پوچھا: "کون ابنِ ابزٰی؟" کہا: ہمارا ایک آزاد کردہ غلام ہے۔ فرمایا: "تم نے ایک غلام کو ان پر حاکم بنادیا؟" کہا: وہ قرآن مجید کا قاری اور فرائض کا علم رکھتا ہے۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنَا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: سنو! تمہارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بلاشبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس قرآن پاک کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلندی اور کچھ کو پستی عطا کرتا ہے۔"[4]

---

1 ... اشعة اللمعات، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۲/ ۱۳۲۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۲۶۷، تحت الحدیث: ۲۱۱۵۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۱۔

4 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن ... الخ، ص ۳۱۷، حدیث: ۱۸۹۷۔

مدنی گلدستہ

”سنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) قرآن اُن لوگوں کو بلندی عطا کرتا ہے جو اُس پر ایمان لاتے، اس پر عمل کرتے، اس کی تلاوت کرتے ہیں اور ساتھ ہی اخلاص قائم رکھتے ہیں اور جو اس کے برعکس عمل کرتے ہیں ان لوگوں کو ذلیل وپست کرتا ہے۔

(2) قرآنِ کریم سے زندگی اور موت طیب (پاکیزہ) ہوتی ہے۔

(3) حکومتی عہدے پر قاریٔ قرآن اور عالمِ دِین کو فائز کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کے ذریعے بلندی عطا کرے اور پستی سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:997

دو چیزوں میں حسد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ آتَاہُ اللہُ الْقُرْآنَ فَھُوَ یَقُوْمُ بِہٖ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ وَرَجُلٌ آتَاہُ اللہُ مَالًا فَھُوَ یُنْفِقُہُ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّھَار۔ [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ حُضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حسد نہیں مگر دو شخصوں پر، ایک وہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن کا علم دیا وہ رات دن اسے پڑھتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا وہ رات دن اس سے خیرات کرتا ہے۔“

حسد سے مراد:

صدرُ الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”(یہاں) حسد سے مراد غبطہ

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن۔۔۔الخ، ص ۳۱۶، حدیث: ۱۸۹۴۔

ہے جس کو لوگ رشک کہتے ہیں، جس کے یہ معنٰی ہیں کہ دوسرے کو جو نعمت ملی ویسی مجھے بھی مل جائے اور یہ آرزو نہ ہو کہ اسے نہ ملتی یا اس سے جاتی رہے اور حسد میں یہ آرزو ہوتی ہے، اسی وجہ سے حسد مذموم ہے اور غبطہ مذموم نہیں۔ (اس حدیث کے) یہ معنی ہوئے کہ یہی دو چیزیں غبطہ کرنے کی ہیں، کہ یہ دونوں خدا کی بہت بڑی نعمتیں ہیں غبطہ ان پر کرنا چاہیے نہ کہ دوسری نعمتوں پر۔"[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہاں حسد بمعنی غبطہ، رشک ہے۔ حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیا دار پر نہ دِین دار پر۔ شیطان کو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر، مگر مارا گیا۔ حسد کے معنٰی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا، رشک کے معنٰی ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا۔ دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔"[2] حضرت سَیِّدُنا میرک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حسد کی دو قسمیں ہیں: **(1)** حقیقی اور **(2)** مجازی۔ حقیقی یہ ہے کہ اپنے بھائی سے نعمت کا زوال چاہنا۔ یہ صریح حرام ہے اور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ جو مجازی ہے وہ رشک ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے بھائی سے نعمت کا زوال چاہے بغیر ایسی ہی نعمت اپنے لیے چاہنا۔ رشک دنیاوی اُمور میں مباح اور نیکی کے کاموں میں مستحب ہے۔[3]

رات دن قرآن پڑھنے سے مراد:

حدیثِ پاک میں بیان کیا گیا کہ "ایک وہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن کا علم دیا وہ دن رات اسے پڑھتا ہے۔" یعنی عالمِ دِین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو، اس میں غور و تأمل کرتا ہو، "یَقُوْمُ" (دن و رات میں اسے پڑھتا ہو) میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرنے میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن و حدیث کی خدمت میں آئے **اللہ** نصیب کرے۔[4] (دوسرا وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا وہ رات دن اس سے خیرات

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۵۴۱، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۰۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۶۱۸، تحت الحدیث: ۲۱۱۳۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۰۔

کرتا ہے۔)چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے، اس لیے یہاں رات کا ذِکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی، خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”صدقہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حسد میں یہ آرزو ہوتی ہے کہ دوسرے کو جو نعمت ملی وہ اسے نہ ملتی یا اُس سے وہ نعمت چلی جائے جبکہ رشک میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے کو جو نعمت ملی ہے ویسی مجھے بھی مل جائے۔

(2) حسد حرام جبکہ رشک دنیاوی اُمور میں مباح اور نیکی کے کاموں میں مستحب ہے۔

(3) خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے۔

(4) سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی خیرات میں داخل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خوب قرآن پڑھنے اور خیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:998

نزول سکینہ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ:كَانَ رَجُلٌ یَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَیْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ یَنْفِرُ مِنْهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: تِلْكَ السَّكِیْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ.[2]

---

1 ...مرآۃ المناجیح،۳/ ۲۲۰۔

2 ...مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب نزول السکینة لقراءة القرآن، ص ۳۱۱، حدیث:۱۸۵۶۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا اور پاس ہی اس کا گھوڑا دو لمبی رسیوں سے بندھا ہوا تھا کہ اچانک ایک بادل گھوڑے پر سایہ فگن ہوا اور قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ گھوڑا اچھلنے کودنے لگا۔ صبح ہوئی تو وہ شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ سکینہ تھا جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوا۔

سورۂ کہف پڑھنے والی شخصیت:

علامہ ابو حفص عمر بن علی المعروف ابنِ مُلَقِّن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: سورۂ کہف پڑھنے والے یہ شخص حضرت سَیِّدُنا اُسید بن حُضَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے سوا دیگر مخلوق بھی قرآن سنتی ہے۔[1]

سکینہ کیا ہے؟

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: سکینہ بمعنی آرام و آہستگی اور بمعنی رحمت بھی آتا ہے اور اُس چیز پر بھی اِس کا اِطلاق ہوتا ہے جس سے سکون اور صفائی قلب حاصل ہو، جس سے نفسانی تاریکی دور ہو اور ضیائے رحمت، حضورِ ذوق و غنیمت نصیب ہو۔ یہ سکینہ کبھی ابرِ رحمت کی شکل وغیرہ میں بھی نمودار ہوتا ہے۔[2] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے چونکہ ان کے اترنے سے مؤمن کے دل کو سکون و چین حاصل ہوتا ہے اس لیے اسے سکینہ کہتے ہیں۔ مؤمن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے: ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ﴾ (پ۱۰، التوبۃ: ۴۰) (ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ (اطمینان) اتارا) صدیقِ اکبر کو اس وقت حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اسی لیے ان پر سکینہ اُتری۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکونِ قلبی نصیب ہوتا ہے انہیں بھی رب تعالیٰ نے

1. ۔۔۔ التوضیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲۰/ ۱۹۷، تحت الحدیث: ۳۶۱۴۔
2. ۔۔۔ اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۲/ ۱۳۲۔

سکینہ فرمایا ہے۔ چنانچہ تابوتِ سکینہ جس میں حضرت موسیٰ وہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ﴾ (پ۲، البقرۃ: ۲۴۸) (ترجمۂ کنز الایمان: جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔) بعض لوگ قبروں پر تلاوتِ قرآنِ پاک کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکونِ قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ، آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکونِ قبر میسر ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے۔ صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ناخن، بال تہبند شریف رکھوائے، خود حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا۔[1]

بندۂ مومن کی تائید:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بندوں پر ان جیسی نشانیوں کا ظہور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندۂ مومن کی تائید ہے جسے دیکھ کر مومن بندے کا یقین اور ایمان پر قلبی اطمینان بڑھتا ہے۔[2]

سورۂ کہف کے دو فضائل:

دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** "جو سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرے گا وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔"[3] **(2)** "جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا تو اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن ہو گا۔"[4]

1... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۴۔

2... شرح الطیبی، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۲۶۹، تحت الحدیث: ۲۱۱۷۔

3... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص ۳۱۵، حدیث: ۱۸۸۳۔

4... مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الکھف، ۳/ ۱۱۷، حدیث: ۳۴۴۴۔

مدنی گلدستہ

”سکینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) انسانوں کے سوا دیگر مخلوق بھی قرآن سنتی ہے۔

(2) فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے چونکہ ان کے اترنے سے مؤمن کے دل کو سکون وچین حاصل ہوتا ہے اس لیے اسے سکینہ کہتے ہیں۔ مؤمن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں۔

(3) بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکونِ قلبی نصیب ہوتا ہے انہیں بھی رب تعالٰی نے سکینہ فرمایا ہے۔ چنانچہ تابوتِ سکینہ میں حضرت موسیٰ وہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے۔

(4) صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ناخن، بال تہبند شریف رکھوائے، خود حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا۔

(5) سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرنے والا دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سورۂ کہف یاد کرنے اور اس کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:999

ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللہِ فَلَہُ حَسَنَۃٌ وَّالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِہَا لَا اَقُوْلُ: الٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰکِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیْمٌ حَرْفٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

[1] ۔۔۔ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن۔۔۔الخ، ۴/۴۱۷، حدیث: ۲۹۱۹۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس کے برابر ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمّ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔“

ہر نیکی کی جزا دس نیکیاں:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر نیکی کی جزا کم از کم دس نیکیاں ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ بات تو تمام نیکیوں میں پائی جاتی ہے پھر قرآنِ پاک کی فضیلت کہاں گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے ہر ایک حرف پر نیکی ملنا قرآن کی خاص نیکی ہے کہ اس کے ہر جُز پر ثواب ملتا ہے باقی اعمال میں ایک عمل پر ایک نیکی ملتی ہے نہ کہ اس کے ہر حصے پر ایک نیکی عطا ہوتی ہے ہاں وہ عمل جو چند اعمال سے مل کر پورا ہو وہاں ہر عمل پر جو اس پورے عمل کا حصہ ہوتا ہے نیکی عطا کی جاتی ہے۔[1]

حرف سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو جدا جدا پڑھا جائے لہٰذا الٓمّ تین حرف ہیں۔ چنانچہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔ مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مُطْلَقًا حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہٰذا قرآنِ کریم میں لفظ **اللّٰه** پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی۔ خیال رہے کہ قرآنِ پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابلیس شیطان، خنزیر، وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی ثواب اسی حساب سے ہوگا کہ یہ حروف یا ان کے ترجمے بُرے نہیں، بلکہ ان کے مِصداق خبیث ہیں، یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے۔ الف، لام، میم کو حرف فرمانا مجازًا ہے ورنہ یہ حرفوں کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ الف میں تین حرف ہیں، ا، ل، ف مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہو کر آتا ہے، اگرچہ

[1] . . . اشعة اللمعات، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ٢/١٢٢ـ

اس کے اجزا تین ہیں بعض شارحین نے کہا کہ ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ﴾ میں اَلَمْ کی تیس نیکیاں ہیں اور ﴿الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ﴾(پ۱، البقرۃ: ۱، ۲) میں الٓمّٓ کی نوے نیکیاں ہیں، کیونکہ اس میں حرف نو ہیں، اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں۔(1)

ربّ تعالیٰ کا فضل شمار سے باہر:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا: ”جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔“ اِس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ﴾ (پ۸، الانعام: ۱۶۰) (ترجمۂ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کیلئے اس جیسی دس ہیں) یہ تو ادنیٰ ثواب ہے، آگے رب تعالیٰ کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۱) (ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کیلئے چاہے) مرقات میں فرمایا کہ یہ ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مکہ معظمہ و مدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار۔“(2)

مدنی گلدستہ
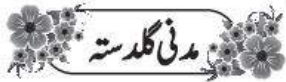
”اَجَر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) ہر نیکی کی جزا کم از کم دس نیکیاں ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

(2) قرآن کے ہر ایک حرف پر نیکی ملنا قرآن کی خاص نیکی ہے کہ اس کے ہر جز پر ثواب ملتا ہے باقی اعمال میں ایک عمل پر ایک نیکی ملتی ہے نہ کہ اس کے ہر حصے پر ایک نیکی عطا ہوتی ہے۔

(3) مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار ہے۔

1... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۸، ۲۳۹ملخصاً۔

2... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۸۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارے لیے خوب نیکیوں کا ذخیرہ جمع ہو سکے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1000

قرآن سے خالی سینہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الَّذِی لَیْسَ فِی جَوْفِہِ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔“

ویران گھر سے تشبیہ دینے سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: گھر کی آبادی انسان و سامان سے ہے، دل کی آبادی قرآن سے، باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان و سامان سے خالی گھر۔ شعر

آباد وہ ہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے
جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: قرآن کا سینے میں جمع کرنا گویا اسے آباد کرنا اور قلت و کثرت کے لحاظ سے مزین کرنا ہے۔ جب دل قرآن کی ضروری تصدیق، اسے حق سمجھنے، اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنے اور اس کی محبت و صفات میں نظر کرنے سے خالی ہو گا تو وہ

---

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ۱۸، ۴/ ۴۱۹، حدیث: ۲۹۲۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۷۔

دل ویران گھر کی طرح ہو گا جو خوبصورتی اور سامان سے خالی ہوتا ہے۔[1]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ظاہراً اس حدیث سے مراد یہ ہے جسے اتنا بھی قرآن یاد نہ ہو جس سے نماز درست ہو سکے اس کا سینہ ویران گھر کی طرح ہے۔ بعض علما نے اس کو عام رکھا ہے اور کہا ہے کہ ناظرہ یا حفظ کسی طرح قرآن نہ پڑھتا ہو اس کا سینہ ویران گھر کی طرح ہے۔[2]

مدنی گلدستہ

"حرم" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) گھر کی آبادی انسان و سامان سے، دل کی آبادی قرآن سے جبکہ روح کی آبادی ایمان سے ہے۔

(2) جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان اور سامان سے خالی گھر۔

(3) قرآن کا سینے میں جمع کرنا گویا اسے آباد کرنا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو قرآن سے آباد کرے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

قرآن والے کا مقام

حدیث نمبر:1001

عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَؤُھَا.[3]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ۴/ ۶۴۵، تحت الحدیث: ۲۱۳۵۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ۲/ ۱۴۱۔

3 . . . ابو داود، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، ۲/ ۱۰۴، حدیث: ۱۴۶۴۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: "قرآن والے سے کہا جائے گا پڑھ اور ترقی کرتا جا اور یوں آہستگی سے تلاوت کر جیسے دنیا میں کرتا تھا آج تیرا ٹھکانا اور مقام وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے۔"

قرآن والے سے مراد:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قرآن والے سے وہ شخص مراد ہے جو قرآن کی تلاوت کا عادی اور اس پر عمل پیرا ہے۔ اس سے کہا جائے گا: قرآن حکیم پڑھ اور جس قدر قرآنی آیات پڑھ سکتا ہے درجاتِ جنت میں اوپر کو بلند ہوتا جا، پھر اگر سارا قرآن پڑھے گا تو جنت کے ان آخری درجات تک پہنچ جائے گا جو اس کے لیے تیار کئے گئے اور اس کے لائقِ حال ہوں گے۔ یہ امر و حکم تمام اصحابِ قرآن کو شامل ہے خواہ انبیاء و مُرسلین ہوں یا اولیاو علما اور دوسرے تمام صالحین کرام ان کے درجات کے مطابق۔ (1)

جنت کے 6666 درجات:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: جنت کے درجات اوپر تلے ہیں جس قدر درجے کی بلندی، اسی قدر بہتر اِنْ شَآءَ اللہ اس دن تلاوتِ قرآن مؤمن کے لیے پروں کا کام دے گی یا اس سے مراتبِ قربِ الٰہی میں ترقی کرنا مراد ہے یعنی تلاوت کرتا جا اور مجھ سے قریب تر ہوتا جا جہاں تیرا پڑھنا ختم، وہاں تیرا چڑھنا ختم، وہاں اسی قدر تلاوت کرسکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات (مشہور قول کے مطابق) اتنی ہی ہیں اور ہر آیت پر ایک درجہ ملتا ہے۔ اگر درجے اس سے کم ہوں تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔

(1)... اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ۲/ ۱۴۱۔

۞ دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوتِ قرآن کے، مگر یہ تلاوت لذت اور ترقیٔ درجات کے لیے ہوگی جیسے فرشتوں کی تسبیح۔

۞ تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوتِ قرآنِ کریم کا عادی بعدِ موت اِنْ شَآءَ الله حافظِ قرآن ہو جائے گا ورنہ یہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا۔

۞ چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مُطلَق (بلاقید) رکھا گیا۔ یہاں (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر (سوچ بچار) کرنا محض تلاوت سے افضل ہے، اسی لیے حضرت صدیق اکبر حُفَّاظ صحابہ سے افضل ہوئے، جنت میں ساری اُمَّت سے اونچے درجے میں وہ ہی ہوں گے۔[1]

مدنی گلدستہ

"کعبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قرآنِ پاک کی آیات کے برابر جنت میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) درجے ہیں۔

(2) جنت میں تلاوتِ قرآن کے علاوہ کوئی عبادت نہ ہوگی اور یہ تلاوت بھی لذت اور ترقیٔ درجات کے لیے ہوگی جیسے فرشتوں کی تسبیح۔

(3) دنیا میں تلاوتِ قرآن کریم کا عادی بعدِ موت اِنْ شَآءَ الله حافظِ قرآن ہو جائے گا۔

(4) قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنا تلاوت سے افضل ہے۔

الله عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تلاوت قرآن کا عادی اور اس پر عمل پیرا ہونے والا بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۷۔

باب نمبر:181

قرآنِ پاک کو یاد رکھنے کا بیان

قرآن پاک کو یاد رکھنے اور اسے بھلا دینے سے ڈرانے کا بیان

قرآنِ پاک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا پاکیزہ کلام ہے۔ یہ معرفتِ الٰہی، سکونِ قلبی اور رضائے رحمٰن کا سبب ہے۔ اس کی تلاوت دل کو گناہوں کی سیاہی سے پاک کرتی ہے۔ اسے کثرت سے پڑھنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔ قرآنِ پاک حفظ کرنا بھی بہت سعادت کی بات ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی قدرت کے مطابق اسے حفظ کرے۔ مکمل قرآنِ پاک حفظ کرنا فرض یا واجب نہیں بلکہ جو شخص پورا قرآن حفظ نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ مخصوص سورتیں اور آیتیں یاد کرلے تاکہ کَلَامُ الله کی برکتیں حاصل ہوں۔ قرآنِ پاک کا جتنا حصہ بھی یاد ہے اسے بار بار پڑھنا ضروری ہے تاکہ بھولنے کی آفت سے محفوظ رہے۔ قرآنِ پاک کو یاد کرنے کے بعد بار بار پڑھنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ بہت جلد انسان کے ذہن سے نکلتا ہے اور جب یہ ایک بار ذہن سے نکل جائے تو پھر اسے دوبارہ یاد کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق قرآنِ پاک یاد کرے اور پھر کثرت سے اُس کی تلاوت کا معمول بنائے تاکہ ذہن نشین رہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"قرآنِ پاک کو یاد رکھنے اور اسے بھلا دینے سے ڈرانے"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1002

قرآن بہت تیزی سے بھول جاتا ہے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِس قرآن کی حفاظت کرو، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یہ

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب الامر بتعهد القرآن۔۔۔الخ، ص ٣٠٩، حدیث: ١٨٣٢۔

قرآن رسّی میں بندھے ہوئے اونٹ سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جاتا ہے (یعنی بھول جاتا ہے)۔"

قرآن اور علومِ قرآن کی تکرار کرتے رہو:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جسے قرآنِ پاک یاد ہو اسے چاہیے کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور اسے یاد رکھنے کے لیے کثرت کے ساتھ اس کی دُہرائی کرتا رہے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ "تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ یعنی اِس قرآن کی حفاظت کرو۔" "تَعَاهَدٌ، عَهْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ حفاظت و نگرانی۔ مضبوط وعدے کو بھی اسی لیے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ قرآنِ شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا دَور کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا، خصوصًا حافظ صاحبان کے لیے۔ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد اَلفاظِ قرآن، معانیٔ قرآن، علومِ قرآن اور مسائلِ قرآن سب ہی ہے یعنی حُفّاظ اپنے حفظ کی، قاری صاحبان تجوید کی، علما عُلومِ قرآنیہ کی تجدید و تکرار کرتے رہیں ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے۔"[1]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "قراءت اور تلاوت کو اپنی عادت بناؤ اور اس کی حفاظت و نگہداشت کرو تاکہ دِلوں سے اُتر نہ جائے اور بھول نہ جائے۔ یہاں حدیث میں لفظ تَعَاهَدٌ آیا ہے جس کا معنیٰ ہے دو شخصوں کا آپس میں کسی معاہدے کو تازہ کرنا اور اُس کا ذکر کرنا۔ دراصل حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد میں اس جانب اشارہ ہے کہ بندہ جب قرآن سے کیا ہوا عہد تازہ رکھتا ہے اور درس و تدریس کی شکل میں اس کی خدمت میں لگا رہتا ہے تو یہ شخص گویا قرآنِ پاک سے کیے ہوئے عہد کی نگہداشت اور حفاظت کرتا ہے۔"[2]

کلامِ الٰہی حفظ ہو جانا رب کی مہربانی ہے:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا کہ قرآن رسّی میں بندھے ہوئے اونٹ سے بھی زیادہ تیزی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۶۳۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، ۲/ ۱۵۷۔

سے نکل جاتا ہے ”یعنی رسیوں سے بندھے ہوئے اونٹ رسیوں کو توڑ کر بھاگ جاتے ہیں یونہی قرآن پاک کے الفاظ و معنیٰ اگر اُن کی نگہداشت نہ کی جائے تو یہ انسان کے ذہن سے نکل جانے میں اُن اونٹوں سے بھی زیادہ سخت اور تیز ہیں۔“[1] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوتے اسی طرح قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنے یاد پر اعتماد نہ کرو، یہ بہت جلد بھول جاتا ہے کیوں نہ ہو کہ کلامِ الٰہی قدیم اور ہم حادث۔ ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے؟ یہ رب تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے، تو ہماری ذرا سی غفلت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی۔“[2]

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اگر اس کی تلاوت میں غفلت کی جائے تو یہ بہت جلد ذہن سے نکل جاتا ہے۔

(2) جس طرح اُونٹ کی رسّی کھل جائے تو وہ بہت تیزی سے بھاگ جاتا ہے اسی طرح حافظ اگر دُہرائی نہ کرے تو قرآنِ پاک اونٹ کے بھاگنے سے بھی زیادہ تیزی سے اُس کے ذہن سے نکل جاتا ہے۔

(3) قرآنِ پاک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اور قدیم ہے اور ہم حادِث ہیں، رب تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے اور ہم اسے یاد کر لیتے ہیں تو ہماری ذرا سی لاپرواہی ہمارے لیے اس نعمت سے محرومی کا سبب بن سکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں قرآن پاک یاد رکھنے اور کثرت سے اس کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1]... اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، ۲/۱۵۷۔

[2]... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۶۴۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1003 حافظِ قرآن بندھے ہوئے اونٹ کی مثل ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ کَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَۃِ اِنْ عَاھَدَ عَلَیْھَا اَمْسَکَھَا وَاِنْ اَطْلَقَھَا ذَھَبَتْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حافظِ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے کہ اگر (مالک) اس کی حفاظت کرے گا تو اسے روکے رکھے گا اور اگر اسے کھلا چھوڑ دے گا تو وہ بھاگ جائے گا۔"

قرآن یاد رکھنے کے بہت فوائد ہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے میں غفلت نہیں کرنی چاہیے، اگر بندہ تلاوتِ قرآنِ پاک میں سُستی کرے گا اور اس کی تکرار نہیں کرے گا تو بہت جلد بھول جائے گا کیونکہ "اونٹ تو مضبوط رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ دَور کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں ٹھہرتا ہے، پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچاتا ہے، سواری، باربرداری، گوشت، دودھ، نسل، اُون وغیرہ سب ہی دیتا ہے۔ ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان، عرفان، رضائے رحمٰن وغیرہ سب کچھ اِسی سے مُیَسَّر ہوتے ہیں۔"[2]

قرآن پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا اور اسے مکمل یا اس کی چند سورتیں و آیتیں یاد کرنا بہت سعادت کی بات ہے لہٰذا جس قدر ممکن ہو سکے قرآنِ پاک حفظ کر لیجئے اور جب بھی کوئی آیت یا

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الامر بتعھد القرآن ۔۔۔ الخ، ص ۳۰۹، حدیث: ۱۸۳۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۲۶۵۔

سورت حفظ کرلیں تو پھر اسے یاد رکھنے کے لیے بار بار اس کی تلاوت کرتے رہیں تاکہ وہ آپ کو ذہن نشین رہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں کئی افراد ایسے ہیں کہ جو قرآنِ پاک کے چند پارے یا سورتیں یاد کرلیتے ہیں مگر پھر اُن کی دُہرائی نہیں کرتے جس کی وجہ سے انہیں وہ پارے یا سورتیں بھول جاتی ہیں۔ بہار شریعت میں ہے: "قرآنِ پاک پڑھ کر بُھلا دینا گناہ ہے۔"[1] لہٰذا قرآنِ پاک کا جتنا بھی حصہ آپ کو یاد ہے اُسے بار بار پڑھتے رہیں اور مسلسل اُس کی تلاوت کرتے رہیں۔ **مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ تجربہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑا حافِظ یا عالم اگر کچھ دن یہ مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے۔ اسی لیے علامہ شامی نے فرمایا کہ قاضی کو کچھ روز بعد کُتب بینی کے لیے چھٹی دی جائے تاکہ علمِ قرآن شریف بھول نہ جائے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"قرآن" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کا معمول بنانا چاہیے۔

(2) قرآن جب ہمارے دِل و دماغ میں بیٹھ جائے گا تو پھر ہمیں اُس سے ایمان، معرفتِ الٰہی، سکونِ قلبی اور دیگر بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔

(3) مکمل قرآنِ پاک یا اس کی چند سورتیں و آیتیں حفظ کرکے بُھلا دینا گناہ ہے۔

(4) قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالیے اور غفلت و کوتاہی سے پرہیز کیجئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پابندی کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اسے بھولنے سے بچائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۵۵۲، حصہ ۳۔ [2] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۶۴۔

باب نمبر:182

خوبصورت آواز سے قرآن پڑھنے کا بیان

خوبصورت آواز سے قرآن پڑھنا، پڑھوانا اور توجہ سے سننا مستحب ہے۔

قرآنِ پاک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا پاکیزہ کلام ہے۔اس کی تلاوت کرنے اور سننے سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔دل سے گناہوں کی سیاہی دُور ہوجاتی ہے اور اس میں نور داخل ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک میں نہ صرف ہمارے لیے دِین ودُنیا کے اَحکام ہیں بلکہ اس کے الفاظ و معنیٰ میں ایک خاص کیفیت بھی پوشیدہ ہے اور اس کیفیت سے دِل پر رِقّت وسُرور طارِی ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت سے یہ خاص کیفیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب قرآنِ پاک کو نہایت اچھی آواز میں پڑھا یا سنا جائے کیونکہ جتنی خوبصورت و حسین آواز میں اس کی تلاوت کی جائے گی دل پر اس کا اتنا ہی گہرا اثر ہوگا۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی خوش اِلحانی کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا اور دوسروں سے سننا پسند فرماتے تھے۔ اچھی آواز میں قراءت کرنے والوں سے خصوصیت کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت سننے کا اہتمام کرتے اور خوش اِلحانی کے ساتھ قراءت کرنے والوں کو دوسروں پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اچھی آواز میں قرآنِ پاک پڑھنے اور سننے کا اہتمام کرے تاکہ اس کا دل نورِ قرآن سے منور ہوجائے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"خوبصورت آواز کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھنے، پڑھوانے اور سننے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 5 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1004

نبی خوش اِلحانی کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا اَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی چیز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنتا جس قدر وہ اپنے اچھی آواز

[1] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ص ۳۱۰، حدیث: ۱۸۴۷۔

والے نبی کو سنتا ہے کہ وہ خوش الحانی کے ساتھ باآوازِ بلند قرآن پڑھتا ہے۔"

حدیث پاک میں نبی سے مراد؟

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "اَذِنَ اللہُ" کا معنیٰ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سنتا ہے اور یہ سننا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضامندی اور قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔"[1]

مذکورہ حدیثِ پاک میں قرآنِ پاک کو اچھی آواز اور خوبصورت انداز میں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے "کیونکہ خوش اِلحانی (اچھی آواز) قرآنِ کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حُسن اور بھی بڑھ جاتا ہے"[2] حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی چیز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنتا جس قدر وہ اپنے اچھی آواز والے نبی کو سنتا ہے۔" ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہوں اور قرآن سے مراد یہی قرآن شریف ہو۔"[3]

حدیثِ پاک میں بیان کیا گیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ توجہ سے سنتا ہے۔ حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی اِس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کسی کی بات کو بغور سننا، کان لگانا، **اللہ** تعالیٰ اِس سے مُنَزَّہ (پاک) ہے، یہ بھی متشابہات میں سے ہے، اس کے اصل معنیٰ **اللہ** اور اس کے رسول جانیں۔ (اس کی) تاویل میں یہ کہا جاتا ہے کہ مراد خصوصی رحمت کا نزول ہے اور قاری کا اِکرام اور اسے زیادہ سے زیادہ ثواب دینا مراد ہے۔"[4]

انبیا عَلَیْہِمُ السَّلَام خوش آواز ہوتے ہیں:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی چیز کو سننے اور توجہ فرمانے پر

1 ... ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن۔۔۔الخ، ص٢٨٦۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ٣/٢٦٦۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ٣/٢٦٥، ٢٦٦ ملتقطاً۔

4 ... نزہۃ القاری، ٥/٢٦٧۔

اتنا راضی نہیں ہوتا یعنی اسے پسند نہیں کرتا جتنا کہ وہ کسی پیغمبر کے قرآن پڑھنے پر توجہ فرماتا ہے اور سنتا ہے کیونکہ پیغمبر نہایت خوش آوازی اور عمدگی سے اس کی تلاوت کرتا ہے۔"

مزید فرماتے ہیں: "اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے نبی کی تلاوت کو خوش آوازی سے پڑھنے کا پابند کر دیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ انتہائی خوبصورت اور بہت خوش آواز ہوتا تھا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ کا نبی اللہ کی وحی جب بھی پڑھتا ہے نہایت خوش آوازی اور خوش اِلحانی سے پڑھتا ہے۔"(1)

علامہ کلاباذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: خوش اِلحانی سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ قراءت کے وقت اُن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خشیت اور دِل میں رِقَّت ہوتی تھی۔ خوش اِلحانی سے پڑھنے کا یہ معنٰی بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ آواز کی خوبصورتی کے لیے وجد کے ساتھ تلاوت کرتے تھے کیونکہ خوش اِلحانی وجد کی علامات میں سے ہے اور جمہور علماءِ کرام نے اِس طرح تلاوت کرنے کو اس صورت میں جائز قرار دیا ہے کہ جب تلاوت کرنے والا کسی حرف کی کمی یا زیادتی نہ کرے ورنہ اس طرح تلاوت کرنا ممنوع ہے۔"(2)

مدنی گلدستہ

"تلاوت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی چیز کی طرف اتنی توجہ نہیں فرماتا جتنا کہ وہ کسی پیغمبر کے قرآن پڑھنے پر توجہ فرماتا ہے کیونکہ پیغمبر نہایت خوش آوازی اور عمدگی سے اُس کی تلاوت کرتا ہے۔

(2) قرآنِ پاک کی تلاوت خوش اِلحانی کے ساتھ کرنی چاہیے کیونکہ خوش اِلحانی قرآنِ کریم کی زینت ہے اور اس سے قرآنِ پاک کا حُسن اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ذات کسی کی بات کو بغور سننے اور کان لگا کر سننے سے مُنَزَّہ ہے، مذکورہ حدیثِ پاک میں کان

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، ۲/ ۱۵۹ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ۳/ ۴۸۶، ۴۸۷، تحت الحدیث: ۱۰۰۲ ملتقطاً۔

لگا کر توجہ سے سننے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قبولیت عطا فرماتا ہے اور بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نبی جب اس کی وحی پڑھتا ہے تو نہایت خوش آوازی اور خوش اِلحانی سے پڑھتا ہے۔

(5) جمہور علماءِ کرام نے وجدانی کیفیت میں خوش اِلحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کو اِس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ تلاوت کرنے والا کسی حرف کی کمی یا زیادتی نہ کرے ورنہ جائز نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں خوش اِلحانی کے ساتھ تلاوت قرآنِ پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1005

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے مزامیر

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہُ: لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوُدَ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہُ: لَوْ رَاَیْتَنِیْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِکَ الْبَارِحَۃَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: ”بے شک تمہیں حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے مزامیر میں سے ایک مزمار عطا کیا گیا ہے۔“ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”اگر تم مجھے گزشتہ رات دیکھتے جبکہ میں تمہاری قراءت سن رہا تھا (تو بہت خوش ہوتے)۔“

تمام سازوں سے حسین آواز:

مذکورہ حدیث پاک میں حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حُسنِ قراءت کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ نہایت خوبصورت انداز میں تلاوتِ قرآن کیا کرتے تھے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ کے

1 . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءۃ، ۳/۴۱۶، حدیث: ۵۰۴۸ بتغیر۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ص ۳۱۰، حدیث: ۱۸۵۲۔

بارے میں فرمایا کہ آپ کو حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی خوش اِلحانی میں سے حصہ عطا کیا گیا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو عثمان نہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہمیں نماز پڑھائی، میں کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی صنج، بربط[1] اور کسی بھی چیز کی آواز ان کی آواز سے اچھی نہیں سُنی۔“[2]

حضرت ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نہایت خوش آواز تھے کہ جس مجلس میں آپ زبور کی تلاوت کرتے اس مجلس سے جنازے نکلتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ بھی بہت ہی خوش آواز تھے۔ خیال رہے کہ حضرت ابو موسیٰ کا نام **عبد اللہ** ابنِ قیس ہے، مکہ معظمہ میں ایمان لائے، حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر کشتی والوں کے ساتھ خیبر میں پہنچے، ۲۰ ہجری میں حضرت عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے امیرِ لشکر بنا کر بھیجا، آپ نے اَہواز فتح فرمایا، شروعِ خلافتِ عثمانی تک آپ بصرہ میں رہے پھر وہاں سے کوفہ آگئے، مکہ معظمہ میں وفات پائی ۵۲ ہجری میں وہاں ہی دفن ہوئے۔“[3]

مزامیر سے کیا مراد ہے؟

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”زَمْر کے لغوی معنی غنا ہیں، یہاں اس سے حُسنِ صَوت (یعنی اچھی آواز) مراد ہے۔ مَزَامِیْر مِزْمَار کی جمع ہے اور وہ معروف آلہ ہے۔ حُسنِ صَوت پر اِس کا اِطلاق کیا گیا ہے کیونکہ یہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام زبور شریف ستّر آوازوں میں پڑھتے تھے۔ بعض اوقات ان کی قراءت سے بیمار آدمی جھومنے لگتے تھے۔ جب وہ رونے کا ارادہ کرتے تھے تو خشکی اور سمندر کے تمام جانور خاموشی سے سُننے اور رونے لگتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی مجلس سے کئی جنازے اُٹھائے جاتے تھے۔“[4]

---

1. ... صنج اور بربط ایک قسم کے ساز ہیں۔
2. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءۃ، ۱۰ / ۲۷۵۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۸ / ۵۱۲۔
4. ... تفہیم البخاری، ۷ / ۸۰۱ ملتقطاً۔

اچھی آواز والے سے قرآن سننا مستحب ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس بات پر اِجماع ہے کہ اچھی آواز والے شخص سے قرآنِ مجید سننا مستحب ہے اور امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اچھی آواز والے نوجوان کو اس کی اچھی آواز کی وجہ سے لوگوں پر مُقَدَّم کرتے تھے۔“[1] حضرت سَیِّدُنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرآنِ پاک کی تلاوت بڑی اچھی آواز میں کرتے تھے، امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا کہ فلاں سورت پڑھو، جب انہوں نے اس سورت کی تلاوت کی تو حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اِس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی زینت یہ ہے کہ اسے اچھی آواز میں پڑھا جائے تاکہ دلوں میں اس کی عظمت بڑھے اور لوگ اس کی نصیحت قبول کریں۔ اور اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو شخص پابندی کے ساتھ تلاوت قرآنِ پاک کرتا ہے قرآن اس کی آواز کو خوبصورت بنا دیتا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”قرآنِ پاک“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خوش الحانی کی تعریف فرمائی۔

(2) حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام ستر زبانوں میں زبور شریف کی تلاوت فرماتے۔

(3) حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام جس مجلس میں زبور شریف کی تلاوت فرماتے اس سے کئی جنازے نکلتے تھے۔

(4) حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اچھی آواز سے قرآنِ مجید پڑھنے والے نوجوان کو

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءۃ، ۱۲/ ۵۸۶، تحت الباب۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب التوحید والرد۔۔۔الخ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الماهر بالقرآن مع الکرام البررۃ۔۔۔الخ، ۱۰/ ۵۲۶۔

دوسروں پر مقدم فرمایا۔

(5) اچھی آواز والے شخص سے قرآن مجید کی تلاوت سننا مستحب ہے۔

(6) قرآنِ پاک کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ کرنی چاہیے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت بڑھے اور لوگ اس پر عمل پیرا ہوں۔

(7) جو شخص پابندی کے ساتھ تلاوتِ قرآنِ پاک کرتا ہے اس کی آواز میں حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھی آواز میں تلاوتِ قرآنِ پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1006

حضور سے اچھی آواز کسی کی نہ سُنی

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِی الْعِشَاءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عشا کی نماز میں سورۂ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ پڑھتے ہوئے سنا تو میں نے آپ سے اچھی آواز والا کسی کو نہیں سنا۔"

سب سے زیادہ بلند آواز والے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حُسنِ قراءت کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بڑی خوبصورت آواز میں تلاوتِ قرآنِ پاک فرمایا کرتے تھے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام عام لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ بلند آواز تھے یعنی جب آپ تلاوت فرماتے یا وعظ فرماتے تو آپ کی آواز بہت اونچی ہوا کرتی تھی۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آواز اس

[1] . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب القراءۃ فی العشاء، ص ۱۹۱، حدیث: ۱۰۳۹۔

قدر بلند ہوتی کہ جہاں تک آپ کی آواز پہنچتی وہاں تک کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ رواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما تھے اور ابنِ رواحہ بنی تمیم میں تھے تو آپ نے وہاں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی آواز سُنی کہ بیٹھ جاؤ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی جگہ پر ہی بیٹھ گئے۔ "[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بہت ہی خوش آواز تھے۔ ابنِ عساکر کی روایت میں ہے کہ **اللہ** تعالٰی نے کوئی نبی بد شکل یا بد آواز نہ بھیجا، ہر نبی نہایت خوبصورت اور خوش آواز ہوئے۔ بیہقی شریف میں ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہایت خوش آواز اور بلند آواز تھے کہ آپ کی نماز کی تلاوت عورتیں گھروں میں بے تکلف سن لیتی تھیں۔ غرض کہ رب تعالٰی نے اپنے محبوب کو ہر اندازِ محبوبانہ بخشا۔"[2]

مدنی گلدستہ

"نبی" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت ہی خوش آواز تھے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آواز مبارک عام لوگوں کے مقابلے میں بلند تھی کہ جب آپ تلاوت کرتے یا خطبہ ارشاد فرماتے تو جہاں تک آپ کی آواز جاتی وہاں تک کسی اور کی آواز نہ جاتی تھی۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہر حال میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم پر عمل کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابنِ رواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خطبہ کے دوران مسجد سے دور حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی آواز سُنی کہ بیٹھ جاؤ تو آپ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھی آواز میں تلاوتِ قرآنِ پاک سننے اور اس پر عمل کرنے کی

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصلاۃ، ۲ / ۵۹۳، تحت الحدیث: ۸۳۴ ملتقطا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲ / ۵۳۔

توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1007

اچھی آواز میں تلاوت کرنے کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بَشِیْرِبْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَیْسَ مِنَّا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو لُبابہ بشیر بن عَبْدُ الْمُنْذِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو قرآن کو اچھی آواز کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔"

حسین آواز قرآنِ پاک کا زیور ہے:

مذکورہ حدیث پاک میں اچھی آواز کے ساتھ تلاوتِ قرآنِ پاک نہ کرنے کی وعید بیان کی گئی ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ جو خوش الحانی کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ ہمارے ہدایت یافتہ اور ہمارے طریقے پر چلنے والے لوگوں میں سے نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ "تم قرآن کو اپنی آوازوں کے ذریعے خوبصورت بناؤ کیونکہ خوبصورت آواز قرآنِ پاک کے حُسن کو زیادہ کر دیتی ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ "ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور خوبصورت آواز ہے۔"[2] عَلَّامَہ اِبْنِ اَبِیْ مُلَیْکَہ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ استطاعت کے مطابق اپنی آواز کو حسین بنائے۔"[3]

قرآن پڑھنے کا انداز و طریقہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (حدیث

1 . . . ابوداود، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءة، ۲/۱۰۶، حدیث: ۱۴۷۱ بتقدم وتاخر۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی استحباب تحسین الصوت بالقرآن ۔۔۔ الخ، ۳/۴۸۸، تحت الحدیث: ۱۰۰۵ ملخصا۔

3 . . . فیض القدیر، حرف اللام، ۵/۴۹۴، تحت الحدیث: ۷۶۹۰۔

مذکور میں لفظ) ''یَتَغَنَّ یا تو غِنَاءٌ سے بنا ہے بمعنی خوش الحانی اوراچھے لہجے سے پڑھنا یا غَنًا سے بنا بمعنی بے پرواہی، بے نیازی یعنی جو شخص قرآن شریف خوش اِلحانی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے سے خارج ہے۔ معلوم ہوا کہ بُری آواز والا بھی بقدرِ طاقت عمدگی سے قرآن شریف پڑھے کہ خوش آوازی قرآنِ کریم کا زیور ہے، جس سے تلاوت میں کشش پیدا ہوتی ہے لوگوں کے دِل مائل ہوتے ہیں اس لیے یہ تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ یا جسے **اللہ** قرآن کا علم دے اور وہ لوگوں سے بے نیاز نہ ہو جائے بلکہ اپنے کو اُن کا محتاج سمجھے وہ ہمارے طریقہ یا ہماری جماعت سے خارج ہے عالم صِرف **اللہ** رسول کا محتاج ہے اور باقی مخلوق عالمِ دِین کی حاجت مند ہے اس لیے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر بھیک مانگنا یا عُلما کا مالداروں کے دروازوں پر ذلت سے جانا ممنوع ہے۔ **اللہ** تعالیٰ علمائے دِین کو کفایت بھی دے قناعت بھی۔''[1]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''واضح ہو کہ بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک خوش اِلحانی سے پڑھنا مستحب ہے۔ خصوصاً یہ حدیث جس میں خوش الحانی نہ کرنے پر ڈانٹ موجود ہے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ تغنی سے مراد بلند آواز سے پڑھنا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ تغنی بالقرآن سے مراد یہ ہے کہ جسے قرآنِ پاک کا علم مل گیا وہ لوگوں سے بے نیاز ہو گیا اور اپنے مقصود کے ساتھ غنی ہو گیا۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ تغنی سے مراد آواز کو خوبصورت و عمدہ بنانا ہے، اسی طرح آواز کی آرائش اُس میں رِقَّت اور سوز پیدا کرنا جس کے سننے سے دلوں میں اثر و سوز پیدا ہو اور جو خوفِ خدا، سکونِ دل اور زیادتیِ حضورِ قلب کا باعث بنے اور دل کو شوق و ذوق سے بھر دے مگر خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے میں علمِ تجوید کے قوائد کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ کلمات و حروف کو اس طرح پڑھنا جس طرح ترتیب سے موتی پروئے گئے ہوں بہت عمدہ اور بہتر انداز ہے۔''[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲۶۶۔

2 ...اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، ۲/ ۱۵۹ ملتقطاً۔

مدنی گلدستہ

”فرقان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآنِ پاک کا زیور اچھی آواز ہے کیونکہ اچھی آواز قرآنِ پاک کے حُسن کو اور بڑھا دیتی ہے۔

(2) اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو اسے چاہیے کہ تلاوتِ قرآن میں اپنی قدرت کے مطابق آواز کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرے۔

(3) اچھی آواز میں قرآنِ پاک پڑھنے سے تلاوت میں کشش پیدا ہوتی ہے، لوگوں کے دِل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، دل میں رِقّت پیدا ہوتی ہے اور حضورِ قلب نصیب ہوتا ہے۔

(4) قرآنِ پاک پڑھ کر بھیک مانگنا اور علما کا مالداروں کے دروازوں پر ذِلّت سے جانا ممنوع ہے۔

(5) خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے میں علمِ تجوید کے قوائد کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھی آواز میں تلاوتِ قرآنِ پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1008

اچھی آواز والے سے قرآن سننا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِقْرَاْ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللہِ! اَقْرَاُ عَلَیْکَ وَعَلَیْکَ اُنْزِلَ؟ قَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَہُ مِنْ غَیْرِیْ فَقَرَاْتُ عَلَیْہِ سُوْرَۃَ النِّسَاءِ حَتّٰی جِئْتُ اِلٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ: ﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَہِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰۤؤُلَآءِ شَہِیْدًا ﴿۴۱﴾﴾ (النساء: ۴۱) قَالَ: حَسْبُکَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَیْہِ فَاِذَا عَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ۔[1]

---

[1] . . . بخاری، کتاب فضائل القراٰن، باب قول المقرئ للقاری: حسبک، ۳/ ۴۱۶، حدیث: ۵۰۵۰ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: "مجھے قرآنِ پاک سناؤ۔" میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ کے سامنے پڑھوں جبکہ یہ قرآن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل کیا گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔" حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾﴾ (پ۵، النساء: ۴۱) (ترجمۂ کنز الایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمّت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔) آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "بس کافی ہے۔" میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔"

قرآن پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سنت ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا ثواب کا کام ہے یوں ہی کسی دوسرے شخص سے قرآنِ پاک کی تلاوت سننا بھی ثواب کا کام ہے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: "مجھے قرآنِ پاک سناؤ۔" "معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنتِ رسول ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ پڑھوانا نہ تو تعلیم کے لیے تھا نہ اِصلاح کے لیے بلکہ صرف سننے کے لیے تھا۔"[1]

قرآن سنتے وقت غور و فکر کرنا آسان ہے:

جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ کے سامنے پڑھوں جبکہ یہ قرآن تو آپ پر نازل کیا گیا ہے۔" یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲۶۶۔

میری کیا حقیقت ہے یا قرآنِ کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں **اللّٰہ** عزیز حکیم نے سکھایا۔ حکمت حکیم کے منہ سے سجتی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ "[1] تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا کہ میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں، "کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں، آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں۔ عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند اَحباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں، یہ اس حدیث پر عمل ہے۔ "[2]

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "گویا کہ دوسرے سے سننے میں حکمت یہ ہے کہ معنی کا سمجھنا اور اُن میں غور و فکر کرنا دوسرے سے سننے میں زیادہ کامل و زیادہ آسان ہے، سننے والا یوں سمجھتا ہے کہ کلمات غیب سے اُتر رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے درختِ طور سے کلام کا ظہور ہوا تھا۔ "[3]

حضور تمام انبیا کے گواہ ہیں:

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے حکم پر سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی، جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیتِ مبارکہ پر پہنچے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔ (پ٥، النساء: ٤١)

"یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا جب کہ ان کے انبیا ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیا کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولیٰ یہ سارے انبیا سچے ہیں ان کی قوموں

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲٦٦۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲٦٦۔
3. ...اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، ۲/۱۲۰۔

نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی۔"[1] اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا "بس کافی ہے۔" یعنی اب اور تلاوت نہ کرو کیونکہ میں اس آیت میں غور و فکر کرنے میں مشغول ہوں اور اس سبب سے مجھے رونا آرہا ہے اور میری حالت ایسی نہیں کہ اب میں اور تلاوتِ قرآن سُن سکوں۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے ہیں۔" یعنی حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبتِ الٰہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی اُمّت پر رحمت کی وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ بیہقی شریف میں ہے کہ قرآنِ کریم غم و رنج لیے ہوئے آیا ہے اس لیے تم اس کی تلاوت پر رویا کرو۔"[3]

قرآن پاک سننا پڑھنے سے افضل:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیثِ پاک میں قرآنِ پاک کی تلاوت سننے، اس کی طرف متوجہ ہونے اور اس میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے شخص کو قرآنِ پاک پڑھنے کا کہنا تاکہ اس سے قرآنِ پاک کی قراءت سنے یہ مستحب ہے کیونکہ سنتے وقت خود قراءت کرنے کے مقابلے میں معنٰی زیادہ سمجھ میں آتے ہیں اور کامل طور پر غور و فکر ہوتا ہے اور اِس حدیث سے یہ بات بھی اَخذ کی گئی ہے کہ قرآن کی تلاوت سننا قراءت کرنے سے زیادہ افضل ہے اور یہ اُس وقت ہے جب سننے میں جو خُشُوع اور تَدَبُّر حاصل ہوتا ہو وہ پڑھنے میں نہ آتا ہو۔"[4]

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲٦٦۔
2. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن، ۴/۱۹۴، تحت الحدیث: ۲۱۹۵۔
3. ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲٦۷ ملتقطا۔
4. ...دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی استحباب تحسین الصوت بالقرآن۔۔۔الخ، ۳/۹۰، تحت الحدیث: ۱۰۰٦ ملخصا۔

دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت

رہوں باوضو میں سدا یاالٰہی

عمل کا ہو جذبہ عطا یاالٰہی

گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کیلئے فیضان ریاض الصالحین، جلد4، باب نمبر54 کی حدیث نمبر446 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”قراءت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت ہے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود بھی قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے اور دوسروں سے سننا بھی پسند فرماتے تھے کیونکہ دوسرے سے سنتے وقت قرآن کے معانی میں غور وفکر اور تدبر کرنا آسان ہوتا ہے۔

(3) قیامت کے دن تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اپنی اُمّت کے کفار کے خلاف گواہی دیں گے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان تمام انبیا کی تائید میں گواہی دیں گے۔

(4) قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو، حدیثِ پاک میں ہے کہ قرآنِ کریم غم ورنج لیے ہوئے آیا ہے اس لیے تم اس کی تلاوت پر رویا کرو۔

(5) جب پڑھنے کے مقابلے میں سنتے وقت معانی میں غور وفکر کرنا زیادہ آسان ہو اور سنتے وقت خشوع بھی زیادہ حاصل ہو تو ایسی صورت میں قرآنِ پاک کی تلاوت سننا قرآنِ پاک پڑھنے سے افضل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآنِ پاک کی تلاوت سننے اور اس میں غور وفکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:183

بعض سورتوں اور آیات کی ترغیب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآنِ پاک کی سورتوں اور مخصوص آیات کے کثیر فضائل اور فوائد ہیں۔ کسی سورت کو پڑھنا تہائی قرآن کے برابر تو کسی سورت کا پڑھنا مرض سے شفا ہے۔ کسی کا پڑھنا جِنّات اور نظرِ بد سے حفاظت اور کسی سورت کی محبت جنت میں داخلے کا سبب ہے۔ کسی سورت کے پڑھنے میں عذابِ قبر سے رہائی اور آخرت میں شفاعت کی نوید ہے تو کسی سورت کا پڑھنا شیطان کے بھگانے کا نسخہ اور انسانوں اور جنات کے شر سے بچنے کا باعث ہے۔ کسی سورت کا پڑھنا اپنے اور پڑوس کے گھروں کی حفاظت کا سبب ہے۔ یونہی بعض آیات روزِ قیامت کے لئے نور اور دجال سے حفاظت کا سبب ہیں اور بعض رات بھر کے نوافل کے مقابل کافی ہیں۔ الغرض قرآنی سورتوں اور آیات کے بے شمار فضائل و برکات ہیں۔ علمائے کرام نے خاص اس موضوع پر ''فضائلِ قرآن'' کے نام سے مختلف تصانیف فرمائی ہیں، ان میں مختلف سورتوں اور آیات کے فضائل بیان کرکے انہیں پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس سلسلے میں اَحادیث کے ساتھ ساتھ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے آثار اور بزرگانِ دِین کے اَقوال واَحوال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کی سورتوں اور آیات کے فضائل بیان کرنے کا ایک بڑا اور اہم مقصد لوگوں کو قرآنِ کریم کی طرف راغب کرنا اور کثرت سے اس کی تلاوت پر اُبھارنا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **''قرآنِ پاک کی بعض سورتوں اور آیات کی ترغیب دلانے''** کے بیان میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 14 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1009

ایک عظیم الشان سورت

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْآنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّكَ قُلْتَ: لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْآنِ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهُ.[1]

---

1 . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فاتحۃ الکتاب، ۳/۴۰۴، حدیث: ۵۰۰۶۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید رافع بن مُعَلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآنِ کریم کی عظیمُ الشان سورت نہ بتاؤں؟" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور جب ہم باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں قرآنِ کریم کی عظیم الشان سورت بتاؤں گا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (یعنی سورۂ فاتحہ) یہ سات آیات ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔"

سارے قرآن کے مضامین والی سورت:

"کیا میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآنِ کریم کی عظیم الشان سورت نہ بتاؤں؟" **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "پہلے سے یہ فرما کر منتظر بنادیا تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات انتظار کے بعد ملے اس کی قدر ہوتی ہے۔" مزید فرماتے ہیں: "سورت قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو۔ یہاں (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۂ فاتحہ میں اور ساری سورۂ فاتحہ کے مضامین بِسْمِ اللہ میں اور ساری بِسْمِ اللہ کے مضامین اس کے "ب" کے نقطہ میں۔ دیکھو ریلوے ٹائم ٹیبل یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سورۂ فاتحہ کو بڑی سورہ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دُہرائی جاتی ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنا وعدہ یاد تھا مگر آپ نے ابتداءً نہ تعلیم دی تاکہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں۔ خلاصۂ فرمان یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورت ہے اس میں حمدِ الٰہی، نعتِ پاکِ مُصطفوی، وعدے وعیدیں، حشر و نشر کا ذکر، محبوب و مردود بندوں کا تذکرہ، ربّ تعالٰی سے سوال کی تعلیم، دِین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں۔ اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دُہرائی جاتی ہیں اِن کا نزول دوبار ہوا، ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد۔ یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے: ث، ج،

خ، ز، ش، ظ، ف، لہٰذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقرر آیتیں۔ نیز یہ سورت اِس اُمَّت کی خصوصیات سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی۔ اس لیے رب تعالیٰ نے اس کی عطا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد ہوا: ﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ﴾ (پ ١٤، الحجر: ٨٧) (ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔) اگرچہ قرآنِ پاک میں یہ سورت بھی تھی مگر اس کاذِکر مستقل طور پر فرمایا۔ ”[1]

بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث سے اِستدلال کیا گیا ہے کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں۔ (امام ابو الحسن) اشعری (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) اور علما کی ایک جماعت نے اسے منع کہا ہے کیونکہ مفضول (جس پر فضیلت دی گئی ہے) افضل کے مرتبہ سے ناقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء، صفات اور اس کے کلام میں قطعاً کوئی نقص نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن کے بعض کو افضل اور بعض کو مفضول کہنا منع ہے۔ بعض علما نے اس کا جواب دیا کہ فاتحہ کی افضلیت ثواب اور نفع کے اعتبار سے ہے معنیٰ اور صفت کے لحاظ سے نہیں۔ شیخ (نور الحق) دہلوی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ) نے ”تیسیر القاری“ میں ذکر کیا یہ بات مخفی نہیں کہ جو لوگ بعض سورتوں کو افضل کہتے ہیں ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ اکثریتِ ثواب میں افضل ہیں اور عرف میں مشہور و معروف بھی یہی ہے وہ یہ نہیں کہتے کہ نفس ذات اور اللہ کا کلام اور اس کی صفتِ ذاتیہ ہونے میں بعض افضل ہیں اس کا کوئی عالِمِ دِین اور عارِف باللہ قائل نہیں۔[2]

سورۂ فاتحہ کے 3 فضائل:

(1) حضرت سَیِّدُنَا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا اور اس نے سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں سلام پیش کر کے عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٣/ ٢٢٤، ٢٢٥۔

2 ... تفہیم البخاری، ٦/ ٥٩٩، ٦٠٠ ملخصاً۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! آپ کو اُن دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کے علاوہ اور کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے اور وہ دو نور یہ ہیں: (۱) ”سورۂ فاتحہ“ اور (۲) ”سورۂ بقرہ“ کی آخری آیتیں۔[1] **(2)** حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں ”اُمُّ الْقُرْاٰن“ (یعنی سورتِ فاتحہ) کی مثل کوئی سورت نازل نہیں فرمائی۔“[2] **(3)** حضرت سَیِّدُنا عبد الملک بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سورۂ فاتحہ ہر مرض کے لیے شفا ہے۔“[3]

مدنی گلدستہ

”فاتحہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) سورت قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو۔

(2) سارے قرآن شریف کے مضامین سورۂ فاتحہ میں اور ساری سورۂ فاتحہ کے مضامین بِسْمِ اللہ میں اور ساری بِسْمِ اللہ کے مضامین اس کے ”ب“ کے نقطہ میں ہیں۔

(3) سورتِ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورت ہے اس میں حمدِ اِلٰہی، نعتِ پاکِ مُصطفوی، وعدے وعیدیں، حشر و نشر کا ذِکر، محبوب و مَرْدُود بندوں کا تذکرہ، ربّ تعالیٰ سے سوال کی تعلیم، دینِ برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں۔

(4) قرآن کی بعض سورتیں فضائل وثواب کے اعتبار سے بعض سے افضل ہیں۔

(5) سورتِ فاتحہ ہر مرض کے لیے شفا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سورۂ فاتحہ کے فضائل سے بہرہ مند فرمائے۔

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل الفاتحۃ...الخ، ص ۳۱۴، حدیث: ۱۸۷۷۔

2 . . . ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجر، ۵/ ۸۷، حدیث: ۳۱۳۶۔

3 . . . شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان...الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/ ۴۵۰، حدیث: ۲۳۷۰۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1010

ایک رات میں تہائی قرآن

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ: قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ: اَیَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّقْرَاَ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ فِیْ لَیْلَةٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِمْ وَقَالُوْا: اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَقَالَ: ﴿قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ ۚ اَللهُ الصَّمَدُ﴾ ثُلُثُ الْقُرْآنِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ بیان کرتے ہیں کہ حُضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ﴿قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) کے متعلق فرمایا: ”اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی ایک رات میں تہائی قرآن پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے؟“ صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کو یہ بات دشوار معلوم ہوئی تو انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”﴿قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ ۚ اَللهُ الصَّمَدُ﴾ (یعنی سورۂ اِخلاص) تہائی قرآن ہے۔“

تہائی قرآن سے مراد:

”سورۂ اِخلاص تہائی قرآن ہے۔“ اس کی شرح کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”شارِحین نے اس جملہ کے بہت معنیٰ کئے ہیں، بہترین معنیٰ یہ ہیں کہ ایک بار ﴿قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ﴾ پڑھنے کا ثواب دس پارے تلاوت کرنے کے برابر ہے۔ لہٰذا تین

1 . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل (قل ھو اللہ احد)، ۳/ ۴۰۶، حدیث: ۵۰۱۳۔

2 . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل (قل ھو اللہ احد)، ۳/ ۴۰۷، حدیث: ۵۰۱۵ بتغیر۔

بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے۔ ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں مگر سورۂ اخلاص تین بار، اس عمل کی اصل یہ ہی حدیث ہے خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں: اللہ تعالٰی کی ذات و صفات، قصے اور احکام۔ اور سورۂ اخلاص میں ذات و صفاتِ الٰہی کا مکمل ذِکر ہے، اس لیے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حمدِ الٰہی کی آیات دیگر آیات سے افضل ہیں۔[1]

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قرآن میں تین اُمور قصص، احکام اور اللہ تعالٰی کی صفات ہیں اور یہ سورت صرف صفات پر مشتمل ہے لہٰذا تین کا جز قرآن کی تہائی ہے۔ بعض علما نے کہا: قرآنِ کریم تین اَقسام سے مُتَجَاوِز نہیں یہ اللہ تعالٰی کی ذات کی معرفت، اس کے اَسما اور صفات کی معرفت اور اس کے اَفعال اور سُنَن کی معرفت کی راہنمائی کرتا ہے چونکہ یہ سورت تقدیس پر مشتمل ہے (یعنی اللہ تعالٰی ہر عیب سے مُقدّس اور پاک ہے) اس لئے سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو ثُلُث قرآن (تہائی قرآن) کے برابر قرار دیا ہے۔ بعض علما نے کہا: یہ سورت اقرار بِالتَّوحید اور خالقِ کائنات کی ذات سِتُودہ صفات پر یقین رکھنے کو شامل ہے اس لئے اسے پڑھنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے ایک تہائی قرآن پڑھا ہو۔[2]

تمام صفاتِ کمالیہ کو متضمن دو نام:

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ سورت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دو ایسے ناموں پر مشتمل ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اَوصافِ کمالیہ کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں اور اس سورت کے علاوہ کسی اور سورت میں دو ایسے نام نہیں۔ ان میں سے ایک نام ”اَلْاَحَد“ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس وجودِ خاص کی خبر دیتا ہے جس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے اور دوسرا نام ”اَلصَّمَد“ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۳۔
[2] ... تفہیم البخاری، ۷/ ۶۵ ملخصاً۔

تمام اَوصافِ کمالیہ کو شامل ہے کہ ”صَمَد“ وہ ہے جس کی طرف سرداری کی انتہا ہو اور تمام حاجتوں میں اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کا اطلاق اس پر صحیح ہے جس نے حقیقتاً تمام صفاتِ کمال کو جمع کر لیا ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی میں حقیقتاً تمام صفاتِ کمال جمع نہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ان دو ناموں کی جو خصوصیت ہے وہ کسی اور اسم میں نہیں اور چونکہ اس سورت میں یہ خصوصیت ظاہر ہوئی اس وجہ سے یہ آیت تہائی قرآن پاک کے برابر ہے۔[1]

حدیث نمبر:1011

تہائی قرآن کے برابر ثواب

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا یَقْرَاُ: ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ یُرَدِّدُھَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہُ وَکَانَ الرَّجُلُ یَتَقَالُّھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کو بار بار ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) پڑھتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو اس نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اس بات کا ذکر کیا اور وہ شخص (یعنی پڑھنے والا) اسے کم خیال کر رہا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔“

حدیث نمبر:1012

سورۂ اخلاص کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ: اِنَّھَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 . . . المفہم، کتاب الصلاۃ، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، ٢/ ٤٤١، ٤٤٢، تحت الحدیث: ٦٨٢ ملخصاً۔

2 . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل (قل ھو اللہ احد)، ٣/ ٤٠٦، حدیث: ٥٠١٣۔

3 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، ص ٣١٦، حدیث: ١٨٨٨ بتغیر۔

وَسَلَّم نے ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) کے متعلق فرمایا: ”یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔“

سورۂ اخلاص کو کم سمجھنے پر تنبیہ:

”ایک شخص نے کسی کو بار بار ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔“ اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے قتادہ بن نعمان (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کو سورۂ اخلاص پڑھتے ہوئے سنا وہ اسے بار بار اس لئے پڑھتے تھے کہ وہ اس کو قلیل شمار کرتے تھے۔ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ قلیل نہیں اس کا ثواب قرآن کے تہائی ثواب کے برابر ہے۔“[1]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: امام ابو الحسن علی بن محمد قابسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: شاید وہ آدمی جو بار بار سورۂ اخلاص پڑھ رہا تھا اس کو صرف یہی یاد تھی۔ اس وجہ سے اُس نے اپنے اس عمل کو قلیل خیال کیا تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔“ تاکہ اُس مرد کو نیکی کے کام کی ترغیب ملے اگرچہ وہ عمل مقدار میں کم ہو۔[2]

حدیث نمبر:1013

سورۂ اخلاص سے محبت کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ: ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ قَالَ: اِنَّ حُبَّهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اس سورت ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) سے محبت کرتا ہوں۔ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”سورۂ اخلاص کی محبت تجھے جنت میں پہنچا دے گی۔“

جنتی ہونے کا ذریعہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: سُبْحَانَ

---

1 ... تفہیم البخاری، ۷/ ۷۶۵۔

2 ... فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قل ھو اللہ احد، ۱۰/ ۵۳، تحت الحدیث: ۵۰۱۳۔

3 ... ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص، ۴/ ۴۱۳، حدیث: ۲۹۱۰ بتغیر۔

اللہ! کیسا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بنا پر **اللہ** کا پیارا بن جائے گا اور **اللہ** کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورۂ ”اَلَمْ نَشْرَحْ“، ”وَالضُّحٰی“ اور سورۂ ”فَتْح“ اور ”اَحْزَاب“ سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لیے کہ یہ حُضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نعت کی سورتیں ہیں، ان کی یہ محبت اِنْ شَآءَ اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے۔[1]

سورۂ اخلاص کے 3 فضائل:

(1) حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن مجید کے تین حصے کئے ہیں اور سورۂ اخلاص کو قرآن مجید کا ایک حصہ بنایا ہے۔“[2] **(2)** حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھا کرتے۔ حُضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس سورت سے تمہاری محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔“[3] **(3)** اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو لشکر میں بھیجا اور وہ اس لشکر میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھایا کرتا، وہ سورت ملانے کے بعد آخر میں سورۂ اخلاص پڑھتے۔ جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ان سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتے رہے۔“ لوگوں نے پوچھا تو اُنہوں نے کہا: یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اس لئے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس سے کہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔“[4]

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۴۔
2. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، ص ۳۱۵، حدیث: ۱۸۸۷۔
3. ... بخاری، کتاب الاذان، باب الجمع بین السورتین ۔۔۔ الخ، ۱/ ۲۷۳، حدیث: ۷۷۴ ملخصا۔
4. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، ص ۳۱۶، حدیث: ۱۸۹۰۔

مدنی گلدستہ
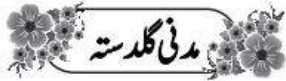
”اَحَد“ کے 3 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے لہٰذا اسے تین بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

(2) قرآنِ کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں: اللہ تعالٰی کی ذات وصفات، قصے اور اَحکام اور سورۂ اخلاص میں ذات وصفاتِ اِلٰہی کا مکمل ذکر ہے، اس لحاظ سے یہ تہائی قرآن کی مثل ہے۔

(3) سورۂ اخلاص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دو ایسے ناموں پر مشتمل ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اوصافِ کمالیہ کو شامل ہیں اور اس سورت کے علاوہ کسی اور سورت میں دو ایسے نام نہیں اور وہ دو نام ”اَلْاَحَد“ اور ”اَلصَّمَد“ ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سورۂ اخلاص پڑھنے اور اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1014

سورۂ فلق وناس کی فضیلت

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَمْ تَرَ آیَاتٍ اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ لَمْ یُرَ مِثْلُھُنَّ قَطُّ؟ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم دیکھتے نہیں کہ آج رات ایسی آیات اُتری ہیں جن کی مثل دیکھی نہ گئیں اور وہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) ہیں۔“

---

(1) . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ المعوذتین، ص۴۰۶، حدیث: ۱۸۹۱۔

حدیث نمبر:1015

جِنّات اور نظرِ بد سے حفاظت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَیْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰی نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَ بِھِمَا وَتَرَکَ مَا سِوَاھُمَا۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جِنّات سے اور انسانوں کی نظرِ بد سے پناہ طلب کرتے تھے حتّٰی کہ مُعَوِّذَتَیْن (سورۂ فلق وناس) نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو شروع کر دیا اور ان کے سوا کو ترک کر دیا۔

حدیث پاک میں بیان ہوا کہ جب سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہوئیں تو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے سوا کو ترک کر دیا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** یعنی دیگر دعاؤں کی کثرت چھوڑ دی زیادہ تر سورۂ فلق و ناس ہی سے عمل فرمایا، یہ مطلب نہیں کہ بالکل چھوڑ دیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔[2]

سورۂ فلق وناس کے 3 فضائل:

(1) حضرت سَیِّدُنا ابن عابس جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حُضور اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: اے ابنِ عابس! کیا میں تمہیں ان کلمات کی خبر نہ دوں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طلب کرنے والوں کے لئے سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **آپ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **فرمایا:** "وہ دو سورتیں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ہیں۔"[3] **(2)** حضرت سَیِّدُنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں سورۂ ہود اور سورۂ یوسف پڑھوں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **فرمایا** "اے عقبہ! ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ پڑھو، تم کوئی سورت

---

1 . . . ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقیۃ بالمعوذتین، ۴ / ۱۳، حدیث: ۲۰۶۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۴۵۔

3 . . . نسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب: ۱، ص ۸۶۲، حدیث: ۵۴۴۲۔

نہیں پڑھو گے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس سے زیادہ بلیغ ہو۔ اگر تم سے ہو سکے تو اسے پڑھنا نہ چھوڑنا۔"[1] **(3)** حضرت سَیِّدُنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سواری چلا رہا تھا اسی دوران آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے عقبہ! کیا میں تمہیں پڑھی گئی سورتوں میں سے دو بہترین سورتیں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾۔"[2]

حدیث نمبر: 1016

سورۂ ملک کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنَ الْقُرْآنِ سُوْرَةٌ ثَلَاثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "قرآنِ پاک کی ایک تیس آیات والی سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی یہاں تک کہ اس کی بخشش ہو گئی اور وہ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ (یعنی سورۂ ملک) ہے۔"

سورۂ ملک کی شفاعت:

تیس آیات والی سورت سے "معلوم ہوا کہ بِسْمِ اللہ شریف سورت کا جز نہیں ورنہ سورۂ ملک کی آیتیں ۳۱ ہو جاتیں کیونکہ سورۂ ملک کی بِسْمِ اللہ کے علاوہ تیس آیتیں ہیں۔"[4]

"قرآنِ پاک کی ایک تیس آیات والی سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی یہاں تک کہ اس کی بخشش ہو گئی۔" اس کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار**

---

1. ...مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الفلق، ۳/ ۳۰۳، حدیث: ۴۰۳۰۔
2. ...مستدرک حاکم، کتاب الامامۃ وصلاۃ الجماعۃ، کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرا فی صلاۃ الفجر۔۔۔الخ، ۱/ ۵۱۰، حدیث: ۹۱۲۔
3. ...ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک، ۴/ ۴۰۸، حدیث: ۲۹۰۰۔
4. ...مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۴۸ ملخصاً۔

خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی ایک شخص سورۂ ملک کا ورد رکھتا تھا اس سے بہت محبت کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس سورہ نے اس کی سفارش کی تو اس کی شفاعت کی برکت سے وہ شخص عذابِ قبر سے محفوظ رہا لہٰذا یہاں ”شَفَعَتْ“ بمعنیٰ ماضی ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس عالَم کی ہر بات ہر واقعہ کی تفصیلی خبر ملتی رہتی ہے یا خود ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں۔[1]

علامہ شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگر ”شَفَعَتْ“ بمعنی ماضی ہو جیسا کہ حدیثِ پاک سے ظاہر ہو رہا ہے تو اس صورت میں یہ غیب کی خبر ہے اور ”شَفَعَتْ“ بمعنی مستقبل بھی ہو سکتا ہے یعنی سورۂ ملک اپنے عاملوں کی شفاعت کرے گی اور اس کی شفاعت کی برکت سے عامل کی بخشش ہو گی، اس صورت میں یہ فرمان ترغیب کے لیے ہے تاکہ لوگ پابندی سے اس کی تلاوت کیا کریں۔“[2]

سورۂ ملک کے 3 فضائل:

(1) حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ایک شخص سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی بات کا تحفہ نہ دوں جو تمہیں خوش کرے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: تم خود بھی سورۂ مُلک کی تلاوت کیا کرو اور اپنے گھر والوں کو، اپنی اولاد کو، گھر کے بچوں اور پڑوسیوں کو بھی یہ سکھاؤ کیونکہ یہ نجات دلانے اور جھگڑنے والی ہے۔ یہ اپنے پڑھنے والے کے لیے بروزِ قیامت ربّ عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑا کرے گی اور اس کے لیے عذابِ دوزخ سے نجات کا مطالبہ کرے گی اور اسے پڑھنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔[3]

(2) حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: سورۂ مُلک **مَانِعَہ** (یعنی روکنے والی) ہے یہ عذابِ قبر کو روکتی ہے، جب عذاب سر کی طرف سے آتا ہے تو سر کہتا ہے: یہاں سے تیرے لیے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ میرے ذریعے سورۂ مُلک کی تلاوت کرتا تھا اور جب عذاب قدموں کی طرف سے آتا ہے قدم کہتے ہیں: یہاں بھی تیرے لیے کوئی راہ نہیں کیونکہ یہ بندہ ہم پر سہارا لے کر سورۂ مُلک کی تلاوت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۴۸۔

2 ... لمعات التنقیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ۴/ ۵۲۵، تحت الحدیث: ۲۱۵۳۔

3 ... مسند عبد بن حمید، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ، ص ۲۰۶، حدیث: ۲۰۳ ملخصاً۔

کیا کرتا تھا۔[1]

(3) حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص فوت ہوگیا، اسے صرف سورۂ ملک ہی یاد تھی، جب اسے قبر میں اُتارا گیا اور عذاب کا فرشتہ آیا تو یہ سورت اس کے سامنے ہوگئی، فرشتے نے کہا: تم کتابُ اللہ سے ہو اور مجھے تمہارے ساتھ بے ادبی ہرگز پسند نہیں، میں تمہارے لئے، اس مرنے والے کے لئے اور اپنے لئے کسی نَفع اور ضَرَر کا مالک نہیں ہوں، اگر تم اسے عذاب سے بچانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں چل کر اس کے لئے سفارش کرو۔ چنانچہ سورۂ ملک بارگاہِ الٰہی میں پہنچی اور عرض کی: اے میرے ربّ! تیرے فلاں بندے نے مجھے تیری کتاب سے منتخب کرکے سیکھا اور میری تلاوت کی، کیا تو اسے آگ سے جلائے گا اور عذاب دے گا حالانکہ میں اس کے پیٹ میں ہوں؟ الٰہی! اگر تیرا یہی ارادہ ہے تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے۔ ربّ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: میں تجھے ناراض ہوتا دیکھ رہا ہوں۔ سورۂ ملک نے عرض کی: ناراض ہونا میرا حق ہے۔ ربّ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جا میں نے اسے تیرے حوالے کیا اور اس کے حق میں تیری سفارش قبول کی۔ چنانچہ وہ واپس گئی اور فرشتہ بوجھل قدموں کے ساتھ خالی ہاتھ واپس چلا گیا۔ پھر سورۂ ملک نے اس میت کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر کہا: کیا ہی خوب ہے یہ منہ جو اکثر میری تلاوت کرتا تھا، کیا ہی خوب ہے یہ سینہ جس نے مجھے محفوظ کیا اور کیا ہی خوب ہیں یہ قدم جن کا سہارا لے کر مجھے تلاوت کیا جاتا تھا۔ پھر وہ قبر میں اس کا دل بہلاتی رہتی ہے تاکہ اسے وَحشت نہ ہو۔ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جب سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بات بیان فرمائی تو مدینہ منورہ میں ہر چھوٹے بڑے، آزاد و غلام نے اس سورت کو سیکھ لیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا نام **مُنْجِیَہ** (نجات دلانے والی) رکھا۔[2]

---

1 . . . مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الملک، المانعۃ من عذاب القبر سورۃ الملک، ۳/۳۲۲، حدیث: ۳۸۹۲ ماخوذا۔

2 . . . تاریخ ابن عساکر، احمد بن نصر بن زیاد۔۔۔ الخ، ۶/۳۶، حدیث: ۱۳۰۲۔

مدنی گلدستہ

”مُنْجِیَہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جنات اور انسانوں کی نظر بد سے حفاظت کے لئے سورۂ فلق وناس پڑھنی چاہئے۔

(2) حدیث پاک میں سورۂ ملک کو تیس آیات والی سورت کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بِسْمِ اللّٰہ شریف سورۂ ملک کا جز نہیں۔

(3) حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس عالم کی ہر بات ہر واقعہ کی تفصیلی خبر ملتی رہتی ہے یا خود ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں۔

(4) سورۂ ملک پڑھنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور یہ سورت اپنے پڑھنے والے کا قبر میں دل بہلاتی رہے گی تاکہ اسے وحشت نہ ہو نیز یہ سورت بروزِ قیامت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی۔

(5) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ ملک کا نام مُنْجِیَہ (یعنی نجات دلانے والی) رکھا ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزانہ سورۂ ملک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1017

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَرَاَ بِالْاٰیَتَیْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ۔ [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو مسعود بدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] ... بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل البقرۃ، ۳/ ۴۰۵، حدیث: ۵۰۰۹۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں وہ اسے کافی ہوں گی۔“

کافی ہونے سے مراد:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دو آیتیں قیام لیل (یعنی رات کی نفلی نماز) کے لیے کافی ہوں گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رات کو ناپسندیدہ چیزوں سے اُس کے لئے کافی ہوں گی۔“[1]

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی دُکھ درد رنج و غم میں کافی ہیں کہ اِن کا تلاوت کرنے والا اِنْ شَآءَ اللہ دکھ درد سے محفوظ رہتا ہے اور اگر اتفاقًا کبھی آ بھی جائیں تو **اللہ** مشکل حل کر دیتا ہے یا تمام وِرد و وَظیفوں کی طرف سے کافی ہیں، یا نمازِ تہجد میں جو ان آیتوں کی تلاوت کیا کرے تو بہت سی تلاوت سے کافی ہیں۔ نمازِ تہجد میں اس کی تلاوت ضرور کی جائے کہ بہت ہی مفید ہے ایک رکعت میں یہ آیات پڑھے۔ دوسری میں ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ سے لے کر ﴿تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ (یعنی سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۹۰ سے ۱۹۴) تک۔ اِنْ شَآءَ اللہ اِن سے حضورِ قلبی بھی نصیب ہو گا اور بہت فیضان بھی میسر ہو گا، اگر شروع رات میں بھی پڑھ لی جائیں اور تہجد میں بھی بہت مفید ہے۔“[2]

علامہ شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: کافی ہونے سے مراد یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں اپنے پڑھنے والے کو جنّوں اور انسانوں کے شر سے بچاتی ہیں یا رات کے باقی اَوراد و وَظائف کی جگہ صرف یہی دو آیتیں کافی ہو جاتی ہیں۔[3]

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے 3 فضائل:

(1) حضرت سَیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی جس میں

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان تجاوز اللہ تعالی عن حدیث النفس، ۱/ ۱۵۲، الجزء الثانی۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۲۔

3 . . . لمعات التنقیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۵۴۹، تحت الحدیث: ۲۱۲۵۔

سے دو آیتیں وہ اتاریں جن پر سورۂ بقرہ ختم فرمائی یہ ناممکن ہے کہ کسی گھر میں یہ آیتیں برابر تین شب پڑھی جائیں پھر شیطان اس کے پاس بھی پھٹکے۔“[1] **(2)** حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالٰی نے سورۂ بقرہ کو اُن دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانے سے عطا ہوئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے لہٰذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ۔“[2]

(3) حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے مصیبت وتکلیف کے وقت آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری (دو) آیات کی تلاوت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد فرمائے گا۔“[3]

مدنی گلدستہ

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کرنے والا اِنْ شَآءَ اللہ دکھ درد سے محفوظ رہتا ہے اور اگر اتفاقاً کبھی آ بھی جائیں تو اللہ مشکل حل کر دیتا ہے۔

(2) رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنوں اور انسانوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(3) جس گھر میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں مسلسل تین رات پڑھی جائیں تو شیطان اس گھر کے قریب نہیں آتا۔

(4) جو مصیبت وتکلیف کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد فرماتا ہے۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی آخر سورۃ البقرۃ، ۴/ ۴۰۴، حدیث: ۲۸۹۱۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب فضائل القرآن، باب آیتان من آخر سورۃ البقرۃ۔۔۔الخ، ۲/ ۲۶۸، حدیث: ۲۱۱۰۔

3 . . . کنز العمال، کتاب الاذکار من قسم الاقوال، الباب الثامن فی الدعاء، الفصل الخامس، ۱/ ۵۵، حدیث: ۳۴۳۳، الجزء الثانی۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزانہ رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے ہمیں جنوں اور انسانوں کے شر سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1018

سورۂ بقرہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَاُ فِیْہِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔“

”گھروں کو قبرستان نہ بناؤ“ سے مراد:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یعنی اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح ذکر، تلاوت اور عبادت سے خالی نہ رکھو، قبرستان میں جو مُردے ہوتے ہیں وہ مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ چیز بیان فرمائی جو گھروں اور گھر والوں کے لئے افضل اور بہت نفع مند ہے اور وہ قرآنِ پاک کی تلاوت ہے۔[2] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: گھروں میں مُردے دفن نہ کرو کہ یہ تو خصوصیت انبیا ہے یا اپنے گھروں کو ذِکْرُ اللہ سے خالی نہ رکھو جیسے قبرستان خالی ہوتا ہے ایسے گھر قبرستان ہیں اور وہاں کے باشندے مردے۔ دوسرے معنٰی زیادہ موزوں ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ مؤمن

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ۔۔۔الخ، ص ۳۰۶، حدیث: ۱۸۲۴۔

2 . . . لمعات التنقیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۵۴۴، تحت الحدیث: ۲۱۱۹۔

مردے اپنی قبروں میں ذِکْرُ اللہ کرتے ہیں، مگر وہ ذِکر ہم نہیں سنتے، ہم کو قبرستان سنسان معلوم ہوتے ہیں اسی لیے یہ ارشاد ہوا، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔[1]

نفس اَمّارہ کی موت اس کی مخالفت ہے:

"شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔" مراد یہ ہے کہ "شیاطین کا سرگروہ ابلیس اس گھر سے دور رہتا ہے یا سورۂ بقر پڑھتے وقت قرین شیطان دور رہتا ہے اگرچہ بعد میں آجائے یا اس گھر کے باشندوں کو وہ جنت سے بہکا نہیں سکتا، انہیں بے دِین بے ایمان نہیں بنا سکتا، اِنْ شَآءَ اللہ لہٰذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ شیطان کو دفع کرنے کی یہ تمام تدابیر ہیں، نفس امارہ ان سے نہیں مرتا اس کی موت اس کی مخالفت سے ہے۔ اسی لیے اگرچہ رمضان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں نفس امارہ موجود ہے۔"[2]

سورۂ بقرہ کے 3 فضائل:

(1) حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے۔"[3]

(2) حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے دن کے وقت اپنے گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو تین دن تک شیطان اُس گھر کے قریب نہیں آئے گا اور جس نے رات کے وقت اپنے گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو تین راتیں اُس گھر میں شیطان داخل نہ ہوگا۔"[4]

(3) حضرت سَیِّدُنا ابو اُمامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۵۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۵۔
3. ... ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ ...الخ، ۴/ ۴۰۲، حدیث: ۲۸۸۷۔
4. ... شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/ ۴۵۳، حدیث: ۲۳۷۸۔

نے ارشاد فرمایا: ”سورۂ بقرہ پڑھا کرو اِس کا حصول برکت اور اِس کا چھوڑنا حسرت ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”البقرہ“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اپنے گھروں کو تلاوت، ذِکر اور عبادت سے خالی نہیں رکھنا چاہیے۔

(2) شیطان اُس گھر سے دور بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

(3) گھروں میں دفن ہونا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی خصوصیات میں سے ہے۔

(4) مؤمن مُردے اپنی قبروں میں ذِکرُ اللہ کرتے ہیں مگر وہ ذکر ہم نہیں سنتے۔

(5) نفسِ اَمّارہ کی موت اُس کی مخالفت سے ہے اِسی لیے اگرچہ رمضان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں کیونکہ نفسِ امارہ موجود ہے۔

(6) قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے، اِس کا حصول برکت اور اِس کا چھوڑنا حسرت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سورۂ بقرہ کی تلاوت کا عادی بنائے اور اس کی برکتوں سے ہمیں مالا مال فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

آیت الکرسی کی فضیلت

حدیث نمبر:1019

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا اَبَا الْمُنْذِرِ! اَتَدْرِیْ اَیُّ آیَۃٍ مِّنْ کِتَابِ اللہِ مَعَکَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ: اَللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ: لِیَھْنِکَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ.[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، ص ۳۱۴، حدیث: ۱۸۷۴۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص ۳۱۵، حدیث: ۱۸۸۵ ملتقطاً۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابو مُنذِر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس قرآن میں سے سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟'' میں نے عرض کی: اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ تو حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''اے ابو مُنذِر! تمہیں علم مبارک ہو۔''

پہلی بار نہ بتانے اور دوسری بار پوچھنے پر بتانے کی وجہ:

مسلم شریف کی یہ حدیثِ پاک مکمل یوں ہے کہ جب پہلی مرتبہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا کہ قرآنِ پاک کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے تو حضرت سَیِّدُنا اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ دوبارہ دریافت فرمایا تو عرض کی: اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ [1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''پہلی بار نہ بتانے اور پھر بتادینے کی شارِحین نے بہت وجوہ بیان کی ہیں فقیر کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کے دِل میں جواب بطورِ فیضان اِلقا فرما دیا پھر پوچھا تو آپ نے وہ ہی اِلقا کیا ہوا جواب عرض کر دیا۔ حضراتِ صُوفیاء کبھی نظر سے، کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر، کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر، کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں۔ ان طریقوں کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُبَیّ ابنِ کعب (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کو نظر بھر کر دیکھا جس سے ان کے سینہ میں علوم کے دریا بہہ گئے۔'' [2]

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَین بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ پہلے حضرت سَیِّدُنا اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پوچھنے پر علم نہ ہو لیکن جب انہوں نے یہ کہا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص ۴۰۵، حدیث: ۱۸۸۵ مفہوما۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۲۲۷۔

اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کا سینہ کھول دیا ہو اور اسے نور سے منوّر کر دیا ہو اور انہیں اس کا جواب سمجھا دیا ہو، اس لئے جب انہوں نے دوبارہ پوچھنے پر جواب دیا تو رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں مبارکباد دی۔“[1] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پہلی مرتبہ تو ازراہِ ادب جواب نہیں دیا، دوسری مرتبہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پھر پوچھا تو انہوں نے آپ کے سوال کے پیشِ نظر جواب دیا، گویا اس طرح انہوں نے بڑے لطیف انداز میں ادب و فرمانبرداری دونوں کو جمع کر دیا جیسا کہ اہلِ کمال کا طریقہ ہے۔[2]

سب سے زیادہ عظمت والی آیت سے مراد:

سب سے زیادہ عظمت والی آیت سے مراد اُخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے۔ یہ زیادتی اضافی ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو۔[3] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: آیت الکرسی کو سب سے زیادہ عظمت والی اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس میں توحید، تعریف و تعظیمِ الٰہی، اَسمائے حُسنیٰ اور صفاتِ باری تعالیٰ جیسے عظیم و عالی مضامین کا بیان ہے۔[4] ”تمہیں علم مبارک ہو۔“ اس کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی اے اُبَی تمہیں یہ علم لدنی مبارک ہو کہ بغیر کتابیں پڑھے داتا کی دین اور راہبرِ کامل کی ایک نگاہِ کرم سے تمہیں سب کچھ مل گیا۔“[5]

حدیث مذکور کے 5 فوائد:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث کے فوائد ذکر کرتے ہوئے

1 . . . شرح الطیبی، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۲۷۶، تحت الحدیث: ۲۱۲۲۔
2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۶۲۹، تحت الحدیث: ۲۱۲۲۔
3 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۷ ملخصاً۔
4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ۴/ ۶۲۹، تحت الحدیث: ۲۱۲۲۔
5 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۸۔

فرماتے ہیں: **(1)** یہ حدیث حضرت سَیِّدُنا ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عظیم منقبت اور ان کے کثرتِ علم کی دلیل ہے۔ **(2)** اس بات کا بیان ہے کہ عالِم کا اپنے اصحاب میں سے کسی کی فضیلت بیان کرنا اور اسے کنیت سے پکارنا جائز ہے۔ **(3)** کسی مصلحت کی بنا پر منہ پر تعریف کرنا جائز ہے جبکہ سامنے والے کے خود پسندی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ **(4)** اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں۔ **(5)** آیت الکرسی کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی سات صفات کا ذکر ہے: اُلوہیّت، وحدانیت، حیات، علم، مِلک، قدرت اور اِرادہ۔ ان سات کو اصولِ اسماوصفاتِ الٰہی کہتے ہیں۔[1]

آیت الکرسی کی خصوصیت:

علامہ ابو العباس احمد بن منیر مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کہتے ہیں کہ میرے دادا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے تھے: آیت الکرسی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جتنے اسما ہیں کسی اور آیت میں اتنے نہیں ہیں کیونکہ اس آیت میں سترہ جگہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اسم ہے، بعض جگہ اسم ظاہر اور بعض جگہ اسم ضمیر ہے۔[2]

آیت الکرسی کے 3 فضائل:

(1) حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حُضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت سے نہ روکے گی اور جو بستر پر لیٹتے وقت اسے پڑھ لے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے گھر، اس کے پڑوسی کے گھر اور آس پاس کے گھر والوں کو امان عطا فرمائے گا۔"[3] **(2)** حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور بیشک قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے، اور اس میں ایک آیت ایسی ہے جو کہ قرآن پاک کی آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیت

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ۳/ ۹۳، ۹۴، الجزء السادس ملخصاً۔

2 . . . البرھان فی علوم القرآن، النوع الثامن والعشرون، ۱/ ۵۲۴۔

3 . . . شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/ ۴۵۸، حدیث: ۲۳۹۵۔

الکرسی ہے۔"[1] (3) حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حُضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے اگر شیطان وہاں موجود ہو گا تو بھاگ جائے گا۔"[2]

مدنی گلدستہ

"آیت الکُرسی" کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراُس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) آیت الکرسی قرآنِ پاک کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔

(2) آیت الکرسی کو سب سے زیادہ عظمت والی آیت اِس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس میں توحید، تعظیمِ اِلٰہی، اسمائے حُسنٰی اور صفاتِ باری تعالیٰ جیسے عظیم وعالی مضامین کا بیان ہے۔

(3) صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کبھی نظر سے، کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر، کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر اور کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں۔

(4) کسی مصلحت کی بنا پر کسی شخص کے منہ پر تعریف کرنا جائز ہے جبکہ اِس سے اُس کے خود پسندی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(5) آیت الکرسی میں سات اصولِ اَسما وصفاتِ الٰہی کا ذِکر ہے: **(1)** اُلُوہِیَّت **(2)** وحدانیت **(3)** حیات **(4)** علم **(5)** ملک **(6)** قدرت اور **(7)** ارادہ۔

(6) آیت الکرسی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جتنے اسما ہیں کسی اور آیت میں اتنے نہیں ہیں کیونکہ اس میں سترہ جگہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اسم ہے، بعض جگہ اسم ظاہر اور بعض جگہ اسم مخفی ہے۔

(7) نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے پر جنت کی بشارت ہے۔

(8) رات کو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنے سے اپنے اور پڑوس کے گھروں کی حفاظت رہتی ہے۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ۔۔۔ الخ، ۴/ ۴۰۲، حدیث: ۲۸۸۷۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، باب من سورۃ البقرۃ، ۲/ ۶۴۷، حدیث: ۳۰۸۰۔

(9) جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے اگر شیطان وہاں موجود ہو گا تو بھاگ جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنے کا عادی بنائے اور اس کی برکتوں سے ہمیں مالامال کرے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1020

شیطان سے حفاظت کا نسخہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہ عَنْهُ قَالَ: وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فقلتُ: لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ عِيَالٌ وَبِیْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! شَكَا حَاجَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. فَقَالَ: اَمَا اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ، فَعَرَفْتُ اَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَقُلْتُ: لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ عِيَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ البَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! شَكَا حَاجَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَقَالَ: اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ، فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّكَ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ! فَقَالَ: دَعْنِیْ فَاِنِّیْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰيَةَ الْكُرْسِیِّ فَاِنَّهُ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! زَعَمَ اَنَّهُ يُعَلِّمُنِیْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِی اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ: مَا هِیَ؟ قُلْتُ: قَالَ لِیْ: اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰيَةَ الْكُرْسِیِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ: ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ﴾ وَقَالَ لِیْ: لَا يَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَنْ يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَا اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثٍ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ!

قُلْتُ: لَا. قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: مجھے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا اور غلہ اٹھانے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس لے چلوں گا۔ وہ بولا: میں محتاج ہوں، میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے گزشتہ رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اُس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا تو میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ فرمایا: اُس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ مجھے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا چنانچہ میں اس کی تاک میں رہا۔ وہ پھر آیا اور غلہ اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب تجھے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا۔ وہ بولا: مجھے چھوڑ دیجئے میں محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بہت بوجھ ہے، میں اب نہ آؤں گا۔ مجھے اس پر پھر رحم آیا اور میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے گزشتہ رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا تو مجھے اس پر رحم آ گیا لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ فرمایا: اُس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ میں تیسری بار پھر گھات میں رہا۔ وہ آیا غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب تجھے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا۔ یہ آخری تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آ جاتا ہے۔ وہ بولا: مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب آپ بستر میں جائیں تو آیت الکرسی (اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ) پڑھ لیا کریں بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تم پر ہمیشہ ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے

---

1 . . . بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل۔۔۔ الخ، ۲/ ۸۲، حدیث: ۲۳۱۱ بتغیر کثیر۔

قریب نہ آئے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو مجھے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تمہارے گزشتہ رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی: اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے نفع دے گا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم بستر میں جاؤ تو آیت الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ (پ ۳، البقرۃ: ۲۵۵) شروع سے آخر تک پڑھ لو اور مجھے کہا کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تم پر ہمیشہ ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آئے گا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا، کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے تھے؟ اے ابو ہریرہ!“ میں نے عرض کی: نہیں۔ فرمایا: ”وہ شیطان تھا۔“

جن وانس کی چوری سے حفاظت کا نسخہ:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود فقراء میں تقسیم فرمادیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے ربّ تعالیٰ قبول فرمالے، اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابو ہریرہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے سپرد ہوئی۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت دانہ، غذائیں، پھل، مٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، ساتھ ہی کوئلہ وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بِسْمِ اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ابلیس کو کھانے کی کیا حاجت۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے اس لیے آیت الکرسی وغیرہ (پڑھ کر) مال پر دم کر دی جائے تاکہ جن وانس کی چوری سے محفوظ رہے۔“[1]

حدیث سے ماخوذ مسائل:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الغَنِی فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک سے درج ذیل مسائل معلوم

[1]... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۲۸ ملتقطاً۔

ہوتے ہیں:(1)اگر کوئی شخص بھوک کی وجہ سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور قاضی تک یہ معاملہ پہنچنے سے پہلے اس کو معاف کرنا جائز ہے۔(2)شیطان نے کہا کہ رات کو آیت الکرسی پڑھ کر سونے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حفاظت فرماتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو نفع بخش چیز کا علم ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی جھوٹا، سچی بات بھی بتاتا ہے۔(3)اس حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علمِ غیب کا ثبوت اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ کے کچھ بتانے سے پہلے ہی) پوچھا: اے ابو ہریرہ! آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ (4)حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شیطان کو دیکھا ہے۔اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں یہ مذکور ہے کہ انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا۔چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:﴿ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ (پ۸، الاعراف: ۲۷) (ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔)اس کا جواب یہ ہے کہ انسان، شیطان کو اس کی صورتِ اَصلیہ میں نہیں دیکھ سکتا جبکہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شیطان کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ انسانی شکل میں چوری کے لئے آیا تھا۔(5) جنات کھاتے پیتے ہیں اور انسانی شکلوں میں ظاہر ہو کر انسانوں کی طرح گفتگو بھی کرتے ہیں۔(6)چور کا عذر بھی قبول کرنا چاہیے۔(7)جب تیسری بار شیطان نے چوری کی اور اس کا عذر پیش کیا تو حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی جرم کا عذر صرف دو بار قبول کیا جا سکتا ہے۔ (8)جنات چوری کرتے، جھوٹ بولتے اور دھوکا بھی دیتے ہیں۔(9)صدقۂ فطر کو عید کی رات سے پہلے جمع کرنا جائز ہے اور اس کی حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کرنا بھی جائز ہے۔(10)بے عمل سے بھی علم سیکھنا جائز ہے۔[1]

مدنی گلدستہ
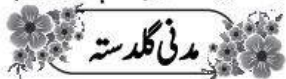
”بیت اللہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجل رجلا فترک الوکیل۔۔۔الخ، ۸/ ۱۹۷، ۱۹۸، تحت الحدیث: ۲۳۱۱ ملخصاً۔

(1) ابلیس اور اس کی ذریت دانہ، غذائیں، پھل، مٹھائیاں، کوئلہ وغیرہ سب کچھ کھاتے ہیں۔

(2) جو شخص بغیر بِسْمِ اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔

(3) کوئی شخص بھوک کی وجہ سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور قاضی تک یہ معاملہ پہنچنے سے پہلے اس کو معاف کرنا جائز ہے۔

(4) انسان، شیطان کو اس کی صورتِ اصلیہ میں نہیں دیکھ سکتا لیکن انسانی شکل میں دیکھ سکتا ہے۔

(5) جنات چوری کرتے، جھوٹ بولتے اور دھوکا بھی دیتے ہیں۔

(6) صدقۂ فطر کو عید کی رات سے پہلے جمع کرنا اور اس کی حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کرنا بھی جائز ہے۔

(7) بے عمل سے بھی علم سیکھنا جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شیطان مردود کے شر سے بچائے اور اس کے شر سے حفاظت کے لئے آیت الکرسی پڑھنے کا عادی بنائے۔ **اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1021

دجال سے حفاظت

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰیَاتٍ مِنْ اَوَّلِ سُوْرَۃِ الْکَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْکَهْفِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرے گا دجال سے محفوظ رہے گا۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ ”جو سورۂ کہف کی آخری دس آیات یاد کرے گا دجال سے محفوظ رہے گا۔“

دجال سے حفاظت کی وجہ:

اِمَام اَبُوْزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سورۂ کہف کی پہلی دس آیات یا

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص ۳۱۵، حدیث: ۱۸۸۳۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص ۳۱۵، حدیث: ۱۸۸۴۔

آخری دس آیات یاد کرنے والا دجال سے محفوظ رہے گا۔اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلی اور آخری دس آیات میں عجائبات اور نشانیاں ہیں جو اس میں غور کرے گا وہ دجال کے فتنے میں نہیں پڑے گا۔“[1]

دجال سے مراد:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہی بڑا دجال ہے جو قُربِ قیامت نکلے گا اس کا فتنہ اتنا سخت ہو گا کہ ہر نبی نے اپنی اُمَّت کو اس سے ڈرایا۔ اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانے میں دجال ظاہر ہوا تو اِنْ شَآءَاللہ اس کے فتنے سے یہ محفوظ رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دِین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر بے دِین فتنہ گر کے شر سے بچا رہے گا۔ سورۂ کہف میں اصحابِ کہف کا ذکر ہے کہ اللہ تعالٰی نے انہیں کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا۔ ان کی آیات پڑھنے والے پر اِنْ شَآءَاللہ وہی فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد ہوئیں مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔[2]

سورۂ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کے دو فضائل:

(1) حضرت سَیِّدُنَا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرے گا تو یہ اُس کے لئے قیامت کے دن نور ہوں گی۔“[3] **(2)** حضرت سَیِّدُنَا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے سورۂ کہف اسی طرح پڑھی جیسی نازل ہوئی ہے تو یہ قیامت کے دن اس کے (پڑھنے کے) مقام سے لے کر مکہ تک نور ہو جائے گی اور جس نے اس کی آخری دس آیتیں پڑھیں پھر دجال بھی نکل آیا تو اس پر غالب نہ آسکے گا۔“[4]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی، ۳/ ۹۳، الجزء السادس۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۳۔

3 . . . جامع الاحادیث، حرف المیم، ۷/ ۱۹۷، حدیث: ۲۱۸۵۵۔

4 . . . مستدرک حاکم، کتاب فضائل القرآن، باب فضیلۃ قراءۃ سورۃ الکہف، ۲/ ۲۷۲، حدیث: ۲۱۱۶۔

مدنی گلدستہ

”کھف“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) سورۂ کہف کی ابتدائی دس یا آخری دس آیات یاد کرنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(2) ہر نبی نے اپنی اُمَّت کو دجال سے ڈرایا ہے۔

(3) جو سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرے گا تو یہ اُس کے لئے قیامت کے دن نور ہوں گی اور جس نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھیں پھر دجال بھی نکل آیا تو اس پر غالب نہ آسکے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سورۂ کہف یاد کرنے اور اسے پڑھنے کی توفیق دے اور اس کی برکت سے ہمیں دجال کے فتنہ سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1022

دو نوروں کی خوشخبری

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا: بَیْنَمَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَام قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِیضاً مِّنْ فَوقِہِ فَرَفَعَ رَاْسَہُ فَقَالَ: ھٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْیَوْمَ وَلَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَنَزَلَ مِنْہُ مَلَکٌ فَقَالَ: ھٰذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَمْ یَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ: اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَھُمَا لَمْ یُؤْتَھُمَا نَبِیٌّ قَبْلَکَ: فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ وَخَوَاتِیْمُ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ لَنْ تَقْرَاَ بِحَرْفٍ مِّنْھُمَا اِلَّا اُعْطِیْتَہٗ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اوپر سے آواز سنی تو آپ نے سر مبارک اٹھایا۔ حضرت سَیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یہ آسمان کا وہ دروازہ

[1] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ...الخ، ص ۳۱۲، حدیث: ۱۸۷۷ بتغیر قلیل۔

کھولا گیا ہے جو آج کے سوا کبھی نہ کھولا گیا۔ اس سے ایک فرشتہ اترا تو حضرت سَیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج کے سوا کبھی نہ اترا۔ اس فرشتے نے سلام کیا پھر عرض کی: آپ کو خوشخبری ہو ان دو نوروں کی جو آپ کو دیئے گئے اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہ دیئے گئے: **(1)** سورۂ فاتحہ اور **(2)** سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔ ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا اجر ملے گا۔"

خاص فرشتے کا نزول:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مذکورہ حدیثِ پاک** کے تحت فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں، جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں، بعض دروازوں سے رِزق آتے ہیں، بعض سے عذاب، بعض سے دعائیں و توبہ جاتی ہیں، بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں، ایک دروازہ وہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے کھولا گیا۔ آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کے لیے کھولا گیا تھا اس سے پہلے نہ یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا اور نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا۔ اس فرشتہ کا نزول حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کرامت و عزت کے اِظہار کے لیے ہے ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کر سکتے تھے۔"[1]

نور کہنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** "سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات اپنے پڑھنے والے کی تعظیم و توقیر کے لئے قیامت کے روز روشنی کی شکل میں اس کے آگے چلیں گی یا دنیا میں ان کے معانی میں غور کرنے والے کے لئے یہ سیدھی راہ کی جانب ہدایت کا سبب ہیں اس وجہ سے انہیں نور فرمایا گیا۔"[2] سورۂ بقرہ کی آخری آیات سے مراد "سورۂ بقرہ کا آخری رکوع: ﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ﴾

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۲ ملتقطاً۔

2 ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الحث علی سور۔۔۔ الخ، ۳/ ۵۰۷، تحت الحدیث: ۱۰۲۰ ملخصاً۔

سے ﴿عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ تک۔"[1]

خصوصی ثواب:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا: "ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا اجر ملے گا۔" اِس کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے: "یعنی ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے صدقہ سے آپ کی اُمّت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے یا حرف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات دعا ہیں، ان میں سے ہر آیت قبول ہو گی اور اس آیت کی دعا اِنْ شَآءَ الله منظور ہو گی۔"[2]

مدنی گلدستہ
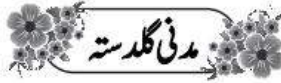
"آیت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) آسمان کے بے شمار دروازے ہیں، جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں، بعض دروازوں سے رزق آتے ہیں، بعض سے عذاب، بعض سے دعائیں و توبہ جاتی ہیں اور بعض سے خاص فرشتے اُترتے ہیں۔

(2) آسمان کا ایک دروازہ وہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضورِ انور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے کھولا گیا۔

(3) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات اپنے پڑھنے والے کی تعظیم و توقیر کے لئے قیامت کے روز روشنی کی شکل میں اس کے آگے چلیں گی۔

الله عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکتوں سے ہمیں مالا مال فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1]... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۳۲۔

[2]... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۳۲۔

باب نمبر:184

قرآن پڑھنے کے لیے جمع ہونا مستحب ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآنِ پاک سب سے افضل کتاب ہے۔ اس کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نہ صرف اس کا پڑھنا ثواب ہے بلکہ اس کا دیکھنا اور اس کو چھونا بھی ثواب ہے۔ اس کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اسے اکیلے پڑھنا بھی ثواب ہے لیکن مل کر جماعت کے ساتھ پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔ قرآنِ پاک پڑھنے کے لئے جمع ہونا مستحب ہے کیونکہ اس میں قرآنِ پاک کی تعظیم و تکریم ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"قرآن پڑھنے کے لیے جمع ہونے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیث بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:1023

جمع ہو کر تلاوتِ قرآن کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللہِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللہِ وَیَتَدَارَسُوْنَهُ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَۃُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَۃُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَذَکَرَهُمُ اللہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب بھی کوئی قوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرتی ہے اور ایک دوسرے کو قرآن کا درس دیتی ہے تو اُن پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے یہاں موجود (فرشتوں میں) اس کا ذکر کرتا ہے۔"

اللہ کے گھر سے مراد:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: یہاں **اللہ** کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیا کی خانقاہیں ہیں جو **اللہ** کے ذِکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلاضرورت جانا ہی منع ہے۔ تلاوت سے مراد صرف زبان سے قرآن پڑھنا

[1] ... مسلم، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ص ۱۱۱۰، حدیث: ۶۸۵۳۔

نہیں بلکہ بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے کہ تلاوت کرتے وقت وہ یہ تصور کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِس وقت اُسے دیکھ رہا ہے بلکہ وہ اپنے دل میں یہ تصوُّر جمائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس سے مخاطب ہے بلکہ وہ متکلم کے مشاہدے میں ایسے گم ہو جائے کہ اُسے کسی کا خیال نہ رہے۔(1)

تنہا ذِکر سے جماعت کا ذِکر افضل ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: درسِ قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت، تجوید و اَحکام سیکھنا ہیں لہٰذا اِس میں صَرف، نحو، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے۔ اسی لیے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا۔ (حدیثِ پاک میں بیان ہوا: ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے) سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اُترنے سے دِلوں کو چین نصیب ہوتا ہے، کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے۔ اس کی برکت سے دل سے غیرِ خدا کا خوف جاتا رہتا ہے۔ (رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے) رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقت ذِکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے۔ (فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں) فرشتوں سے سیّاحین فرشتے مراد ہیں جو ذِکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذِکرُ اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذِکر سے جماعت کا مل کر ذِکر کرنا افضل ہے، جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول۔ (اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اُس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اُس کے پاس ہے) یعنی فرشتوں کی جماعت۔ اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے رب بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہے، جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے: ﴿ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ ﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۲) (ترجمۂ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔) اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے۔ بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذِکرُ اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے۔(2)

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ۱/ ۴۵۷، تحت الحدیث: ۲۰۴ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۹۰ ملخصاً۔

مجمع میں قرآن پڑھنے کے بعض اَحکام:

بہار شریعت میں ہے: جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سُننا فرض ہے، جب کہ وہ مجمع بغرض سُننے کے حاضر ہو ورنہ ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔ مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں یہ حرام ہے، اکثر تیجوں میں سب بلند آواز سے پڑھتے ہیں یہ حرام ہے، اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں۔ بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ قرآن مجید سُننا، تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔[1]

مدنی گلدستہ
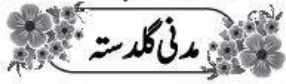
”ذکر خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) مسجد میں جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرنے والوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے، رحمتِ الٰہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔

(2) مسلمان کو یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں میں بلاضرورت جانا منع ہے۔

(3) تلاوت کرنے والا اپنے دل میں یہ تصور جمائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس سے مخاطب ہے۔

(4) تنہا ذِکر سے جماعت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا افضل ہے۔

(5) جب بندہ تنہا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی اسی طرح اس کا ذکر کرتا ہے اور جب بندہ جماعت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کی جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہے۔

(6) تیجہ، چالیسواں وغیرہ کے موقع پر ملکر بلند آواز سے قرآن پڑھنا منع ہے، آہستہ پڑھیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تنہا اور جماعت کے ساتھ خوب قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1... بہار شریعت، ۱/ ۵۵۲، حصہ ۳ ملتقطاً۔

باب نمبر:185

وضو کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسلمان پر سب سے پہلا فرض نماز ہے اور نماز کی چھ شرائط ہیں جن میں سے پہلی شرط طہارت ہے، بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی اور طہارت میں وضو بھی ہے اور غسل بھی۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی سورۂ مائدہ، آیت نمبر 6 میں وضو کے فرائض بیان فرمائے گئے ہیں۔ احادیث میں وضو کے کثیر فضائل وارد ہیں، وضو کرنے والا جب وضو کرتا ہے تو جن جن اعضاء کو دھوتا ہے ان کے گناہ گر جاتے ہیں، بروزِ قیامت وضو کرنے والوں کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے، وضو خطائیں معاف کروانے اور درجات کی بلندی کا سبب ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"وضو کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَكَرِيَّا يَحْيٰى بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیت اور 9 احادیث بیان فرمائی ہیں، پہلے آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

وضو کے فرائض

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا

یُرِیۡدُ لِیُطَہِّرَکُمۡ وَ لِیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۶﴾ (پ۶، المآئدۃ:۶) ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے کہ کہیں تم احسان مانو۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے نیز اس آیت میں وضو کے چار فرائض بھی بیان کئے گئے ہیں۔ خزائن العرفان میں ہے: ”سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے اصحاب ہر نماز کے لئے تازہ وضو کے عادی تھے اگرچہ ایک وضو سے بھی بہت سی نمازیں فرائض ونوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جُداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت وثواب کا موجِب ہے۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جُداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا اور جب تک حَدَث (وضو کا ٹوٹنا) واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض ونوافل سب کا ادا کرنا جائز ہوا۔ کہنیاں بھی دھونے کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، جُمہور اسی پر ہیں۔ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یہ مقدار حدیثِ مغیرہ سے ثابت ہے اور یہ حدیث آیت کا بیان ہے۔ (دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا) یہ وضو کا چوتھا فرض ہے، حدیث صحیح میں ہے سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو منع فرمایا اور عطا سے مروی ہے وہ بہ قسم فرماتے ہیں کہ میرے علم میں اصحابِ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں سے کسی نے بھی وضو میں پاؤں پر مسح نہ کیا۔“[1] مذکورہ بالا آیت کریمہ میں وُضو کے چار فرائض کا بیان ہے: ”**(1)** منہ دھونا **(2)** کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا **(3)** سر کا مسح کرنا **(4)** ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔“[2]

حدیث نمبر:1024

چمکتے اَعضاء والے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1... تفسیر خزائن العرفان، پ۶، المآئدۃ، تحت الآیۃ:۶۔

2... بہارِ شریعت، ۱/۲۸۸، حصہ ۲۔

3... بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون۔۔۔ الخ، ۱/۷۱، حدیث:۱۳۶۔

وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن میری اُمّت اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں وضو کے اَثرات سے چمک رہے ہوں گے لہٰذا تم میں سے جس سے ہوسکے چمک زیادہ کرے۔“

اِس اُمّت کی خصوصیت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: جن کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں وضو کے اثرات سے چمک رہے ہوں گے اُنہیں قیامت کے دن یوں پکارا جائے گا: ”اے چمکتے اعضاء والوں جنت کی طرف چلو۔“ ایک قول یہ ہے کہ انہیں سب لوگوں کے سامنے یا محشر کی جانب یا جنت کی طرف اس حال میں بلایا جائے گا کہ ان کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔[1] علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: وضو کا پانی جن اعضاء کو پہنچتا رہا تھا وہاں تک ان کے اعضاء سفید ہوں گے اسی لئے ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کندھوں تک ہاتھ دھویا کرتے تھے تاکہ غُرّہ (چمک) زیادہ ہو۔ علما کہتے ہیں وضو کے مواضع (یعنی اعضائے وضو) پر جو نور ہوگا اس کو قیامت کے دن غرہ کہا جائے گا اور یہ صرف اِس اُمّت کی خصوصیت ہے۔[2] عَلَّامَہ بَدْرُالدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: وضو اِس اُمّت کی خاصیت نہیں ہے بلکہ وضو کے سبب قیامت کے دن جو پیشانی اور ہاتھ پاؤں پر چمک پیدا ہوگی وہ اِس اُمّت کی خاصیت ہے اور یہ خاصیت اس کے لئے ہے جو وضو کرتا ہے۔ چنانچہ صحیح ابنِ حبان میں ہے: بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ اپنی امت میں سے اُسے کیسے پہچانیں گے جسے آپ نے نہیں دیکھا؟ ارشاد فرمایا: آثارِ وضو کے سبب چہرے اور ہاتھ پاؤں کی چمک سے۔[3]

چمک زیادہ کرنے سے مراد:

”تم میں سے جس سے ہوسکے چمک زیادہ کرے“ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مراد یہ ہے کہ جہاں تک اعضاء کے

---

1. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطہارۃ، الفصل الاول، ۲ / ۲۰، تحت الحدیث: ۲۹۰۔
2. ... تفہیم البخاری، ۱ / ۳۷۱۔
3. ...عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون...الخ، ۲ / ۳۵۴، تحت الحدیث: ۱۳۶ ملخصا۔

دھونے کا حکم ہے اس سے زیادہ دھوئے مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا حکم ہے تو کندھوں تک دھوئے، ٹخنوں تک پاؤں دھونے کا حکم ہے تو پنڈلی بھی دھولے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن اس کی نورانیت کی شعاعیں دور تک پہنچے۔“[1]

حدیث سے ماخوذ چند مسائل:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے عمدۃ القاری میں مذکورہ حدیثِ پاک سے ماخوذ کچھ مسائل اور فوائد ذکر کئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: **(1)** باوضو رہنا، وضو کی سنتوں کا خیال رکھنا اور ہر ہر عضو کو اچھی طرح دھونا مستحب ہے۔ **(2)** اللہ عَزَّوَجَلَّ وضو کرنے والوں پر فضل و کرم فرمائے گا (کہ ان کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے)۔ **(3)** یہ حدیث اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونا فرض ہے ان پر مسح کرنا کافی نہیں۔ **(4)** اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مستقبل میں ہونے والی غیب کی وہ خبریں بتائیں جو کسی اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو نہیں بتائیں۔ **(5)** اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھایا بھی جائے گا۔[2]

مدنی گلدستہ

”وضو“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) قیامت کے دن وضو کرنے والوں کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔

(2) بروزِ قیامت وضو کے سبب پیشانی اور ہاتھ پاؤں کی چمک اِس اُمّت کی خاصیت ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہت سے ایسے غیوب کا علم عطا فرمایا جو دیگر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کو عطا نہ کیا۔

1 . . . نزہۃ القاری، ۱/ ۵۰۲۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون۔۔۔الخ، ۲/ ۳۵۴، تحت الحدیث: ۱۳۶ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن اس کی فضیلت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1025 اچھی طرح وضو کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: تَبْلُغُ الْحِلْیَۃُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ الْوَضُوْءُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”مؤمن کا زیور وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔“

جنت میں مردوں کا زیور:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”وُضو واؤ کے پیش سے اُسی مشہور وضو کو کہتے ہیں اور واؤ کے زبر سے وضو کا پانی۔ یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق وزینت ہو گی یا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا۔ دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام تاکہ وہ جہاد کی شجاعت نہ کھو بیٹھے جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہو گا۔“[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں مؤمن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے جیسا کہ صحیح ابن حبان میں حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مومن کے وضو کا پانی جہاں تک پہنچتا ہے وہاں تک جنتیوں کو زیور پہنایا جائے گا۔“[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث

1 ... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب تبلغ الحلیۃ حیث یبلغ الوضوء، ص ۱۲۳، حدیث: ۵۸۶۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۲۳۹ ملخصاً۔

3 ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الوضوء، ۳/۵۱۳، تحت الحدیث: ۱۰۲۳۔

سے مراد یہ ہے کہ وضو کرنے والے کے ہاتھ اور پاؤں کی چمک و نورانیت کا نشان وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ بعض شارحین نے زیور ہی مراد لیا ہے جو جنتیوں کے ہاتھ پاؤں کو پہنایا جائے گا۔[1]

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) مسلمان مرد کو دنیا میں زیور پہننا حرام ہے سوائے چاندی کی ایک انگوٹھی جس میں چاندی کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو اور ایک نگ بھی ہو۔

(2) مرد کو اس دنیا میں زیور پہننا اس لیے منع ہے کہ کہیں جہاد کی شجاعت نہ کھو بیٹھے۔

(3) جنت میں مؤمن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اچھی طرح وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی فضیلت سے بہرہ مند فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1026

گناہوں کی معافی کا ذریعہ

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاہُ مِنْ جَسَدِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِہٖ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا تو اُس کے جسم سے اُس کی خطائیں نکل جاتی ہیں حتّٰی کہ اُس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتی ہیں۔“

---

[1] ۔۔۔ اشعۃ اللمعات، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۱/ ۱۹۹۔

[2] ۔۔۔ مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ص ۱۲۱، حدیث: ۵۷۸۔

وُضو کی سنّتیں اور آداب سیکھنے کی ترغیب:

دلیل الفالحین میں ہے: اچھے طریقے سے وضو کرنے سے مراد وضو کی تمام سنتوں اور آداب کے ساتھ وضو کرنا ہے۔ مصنف (یعنی امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی) فرماتے ہیں: "اس حدیث میں وضو کے آداب، سنن اور شرائط وغیرہ کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے پر ابھارا گیا ہے۔" خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جو کہ حقوقُ اللہ سے متعلق ہیں اور خطاؤں کے نکلنے سے مراد گناہوں کا معاف ہونا ہے کیونکہ گناہ جسم کی شکل میں نہیں ہوتے۔[1]

حضور کے قدموں کا دھوون بابرکت ہے:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (اچھے طریقے سے وضو) سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضو کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحبِ حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضو کیا کرے تو اس کے سارے اعضاء کے گناہ اس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ ہم گنہگاروں کے وضو کا غسالہ ماءِ مُسْتَعْمَل (استعمال شدہ پانی) ہے جس سے دوبارہ وضو نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا مکروہ، کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے مگر حضور کے وضو کا غسالہ بلکہ پاؤں شریف کا دھوون مُتَبَرَّک ہے کیونکہ وہ اعضاءِ طیبہ میں سے نور لے کر نکلا ہے۔ ہمارا غسالہ بہت سی بیماریاں خصوصًا مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسالہ بیماریاں دور کرتا ہے۔ رب فرماتا ہے: ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝۴۲﴾ (پ ۲۳، ص: ۴۲) (ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔) آبِ زمزم حضرت اسماعیل کے پاؤں کا گویا دھوون ہے جس میں ہمارے حضور کی کُلّی پڑی ہوئی ہے ہم سب کے لیے شفا ہے۔[2] قَاضِیْ شَمْسُ الدِّیْن مُحَمَّد بِنْ عَطَاءُ اللہ هَرَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ناخنوں سے مراد یہاں پاؤں کے ناخن ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں دونوں کے ناخن مراد ہیں کہ کامل وضو کرنے والے شخص کی اوپر والے آدھے دھڑ کی خطائیں ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکلتی ہیں اور نیچے والے آدھے دھڑ کی خطائیں پاؤں کے ناخنوں کے

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فضل الوضوء، ۳/ ۱۳ ۵، تحت الحدیث: ۱۰۲۴۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۴۔

نیچے سے نکلتی ہیں۔اس حدیث پاک میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن بھی کامل وضو کے سبب پاک ہوتا ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”طہارت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) وضو کی سنتوں اور مستحبات کا لحاظ کرتے ہوئے وضو کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(2) وُضو سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ گناہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

(3) ہمیں وُضو کے تمام سنن و آداب کو سیکھنا چاہیے۔

(4) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وُضو کا غسالہ بلکہ آپ کے قدموں کا دھوون بھی متبرک ہے۔

(5) آبِ زمزم ہم سب کے لئے شفا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں وضو کی سنتوں اور مستحبات کا لحاظ کرتے ہوئے وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وضو کے ذریعے ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1027 پچھلے گناہ بخش دئیے جائیں گے

عَنْ عُثْمَانَ بنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوْئِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّاَ ھٰکَذَا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَکَانَتْ صَلَاتُہٗ وَمَشْیُہٗ اِلَی الْمَسْجِدِ نَافِلَۃً۔[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 . . . فضل المنعم فی شرح صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ۵/ ۹۹، تحت الحدیث: ۱ ۲۰ ملتقطا۔

2 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ص ۱۱۶، حدیث: ۵۴۴۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا ہے جس طرح میں نے وضو کیا ہے پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس نے اِس طرح وضو کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پھر اُس کی نماز اور مسجد کی طرف چلنا مزید ثواب کا باعث ہے۔"

مکمل حدیثِ پاک:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہاں **مکمل حدیثِ پاک** بیان نہیں فرمائی، **مکمل حدیث پاک یہ ہے:** حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے غلام حضرت حمران رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا، پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا، پھر سیدھا ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا، پھر الٹا ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر سیدھا پھر اُلٹا پاؤں تین تین بار دھویا، پھر فرمایا کہ میں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا۔[1]

جن کے گناہ نہیں اُن کے درجات بلند ہوتے ہیں:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ایک حدیث میں ہے کہ "پانچوں نمازیں ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔" ایک حدیث میں ہے: "پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے جبکہ کبیرہ گناہ سے بچا جائے۔" یہاں ایک اعتراض ہوتا ہے کہ جب وضو سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر نماز کون سے گناہوں کا کفارہ ہو گی؟ اور اگر پانچوں نمازوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو جمعہ کون سے گناہوں کا کفارہ ہو گا؟ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے؟ اسی طرح یومِ عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، عاشوراء کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ "جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مِل گئی تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔" تو

---

1 ... بخاری، کتاب الصوم، باب السواک الرطب والیابس للصائم، ۱/ ۶۳۷، حدیث: ۱۹۳۴۔

ان اعمال سے کون سے گناہ معاف ہوں گے؟ اس کا جواب جو علمائے کرام نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک عمل گناہوں کا کفارہ ہے لہٰذا جب بھی صغیرہ گناہوں کا کفارہ بننے والا کوئی عمل پایا جائے گا تو اس سے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر بندے کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہ ہو تو پھر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی اور درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر بندے کے نامۂ اعمال میں صغیرہ گناہ نہ ہوں لیکن کبیرہ گناہ ہوں تو ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اس کے کبیرہ گناہوں میں تخفیف فرمائے گا۔[1]

"نماز اور مسجد کی طرف چلنا مزید ثواب کا باعث ہے۔" اس کی وضاحت کرتے ہوئے حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: "مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے معافی تو وضو میں ہو چکی اب یہ اعمال معافیٔ گناہ پر زائد ہیں جن سے آیندہ کے گناہ معاف ہوں گے یا درجات بلند ہوں گے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"نبی" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) وضو، پانچوں نمازیں، جمعہ، رمضان، یوم عرفہ اور عاشورہ کا روزہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔

(2) جن اعمال سے گناہ معاف ہوتے ہیں اگر کسی کے گناہ نہ ہوں تو وہ اعمال درجات کی بلندی کا سبب بن جاتے ہیں۔

(3) جس کے صغیرہ گناہ نہ ہوں اور کبیرہ گناہ ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ وضو کے سبب اس کے کبیرہ گناہوں میں تخفیف فرما دے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے اور ہماری بے حساب مغفرت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. . . شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ۲/ ۱۱۳، الجزء الثالث۔
2. . . اکمال المعلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ۲/ ۱۸، تحت الحدیث: ۲۲۹ ملخصا۔

حدیث نمبر:1028

وُضو کرنے والا گناھوں سے پاک ھو جاتا ھے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنَیْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْهِ كُلُّ خَطِیْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا یَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِیْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِنَ الذُّنُوْبِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا:"جب مسلمان یا مؤمن بندہ وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو اُس کے وہ تمام گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں جو اُس نے اپنی دونوں آنکھوں سے کئے تھے پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جو ہاتھوں سے پکڑ کر کئے پانی کے ساتھ یا آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں پھر جب دونوں پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جن کی طرف پاؤں چل کر گئے پانی کے ساتھ یا آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ (وُضو کرکے) وہ گناہوں سے پاک ہو کر نکلتا ہے۔"

تمام بدن کے گناہ معاف:

مُفَسِّرِشہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:اگرچہ انسان کان، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں۔ جیسے اجنبی عورت کو دیکھنا۔ اسی لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ اِنْ شَآءَ الله چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہو جاتے ہیں۔(وہ گناہ جو ہاتھوں سے کئے) جیسے نامحرم کو چھولینا یا غیر کی چیز بلا اجازت ٹٹولنا۔ چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف اِن اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتّٰی کہ دل و دماغ کے بھی گناہ۔ ان اعضاء کا ذکر اس لیے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیثِ حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس میں سارے سنن و

---

1 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ص ١٢١، حدیث: ٥٧٧۔

مستحبات ادا کئے جائیں وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے، لہٰذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔[1] قَاضِیْ شَمْسُ الدِّیْن مُحَمَّد بِنْ عَطَاءُ اللہ ھَرَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”وضو جس طرح ظاہر سے نجاست حکمیہ جو نماز سے مانع ہوتی ہے اسے دور کرتا ہے یونہی باطن سے نجاست معنویہ (یعنی گناہوں) کو بھی دور کرتا ہے۔ گناہوں سے پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور ان پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے گناہ کرنے سے جو نحوست اور دل پر جو سیاہی پیدا ہوتی ہے وہ وضو کرنے کی برکت سے مٹادی جاتی ہے۔“[2]

ماءِ ذُنُوب:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک سے بعض علمانے یہ استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی سے وضو نہیں ہوگا اور اسی حدیث کی وجہ سے مستعمل پانی کو ماءِ ذُنوب (گناہوں والا پانی) کہا گیا ہے۔“[3]

مدنی گلدستہ

”مسجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) وضو سے چہرے کے تمام اعضا آنکھ، ناک، کان کے گناہ نکل جاتے ہیں۔

(2) ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کے اور پیر دھونے سے پیروں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(3) وہ کامل وضو جس میں سارے سنن و مستحبات ادا کئے جائیں اس سے سارے جسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(4) مستعمل پانی سے وضو نہیں ہوتا۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۴، ۲۳۵۔

2 ... فضل المنعم فی شرح صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ۵/ ۹۳، تحت الحدیث: ۲۰۰ ملتقطا۔

3 ... اکمال المعلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ۲/ ۴۲، تحت الحدیث: ۲۴۵۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے بالکل پاک فرمادے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1029

حضور اپنے اُمّتیوں کو پہچانتے ہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَی الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَیْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا: اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِیْنَ لَمْ یَاْتُوْا بَعْدُ" فَقَالُوْا: كَیْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ یَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: "اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهُ خَیْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَیْنَ ظَهْرَیْ خَیْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا یَعْرِفُ خَیْلَهُ؟" قَالُوْا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "فَاِنَّهُمْ یَاْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَی الْحَوْضِ."[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبرستان میں تشریف لائے اور فرمایا: "اے مومن قوم کی جماعت! تم پر سلامتی ہو، اِنْ شَآءَ اللّٰہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا: "تم میرے صحابہ ہو ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کے اُمّتی جو ابھی تک آئے نہیں آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "تمہاری کیا رائے اس شخص کے بارے میں کہ جس کے پاس سفید پیشانی اور سفید ٹانگوں والے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو پہچان لے گا؟" صحابہ نے عرض کی: کیوں نہیں **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بے شک وہ لوگ اس طرح آئیں گے کہ ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں وضو کی وجہ سے چمکتے ہوں گی اور میں

---

[1] ... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ص ۱۲۳، حدیث: ۵۸۴۔

حوضِ کوثر پر اُن کا پیش رَو ہوں گا۔"

مُردے قبر پر آنے والے کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ مُردے زائرین کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں، ان کے کلام وسلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے، رب فرماتا ہے: ﴿وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ﴾ (پ ٥، النساء: ٨٦) (ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو۔) اس سے معلوم ہوا کہ مُردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں، وہ جو حدیث میں ہے کہ عَلَیْکُمُ السَّلَام مُردوں کا سلام ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب مُردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔[1]

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ موت تو یقینی امر ہے پھر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کیوں فرمایا: "اِنْ شَآءَ اللہ (اگر اللہ نے چاہا) ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔" اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔ زیادہ ظاہر جواب یہ ہے کہ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شک کی وجہ سے اِنْ شَآءَ اللہ نہیں فرمایا بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے برکت حاصل کرنے اور **اللہ** تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کیلئے فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے:

وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ٘ (پ ١٥، الکھف: ٢٣، ٢٤) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر گز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا مگر یہ کہ **اللہ** چاہے۔[2]

صحابہ بعد میں آنے والے مسلمانوں سے افضل ہیں:

امام باجی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام سے فرمایا: "بلکہ

1 ... مرآۃ المناجیح، ١/ ٢٤٢۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل، ٢/ ١٣٨، الجزء الثالث۔

تم میرے صحابہ ہو" تو اس سے مراد یہ نہیں کہ تم بھائی نہیں ہو بلکہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کے اُس مرتبہ کو بیان فرمایا جو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت کی وجہ سے انہیں ملا، لہٰذا وہ لوگ صحابی بھی ہیں اور دینی بھائی بھی اور جو لوگ بعد میں آئیں گے وہ صرف دینی بھائی ہیں لیکن صحابی نہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ (پ۲۶، الحجرات: ۱۰) (ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں)۔[1]

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھائی کہنا جائز نہیں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیث کے الفاظ "میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں" کے تحت فرماتے ہیں: یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا، ورنہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ساری اُمَّت کو دیکھ رہے ہیں ان کو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کرم کریمانہ ہے، اُمَّت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ (تم میرے صحابہ ہو) یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آیندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتۂ ایمانی کی بنا پر، ورنہ حضور اُمَّت کے لئے روحانی والد ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھاوجیں۔ رشتۂ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے اور نہ ان پر بھائی بہن کے اَحکام مُرتب۔ تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔

(آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟) صحابہ کا یہ سوال حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں، ذریعۂ علم کے متعلق ہے، یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے، محض نورِ نبوت یا وحی سے؟ کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گی جن سے ہم بھی پہچان سکیں؟ ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری اُمَّت کے

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل، ۲/۱۳۸، الجزء الثالث۔

کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی اُمّت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا: ہاں عمر کی، یہ سوال وجواب علیم وخبیر سے ہی ہوسکتے ہیں۔ سُبْحٰنَ اللہ! (حدیثِ پاک میں) کیا نفیس تمثیل (مثال) ہے کہ جیسے پنج کلیان (یعنی سفید پیشانی اور سفید ٹانگوں والا) گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا ایسے ہی میری اُمّت دیگر اُمّتوں میں نہیں چھپے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مؤمن سیاہ رو ہوں گے، سیاہ روئی تو صرف کفار کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آثارِ وضو کی خاص چمک صرف امتِ مصطفوی پر ہوگی۔ حوض سے مراد حوضِ کوثر ہے جو ہمارے حضور کا ہے اور نبیوں کے بھی حوض ہوں گے مگر کوثر کسی کا بھی نہیں۔ فَرَط (پیش رَو) اسے کہتے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے، تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلائیں گے۔ [1]

مدنی گلدستہ

”صحابی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بعد میں آنے والے مسلمانوں سے افضل ہیں کیونکہ انہیں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت کی وجہ سے صحابیت کا رتبہ ملا۔

(2) مُردے زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں۔

(3) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھائی کہنا جائز نہیں۔

(4) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رشتۂ ایمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنا بھائی کہا ورنہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے روحانی والد ہیں۔

(5) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے اُمّتیوں کے اعمال کی خبر ہے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۴۲، ۲۴۳۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ کل بروزِ قیامت ہمیں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دستِ مبارک سے آبِ کوثر کے جام پینا نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1030

گناہوں کو مٹانے والے اعمال

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ! قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الصَّلَاۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں ایسے اعمال کے بارے میں نہ بتاؤں جن کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟“ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: کیوں نہیں یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فرمایا: ”مشقت کے وقت کامل وضو کرنا، مسجد کی طرف زیادہ قدم چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور یہی تمہارے لیے رباط (اسلامی سرحد کی حفاظت) ہے۔

کامل وضو سے مراد:

شرح طیبی میں ہے: گناہوں کا مٹنا بخشش سے کنایہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد نامۂ اعمال سے گناہوں کا مٹنا ہو جو مغفرت پر دلالت کرتا ہے۔ درجات میں بلندی سے مراد جنت میں اعلیٰ منازل ہیں۔ کامل وضو سے مراد وضو کرتے وقت پانی کا ان تمام اعضاء تک کامل طریقے سے پہنچانا جہاں تک پہنچانا چاہیے، غرہ میں زیادتی کرنا (یعنی جہاں تک دھونے کا حکم ہے اس سے زیادہ دھونا) اور تین بار اعضائے وضو دھونا ہے۔ اور وُضُو بنا ہے اَلْوَضَاءَۃ سے اس کا معنٰی ہے حُسن اور صفائی۔ وضو کو وضو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وضو کرنے والے کو پاک صاف کرتا اور حسین بناتا ہے۔ ”اَلْمَکَارِہ“ سے مراد مشقت و تکلیف ہے اور مشقت کی صورت یہ

[1] ... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، ص ۱۲۳، حدیث: ۵۸۷۔

ہے کہ پانی ناپید ہو یا پانی کی سخت ضرورت ہو یا مہنگے داموں پانی خرید کر وضو کرے۔[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: (کامل وضو سے مراد) اعضائے وضو کامل دھونا اور تین بار دھونا اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے۔ مشقت سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا۔ (مسجد کی طرف زیادہ قدم چلنا) یا اس لئے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔ مطلب یہ کہ ہر وقت نماز مسجد میں پڑھنا، نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جاکر نماز پڑھے۔ (ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا) یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا، خواہ مسجد میں بیٹھ کر یا اس طرح کہ جسم گھر میں یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دِل مسجد میں لگا ہو۔ (یہی تمہارے لیے رباط ہے۔) رِباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔ اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحدِ اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رباط ہے۔ رباط بڑی عبادت ہے، ربّ فرماتا ہے: ﴿وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا﴾ (پ۴، آل عمران: ۲۰۰) (ترجمۂ کنزالایمان: صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو۔) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس وشیطان کے مقابل حدودِ ایمان کی حفاظت۔[2]

مدنی گلدستہ

”خیر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) وضو مسلمان کو پاک وصاف کرتا اور حسین بناتا ہے۔

(2) مشقت وتکلیف کے وقت وضو کرنا بہت افضل عمل ہے۔

---

1 ... شرح الطیبی، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۲/ ۸، تحت الحدیث: ۲۸۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۳۔

(3) وضو سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور جنت میں اعلیٰ منازل ملتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طریقے سے وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1031

طهارت نصف ایمان هے

عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو مالک اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "طہارت نصف ایمان ہے۔"

طہارت نصف ایمان کیسے؟

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان "طہارت نصف ایمان ہے۔" کا ایک معنٰی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے۔ دوسرا معنٰی یہ ہے کہ جس طرح ایمان سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اسی طرح وضو بھی سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے لیکن چونکہ ایمان کے بغیر وضو نہیں ہوتا اس لیے طہارت کے ایمان پر موقوف ہونے کی وجہ سے اسے نصف ایمان کہا گیا۔ تیسرا معنٰی یہ ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے چونکہ نماز صحیح ہونے کے لئے طہارت شرط ہے لہٰذا طہارت نماز کے لئے بمنزلہ جز ہے اسی وجہ سے فرمایا "طہارت نصف ایمان ہے" یعنی نماز کا جز ہے۔[2]

مرآۃ المناجیح میں ہے: ظاہر یہ ہے کہ طُہُوْر سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے۔ چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضو بھی، لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور

---

1 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، ص ١١٥، حدیث: ٥٣٤۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، ٢/ ١٠٠، الجزء الثالث۔

وضو صرف چھوٹے، اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔ ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے، اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے۔ یا ایمان دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے لہٰذا یہ نصف ہے۔ (1)

طہارت کے چار درجات:

حضرت سیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان: ”طہارت نصف ایمان ہے“ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ظاہر کو تو پانی بہا کر پاک کر لیا جائے مگر باطن کو گندگیوں سے پاک نہ کیا جائے۔ طہارت کے چار درجات ہیں:

(1) ظاہر کو ناپاکیوں، نجاستوں وغیرہ سے پاک کرنا۔

(2) اعضاء کو جرائم اور گناہوں سے پاک کرنا۔

(3) دل کو بُرے اخلاق اور ناپسندیدہ خصلتوں سے پاک کرنا۔

(4) باطن کو غَیْرُاللہ سے پاک کرنا۔ آخری درجے کی طہارت انبیا و صدیقین کی طہارت ہے۔ ہر رتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے۔“(2)

مدنی گلدستہ

”ایمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) طہارت نصف ایمان ہے۔

(2) ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضو صرف چھوٹے گناہ مٹاتا ہے۔

(3) ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے جبکہ وضو ظاہر کو گندگیوں سے پاک کرتا ہے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۲۔

2 ... احیاء العلوم، کتاب اسرار الطھارۃ، ۱/ ۱۷۳۔

(4) ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی گناہوں کی گندگی سے پاک کیا جائے۔

(5) باطن کو غَیْرُاللہ سے پاک کرنا انبیا وصدیقین کی طہارت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ظاہر وباطن کو پاک فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

وضو کے بعد کی دعا

حدیث نمبر:1032

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ یَتَوَضَّأُ فَیُبْلِغُ اَوْ فَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْلُ: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ اِلَّا فُتِحَتْ لَہُ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ الثَّمَانِیَۃُ یَدْخُلُ مِنْ اَیِّھَا شَاءَ“.[1] وَزَادَ التِّرْمِذِیُّ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم میں سے جو بھی وضو کرے اور اس میں مبالغہ کرے یا کامل طریقے سے وضو کرے پھر یوں کہے: ”اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔“ تو اُس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔“ ترمذی کی روایت میں (مذکورہ کلمات کے بعد آخر میں) یہ الفاظ زائد ہیں: ”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے توبہ کرنے والوں سے بنا اور مجھے پاک وستھرے لوگوں میں کر دے۔“

1... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ص ١١٨، حدیث: ٥٥٣۔

2... ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب فیما یقال بعد الوضوء، ١/ ١٢١، حدیث: ٥٥۔

وضو میں مبالغہ سے کیا مراد ہے؟

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہا پر پہنچادے، پورا کرنے (یعنی کامل طریقے) سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ مِنْکُمْ فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں، دوائیں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مُردوں کو۔“[1]

وضو کے بعد پڑھنے والے اَذکار:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے پتا چلا کہ وضو کرنے والے کے لیے وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا مستحب ہے اور یہ بخاری و مسلم دونوں کی روایت میں ہے۔ وضو کرنے والے کو چاہیے کہ کلمۂ شہادت کے بعد وہ دعا بھی پڑھ لے جو ترمذی میں ہے ”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ“ نیز یہ بھی مستحب ہے کہ اس کے ساتھ وہ دعا بھی ملالے جو امام نسائی نے اپنی کتاب ”عَمَلُ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ“ میں روایت کی ہے: ”سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ“ غسل کرنے والے کے لیے بھی یہ اذکار (غسل کے بعد) پڑھنا مستحب ہیں۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ حشر:

حدیثِ پاک میں ہے: ”اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ابو بکر صدیق (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۷۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الطهارة، باب ذکر المستحب عقب الوضوء، ۲/ ۱۲۱، الجزء الثالث۔

کے صدقے میں اسے بھی، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ اس کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہو گا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

''مستحب'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اچھے طریقے سے تمام سنن و مستحبات کو ادا کرتے ہوئے وضو کرنا چاہیے۔

(2) جو کامل طریقے سے وضو کرنے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(3) اَحادیث میں وضو کے بعد کی جو دعائیں اور اذکار مذکور ہیں انہیں پڑھنا چاہیے۔

(4) غسل کرنے والے کے لیے بھی ان دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے۔

(5) وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنے والے کا حشر حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ہو گا نیز وضو کرنے والے کو چاہیے کہ کلمۂ شہادت کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ'' اور اس دعا کا ملانا بھی مستحب ہے: ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ''۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی وضو کے بعد کی دعائیں اور اذکار پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمادے جن کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارا جائے گا۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۷۔

باب نمبر:186

اذان کی فضیلت کا بیان

"فرضِ پنجگانہ کہ انہیں میں جمعہ بھی ہے، جب جماعتِ مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کیے جائیں تو ان کے لیے اَذان سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے، یہاں تک کہ امام محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر کسی شہر کے سب لوگ اَذان ترک کردیں، تو میں اُن سے قِتال (جنگ) کروں گا اور اگر ایک شخص چھوڑ دے تو اسے ماروں گا اور قید کروں گا۔"[1] اَحادیث میں اذان دینے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"اذان کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 9 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1033

اذان دینے کے لیے قرعہ اندازی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کا کتنا ثواب ہے پھر وہ قرعہ اندازی کئے بغیر اسے حاصل نہ کرسکتے تو ضرور قرعہ اندازی ہی کرتے اور اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ (نماز کے لئے) جلدی آنے میں کتنا ثواب ہے تو اس کے لیے دوڑ کر آتے اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ عشا اور صبح کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے ہی آنا پڑتا۔"

اذان دینے کا ثواب:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: علامہ ابو جعفر داودی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۴۶۴، حصہ ۳۔

[2] ... بخاری، کتاب الاذان، باب الاستهام فی الاذان، ۱/ ۲۲۲، حدیث: ۶۱۵ بتغیر۔

عَلَیْہ نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ”اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں کیا ہے؟“ اس سے مراد یہ ہے کہ ان اعمال میں کتنا زیادہ ثواب ہے تو ضرور سب لوگ ان اعمال کو بجالانے میں جلدی کرتے۔ امام طبری نے حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قرعہ ڈالنے کا ایک واقعہ ذکر فرمایا کہ جب قادسیہ فتح ہو گیا، لوگوں نے دشمن کا پیچھا کیا۔ جب واپس لوٹے تو ظہر کا وقت ہو چکا تھا اور مؤذن شہید ہو چکے تھے تو لوگ اذان دینے کے لیے جھگڑنے لگے قریب تھا کہ آپس میں تلواریں چل جاتیں۔ حضرت سیّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جس کے نام کا قرعہ نکلا اس نے اذان دی۔ اس حدیث سے پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کیونکہ جب امام جہر کے ساتھ قراءت کرتا ہے تو پہلی صف میں نماز پڑھنے والے کو قرآن اور تکبیرات وغیرہ سننے اور آمین کہنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلی صف میں نماز پڑھنے سے مراد جلدی مسجد پہنچ جانا ہے کیونکہ جو نماز کے لیے جلدی پہنچ کر نماز کا انتظار کرتا ہے اگرچہ وہ پہلی صف میں نماز نہ پڑھے پھر بھی اُس شخص سے افضل ہے جو تاخیر سے نماز پڑھنے آئے اور پہلی صف میں نماز پڑھے کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والا نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔[1]

عشا اور فجر کی فضیلت:

مذکورہ حدیث میں عشا اور فجر کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشا اور فجر کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو وہ ضرور حاضر ہوتے چاہے گھسٹتے ہوئے۔ اس میں عشا کی نماز کو عَتَمَہ کہا (حالانکہ بعض روایات میں عشا کو عتمہ کہنے سے منع کیا گیا ہے) کیونکہ وہاں کچھ لوگ ایسے تھے جو عشا کو عتمہ کے نام سے ہی جانتے تھے اس لیے عتمہ کہا تاکہ وہ سمجھ جائیں۔ امام طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ساری نمازوں میں صرف عشا اور فجر کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا کیونکہ ان دونوں نمازوں کا وقت نفس پر بہت بھاری ہے۔ عشا کا وقت آرام کرنے اور تھکن کو دور کرنے کا وقت ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی رات کو سکون حاصل کرنے کے لیے بنایا ہے اور رات کو عشا پڑھنے کے لیے جانے میں اندھیرے میں چلنے کی مشقت اور حشرات الارض کا خوف بھی رہتا ہے۔ فجر کی نماز کا وقت نیند کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت آرام دہ بستر

---

1 . . . شرح ابن بطال، کتاب الاذان، باب الاستھام فی الاذان، ۲/ ۲۴۴ ملخصاً۔

چھوڑ کر وضو کرنے اور مسجد کی طرف جانے میں جتنی مشقت و تکلیف ہوتی ہے وہ کسی اور نماز میں نہیں ہوتی۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ "منافقین پر سب سے بھاری نماز عشا اور فجر کی ہے۔" حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو فجر کی نماز میں موجود نہ پاتے تو ہم اس کے بارے میں اچھا گمان نہ رکھتے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: مجھے ساری رات قیام کرنے سے زیادہ پسند یہ بات ہے کہ میں فجر کی نماز جماعت سے پڑھوں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جو عشا کی نماز میں حاضر ہوا اُس نے آدھی رات قیام کیا اور جو فجر کی نماز میں حاضر ہوا گویا اُس نے پوری رات قیام کیا۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (اس حدیث سے) پتہ لگا کہ فِی سَبِیْلِ اللہ اذان و تکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں، خصوصًا امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہو سکتی۔[2]

مدنی گلدستہ
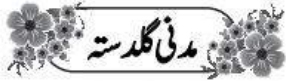
"پہلی صف" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اذان کہنے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

(2) مؤذن نہ ہو اور کئی لوگ جو فضیلت میں باہم برابر ہوں ان میں سے ہر ایک اذان دینے میں بضد ہو تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے۔

(3) بغیر کسی اجرت کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اذان کہنا بہت افضل عمل ہے۔

(4) پہلی صف میں نماز پڑھنے والے کو بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(5) عشا اور فجر کی نماز منافقین پر بھاری ہے لہٰذا ہمیں ان نمازوں کی سختی سے پابندی کرنی چاہیے۔

(6) جس نے عشا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے پوری رات عبادت کی۔

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاذان، باب الاستہام فی الاذان، ۲/ ۲۴۴، ۲۴۵ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۹۵۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اعمال میں سبقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1034

لمبی گردنوں والے

عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”اذان دینے والے قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ لمبی گردن والے ہوں گے۔“

مؤذنوں کی گردن لمبی ہونے سے مراد:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مؤذنوں کی گردن لمبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی امید ہوگی اور جسے کسی چیز کی امید اور اشتیاق ہو وہ گردن اُٹھا کر اُسے دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُنہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا جسے وہ گردن اُٹھا اُٹھا کر دیکھیں گے۔ حضرت سَیِّدُنا نضر بن شُمَیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے تو مؤذنوں کی گردنیں لمبی ہوں گی تاکہ اُنہیں یہ اذیت نہ پہنچے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مؤذن قیامت کے دن سردار ہوں گے اور اہل عرب سرداروں کو لمبی گردن سے موصوف کرتے ہیں۔[2]

عَلَّامَہ حَافِظ عَبْدُ الْمُؤْمِن بِنْ خَلَف دِمْیَاطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”لمبی گردن سے مراد ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عمل والے لوگ مؤذنین ہوں گے اور ایک

1 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعہ، ص ۱۶۳، حدیث: ۸۵۲۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعہ، ۲/ ۹۱، ۹۲، الجزء الرابع۔

قول یہ ہے کہ مؤذنین کی گردنیں حقیقۃً لمبی ہوں گی کیونکہ قیامت کے دن لوگ تعداد میں کثیر اور پریشان حال ہوں گے کوئی پسینہ میں منہ تک ڈوبا ہوا ہوگا، کسی کا پسینہ کانوں کی لو تک پہنچتا ہوگا اور کسی کا پسینہ سر سے بلند ہو جائے گا جبکہ مؤذنین اس دن لوگوں میں سب سے لمبی گردنوں والے ہوں گے اور ان کے سر دیگر لوگوں سے بلند ہوں گے اور وہ جنت میں داخلہ کی اجازت کے منتظر ہوں گے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان کی گردنیں لمبی نہ ہوں گی بلکہ مکان کی اونچائی کی بناء پر ان کی گردنیں لمبی نظر آئیں گی کیونکہ مؤذنین قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر کھڑے ہوں گے جبکہ دیگر لوگ محشر کی زمین پر ہوں گے۔"[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: لمبی گردن یہ کنایہ ہے اس سے کہ بروزِ قیامت مؤذنین شرمندہ نہ ہوں گے اس لیے کہ جو شرمندہ ہوتا ہے، اس کی گردن جھک جاتی ہے۔[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی (مؤذن) گردن فراز اور سربلند ہوں گے یا سر اٹھائے رب کی رحمت کے منتظر یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لئے جائیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ اُن کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بدزیبی ہے۔ **بعض مفسرین** نے اِعناق کو ہمزہ کے زیر سے پڑھا ہے، بمعنی تیز رفتاری و لمبے قدم، یعنی مؤذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے، دوسروں سے پہلے بہشت (جنت) میں داخل ہوں گے۔[3]

مدنی گلدستہ

"اذان" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) رضائے الٰہی کے لیے اذان دینے والوں کی گردنیں قیامت کے دن لمبی ہوں گی۔

(2) مؤذن قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے بہت زیادہ ثواب ملنے کی امید کریں گے اور وہ اپنی

---

1. ... المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح، ابواب الصلاۃ، ص ۵۵، تحت الحدیث: ۹۲۔
2. ... التیسیر، حرف الھمزۃ، ۱/۲۵ ملخصا۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۱/۴۰۹۔

گردن اٹھا اٹھا کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والے ثواب کو دیکھیں گے۔

(3) رضائے الٰہی کے لیے اذان دینے والے قیامت کے دن لوگوں کے سردار ہوں گے۔

(4) مؤذن حضرات جنت کی طرف سبقت کریں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رضائے الٰہی کے لئے اذان دینے اور اُس کے اجر سے بہرہ مند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1035

ہر چیز گواہی دے گی

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَۃَ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ لَہُ: اِنِّیْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِیَۃَ فَاِذَا كُنْتَ فِیْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِیَتِكَ فَاَذَّنْتَ بِالصَّلَاۃِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّہُ لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا اِنْسٌ وَلَا شَیْءٌ اِلَّا شَھِدَ لَہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ: سَمِعْتُہُ مِنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت **عبداللہ** بن عبد الرحمٰن بن ابو صَعْصَعَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی ہے کہ اُنہیں حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم بکریوں اور جنگل کو پسند کرتے ہو لہٰذا جب تم اپنی بکریوں کے پاس ہو یا جنگل میں ہو اور نماز کے لئے اذان کہو تو اپنی آواز کو بلند کر کے اذان دینا کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہا تک جو بھی جن، انسان یا کوئی اور شے اذان سنے گی وہ قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دے گی۔ حضرت ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے۔

بلند آواز سے اذان دینی چاہیے:

اِس حدیث میں بلند آواز سے اذان دینے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دور دور تک کی چیزیں سن سکیں اور اُس

[1] ...بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء، ۱/ ۲۲۲، حدیث: ۶۰۹۔

اذان دینے والے کے لیے قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ گواہ بن سکیں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ "جو چیز بھی اذان کی آواز سنے گی قیامت کے دِن اُس کے لیے گواہی دے گی۔" بعض علما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہر شے ہے خواہ وہ جمادات ہوں یا اس کے علاوہ کوئی چیز ہو جو سننے کی طاقت نہیں رکھتی وہ بھی اس معنٰی میں شامل ہے یعنی قیامت کے دن گواہی دے گی۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مخلوق ہے جو سننے کی طاقت رکھتی ہے جیسے انسان، جن، ملائکہ اور تمام حیوانات۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہا شخص کو اذان دینا مستحب ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس نے بیابان میں اذان دی اور اکیلے نماز قائم کی اس کے پیچھے فرشتوں کی جماعت نماز پڑھتی ہے۔"[1]

بلند مکان پر اذان دینی چاہیے:

اذان دیتے وقت آواز کو بلند کرنا مستحب ہے تاکہ اذان پر گواہی دینے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو۔ مؤذن کو چاہیے کہ کسی بلند مکان پر اذان دے تاکہ دور تک آواز جاسکے۔ حضرتِ سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بنی نجار کی ایک عورت کے مکان پر اذان دیتے تھے کیونکہ اس کا مکان مسجد کے اطراف کے سب مکانوں سے اونچا تھا۔ تنہا شخص کو اذان کہنا مستحب ہے اگرچہ اس کے ساتھ نماز پڑھنے کوئی نہ آئے لیکن جہاں تک آواز جائے گی وہاں تک کی اشیاء اور حیوانات وغیرہ اس کے گواہ ہو جائیں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنات بھی انسانوں کی آواز سنتے ہیں۔[2]

مدنی گلدستہ

"شہادت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک جن و اِنس، حیوانات اور جمادات اس کے لیے قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

---

1. . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء، ۲/ ۲۳۸ ملخصاً۔
2. . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء، ۴/ ۱۶۱، تحت الحدیث: ۶۰۹ ملتقطاً۔

(2) اذان بلند آواز سے دینی چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ مخلوق گواہی دے۔

(3) بلند مقام پر اذان دینی چاہیے کیونکہ بلند مقام سے آواز دور تک جاتی ہے۔

(4) حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بنی نجار کی ایک عورت کے مکان پر چڑھ کر اذان دیا کرتے تھے کیونکہ اس عورت کا گھر سب سے اونچا تھا۔

(5) تنہا شخص کو اذان دینا مستحب ہے اگرچہ وہاں کوئی اور نماز پڑھنے والا نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نماز کی پابندی کے ساتھ اذان کہنے کی بھی سعادت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1036

اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلَاةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ لِلصَّلَاةِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ: اُذْكُرْ كَذَا وَاذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ یَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ مَا یَدْرِیْ كَمْ صَلّٰی.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے یہاں تک کہ اسے اذان کی آواز نہیں آتی اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر لوٹ آتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لیے اقامت کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ پھر جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر لوٹ آتا ہے اور بندے کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور اس کی بھولی ہوئی باتوں کے بارے میں کہتا ہے: فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر حتّٰی کہ آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی پڑھی۔"

---

1 ... بخاری، کتاب الاذان، باب فضل التاذین، ۱/ ۲۲۲، حدیث: ۶۰۸ بتغیر قلیل۔

شیطان اذان سے کیوں بھاگتا ہے؟

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: اس حدیث میں اذان کی بڑی فضیلت کا بیان ہے۔ شیطان کو اذان سے اتنی نفرت ہے جتنی کسی اور ذکر سے نہیں۔ دیکھو شیطان تلاوتِ قرآن کے وقت تو موجود رہتا ہے لیکن اذان کے وقت الٹے پاؤں بھاگ جاتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب تمہیں شیطان بہکائے تو اذان دو۔“ حدیث شریف میں ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک ہر سننے والی شے قیامت میں اس کی گواہ بن جاتی ہے۔ شیطان اذان کے وقت گوز مارتا ہوا اس لئے بھاگتا ہے کہ وہ اذان نہ سنے تاکہ اسے توحید کی گواہی دینی نہ پڑے۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں بھاگنے کے ظاہری معنیٰ ہی مراد ہیں اور اذان میں دفعِ شیطان کی تاثیر ہے اسی لیے طاعون پھیلنے پر اذان کہلواتے ہیں کہ یہ وبا جنات کے اثر سے ہے۔ بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجود ہوتا ہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے۔ دفن کے بعد قبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اور شیطان کے بہکانے کا وقت ہے، اس کی برکت سے شیطان بھاگے گا، نیز میت کے دل کو سکون ہو گا، نئے گھر میں دل لگ جائے گا، نکیرین کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔“[2]

گوز مارنے کا مطلب:

حدیث میں ”ضُرَاطٌ“ (گوز مارنے) کا لفظ آیا ہے اس کا معنیٰ ہے (آواز کے ساتھ) ریح خارج کرنا۔ شیطان پر اذان بھاری ہوتی ہے اس لیے وہ ریح خارج کرتا ہے جیسے گدھا بوجھ کی وجہ سے کرتا ہے۔ علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے آپ کو اذان کی آواز سے غافل کرنے اور خود کو مشغول کرنے کے لیے ایک آواز نکالتا ہے جسے ضراط سے تشبیہ دی گئی ہے۔[3] مرآۃ المناجیح میں ہے: گوز مارنے سے مراد اس کی

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاذان، باب فضل التاذین، ۲/۲۳۴ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/۴۰۹۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن، ۲/۳۴۷، تحت الحدیث: ۶۵۵۔

انتہائی ذلت اور خوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتا ہوا ہی بھاگا کرتا ہے۔[1]

اذان دینے کے فضائل:

عَلَّامَہ بَدْرُالدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: اِس حدیث میں اذان کی فضیلت کا بیان ہے اسی طرح اس بات کا بھی بیان ہے کہ مؤذن کے لیے بہت بڑا اجر ہے جبکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ثواب کی امید پر اذان دے۔ صحیح ابنِ خُزَیمہ کی روایت میں ہے کہ مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کے لیے ہر خشک وتر چیز استغفار کرتی ہے اور نماز کے لیے حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اُس کے دو نمازوں کے درمیان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن مشک کے ٹیلے پر ہوں گے اُن کو قیامت کی ہولناکی خوف زدہ نہ کرے گی اور نہ ہی ان کا حساب ہو گا ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اذان دے اور لوگوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے پانچ وقت کی اذان دی اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن انبیا اور شہدا کے بعد سب سے پہلے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور صالح مؤذنین کو جنتی حُلّہ پہنایا جائے گا۔[2]

اذان دینے کے مستحب مواقع:

فرض نمازوں اور جمعہ کی جماعتوں کے علاوہ دوسرے موقعوں پر بھی اذان کہی جاسکتی ہے۔ جیسے پیدا ہونے والے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت۔ اسی طرح مغموم (غمزدہ) کے کان میں، مرگی والے اور غضبناک اور بدمزاج آدمی اور جانور کے کان میں، جنگ اور آگ لگنے کے وقت، جنوں اور شیطانوں کی سرکشی کے وقت، جنگل میں راستہ نہ ملنے کے وقت، میت کے دفن کرنے کے بعد ان صورتوں میں اذان پڑھنا مستحب ہے۔[3]

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۱۰۔
2. ...عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب فضل التاذین، ۴/ ۱۵۸، تحت الحدیث: ۶۰۸ ملتقطاً۔
3. ...جنتی زیور، ص ۲۶۳۔

مدنی گلدستہ
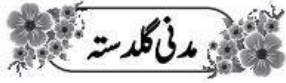
”اذان“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اذان کے وقت شیطان ریح خارج کرتے ہوئے بھاگتا ہے۔

(2) شیطان توحید کی گواہی دینے سے بچنے کے لئے اذان کے وقت بھاگتا ہے۔

(3) مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے وہاں کی ہر چیز اُس کے لیے گواہ ہو جاتی ہے۔

(4) فرض نمازوں اور جمعہ کے علاوہ بھی کئی مواقع پر اذان دینا مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شیطان کے وسوسوں سے بچائے اور اذان کے فضائل سے بہرہ مند فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1037

حضور کی شفاعت حاصل کرنے کا طریقہ

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللہِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ لَہُ الشَّفَاعَۃُ. (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد**اللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب تم مؤذن کی آواز سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مقامِ وسیلہ کا سوال کرو بے شک وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے۔ یہ

(1) ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القول مثل قول المؤذن ...الخ، ص ۱۶۲، حدیث: ۸۴۹۔

مقام اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں لہٰذا جس نے میرے لیے مقامِ وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے (میری) شفاعت حلال ہو گئی۔“

حدیث نمبر:1038

اذان کا جواب

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:”جب تم اذان کی آواز سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔“

اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا:

مذکورہ دونوں حدیثوں میں اذان کا جواب دینے کی ترغیب دی گئی ہے کہ جب اذان ہو تو جو کلمات مؤذن کہتا جائے تم بھی وہی کلمات دہراتے جاؤ۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے، بعض مؤذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں، ان کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے، بلاوجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے۔ خیال رہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں، چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قُربِ خصوصی کا سبب ہے اس لیے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمانا کہ ”امید کرتا ہوں“ تواضع اور انکساری کے لئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔ ہمارا حضور کے لیے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان ومال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے، ہم بھکاری ہیں، حضور داتا، اُنہیں دعائیں دینا مانگنے کھانے کا ڈھنگ ہے۔[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القول مثل قول المؤذن۔۔۔الخ، ص ۱۶۲، حدیث: ۸۴۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/۴۱۱۔

اذان کا جواب دینے کا طریقہ:

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرتِ علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه اپنے رسالے "فیضانِ اذان" کے صفحہ نمبر 7 پر اذان و اِقامت کا جواب دینے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مؤذن صاحب کو چاہیے کہ اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ دونوں مل کر (بغیر سکتہ کئے ایک ساتھ پڑھنے کے اعتبار سے) ایک کلمہ ہیں دونوں کے بعد سکتہ کرے (یعنی چپ ہو جائے) اور سکتہ کی مقدار یہ ہے کہ جواب دینے والا جواب دے لے، سکتہ کا ترک مکروہ ہے اور ایسی اذان کا اِعادہ مستحب ہے۔ جواب دینے والے کو چاہیے کہ جب مؤذن صاحب اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر سکتہ کریں یعنی خاموش ہوں اس وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ اسی طرح دیگر کلمات کا جواب دے۔ جب مؤذن پہلی بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے (تو) یہ کہے: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه (ترجمہ آپ پر درود ہو یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) جب دوبارہ کہے (تو) یہ کہے: قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه (ترجمہ: یارسولَ اللہ آپ سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگا لے آخر میں کہے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری سننے اور دیکھنے کی قوت سے مجھے نفع عطا فرما۔) جو ایسا کرے سرکار مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اسے اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کے جواب میں (چاروں بار) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے (یعنی مؤذن نے جو کہا وہ بھی کہے اور لَاحَوْلَ بھی) بلکہ مزید یہ بھی ملا لے: مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ (ترجمہ: جو اللہ نے چاہا ہوا، جو نہیں چاہا نہ ہوا)۔ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں کہے: صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَ بِالْحَقِّ نَطَقْتَ (ترجمہ: تو سچا اور نیکوکار ہے اور تو نے حق کہا ہے۔) اقامت کا جواب مستحب ہے اس کا جواب بھی اسی طرح ہے فرق اتنا ہے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة کے جواب میں کہے: اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (ترجمہ: اللہ اس کو قائم رکھے جب تک آسمان اور زمین ہیں۔)

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

اذان کے جواب کی فضیلت:

مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک بار فرمایا: ”اے عورتو! جب تم بِلال کو اذان و اِقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے لئے ہر کلمہ کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں لکھے گا اور ایک ہزار دَرَجات بُلند فرمائے گا اور ایک ہزار گناہ مٹائے گا۔ خواتین نے یہ سُن کر عرض کی: یہ تو عورَتوں کیلئے ہے مَردوں کیلئے کیا ہے؟ فرمایا: مَردوں کیلئے دُگنا۔[1]

اذان کا جواب دینے والا جنّتی ہوگیا:

”فیضان اذان“ صفحہ 6 پر ہے: حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک صاحِب جن کا بظاہِر کوئی بہت بڑا نیک عمل نہ تھا، وہ فوت ہو گئے تو رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صَحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی موجودگی میں (غیب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد) فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے جنّت میں داخل کردیا ہے۔ اس پر لوگ مُتَعَجِّب ہوئے کیونکہ بظاہر ان کا کوئی بڑا عمل نہ تھا۔ چُنانچِہ ایک صَحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کے گھر گئے اور ان کی بیوہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ اُن کا کوئی خاص عمل ہمیں بتایئے، تو اُنہوں نے جواب دیا: اور تو کوئی خاص بڑا عمل مجھے معلوم نہیں، صِرف اتنا جانتی ہوں کہ دن ہو یا رات، جب بھی وہ اذان سنتے تو جواب ضَرور دیتے تھے۔[2]

اذان کا جواب دینا واجب ہے:

اذان کا جواب عملی بھی ہے اور قولی بھی، عملی جواب تو مسجد میں حاضر ہو جانا ہے، قولی جواب کلماتِ اذان کا دہرانا ہے۔ علامہ ابنِ عابدین شامی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قولی جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور عملی جواب واجب ہے۔[3]

---

1. . . کنز العمال، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی صلاۃ الجماعۃ وما یتعلق بھا، ۴/ ۲۸۷، حدیث: ۲۱۰۰۵، الجزء السابع۔
2. . . تاریخ ابن عساکر، عطاء بن قرۃ ابوقرۃ السلولی، ۴۰/ ۴۱۲ ملخصاً۔
3. . . ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، ۲/ ۸۰۔

اذان کے جواب کے متعلق چند اَحکام:

صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جنب بھی اَذان کا جواب دے۔ حیض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضائے حاجت میں ہو، ان پر جواب نہیں۔ جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام، تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے، تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سُنے اور جواب دے۔ یوہیں اِقامت میں۔ جو اذان کے وَقت باتوں میں مشغول رہے اس پر مَعَاذَاللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔ راستہ چل رہا تھا کہ اَذان کی آواز آئی تو اتنی دیر کھڑا ہو جائے سُنے اور جواب دے۔ اگر چند اَذانیں سُنے، تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے اور بہتر یہ کہ سب کا جواب دے۔ اگر بوقتِ اَذان جواب نہ دیا، تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو، اب دے لے۔ خطبہ کی اَذان کا جواب زبان سے دینا، مقتدیوں کو جائز نہیں۔[1]

مدنی گلدستہ

”اذان سنو“ کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) جب اذان کی آواز آئے تو حکم ہے کہ اذان کا جواب دے۔

(2) اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے اگر کوئی اذان سے پہلے بھی پڑھے تو جائز ہے بلا وجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے۔

(3) جو اذان کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے وسیلہ کی دعا مانگے اسے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

(4) اذان کا قولی جواب مستحب اور عملی جواب واجب ہے۔

---

1 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۴۷۳، حصہ ۳ ملتقطاً۔

(5) جنبی بھی اذان کا جواب دے لیکن حیض و نفاس والی عورت اذان کا جواب نہ دے۔

(6) اگر کوئی تلاوت میں مشغول ہو اور اذان کی آواز آجائے تو تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دے۔

(7) اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہنے والے کے بُرے خاتمے کا اندیشہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اذان کا احترام کرنے اور اس کا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے اور بُرے خاتمے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1039

اذان کے بعد کی دعا

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے اذان سن کر یہ کہا: اے **اللہ**! اس دعوتِ کامل اور قائم ہونے والی نماز کے رب! تو محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اُس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔ تو قیامت کے دن اُس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔“

قبولیت دعا کے دو وقت:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: امام مہلب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں نماز کے اوقات میں دعا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ ان اوقات میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ دو وقت ایسے ہیں کہ ان میں دعا رد نہیں

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، ۱ / ۲۲۴، حدیث: ۶۱۴۔

ہوتی: (1) اذان کے وقت (2) راہِ خدا میں جہاد کی صف باندھنے کے وقت۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا کی قبولیت کے اوقات کی طرف راہنمائی فرمائی اور یہ کہ ان اوقات میں دعا مانگی جائے۔ جس نے نبی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے وسیلہ اور مقامِ محمود کی دعا کی تو در حقیقت اُس نے اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کی۔[1]

اذان کو تام (کامل) کہنے کی وجوہات:

اس دعا میں اذان کو ''اَلدَّعْوَۃُ التَّامَّۃِ'' (دعوت کامل) فرمایا گیا کیونکہ اذان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے اخلاص کی گواہی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت پر ایمان لانے پر مشتمل ہے اور ان دو چیزوں (یعنی **اللہ** کی وحدانیت اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت پر ایمان) سے بندہ کامل طور پر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اس لئے اسے دعوتِ کامل فرمایا۔[2] عمدۃُ القاری میں ہے: دعوت سے مراد اذان کے وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے کسی شخص کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی طرف بلایا جاتا ہے اور دعوت سے مراد توحید کی دعوت بھی ہو سکتی ہے۔ اذان کو تام اس لیے کہا گیا کیونکہ اس میں نہ تو کوئی تغیر ہو گا نہ کوئی تبدیلی بلکہ یہ قیامت تک اسی طرح باقی رہے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اسے تام اس لیے کہا گیا کیونکہ یہ وصفِ کمال کی مستحق ہے۔ علامہ ابن تین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: اذان کو تام اس لیے کہا کیونکہ اس میں کامل بات ہے اور وہ کامل بات ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تام سے مراد کامل ہونا ہے اور اذان کا کمال یہ ہے کہ اس میں کبھی کوئی نقص یا عیب داخل نہیں ہو گا جس طرح لوگوں کے کلام میں نقص آجاتا ہے۔ اَلصَّلَاۃُ الْقَائِمَۃِ (قائم ہونے والی نماز) سے مراد ہمیشہ رہنے والی نماز ہے کیونکہ اس نماز کو کوئی ملت یا شریعت تبدیل یا منسوخ نہیں کر سکتی اور جب تک یہ زمین و آسمان رہیں گے تب تک یہ نماز قائم رہے گی۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، ۲/ ۲۲۲، ۲۲۳ ملخصاً۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، ۲/ ۲۲۲، ۲۲۳۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، ۴/ ۱۷۱، تحت الحدیث: ۶۱۴ ملتقطاً۔

مقامِ محمود اور مقامِ وسیلہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ جنت میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاص مقام کا نام "وسیلہ" ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام "مقامِ محمود" ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دولہا بنائے جائیں گے، سارے اولین و آخرین، کفار و مؤمنین، انبیاو مرسلین، بلکہ خود ربُّ العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال و وہم سے وراء ہیں، وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اس کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا، اسی مقام پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم "شفاعت کبریٰ" فرمائیں گے اور یہیں سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ پر "دروازۂ شفاعت" کھلے گا۔"[1]

شفاعت حلال ہونے سے مراد:

حدیثِ پاک میں ہے: "تو قیامت کے دن اُس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔" حلال ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ شفاعت کا مستحق ہوگیا۔ طحاوی شریف کی روایت میں حَلَّتْ لَهُ کی جگہ وَجَبَتْ لَهُ ہے یعنی "اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔" یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے شفاعت تو گناہ گاروں کے لئے ثابت ہے پھر نیک لوگوں کو شفاعت ملنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شفاعت کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً بعض لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرانا اور کسی کے درجات بلند کرانا وغیرہ اور ہر شخص کو اس کے حال کے مطابق شفاعت ملے گی۔[2]

مدنی گلدستہ

"وسیلہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۱۲۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، ۴/ ۱۷۲، ۱۷۳، تحت الحدیث: ۶۱۴ ملخصاً۔

(1) حدیث میں مذکور اذان کے بعد کی دعا پڑھنے والا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت سے بہرہ مند ہوگا۔

(2) اذان کے وقت اور راہِ خدا میں جہاد کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

(3) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے مقامِ وسیلہ کی دعا گویا کہ اپنے لیے اور تمام اُمَّتِ مُسْلِمَہ کے لیے دعا کرنا ہے۔

(4) اذان میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں ہوگی بلکہ یہ قیامت تک اسی طرح قائم رہے گی۔

(5) جنت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خاص مقام کا نام "وسیلہ" ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام "مقامِ محمود" ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اذان کے بعد کی دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1040

گناہوں کو بخشوانے والے کلمات

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ قَالَ: مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا غُفِرَ لَہُ ذَنْبُہُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے مؤذن کی آواز سُن کر یہ کہا: "اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ**

---

[1] ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ ۔۔۔ الخ، ص ۱۶۳، حدیث: ۸۵۱۔

عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اُس کے بندے اور رسول ہیں اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے رسول ہونے اور اسلام کے دِین ہونے پر راضی ہوں۔" تو اُس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: "ظاہر یہ ہے کہ دعا اذان کے اَوّل پڑھی جائے گی، جب مؤذن کی اذان کی آواز کان میں آئے کیونکہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جوابِ اذان میں خلل واقع ہوگا۔"[1] شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ احتمال بھی ہے کہ مذکورہ کلمات اذان کی پہلی اور دوسری شہادت کے وقت یا اذان کے بعد کہے جائیں۔"[2]

بخشش کا وظیفہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اذان کے بعد ان کلمات کے پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور ان کلمات کی یہ فضیلت ہی کافی ہے کہ یہ گناہوں کی بخشش کا وظیفہ ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہاں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے۔"[3] ہمیں چاہیے کہ اذان کا جواب دینے کے ساتھ مذکورہ کلمات بھی پڑھیں۔

مدنی گلدستہ

"سنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جس نے مؤذن کی آواز سُن کر یہ کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۱۳۔

2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن، ۲/ ۳۲۴، تحت الحدیث: ۶۶۱۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن، ۱/ ۳۳۷۔

سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اُس کے بندے اور رسول ہیں اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔ تو اُس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(2) مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان کیے گئے کلمات اذان کے شروع میں پڑھنے چاہییں نیز یہ کلمات اذان کی پہلی اور دوسری شہادت کے وقت یا اذان کے بعد بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

(3) ہمیں چاہیے کہ حدیث میں بتائے گئے کلمات کو یاد کریں اور اذان کا جواب دینے کے ساتھ ان کلمات کو پڑھنے کا معمول بنائیں تاکہ ان کے ذریعے ہمارے گناہ بخش دیئے جائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اذان کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اذان کے وقت ہمیں ان کلمات کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارے گناہوں کی بخشش کا سامان ہو۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1041

قبولیتِ دعا کی گھڑی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلدُّعَاءُ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ۔ (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اذان اور اقامت کے درمیان دُعا رَد نہیں ہوتی۔“

قبولیت کی گھڑی میں کونسی دعا مانگنی چاہیے؟

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”اذان اور اقامت کے درمیان اس وقت کے شرف کی وجہ سے دُعا رَد نہیں ہوتی لہٰذا اس وقت میں دعا مانگو۔ ایک روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے جب یہ سنا کہ اذان اور

(1) ۔۔۔ ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی ان الدعاء لا یرد بین الاذان والاقامۃ، ۱ / ۲۵۳، حدیث: ۲۱۲۔

اقامت کے درمیان دُعا رَد نہیں ہوتی تو عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم کیا دعا مانگیں؟ ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرو۔"[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان و تکبیر کے درمیان کا سارا وقت مراد ہے کہ اس میں جب بھی دعا مانگے قبول ہوگی۔[2] شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "بہتر یہ ہے کہ اذان سے **متصل** دعا مانگے تاکہ اُس حدیث سے بھی موافقت ہوجائے جس میں فرمایا گیا کہ اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔"[3]
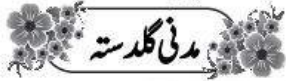
مدنی گلدستہ

"دعا" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

(2) قبولیت کی گھڑیوں میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور عافیت کی دعا مانگنی چاہیے۔

(3) بہتر یہ ہے کہ اذان سے متصل یعنی فوراً بعد دعا مانگے تاکہ اُس حدیث سے بھی موافقت ہوجائے جس میں فرمایا گیا کہ اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا و آخرت میں عافیت عطا فرمائے۔

عطا کر عافیت تو نزع و قبر و حشر میں یارب
وسیلہ فاطمہ زہرا کا کر لطف وکرم مولیٰ

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن، ۲/۲۶۳، تحت الحدیث: ۶۷۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۴۱۸۔

3 ... لمعات التنقیح، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن، ۲/۳۱۴، تحت الحدیث: ۶۷۱ ملخصا۔

باب نمبر:187

نماز کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر دن میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ قرآن میں نماز کا ذکر کم و بیش سات سو(700) مقامات پر آیا ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہو گا۔ نماز کی احادیث میں بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، نماز انسان کو بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ نماز گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ نماز دِین کا ستون ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔ نماز سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ نماز سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ نماز بیماریوں سے بچاتی ہے۔ نماز سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔ نماز اندھیری قبر کا چراغ ہے۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ نماز جہنم کے عذاب سے بچاتی ہے۔ نماز پُل صراط کے لئے آسانی ہے۔ نماز دُعاؤں کی قبولیت کا سبب ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے اور سب سے بڑھ کر نماز ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"نماز کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 5 احادیث بیان فرمائی ہے۔

نماز بے حیائی سے روکتی ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِؕ (پ۲۱، العنکبوت:۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں نماز کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی ممنوعاتِ شرعیہ سے لہٰذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ اُن بُرائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔"(1)

(1)... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۱، العنکبوت، تحت الآیۃ:۴۵ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:1042

گناہوں کو دھونے والی نہر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ یَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ؟ قَالُوْا: لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ اُس نہر سے پانچ بار نہائے تو کیا اُس پر کچھ میل رہ جائے گا؟ صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: اُس پر کچھ میل باقی نہ بچے گا۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "پانچ نمازیں اسی طرح ہیں، **اللہ** تعالیٰ اِن کے ذریعے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔"

حدیث نمبر:1043

پانچ نمازوں کی مثال

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِكُمْ یَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے ایک بڑی نہر بہتی ہو اور وہ ہر روز اُس نہر سے پانچ بار غسل کرے۔"

گناہوں سے پاک ہونے کا آسان طریقہ:

مذکورہ دونوں احادیث میں نماز کی فضیلت کا ذکر ہے کہ نماز کی مثال ایک نہر کی سی ہے جس طرح کوئی شخص کسی نہر میں روزانہ پانچ بار نہائے تو اس پر کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا اسی طرح اگر کوئی شخص

❶ . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا۔۔۔الخ، ص ۲۶۳، حدیث: ۱۵۲۲۔

❷ . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا۔۔۔الخ، ص ۲۶۳، حدیث: ۱۵۲۳۔

روزانہ نمازِ پنجگانہ ادا کرے تو اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ باقی نہ رہے گا۔ حدیث شریف میں فرمایا: ”تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے ایک بڑی نہر بہتی ہو۔“ یعنی جس طرح گھر کے دروازے پر موجود نہر تک تم با آسانی پہنچ سکتے اور اس میں نہا کر اپنا میل کچیل دُور کر سکتے ہو اِسی طرح نماز تک پہنچنے کے لیے تمہیں کوئی مشکل جھیلنے کی ضرورت نہیں، تم با آسانی نماز پڑھ کر اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر سکتے ہو۔ حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ قریبی نہر تک باسہولت پہنچنا اور اُس کو استعمال کرنا آسان ہے۔“[1]

نہر سے تشبیہ دینے کی وجہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے۔ خیال رہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نمازِ پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے، دو وجہ سے: ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے، یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میل دل کے لیے پانی۔[2]

مدنی گلدستہ

”نماز“ کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

1 . . . اکمال المعلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ۔۔۔الخ، ۲/ ۶۴۴، تحت الحدیث: ۶۶۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۱۔

(1) نماز کی مثال ایک نہر کی طرح ہے جس طرح نہر سے نہانے والا میل کچیل سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اسی طرح نماز پڑھنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

(2) نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں البتہ کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے۔

(3) گناہ دِلوں کا میل ہے اور نماز دِل کے میل کے لیے پانی ہے۔

(4) ہمیں پابندی سے نماز ادا کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پابندی کے ساتھ پانچوں نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1044

نیکیاں بُرائیوں کو مِٹا دیتی ہیں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَۃٍ قُبْلَۃً، فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ: اَلِیْ ھٰذَا؟ قَالَ: لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّہِمْ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا، (پھر نادم ہو کر) بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کی خبر دی تو **اللہ** تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۱۴) (ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں) تو اُس شخص نے عرض کی: کیا یہ حکم صِرف میرے لیے ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "یہ حکم میری تمام اُمّت کے لیے ہے۔"

---

[1] ۔۔۔بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلاۃ کفارۃ، ۱/ ۱۹۶، حدیث: ۵۲۶۔

آیت کا شانِ نزول:

ترمذی میں ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک عورت کھجور خریدنے آئی، اس نے کہا: ”گھر میں عمدہ کھجوریں ہیں۔“ جب وہ اس کے ساتھ گھر میں آئی تو اچانک اس شخص پر شیطان غالب آ گیا اور اس نے عورت کا بوسہ لے لیا۔[1] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یہ اَجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی کی شامت ہے۔“ حضرت ابنِ ملک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں اُس عورت نے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر۔“ تو وہ شخص نادِم ہوا اور اس فرمانِ باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سارے واقعے کی خبر دی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾ (پ ۷، النجم: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

پھر حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں اپنے ربّ کے حکم کا انتظار کروں گا۔“ چنانچہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ عصر ادا فرمائی تو اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے سورۂ ہود کی مذکورہ آیت نازل فرمائی۔[2]

نماز صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے:

عَلَّامَہ اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: حضرت ابنِ مسعود، حضرت ابنِ عباس، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ اور حضرت سعید بن مسیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وغیرہ کا قول ہے کہ حسنات سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 . . . ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ھود، ۵ / ۸۰، حدیث: ۳۱۲۶ ملخصا۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، الفصل الاول، ۲ / ۲۶۸، تحت الحدیث: ۵۶۶۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پانچوں نمازیں درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں اس کے لئے جو کبیرہ گناہوں سے بچے۔"[1]

اُمّتِ مُسْلِمَہ کے لئے آسانیاں:

اُس شخص نے عرض کی: کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "یہ حکم میری تمام اُمَّت کے لیے ہے۔" اس کی شرح میں مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اُتری مگر اس کا حکم عام ہے۔ یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقًا ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اِس میں اُن حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔ یہاں مِنْ اُمَّتِی فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اِس اُمَّت کے لئے ہیں گزشتہ اُمَّتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔"[2]

مدنی گلدستہ

"صلاۃ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نماز، صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

(2) صحابہ کرام اپنے مسائل حل کروانے کے لیے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تھے۔

(3) صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے۔

(4) اِس اُمَّت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت آسانیاں پیدا کی ہیں ورنہ پچھلی اُمَّتوں کے لیے معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلاۃ کفارۃ، ۲/ ۱۵۵ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۲۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1045

پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ کَفَّارَۃٌ لِمَا بَیْنَھُنَّ مَالَمْ تُغْشَ الْکَبَائِرُ۔ (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہ نہ کئے جائیں۔“

اللہ کا فضل اُمَّتِ محمدی پر:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نمازوں کے مابین جو بھی گناہ ہوں گے وہ بخش دیئے جائیں گے سوائے کبیرہ گناہوں کے کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے، یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ (2)

گناہوں کو بخشوانے والے اَعمال:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ، اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہوگئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہِ کبیرہ جیسے کفر

---

1 . . . مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ و رمضان الی رمضان۔۔۔الخ، ص ۱۱۸، حدیث: ۵۵۰۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، الفصل الاول، ۲/۲۶۶، تحت الحدیث: ۵۶۴۔

وشرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہیں ہوتے۔ خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہیں، چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں۔ لہٰذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیئے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ
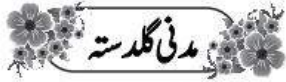
"مکہ" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) پانچ نمازیں درمیان میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں۔

(2) ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔

(3) جن اعمال سے گناہ معاف ہوتے ہیں ان اعمال سے نیک لوگوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے اور ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1046

خشوع سے نماز پڑھنا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَا مِنْ اِمْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُہُ صَلَاۃٌ مَکْتُوْبَۃٌ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَھَا وَخُشُوْعَھَا وَرُکُوْعَھَا اِلَّا کَانَتْ کَفَّارَۃً لِمَا قَبْلَھَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ تُؤْتَ کَبِیْرَۃٌ وَذٰلِکَ الدَّھْرَ کُلَّہُ."[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۰۔

2 ... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ص ۱۱۶، حدیث: ۵۴۳۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آجائے پھر وہ اس نماز کا وضو اچھی طرح کرے پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھے اور اس کا رکوع کرے تو وہ نماز اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے اور یہ معاملہ عمر بھر رہتا ہے۔“

خشوع سے نماز پڑھنے کا مطلب:

حدیث میں فرمایا: ”نماز کا وضو اچھی طرح کرے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ وضو کو پورے فرائض و سنن کے ساتھ کرے۔ ”نماز میں اچھی طرح خشوع کرے“ یعنی نماز کے تمام ارکان کامل طریقے سے تواضع وانکساری کے ساتھ ادا کرے یا مطلب یہ ہے کہ خشیتِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے، نظریں جائے سجدہ کی طرف ہوں اور ہر چیز سے توجہ ہٹا کر صرف نماز کی طرف توجہ ہو۔ نماز میں خود کو کَفِّ ثوب، اِدھر اُدھر دیکھنے، فضول کاموں اور جمائی وغیرہ سے بچانا بھی خشوع میں داخل ہے۔ اِس حدیث میں اللہ تعالٰی کے اِس فرمان کی طرف اِشارہ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱،۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

اور یہ خشوع نماز میں ظاہر و باطن دونوں میں ہونا چاہیے۔ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو اپنی داڑھی یا کپڑوں سے کھیلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی خشوع کرتے۔“[1]

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیرِ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس میں دل لگا ہو اور دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو اور نظر جائے نماز سے باہر نہ جائے اور گوشۂ چشم سے کسی طرف نہ دیکھے اور کوئی عبث (فضول) کام نہ کرے اور کوئی کپڑا شانوں پر نہ لٹکائے اس طرح کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے ہوں اور آپس میں ملے نہ ہوں اور انگلیاں

---

1 ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۲/ ۱۴، تحت الحدیث: ۲۸۶ ملخصاً۔

نہ چٹخائے اور اس قسم کے حرکات سے باز رہے۔ بعض نے فرمایا کہ خشوع یہ ہے کہ آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے۔"[1]

صحابۂ کرام خشوع سے نماز پڑھتے:

حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "جب صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نماز پڑھتے تو وہ اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے، اپنی نظریں سجدہ کرنے کی جگہ پر رکھتے تھے اور انہیں یہ یقین ہوتا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے تھے۔"[2]

خشوع نماز کی روح ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: نماز کا خشوع یہ ہے کہ اس کا ہر رکن صحیح ادا کرے، دل میں عاجزی اور خوف خدا ہو، نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ، رکوع میں پاؤں کی پشت، سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے۔ خشوع نماز کی روح ہے۔ رب فرماتا ہے: ﴿هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴾ صرف رکوع کا اسی لئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدہ کے اس میں مشقت زیادہ ہے، نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے، یہود و نصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا، اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔ نیز رکوع مستقل عبادت نہیں، صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے جیسے سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔ (حدیث میں فرمایا: اور یہ معاملہ عمر بھر رہتا ہے۔) یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے۔[3]

نماز میں جلدی مت کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث شریف میں خُشوع و خُضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب

---

1. ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۸، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۲۔
2. ... تفسیر درمنثور، پ۱۸، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۲، ۶/ ۸۴۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۵ ملتقطاً۔

دلائی گئی ہے یعنی بندہ جب نماز پڑھے تو اطمینان کے ساتھ نماز کے تمام ارکان ادا کرے قیام، رکوع، قومہ، جلسہ اور سجدہ وغیرہ میں کہیں بھی جلدی نہ کرے۔ نماز کے ہر رکن کو اعتدال کے ساتھ ادا کرے۔ بعض لوگ نماز پڑھنے میں بہت جلدی مچاتے ہیں اور جلدی جلدی کوّے کی طرح ٹھونگیں مار کر چلے جاتے ہیں۔ یاد رکھیے! جلدی جلدی نماز پڑھنے سے نماز کے فرائض وواجبات رہ جاتے ہیں جس کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی یا واجب الاعادہ ہو جاتی ہے۔ اگر نماز کا کوئی فرض ادا ہونے سے رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی اور اگر کوئی واجب رہ جائے تو نماز ناقص ہوتی ہے اور اسے پھر سے پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھتے دیکھا تو تین مرتبہ اس سے نماز دہرائی۔ چنانچہ،

سرکار نے نماز سکھائی:

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جبکہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ اس شخص نے نماز ادا کی پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”واپس جاؤ اور نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ وہ شخص واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھی پھر حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”جاؤ اور نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ اس شخص نے تیسری بار کے بعد عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے (نماز کا طریقہ) سکھا دیجئے۔ مدنی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم نماز کا ارادہ کرو تو تکبیر کہو، پھر قرآن میں سے جس قدر آسان ہو پڑھ لو، پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں تمہیں اِطمینان ہو جائے۔ پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر اٹھو یہاں تک کہ تمہیں بیٹھنے میں اطمینان ہو جائے۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ تم سجدے میں مطمئن ہو جاؤ۔ پھر اٹھو حتّٰی کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اپنی ساری نماز میں یہی کرو۔“[1]

[1] . . . بخاری، کتاب الاذان، باب امر النبی الذی لایتم رکوعہ بالاعادۃ، ۱/۲۷۸، حدیث: ۷۹۳ ملخصاً۔

حدیثِ پاک سے پتا چلا کہ نماز اطمینان سے اُس کے تمام فرائض وواجبات اور سُنَن ومستحبات کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔صَدْرُالشَّرِیعہ بَدْرُالطَّرِیقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی "بہارِ شریعت" میں نماز کے واجبات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تعدیلِ اَرکان یعنی رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں کم از کم ایک بار سُبْحٰنَ اللہ کہنے کی قدر ٹھہرنا (واجب ہے)۔"[1]

مدنی گلدستہ
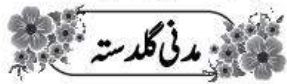
"خشوع" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) وضو اچھی طرح کرنا چاہیے کہ کوئی عضو جس کا دھونا فرض ہے اس کی بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے ورنہ وضو نہیں ہوگا اور وضو نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔

(2) نماز آرام واطمینان اور خُشوع وخُضوع کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔

(3) خُشوع کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان کامل طریقے سے تواضع وانکساری اور خشیتِ قلب کے ساتھ ادا کرے۔

(4) نماز میں تعدیلِ ارکان یعنی نماز کے ہر رکن کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ...... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی

میں پڑھتا رہوں سنتیں وقت ہی پر ...... ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی

دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت ...... رہوں باوضو میں سدا یاالٰہی

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... بہار شریعت، ۱/۵۱۸، حصہ ۳۔

باب نمبر:188

فجراور عصر کی نماز کی فضیلت

مسلمانوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ پانچوں نمازیں ہی اہمیت و فضیلت کی حامل ہیں اور ہر نماز کی اپنی ایک خاص قدر و مَنزلت ہے۔ مگر شریعتِ مُطَہَّرہ نے مختلف حالات واَوقات کے پیشِ نظر بعض نمازوں کی بہت زیادہ تاکید فرمائی اور اُن کی ادائیگی پر بہت زیادہ اجر وثواب رکھا جیسا کہ فجر وعصر کی بہت زیادہ تاکید ہے اوران کی ادائیگی پر بطورِ خاص جنت کی بشارت اور جہنم سے آزادی کامُژدہ سنایا گیاہے۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دیگر نمازوں کے مقابلے میں عموماً ان دو نمازوں کی ادائیگی نفس پر زیادہ دشوار ہوتی ہے، کیونکہ عصر کے وقت لوگ کام کاج سمیٹ رہے ہوتے ہیں اور تاجر حضرات دکانیں بند کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہوتے ہیں۔فجر کے وقت نیند طاری ہوتی ہے، موسم ٹھنڈا و خوشگوار ہوتا ہے۔ان حالات میں نماز کے لئے جانا نفس پر بہت دشواراور گراں ہوتا ہے مگر جو خوش نصیب یہ سب چیزیں ٹھکرا کروقت پر فریضۂ نماز ادا کرتے ہیں ان کے لئے دنیاوآخرت میں بڑے اجر وثواب کی بشارت ہے کیونکہ جس نیک عمل میں جتنی زیادہ مشقت ہو اس پر اجر وثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوا کرتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"فجر اور عصر کی نماز کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 6 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1047

جنت کی بشارت

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔"

ٹھنڈی نمازوں سے مراد:

اِمَام ابوزکریا یحییٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد فجر

(1) . . . بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، ۱ / ۲۱۰، حدیث: ۵۷۴۔

اور عصر کی نمازیں ہیں۔"[1] علامہ خطابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ دونوں نمازیں دن کے دونوں کناروں میں پڑھی جاتی ہیں جبکہ ہوا خوشگوار اور گرمی کی شدت جاتی رہتی ہے اس لئے انہیں ٹھنڈی نمازیں کہا گیا۔[2]

جنت میں داخلے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیث پاک میں جنت میں داخلے سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو احتمال ہو سکتے ہیں: **(1)** فجر و عصر کی نماز پڑھنے والا ابتدا ہیں نجات پانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو گا جبکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا ہو یا کبائر کا مرتکب تو ہوا مگر توبہ کر لی ہو یا توبہ بھی نہیں کی مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت سے معاف فرما دیا۔ **(2)** فجر و عصر کی نماز پڑھنے والا اپنے اعمال کا بدلا پا کر بالآخر جنت میں ضرور جائے گا۔ اس میں فجر و عصر کی پابندی کرنے والوں کے لئے ایمان پر خاتمے کی بشارت ہے کیونکہ جنت میں صرف وہی داخل ہو سکے گا جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو گا۔[3]

فجر اور عصر کو بطورِ خاص ذِکر کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "فجر و عصر کو بطورِ خاص ذکر کرنے کا مقصد ان کی عظمت و شان بیان کرنا اور انہیں پابندی سے پڑھنے کی ترغیب دلانا ہے کیونکہ ان نمازوں میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔"[4] فقیہ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ان دونوں نمازوں کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ فجر کا وقت سونے کا ہے اور عصر کے بعد لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں یا دوسرے کاموں میں، نیز ملائکہ ان دونوں اوقات میں بدلتے ہیں جو ان نمازوں کا پابند ہو گا اس کا آخری عمل جو خدا کی بارگاہ میں پیش ہو گا وہ نماز ہو گی۔ علاوہ ازیں حضرت **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر موقوف ایک حدیث میں ہے: "نمازِ صبح کے وقت ایک منادی ندا دیتا

---

1. . . . ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر، ص ۲۹۵۔
2. . . . عمدۃ القاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، ۴/ ۱۰۰، تحت الحدیث: ۵۷۴ ملخصا۔
3. . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل صلاۃ الصبح والعصر، ۳/ ۵۳۴، تحت الحدیث: ۱۰۴۵۔
4. . . . عمدۃ القاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، ۴/ ۱۰۰، تحت الحدیث: ۵۷۴۔

ہے، اے ابنِ آدم! اٹھو اور اپنے اوپر جو جلا رہے ہو بجھاؤ۔ اسی طرح نمازِ عصر کے بعد بھی یہ ندا دیتا ہے۔ اس پر جو لوگ طہارت کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں تو جب سوتے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔‘‘[1]

مدنی گلدستہ

”عصر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) فجر اور عصر کی نمازیں چونکہ ٹھنڈے اوقات میں پڑھی جاتی ہیں اس لئے انہیں حدیث پاک میں ٹھنڈی نمازوں سے تعبیر کیا گیا۔

(2) فجر اور عصر کی پابندی کرنے والوں کے لئے ایمان پر خاتمے کی بشارت ہے۔

(3) فجر اور عصر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تمام نمازوں بالخصوص نمازِ فجر و عصر کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1048

جہنم سے آزادی

عَنْ اَبِی زُھَیْرٍ عُمَارَۃَ بْنِ رُوَیْبَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَنْ یَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا یَعْنِی: اَلْفَجْرَ وَالْعَصْرَ۔[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو زہیر عُمارہ بن رُوَیبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل نماز پڑھی یعنی فجر و عصر کی نماز پڑھی وہ ہرگز جہنم میں نہ جائے گا۔“

---

1 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۲۵۷ ملخصاً۔

2 ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیھما، ص ۲۵۰، حدیث: ۱۴۳۶۔

جہنم میں نہ جانے سے کیا مراد ہے؟

مرآۃ المناجیح میں ہے: اس (حدیث) کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ فجر و عصر کی پابندی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہ جائے گا، اگر گیا تو عارضی طور پر۔ دوسرے یہ کہ فجر و عصر کی پابندی کرنے والوں کو اِنْ شَآءَ اللہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی اور سارے گناہوں سے بچنے کی بھی کیونکہ یہی نمازیں زیادہ بھاری ہیں جب ان پر پابندی کرلی تو اِنْ شَآءَ اللہ بقیہ نمازوں پر بھی پابندی کرے گا۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ نجات کے لئے صرف یہ دو نمازیں ہی کافی ہیں باقی کی ضرورت نہیں۔ [1]

عبادت سے محبت کی علامت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "فجر کا وقت میٹھی نیند کا وقت ہے اور عصر کا وقت دن کے کام کاج کے اختتام اور رات کے کھانے کی تیاری کا وقت ہوتا ہے۔ ان مشاغل کے باوجود وقت پر یہ نمازیں ادا کرنا سستی سے دوری اور عبادت سے محبت کی علامت ہے لہٰذا جو مسلمان ان دو نمازوں کا پابند ہو گا وہ بقیہ نمازوں کا اور بھی زیادہ پابند ہو گا۔" [2]

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث سے ان دو نمازوں کی فضیلت میں مبالغہ مراد ہے کہ یہ نمازیں اس قدر افضل و اعلیٰ ہیں کہ ان کو پابندی سے ادا کرنے والا ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندوں کو ان کے ہر عمل پر جزا دیتا ہے وہ چاہے تو ان دو نمازوں کو پابندی سے پڑھنے والے کو عذاب نہ دے، اپنے فضل سے بخش دے اور اس سے راضی ہو جائے۔" [3]

اللہ تعالیٰ کا ذمہ

حدیث نمبر:1049

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْیَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّی الصُّبْحَ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۹۴۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۴۷۳، تحت الحدیث: ۱۲۲۔

3 ... لمعات التنقیح، کتاب الصلاۃ، باب فضائل الصلاۃ، ۲/ ۳۸۱، تحت الحدیث: ۶۲۴ ملخصا۔

فَهُوَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَیْءٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جندب بن سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ میں ہے۔ تو اے ابن آدم! دیکھ! کہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے ذمہ میں سے کسی چیز کے بارے میں تجھ سے پوچھ گچھ نہ کرے۔"

اللہ تعالٰی کے ذمہ سے کیا مراد ہے؟

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیثِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کا پابند ہو اسے کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچاؤ اگر اسے تنگ کرو گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری پکڑ فرمائے گا اور منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا پھر اس سے بچ کر کہیں بھاگ نہ سکو گے۔[2] **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "فجر کی نماز پڑھنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنتِ الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔"[3]

مدنی گلدستہ

"فجر" کے 3 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) فجر و عصر کی پابندی کرنے والوں کو اِنْ شَآءَ اللّٰہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی۔

(2) وقت پر نمازیں ادا کرنا سستی سے دوری اور عبادت سے محبت کی علامت ہے۔

(3) فجر کی نماز پڑھنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہوتا ہے۔

---

1 . . . مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة، ص ۲۵۸، حدیث: ۱۴۹۳، بدون قوله: فانظر یا ابن آدم۔

2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الصلاة، باب فضائل الصلاة، ۲/ ۳۸۴، تحت الحدیث: ۶۲۷۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۹۵ ملتقطاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فجر و عصر کی نماز پابندی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی فضیلت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1050

صبح و شام فرشتوں کی تبدیلی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْئَلُهُمُ اللهُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر و عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر جو رات بھر تمہارے پاس رہے جب وہ واپس اوپر جاتے ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب کچھ خوب جاننے کے باوجود ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم انہیں نماز کی حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تب بھی انہیں نماز ہی میں پایا تھا۔

فرشتوں سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہاں فرشتوں سے مراد یا تو اَعمال لکھنے والے **دو** فرشتے ہیں یا انسان کی حفاظت کرنے والے ساٹھ فرشتے۔ ہر نابالغ کے ساتھ ساٹھ فرشتے رہتے ہیں اور بالغ کے ساتھ ۶۲۔ اسی لئے نماز کے سلام اور دیگر سلاموں میں ان کی نیت کی جاتی ہے، ان ملائکہ کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں دن میں اور رات میں، مگر فجر و عصر میں پچھلے فرشتے جانے نہیں پاتے کہ اگلے ڈیوٹی والے آجاتے ہیں تاکہ ہماری ابتداء وانتہا کے گواہ زیادہ ہوں۔ (پھر جب فرشتے جاتے ہیں) اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف جہاں ان کا مقام ہے۔ (تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے اپنے بندوں کے بارے میں سوال

1 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیھما، ص ۲۴۹، حدیث: ۱۴۳۲۔

کرتا ہے) یہ سوال یاتو ان فرشتوں کو گواہ بنانے کے لئے ہے یا نمازوں کی عظمت ان کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے کیونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے ربّ! تو فسادی اور خون ریزیاں کرنے والوں کو خلافت کیوں دے رہا ہے؟ معلوم ہوا کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں اگر حضور نے کسی سے کوئی بات پوچھی تو اس سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی۔ (فرشتے عرض کرتے ہیں: ہماری آمد و واپسی کے وقت وہ نماز میں تھے) اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فرشتے نمازیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ آس پاس کی نیکیوں کا ذکر اور درمیان کے گناہوں سے خاموشی یا یہ مطلب ہے کہ اے مولا! جن بندوں کی ابتدا اور انتہا ایسی اعلیٰ ہو ان کے درمیانی اعمال بھی اچھے ہوں گے جس دکان کی بونی اچھی ہو اس میں ہمیشہ برکت ہی رہتی ہے۔[1]

ملائکۂ شب سے ہی پوچھنے کی وجہ:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: فجر و عصر کو یہ خصوصی فضیلت حاصل ہے کہ اس میں صبح اور شام کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ ملائکۂ شب ہی سے پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ رات کا عمل افضل اور صِدق واِخلاص کے اعتبار سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ علما نے یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے افضل ہیں۔[2]

حدیث سے معلوم ہونے والے مسائل:

”فُیوض الباری“ میں ہے: حدیثِ ہٰذا مسائلِ ذیل پر مشتمل ہے:

(1) دن اور رات کے فرشتے نمازِ فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خاص فضل و کرم ہے کہ ایسے اوقات میں یہ جمع ہوتے ہیں جبکہ بندگانِ خدا کی جبینیں اس کے حضور جھکی ہوتی ہیں اور ملائکہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں جو وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔

(2) نماز عبادات میں ایک نہایت ہی اعلیٰ عبادت ہے اور فجر و عصر ان میں اعظم ہے۔

(3) اس حدیث میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ رزق کی تقسیم فجر کے وقت اور اعمال عصر کے وقت

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۹۴۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب درتوابع وتتمات، ۱/ ۳۲۲ ملخصاً۔

اٹھتے ہیں تو جو شخص ان دونوں وقتوں میں مصروفِ عبادت ہوتا ہے اس کے رزق و عمل میں برکت دی جاتی ہے۔

(4) ملائکہ بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

(5) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ سوال کرنا ہر موقع و محل پر مسائل کے عدمِ علم پر دلالت نہیں کرتا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے باوجود عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (ہر ظاہر و چھپی چیز کا جاننے والا) ہونے کے ملائکہ سے سوال کرنے میں حکمت یہ تھی کہ ملائکہ گواہ ہو جائیں یا یہ حکمت تھی کہ اس سوال سے ملائکہ پر اس امر کا اظہار تھا کہ بنی آدم میں بھی تمہاری طرح تقدیس و تسبیح کرنے والے موجود ہیں کیونکہ ملائکہ نے خلقِ آدم کے وقت عرض کی تھی: ﴿اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۳۰) (ترجمۂ کنز الایمان: کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے۔)[1]

مدنی گلدستہ

”نماز“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) فجر اور عصر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

(2) ہر نابالغ کے ساتھ ساٹھ (60) محافظ فرشتے اور بالغ کے ساتھ باسٹھ (62) فرشتے ہوتے ہیں۔

(3) نماز عبادات میں ایک نہایت ہی اعلیٰ عبادت ہے اور فجر و عصر ان میں سے اعظم ہے۔

(4) رزق کی تقسیم فجر کے وقت اور اعمال عصر کے وقت اٹھائے جاتے ہیں تو جو شخص ان دونوں وقتوں میں مصروفِ عبادت ہوتا ہے اس کے رزق و عمل میں برکت دی جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... فیوض الباری، ۳/ ۲۴۹ ملخصاً۔

حدیث نمبر: 1051

دیدارِ الٰہی کا ایمان افروز تذکرہ

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُوْنَ فِي رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جریر بن **عبد اللہ** بجلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھ کر ہم سے فرمایا: ”تم یقیناً اپنے ربّ تعالیٰ کا دیدار کرو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اسے دیکھنے میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہو رہی۔ اگر تم سے ہو سکے تو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل کی نماز میں ہرگز مغلوب نہ ہونا (یعنی فجر و عصر کی نماز ہرگز ترک نہ کرنا)۔

اور ایک روایت میں ہے: چاند کی طرف چودھویں رات کو دیکھا۔

فجر و عصر میں سُستی سے بچنا:

لَمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے: ”تم فجر و عصر کی نماز میں مغلوب نہ ہونا یعنی سُستی و آرام طلبی تم پر اس طرح غالب نہ آئے کہ یہ دونوں نمازیں ہی چھوڑ دو۔ فجر و عصر کی تخصیص ان کی افضلیت کی بنا پر ہے، ورنہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی سستی نہ کی جائے۔“[3] ان دو نمازوں کو خصوصیت سے ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ دیدارِ الٰہی ان ہی اوقات میں ہو گا۔[4] ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابلیت پیدا کرے گی۔[5]

1 . . . بخاری، کتاب المواقیت، باب فضل صلاۃ الفجر، ۱/ ۲۱۰، حدیث: ۵۷۳ بتغیر قلیل۔

2 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب وسبح بحمد ربک۔۔۔الخ، ۳/ ۳۳۴، حدیث: ۴۸۵۱۔

3 . . . لمعات التنقیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق، باب رؤیۃ اللہ تعالی، ۹/ ۱۳۸، تحت الحدیث: ۵۶۵۵۔

4 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب رویۃ اللہ تعالی، ۴/ ۴۵۰۔

5 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۱۸۔

مؤمن کے لئے سب سے بڑی نعمت:

علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت شرح ریاض الصالحین میں فرماتے ہیں: ”آخرت میں اہلِ ایمان کو دیدارِ الٰہی ہوگا اس پر تمام اہلِ سنت کا اِجماع ہے۔ بدعتیوں میں سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجیہ فرقوں نے آخرت میں دیدارِ الٰہی کو عقلی طور پر ناممکن قرار دے کر اس کا انکار کیا ہے۔ ان کا یہ کہنا صریح غلطی اور بہت بڑی جہالت ہے کیونکہ قرآن وسنت، اِجماعِ صحابہ اور سلف صالحین سے یہ بات ثابت ہے کہ مؤمنین کو آخرت میں دیدارِ الٰہی ہوگا۔ بیس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اس بارے میں احادیث مروی ہیں اور آیاتِ قرآنیہ تو اس بارے میں مشہور ہیں۔ بدعتیوں نے آخرت میں دیدارِ الٰہی کے حوالے سے جو اعتراضات اٹھائے ہیں ان کے جوابات اہلِ سنت کے علمائے متکلمین کی کتب میں موجود ہیں۔“[1]

مُحقِّق عَلَی الْاِطْلَاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: تمام اہلِ حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ آخرت میں اہلِ ایمان کو دیدارِ الٰہی کی دولت نصیب ہوگی۔ انسان، ملائکہ، جِنّات، مرد، عورتیں سبھی اس نعمت سے مشرّف ہوں گے۔ دنیا میں بھی دیدارِ الٰہی ممکن ہے لیکن اس کا وقوع نہیں۔ البتہ سید دو عالَم، نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج کی شب دیدارِ الٰہی نصیب ہوا۔ دیدارِ الٰہی کی نعمت سے صرف جنّتی ہی مشرف ہوا کریں گے، البتہ میدانِ محشر میں سب دیکھیں گے کیا مؤمن کیا کافر سب کو دیدار ہوگا پھر کفار ہمیشہ کے لئے دور و محروم ہو جائیں گے، اور دائمی حسرت وندامت ان کا مقدر ہوگی۔ نمازوں کی پابندی سے دیدارِ الٰہی کی لیاقت پیدا ہوتی ہے۔ دیدارِ الٰہی کے وقت ایسا نہیں ہوگا کہ بعض دیکھیں اور بعض نہ دیکھیں بلکہ جس طرح چودھویں کا چاند نہایت ہی واضح اور ظاہر ہوتا ہے کثیر مجمع بھی بغیر مشقت کے دیکھ لیتا ہے اسی طرح باری تعالٰی کا دیدار بھی نہایت ہی ظاہر و کامل ہوگا وہاں ہجوم و مجمع کی وجہ سے کسی کو دیکھنے میں مشقت ورکاوٹ نہ ہوگی۔[2]

---

1. ... الفوائد المترعة الحیاض، کتاب الفضائل، باب صلاة الصبح والعصر، ٥/ ٥٦، تحت الحدیث: ١٠٥١۔
2. ... اشعة اللمعات، کتاب الفتن، باب رویة الله تعالٰی، ٤/ ٤٢٨، ٤٢٩ ملخصاً۔

حدیثِ مذکور میں موجود تشبیہ کی وضاحت:

حدیثِ پاک میں ہے: "تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔" یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اس طرح شک وشبہ سے بالاتر ہو گا جیسے چاند کا دیکھنا شک وشبہ سے بالاتر ہوتا ہے۔ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات سمت وجہت اور حدود سے پاک ہے اس لئے یہاں تشبیہ سے) یہ ہر گز مراد نہیں کہ جس طرح چاند ایک مخصوص جہت وحد میں سامنے نظر آتا ہے اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات بھی ہو گی۔[1]

فجر وعصر کا اجرِ عظیم:

فیوضُ الباری میں ہے: قیامت کے دن ہر مسلمان کو دیدارِ باری تعالیٰ ہو گا اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہو گا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک نہایت آسانی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ اب رہی یہ بات کہ یہ دیدار کیسے ہو گا، اس کی کیفیت کیا ہو گی، ذات کا دیدار ہو گا یا تجلّی کی رُویت ہو گی؟ تو اس کے متعلق ایک مسلم کے لئے بس اتنا جاننا اور ماننا کافی ہے کہ دیدار ہو گا۔ رہی اس کی حقیقت وماہیت وکیفیت تو یہ نہ بیان ہو سکتی ہے اور نہ بیان کی جاسکتی ہے اور نہ اس کی تہہ تک پہنچنے کا ہمیں مکلّف بنایا گیا ہے۔ دیدارِ باری حق ہے، کتاب وسنت واجماعِ صحابہ سے ثابت ہے، احادیث تو اس باب میں بہت ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کی تصریح ہے۔ رُویتِ الٰہی (دیدارِ الٰہی) کے ذکر کے وقت فجر وعصر کے ذِکر کی مناسبت یہ ہے کہ نماز افضل عبادات سے ہے اور عصر وفجر کی اہمیت وعظمت بہت زیادہ ہے، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کے اجتماع واعمال کے اٹھنے کا ہے، لہٰذا ایسے افضل واعلیٰ عمل کا ثواب بھی افضل ہونا چاہیے اور وہ ہے دیدارِ الٰہی جو تمام اُخروی نعمتوں سے افضل واکمل اعلیٰ وارفع ہے۔[2]

ہر مومن دیدارِ الٰہی سے مُشَرَّف ہو گا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: دنیا میں

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الفتن، باب رویة الله تعالی، ۴/ ۴۴۹۔

2 . . . فیوض الباری، ۳/ ۲۴۸۔

بندے اللہ تعالیٰ کو بصیرت یعنی نورِ قلبی سے دیکھتے ہیں اسے جانتے پہچانتے ہیں، آخرت میں اسے بصارت یعنی نورِ نگاہ سے دیکھیں گے کہ وہاں بصارت میں بصیرت ہوگی۔ دنیا میں خواب میں دیدارِ الٰہی ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے۔ ہمارے امامِ اعظم نے ایک سو بار ربّ کو خواب میں دیکھا۔ امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خواب میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا تو پوچھا: الٰہی! کون سی عبادت افضل ہے؟ فرمایا: تلاوتِ قرآن، دوسری بار پھر دیکھا، پوچھا: الٰہی! معنیٰ سمجھ کر تلاوت افضل ہے یا بغیر سمجھے بھی؟ فرمایا: ہر طرح افضل ہے۔ یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مومن ربّ تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت و سمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت و سمت سے پاک ہے۔ یہ دیدار قیامت میں تو ہوگا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔[1]

ایک عاشقِ رسول کا عشق بھرا انداز:

حدیثِ پاک میں ہے: ”تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چودھویں کے چاند کو دیکھا“ چاند دیکھنے کی اس کیفیت کو ایک عاشقِ رسول نے کس عشق بھرے انداز میں بیان کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے: چنانچہ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحدّث کَبِیر** عاشقِ صادِق مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چودھویں کے چاند کو دیکھا) یعنی رحمٰن کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا۔ ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہو نہ گہنے۔ ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل و جان، رُوح و ایمان کو چمکاتا ہے۔ رات میں چمکنے والے چاند کو اُس چاند نے دیکھا جو ابدُالآباد تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا، میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم وَبَارِكْ عَلٰی بَدْرِ النُّبُوَّةِ وَشَمْسِ الرِّسَالَةِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یوں کہہ لو کہ اُس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے جو دِلوں پر دن نکال دیتا ہے۔[2]

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۱۶، ۵۱۷ ملخصاً۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۱۷۔

مدنی گلدستہ
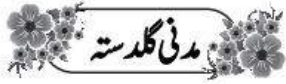
”دیدارِ الٰہی“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) اہلِ سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آخرت میں مسلمانوں کو دیدارِ الٰہی نصیب ہو گا۔

(2) انسان، ملائکہ اور جِنّات کو بھی آخرت میں دیدارِ الٰہی نصیب ہو گا۔

(3) دیدارِ الٰہی بغیر کسی جہت وسمت کے ہو گا کیونکہ اللہ تعالٰی جہت وسمت سے پاک ہے۔

(4) دیدارِ الٰہی کے وقت ایسا نہیں ہو گا کہ بعض دیکھیں اور بعض نہ دیکھیں بلکہ جس طرح چودھویں کا چاند نہایت ہی واضح اور ظاہر ہوتا ہے کثیر مجمع بھی بغیر مشقت کے دیکھ لیتا ہے اسی طرح باری تعالٰی کا دیدار بھی نہایت ہی ظاہر وکامل ہو گا۔

(5) دیدارِ الٰہی کی نعمت سے صرف جنّتی ہی مشرف ہوا کریں گے، البتہ میدانِ محشر میں سب دیکھیں گے کیا مؤمن کیا کافر سب کو دیدار ہو گا پھر کفار ہمیشہ کے لئے دور و محروم ہو جائیں گے۔

(6) بدعتیوں نے آخرت میں دیدارِ الٰہی کے حوالے سے جو اعتراضات اُٹھائے ہیں ان کے جوابات اہلِ سنت کے علمائے متکلمین نے اپنی کتب میں دیئے ہیں۔

(7) دنیا میں بھی دیدارِ الٰہی ممکن ہے لیکن اس کا وقوع نہیں۔ ہاں سیدِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج کی شب دیدارِ الٰہی نصیب ہوا۔

(8) نمازوں کی پابندی سے دیدارِ الٰہی کی لیاقت پیدا ہوتی ہے۔

(9) خواب میں دیدارِ الٰہی ممکن بلکہ اس کا وقوع ثابت ہے چنانچہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک سو بار خواب میں رب تعالٰی کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں آخرت میں اپنے دیدار کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اَعمال کی بربادی

حدیث نمبر:1052

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَکَ صَلَاۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا بُریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل برباد ہو گیا۔“

عمل برباد ہونے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: عمل کی بربادی سے مراد یہ ہے کہ جس نے کسی دن جان بوجھ کر عصر کی نماز چھوڑدی اس دن اس کے عمل کے ثواب کاکامل ہونا باطل ہو گیا۔ عصر کی نماز کا خصوصیت سے ذکر اس لئے ہوا کہ عصر کی نماز قضا کرنا دوسری کسی نماز کو قضا کرنے سے زیادہ برا ہے کیونکہ یہ صلوٰۃِ وُسطٰی ہے جس کی حفاظت کا خصوصی طور پر حکم دیا گیا ہے۔[2]

حضرت سَیِّدُنا امام مُہَلَّب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّبّ فرماتے ہیں: حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ جس نے عصر کی نماز ترک کر کے ضائع کی یا وقت میں ادائیگی پر قدرت کے باوجود محض سُستی کی وجہ سے وقت پر نہ پڑھی تو اس کی اس نماز کا ثواب ضائع ہو گیا یعنی وہ اس ثواب سے محروم ہو گیا جو وقت پر ادا کرنے کی صورت میں ملتا اور اس کے لئے کوئی ایسا عمل نہ بچا جسے فرشتے لے کر جائیں۔[3]

شارِحِ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حبطِ عمل (عمل ضائع ہونا) کفر کی وجہ سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ عصر کی نماز بوجہِ سُستی نہ پڑھنا کفر نہیں ہے بلکہ گناہِ عظیم ہے، تو حدیث میں حبطِ عمل محض وعیدِ شدید کے طور پر فرمایا گیا ہے تاکہ لوگوں پر نمازِ عصر کی اہمیت وعظمت کا اظہار ہو اور اگر حقیقی معنٰی لئے جائیں تو مطلبِ حدیث یہ ہو گا کہ جس نے نماز کی فرضیت سے انکار کر کے اس کو چھوڑ

1 . . . بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب من ترک العصر، ۱/ ۲۰۳، حدیث: ۵۵۳۔

2 . . . التیسیر، حرف المیم، ۲/ ۴۰۹۔

3 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب مواقیت الصلوۃ وفضلھا، باب من ترک العصر، ۲/ ۱۷۶۔

دیا اس کے عمل حبط ہو جائیں گے کیونکہ فرضیت نماز کا انکار کفر ہے۔[1]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نیک عمل حقیقت میں اس وقت باطل وضائع ہوتا ہے جبکہ انسان کفر و اِرتداد (اِسلام سے نکل جانا اور دِین سے پھر جانا) اختیار کرے یا کفر و اِرتداد پر اس کی موت واقع ہو جائے لہٰذا حدیثِ پاک میں عمل برباد ہونے سے مراد شدید وعید اور نقصانِ ثواب میں مُبالغہ (زیادتی) مقصود ہے کہ اس نے اتنی افضل ترین نماز ضائع کر دی۔ ایک روایت میں یہاں مطلق فرض نماز کا ذِکر بھی آیا ہے۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کا مذہب یہ ہے کہ جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والا کافر ہے۔[2] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (یہاں) غالباً عمل سے مراد وہ دُنیوی کام ہے جس کی وجہ سے اس نے نمازِ عصر چھوڑی۔ ضبطی (عمل کی بربادی) سے مراد اس کام کی برکت کا ختم ہونا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اس کے لئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے جس سے اَعمال ضبط ہو جائیں۔ (مگر) اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عصر چھوڑنا کفر و اِرتداد ہے۔[3]

گھر بار اور مال کا لٹنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نمازِ عصر کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ حدیثِ پاک میں اس کی خوب ترغیب دلائی گئی ہے اور اس کے ترک کرنے پر وعیدات سنائی گئی ہیں۔ ایک حدیثِ پاک میں تو نمازِ عصر قضا کرنے کو گھر بار اور مال لٹنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کی نمازِ عصر قضا ہو گئی گویا اس کا گھر بار اور مال لٹ گیا۔“[4]

---

1 ... فیوض الباری، ۳/ ۲۴۸۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب تعجیل الصلوۃ، ۱/ ۳۱۵۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۸۱ ملخصاً۔

4 ... بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب اثم من فاتتہ العصر، ۱/ ۲۰۲، حدیث: ۵۵۲۔

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث میں نمازِ عصر کی اہمیت و عظمت کا اظہار ہے کہ نمازِ عصر کی محافظت نہ کرنا، قضا کر دینا، وقت مکروہ تک ملتوی کر دینا اس کے پورے ثواب سے محروم ہو جانا ہے جو عصر کے لئے مقرر ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ
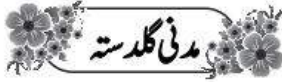
"نمازِ عصر" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) عصر کی نماز چھوڑنا دوسری کسی نماز کو چھوڑنے سے زیادہ بُرا ہے۔

(2) نمازِ عصر کو صلٰوۃِ وُسطیٰ یعنی درمیانی نماز کہا گیا ہے اور اس کی حفاظت کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔

(3) پنج وقتہ نماز میں سے کسی بھی نماز کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔

(4) جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اس کے لئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے۔

(5) نمازِ عصر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس نے یہ نماز چھوڑ دی گویا اس کا گھر بار، مال و اسباب سب کچھ لٹ گیا۔

(6) نیک عمل حقیقت میں اس وقت باطل و ضائع ہوتا ہے جبکہ انسان کفر و اِرتداد اختیار کرے یا کفر و اِرتداد پر اس کی موت واقع ہو۔

(7) امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے نزدیک جان بوجھ کر نماز ترک کرنا کفر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تمام نمازوں بالخصوص فجر و عصر کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اعمال کو برباد ہونے سے بچائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... فیوض الباری، ۳/ ۲۴۷۔

باب نمبر:189 مسجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان

مسجد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے۔ مسجد کی طرف آمد و رفت رکھنا، اسے دیکھنا، وہاں بیٹھنا، اس کا ادب و اِحترام کرنا، اس کی خدمت کرنا یہ سب ثواب کے کام ہیں۔ جو مسلمان مسجد میں آتا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مہمان بن جاتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی عزت اَفزائی فرماتا ہے، اس کے لئے جنت میں مہمانی کا سامان تیار ہوتا ہے، وہ ہر قدم پر گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا حق دار بنتا ہے، جب تک مسجد میں رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، نماز کے انتظار پر نماز کا ثواب پاتا ہے، نیک لوگوں اور فرشتوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے، گناہوں سے بچا رہتا ہے، اس کے ایمان دار ہونے کی ضمانت دی جاتی ہے، اس کے علاوہ بھی اسے دِین و دُنیا کی کثیر بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"مسجد کی طرف جانے کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 8 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1053 پابندی سے مسجد جانے کی فضیلت

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللهُ لَهُ فِی الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص صبح یا شام مسجد جاتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار فرماتا ہے جب بھی وہ صبح یا شام کو جاتا ہے۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیثِ پاک میں اُن خوش نصیبوں کے لئے جنتی مہمان نوازی کی خوشخبری ہے جو مسجد جاکر پابندی کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔

مسجد جانے کی فضیلت کیسے حاصل ہوگی؟

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور کے ظاہر سے یہ بات

[1] ... بخاری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد ومن راح، ۱/ ۲۳۷، حدیث: ۶۶۲ بتغیر قلیل۔

معلوم ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی بھی وقت مسجد آئے تو مُطلقاً اُسے فضیلت حاصل ہوگی لیکن یہ فضیلت اسی کے ساتھ خاص ہے کہ جو عبادت کی غرض سے مسجد میں آئے خاص طور پر نماز پڑھنے کے لیے۔''[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جو مسلمان مسجد میں کسی بھی وقت نماز، اِعتکاف، تلاوتِ قرآن یا حُصُولِ علم کے لئے جائے تو اسے مذکورہ فضیلت حاصل ہوگی۔ مسجد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے تو جو اس میں آئے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جنت عطا فرمائے گا کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر کرم فرمانے والا ہے اور وہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔''[2]

صبح وشام نُزُل (مہمانی) کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے یعنی جو ہمیشہ نماز کے لیے مسجد میں جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رِزق ملے گا۔ ''نُزُل (مہمانی)'' اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے، چونکہ وہ پُرتَکَلُّف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق، اس لئے جنتی کھانے کو ''نُزُل'' فرمایا گیا، ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔''[3]

مسجد میں آنے کی ایک نیت:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مذکورہ حدیثِ پاک میں اس جانب اشارہ ہے کہ مسجد گویا مہمان خانہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس میں آنے والوں کو اپنی عطا سے محروم نہیں کرتا کہ وہ کریم اس سے پاک و مُنَزَّہ ہے کہ اپنے مہمان کو محروم کرے۔ مسجد میں آنے کی ایک نیت یہ بھی ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطاؤں کے وصول کرنے کی نیت بھی کرے۔[4]

---

1. ...فتح الباری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد ومن راح، ۳/ ۱۲۹، تحت الحدیث: ۶۶۲۔
2. ...دلیل الفالحین، کتاب الفضائل باب فی فضل المشی الی المسجد، ۳/ ۵۳۹، ۵۴۰، تحت الحدیث: ۱۰۵۱ ملتقطا۔
3. ...مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۳۔
4. ...اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلوۃ، ۱/ ۳۲۹۔

مدنی گلدستہ

”مسجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) عبادت کی نیت سے مسجد جانے والے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں مہمانی کا سامان تیار فرماتا ہے۔

(2) مسجد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے تو جو اس میں آئے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت عطا فرمائے گا۔

(3) نُزُل اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے۔

(4) مسجد میں آنے کی ایک نیت یہ بھی ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطاؤں کے وصول کرنے کی نیت بھی کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پابندی کے ساتھ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسجد جانے کی فضیلت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1054

گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ مَضٰی اِلٰی بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللهِ لِیَقْضِیَ فَرِیْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللهِ كَانَتْ خُطُوَاتُهٗ اِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِیْئَةً وَالْاُخْرٰی تَرْفَعُ دَرَجَةً.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو اپنے گھر سے اچھی طرح طہارت کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے لئے کسی مسجد کی طرف جائے تو ایک قدم اس کے گناہ مٹاتا اور دوسرا قدم اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔“

کبائر کی معافی کی امید:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیث میں گناہوں کی معافی سے مراد

---

[1] ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب المشی الی الصلاۃ... الخ، ص ۲۶۳ حدیث: ۱۵۲۱ بتغیر قلیل۔

اُن صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جن کا تعلق حقوقُ اللہ سے ہو۔ پھر اگر ان گناہوں کی معافی کے بعد بھی اس کے قدموں کی تعداد بڑھ جائے اور اس کے کبیرہ گناہ نہ ہوں تو اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر کبیرہ گناہ ہوں تو امید کی جاسکتی ہے کہ صغائر کے برابر وہ بھی معاف ہو جائیں۔ جس کا اصلاً کوئی گناہ نہ ہو یا صغیرہ گناہ ہوں مگر معاف ہو چکے ہوں تو اس کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔[1]

نیک کاروں کے لئے ہر قدم پر دو نیکیاں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کر کے مسجد کو جانا ثواب ہے کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے اور عبادت باوضو افضل۔ (یہاں ہر قدم پر گناہوں کی معافی) گنہگاروں کے لیے ہے۔ نیک کاروں کے لئے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند (ہوتے ہیں) کیونکہ جس چیز سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۔[2]

ہر قدم پر تین اجر:

علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قدم چلنے سے ایک ہی درجہ حاصل ہوتا ہے جس سے گناہ معاف ہوتا ہے یا درجہ بلند ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے: مسجد کی طرف ایک قدم چلنے سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ "جو اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے تو اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے، اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔"[3]

مدنی گلدستہ

"طہارت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1. . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل المشی الی المساجد، ۳/ ۵۴۰، تحت الحدیث: ۱۰۵۲۔
2. . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۳۶۔
3. . . . الفوائد المترعۃ الحیاض، کتاب الفضائل، باب فضل المشی الی المساجد، ۵/ ۱۳، تحت الحدیث: ۱۰۵۴۔

(1) گھر سے نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے والے کے ہر قدم پر صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(2) جس کا کوئی گناہ نہ ہو یا صغیرہ گناہ ہوں مگر معاف ہو چکے ہوں تو اس کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔

(3) گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف جانا چاہیے کیونکہ مسجد کی طرف چلنا عبادت ہے اور عبادت باوضو افضل ہے۔

(4) جس چیز سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۔

(5) گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف جانے والے کو ہر قدم پر تین اجر ملتے ہیں: **(1)** ایک نیکی ملتی ہے **(2)** ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور **(3)** ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں پابندی کے ساتھ مسجد کی حاضری کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ **آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1055

دور سے مسجد کی طرف چل کر آنا

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْہُ وَکَانَتْ لَا تُخْطِئُہُ صَلَاۃٌ فَقِیلَ لَہُ: لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا لِتَرْکَبَہُ فِی الظَّلْمَاءِ وَفِی الرَّمْضَاءِ قَالَ: مَا یَسُرُّنِی اَنَّ مَنْزِلِی اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّی اُرِیْدُ اَنْ یُکْتَبَ لِی مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِی اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَھْلِی فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّہُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک انصاری تھے، میں نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ کوئی مسجد سے دُور رہتا ہو۔ ان کی کوئی جماعت فوت نہ ہوتی تھی۔ اس سے کہا گیا: "تم کوئی گدھا وغیرہ کیوں نہیں خرید لیتے کہ اندھیرے اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر آیا کرو۔" اس نے کہا: "مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف آنا اور مسجد سے

[1] . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، ص ۲۶۲، حدیث: ۱۵۱۲ بتغیر قلیل۔

گھر کی طرف جانا لکھا جائے۔ ”حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ سب تیرے لیے جمع فرمادیا ہے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیثِ پاک میں بھی مسجد کی طرف جانے کا تذکرہ ہے۔ یقیناً بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے گھر مسجد سے دور ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنے کی بھرپور سعی کرتے ہیں اور یقیناً بد نصیب ہیں وہ لوگ جن کے گھر مساجد کے بہت قریب ہوں مگر پھر بھی بلا وجہِ شرعی اُن کی جماعت بلکہ نماز تک قضا ہو جاتی ہو۔

مسجد کی طرف جانے سے متعلق 4 فرامینِ مصطفےٰ:

(1) لوگوں میں نماز کا زیادہ ثواب پانے والا وہ ہے جو بہت دور سے چل کر آتا ہے پھر وہ جو اس کے بعد زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔[1] **(2)** مشقت کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے آمد و رفت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے۔[2] **(3)** کیا میں تمہاری ایسے عمل کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ گناہ مٹاتا اور درجات بلند فرماتا ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ضرور ارشاد فرمایئے۔ فرمایا: دُشواری کے وقت کامل وضو کرنا، مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس اس کا ثواب ایسا ہے جیسے اسلامی سرحد کی حفاظت کرنا۔[3] **(4)** جب تم میں سے کوئی کامل وضو کرے پھر وہ نماز کی طرف چلے تو اس کا دایاں قدم اٹھنے سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے نیکی لکھ دیتا ہے اور بایاں قدم رکھنے سے پہلے اُس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ اب چاہے تم میں سے کوئی مسجد کے قریب رہے یا دُور۔ پھر اگر وہ مسجد میں حاضر ہو اور باجماعت نماز ادا کرے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اگر وہ مسجد میں حاضر ہو اور کچھ رکعتیں نکل چکی ہوں اور بقیہ نماز مکمل کر لی تو اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر وہ مسجد میں جماعت کی نیت سے حاضر ہوا لیکن

---

1. . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، ص ۲۶۲، حدیث: ۱۵۱۳۔
2. . . . مستدرک حاکم، کتاب الطہارۃ، باب فضیلۃ تحیۃ الوضوء، ۱/ ۳۴۲، حدیث: ۴۶۸۔
3. . . . مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی مکارہ، ص ۱۲۳، حدیث: ۵۸۷۔

جماعت ہو چکی تھی (پھر اس نے تنہا نماز ادا کرلی) تو اس کی بھی مغفرت کردی جاتی ہے۔[1]

حدیث نمبر:1056

دور سے مسجد میں آنے کی ترغیب

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَاَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: بَلَغَنِيْ اَنَّكُم تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا: نَعَم يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ: بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُم تُكْتَبْ آثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ فَقَالُوْا: مَا يَسُرُّنَا اَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ مسجدِ نبوی کے نزدیک کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ نے مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ یہ بات نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچی تو ان سے فرمایا: ”مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟“ انہوں نے عرض کی: جی ہاں **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ارادہ تو یہی ہے۔ ارشاد فرمایا: اے بنو سلمہ! اپنے گھروں ہی میں رہو، تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں، اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے عرض کی: ”اب ہمیں وہاں سے منتقل ہونا پسند نہیں۔“

بنوسلمہ کی جماعت سے محبت اور جذبۂ اطاعت:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بَنُو سَلِمہ انصار کا ایک قبیلہ تھا۔ ان کے گھر مسجد سے بہت دور تھے۔ یہ رات کے گھپ اندھیرے، بارش اور سخت سردی میں بھی باجماعت نماز کی کوشش کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہو جانے کا ارادہ کیا تو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کو ناپسند فرمایا تاکہ مدینہ کے اَطراف خالی نہ ہوں اور دور سے چل کر آنا ان کے لئے کثرتِ ثواب کا سبب بنے۔“[3]

[1] ... ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الھدی فی المشی الی الصلاۃ، ۱/ ۲۳۳، حدیث: ۵۶۳۔

[2] ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، ص ۲۶۲، حدیث: ۱۵۱۹، ۱۵۲۰ ماخوذا۔

[3] ... شرح الطیبی، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۲/ ۲۷۰، تحت الحدیث: ۷۰۰۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلے میں الگ مسجد بنالیں، بلکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے نماز کے لئے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلہ خالی کر دینا گوارا کر لیا۔ (انہیں حکم ہوا کہ تم اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے نقشِ قدم) تمہارے نامۂ اعمال میں ثواب کے لیے (لکھے جائیں گے) کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علما کی تصانیف میں لکھا جائے گا۔ واعظین اس پر وعظ کریں گے۔ جو تمہارے واقعات سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے، ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کے لئے باعثِ ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کے لئے آئے گا مگر غافلوں کے لئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ”منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے۔“ یعنی غافلوں کے لیے دوریٔ گھر نحوست ہے۔“[1]

جتنی مشقت زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ:

عمدۃُ القاری میں ہے: ”مسجد تک جانے میں قدموں کی کثرت ثواب کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ جس کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے مسجد جائے حتّٰی کہ اس کے قدم اس شخص کے قدموں کے برابر ہو جائیں جس کا گھر مسجد سے دور ہے۔ تو کیا یہ دونوں فضیلت میں برابر ہوں گے؟ امام طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ دونوں فضیلت میں برابر ہیں۔“ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اس روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ”میں حضرت سَیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مسجد گیا تو انہوں نے چھوٹے چھوٹے قدم رکھے اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ ہمارے قدم مسجد کی طرف زیادہ ہوں۔“ علامہ بدرُ الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں: اگرچہ یہ حدیث زیادہ قدموں کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے مگر اس سے فضیلت میں برابری لازم نہیں آتی کیونکہ آسانی سے اُٹھائے جانے والے قدموں کا ثواب، مشقت سے اُٹھائے جانے والے قدموں کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔ حدیثِ مذکور میں یہ بھی بیان ہوا کہ جب اَعمال میں اِخلاص ہو تو اُس کے اَثرات نیکیوں کے طور پر لکھے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۴۴۔

جاتے ہیں۔ جو کثرتِ ثواب کا اِرادہ رکھتا ہو تو اس کے لیے مسجد سے دُور سکونت اختیار کرنا بہتر ہے۔''[1]

حدیث نمبر:1057

زیادہ ثواب پانے والا نمازی

عَنْ اَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فِي الصَّلَاةِ اَبْعَدُهُمْ اِلَيْهَا مَمْشًى فَاَبْعَدُهُمْ وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں نماز کا زیادہ ثواب پانے والا وہ ہے جس کا راستہ (گھر سے مسجد کی طرف) طویل ہو پھر اس کے بعد جس کا راستہ طویل ہو۔ جو نماز کا انتظار کرے یہاں تک کہ باجماعت نماز ادا کرے تو وہ ثواب میں اس سے زیادہ ہے جو تنہا نماز پڑھ کر سو جائے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لئے جو جتنی دور سے مسجد میں آئے اسے اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے کیونکہ جس عملِ خیر میں مشقت زیادہ ہو اس میں ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح باجماعت نماز ادا کرنے والے کا ثواب اکیلے پڑھنے والے سے زیادہ ہے اور جماعت کے انتظار میں بیٹھنے پر بھی نماز کا ثواب ملتا ہے۔

محلے کی مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جانا؟

مُفَسِّرِ شہِیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدرِ قدم ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کرے۔ ہاں اگر محلے کی مسجد کا امام بد عقیدہ ہے تو اور جگہ جا سکتا ہے۔''[3] عمدۃ القاری میں ہے: ''یونہی محلے کی مسجد کا امام قراءت میں غلطی

[1] . . . عمدة القاری، کتاب الاذان، باب احتساب الاثار، ۴/ ۲۲۳، تحت الحدیث: ۶۵۶ ملخصا۔

[2] . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل کثرة الخطا الی المساجد، ص ۲۶۲، حدیث: ۱۵۱۳۔

[3] . . . مرآة المناجیح، ۱/ ۴۳۴۔

کرتا ہے یا اس کی امامت کو لوگ ناپسند کرتے ہیں تو بھی اور جگہ جا سکتا ہے۔ “[1] ”باجماعت نماز ادا کرنے والے کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو تنہا نماز پڑھ کر سو گیا“ اس کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے: خواہ اکیلے نماز پڑھ کر، خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعتِ اوّل کا زیادہ ثواب ہے اور جماعتِ اوّل وہی ہے جو امامِ مسجد کے ساتھ پڑھی جائے، ہاں اگر وہ امام وقتِ مکروہ میں نماز پڑھتا ہو تو اکیلا ہی پڑھ لے۔[2]

نماز کا انتظار:

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، نماز کے بعد جانے والے چلے گئے اور جنہیں وہیں بیٹھنا تھا وہ دوسری نماز کا انتظار کرنے لگے۔ پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور فرمایا: ”تمہیں خوشخبری ہو! تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا ہے اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو! جنہوں نے ایک فرض ادا کر لیا اور دوسرے کے انتظار میں ہیں۔“[3]

مدنی گلدستہ
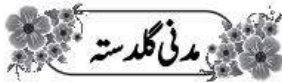
”بیتِ خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جن کے گھر مسجد سے دور ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے ہیں۔

(2) جو اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے تو اس کا دایاں قدم اٹھنے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور بایاں قدم رکھنے سے پہلے اُس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب احتساب الآثار، ۴/ ۲۲۳، تحت الحدیث: ۶۵۶۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۴۔

3 ... ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد وانتظار الصلاۃ، ۱/ ۴۳۸، حدیث: ۸۰۱۔

(3) گھر کا مسجد سے دور ہونا غافلوں کے لئے نحوست ہے کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

(4) نماز پڑھنے کے لئے جو جتنی دور سے مسجد میں آئے اسے اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(5) جس عملِ خیر میں مشقت زیادہ ہو اس میں ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔

(6) محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں جانے کی اجازت نہیں البتہ اگر محلے کی مسجد کا امام بدعقیدہ ہے یا اس کی قراءت صحیح نہیں ہے یا لوگ اس کی امامت کو ناپسند کرتے ہیں تو دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کثرت سے مسجد کی طرف آمد و رفت رکھنے اور دور سے بھی مسجد کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1058

نور کی بشارت

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَشِّرُوا الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا بُرَیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تاریکی میں مسجد کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری سنادو۔“

نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ کے ساتھ حشر:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ خطاب عام ہے اور ہو سکتا ہے کہ حق سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حکم ہو تو اس صورت میں یہ حدیثِ قُدسی ہو گی۔ حدیثِ پاک میں نور تام سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ترجمۂ کنزالایمان: جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور

1 . . . ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ۱ / ۲۶۱، حدیث: ۲۲۳ بتغیر قلیل۔

مَعَهٗ ۚ نُوۡرُهُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ بِاَیۡمَانِهِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا (پ۲۸، التحریم: ۸)

ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے دہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور پورا کردے۔

معلوم ہوا کہ جو باجماعت نماز پڑھنے کے لئے اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتا ہو وہ بروزِ قیامت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ ہو گا۔[1]

تاریکی سے مراد:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث پاک میں تاریکی سے مراد عشا اور فجر کی تاریکی ہے اور ایک حدیث پاک میں رات کی تاریکی کی صراحت ہے۔ تاریکی میں مسجد جانے والوں کا نور قیامت کے دن پل صراط پر ہر جانب سے ہو گا اور اعمال کے اعتبار سے مختلف ہو گا۔ علامہ ابنِ رسلان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد یہاں نور کے منبر ہوں۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے: ”رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف جانے والوں کو نور کے منبروں کی خوشخبری دو، جب لوگ گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے تو یہ گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ اس حدیث میں مسجد کی طرف جانے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے خواہ مسافت تھوڑی ہو یا زیادہ۔ یونہی رات کی تاریکی میں جماعت کی حاضری کے لئے مسجد جانے کی بھی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔“[2]

عَلَّامَہ فَقِیہ اِبنِ مَلَك حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”اگر کوئی شخص تاریکی میں روشنی لے کر مسجد کی طرف جائے تاکہ اندھیرے کے سبب اسے کوئی آفت نہ پہنچے تو اسے بھی یہ فضیلت حاصل ہو گی ورنہ روشنی میں جانے والے کو یہ فضیلت حاصل نہ ہو گی۔“[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... لمعات التنقیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۲/ ۴۷۶، تحت الحدیث: ۷۲۱۔
2. ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل المشی الی المساجد، ۳/ ۵۴۳، تحت الحدیث: ۱۰۵۲۔
3. ... شرح مصابیح السنۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۱/ ۴۳۵، تحت الحدیث: ۵۰۹۔

رات کی تاریکی میں مسجد جانے والوں کے فضائل

قیامت کے دن نور ملنا:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جو رات کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جائے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اسے نور عطا فرمائے گا۔“[1]

رحمتِ الٰہی میں غوطے:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف آمد و رفت رکھنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت میں غوطے لگاتے ہیں۔“[2]

جنت میں لے جانے والا عمل:

حضرت سیدنا امام نخعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان تاریک رات میں مسجد کی طرف چلنے کو جنت واجب کرنے والا عمل سمجھا کرتے تھے۔[3]

مدنی گلدستہ

”نماز“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) باجماعت نماز پڑھنے کے لئے اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے والے بروزِ قیامت نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ ہوں گے۔

(2) تاریکی میں مسجد جانے والوں کا نور قیامت کے دن پل صراط پر ہر جانب سے ہوگا۔

(3) رات کی تاریکی میں مسجد جانے والوں کو نور کے منبروں کی خوشخبری دی گئی ہے۔

---

1 . . . ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ والجماعۃ، ۳/۲۴۶، حدیث: ۲۰۳۳۔

2 . . . ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلاۃ، ۱/۴۲۹، حدیث: ۷۷۹۔

3 . . . المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح، ابواب الصلوۃ، ثواب المشی الی المساجد فی الظلم، ص ۱۳۷، حدیث: ۲۷۶۔

(4) مسافت تھوڑی ہو یا زیادہ مسجد کی طرف چل کے جانا یا تاریکی میں مسجد جانا دونوں کی بہت فضیلت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تاریکی میں بھی مسجد کی طرف چل کے جانے اور باجماعت نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1059

مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الصَّلَاۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں ایسے اعمال کے بارے میں نہ بتاؤں جن کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خطائیں مٹاتا اور درجات بلند فرماتا ہے؟“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: کیوں نہیں **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فرمایا: ”مشقت کے وقت کامل وضو کرنا، مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا، پس یہی رِباط ہے، یہی رِباط ہے۔“

مسجد کی طرف جانا:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا عام ہے۔ چاہے مسجد سے گھر کی دوری کے سبب ہو یا پھر چھوٹے چھوٹے قدم چلنے کی وجہ سے ہو اور مسجد کی طرف جانا چاہے نماز کے لیے ہو یا پھر دیگر عبادات کے لیے (دونوں صورتوں میں یہ فضیلت پائے گا)۔“ [2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ...مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، ص ۱۴۳، حدیث: ۵۸۷، ۵۸۸۔
2. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۲/ ۱۱، تحت الحدیث: ۲۸۲۔

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار سے مراد یہ ہے کہ باجماعت یا بوجہِ مجبوری تنہا نماز ادا کرنے کے بعد اگلی نماز یا جماعت کا انتظار کیا جائے، چاہے یہ انتظار مسجد میں ہو، گھر و بازار میں ہو یا کسی اور کام میں مصروف رہتے ہوئے دل مسجد میں لگا رہے اور نماز کی فکر دامن گیر ہو کہ یہی دائمی حضورِ قلبی ہے۔[1]

فرشتوں کی طرف سے سلامتی:

نبی مکرم، شہنشاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: "ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے والا اس شہسوار کی طرح ہے جس نے اپنا گھوڑا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں باندھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرشتے اس پر سلامتی بھیجتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ کلام نہ کرے یا اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔"[2]

رِباط سے کیا مراد ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث پاک میں مشقت کے وقت کامل وضو کرنے، مساجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کو "رِبَاط" فرمایا گیا، یہاں "رِبَاط" سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اسلامی سرحدوں کو اسلام دشمن قوتوں کی دخل اندازی سے محفوظ رکھنے کے لئے حفاظتی انتظام کرنا، اسلامی سرحدوں پر پہرا دینا، اِس مقصد کے لئے اپنی سواریوں کو چاک و چوبند رکھنا "رِبَاط" کہلاتا ہے۔ اِسی طرح شیطانی لشکروں سے حفاظت کے لئے مسجد میں بیٹھنا بھی "رِبَاط" کہلاتا ہے یا پھر حدیث میں مذکور تینوں اَعمال یعنی تنگی و تکلیف میں وضو کرنا، مسجد کی طرف جانے میں تیزی کرنا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنے کے ذریعے شیطانی حملوں سے بچنے کے لئے اپنی خواہشات کو مغلوب کر دینے کو یہاں "رِبَاط" کہا گیا ہے۔"[3]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/۲۷۳، تحت الحدیث: ۱۳۱ ملخصاً۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲٦۷، حدیث: ۸٦۳۳۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۱/۱۹٦ ملخصاً۔

نوٹ:مذکورہ حدیث پاک کی تفصیلی شرح کے لیے فیضانِ ریاض الصالحین، جلد2، باب نمبر13، حدیث نمبر131، جلد7، باب نمبر185، حدیث نمبر1030اوران کی شرح کا مطالعہ کیجئے۔

حدیث نمبر:1060

مساجد کی آباد کاری

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ الْخُدْرِی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالْاِیْمَانِ قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾. الآیة.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (پ۱۰، التوبۃ:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: ”اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔“

مسجد کا عادی ہونے سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (مسجد کا عادی ہونے سے مراد) ہر نماز کے لیے وہاں حاضر ہو، وہاں کی صفائی کرے، مرمت کا خیال رکھے، جائز زینت میں مشغول ہو، وہاں بیٹھ کر دینی مسائل بیان کرے، وہاں درس دے۔[2] دلیل الفالحین میں ہے: مراد اس سے وہ ہے جو مسجد کا ایسا عادی ہو کہ مسجد سے نکلنے سے لے کر واپسی تک اس کا دل مسجد میں لگا رہے۔ امام جلال الدین سیوطی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مسجد سے اس کی محبت شدید ہو اور وہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا پابند ہو، یہ مطلب نہیں کہ وہ مسجد میں ہمیشہ بیٹھا رہے۔[3] ”اس کے ایمان کی گواہی دو۔“ اس کی شرح میں مرآۃ المناجیح میں ہے: یہ گواہی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مؤمن سمجھتے

1 . . . ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ۹، ۵/ ۶۴، حدیث: ۳۱۰۴۔

2 . . . مرآۃالمناجیح، ۱/ ۴۴۴۔

3 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل المشی الی المساجد، ۳/ ۵۴۵، تحت الحدیث: ۱۰۵۸۔

اور کہتے ہیں۔ گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں۔ نیز اگر کسی کا کفر ظاہر ہو اور وہ مسجد کی خدمت کرے تو اسے مؤمن نہ کہا جائے گا۔[1]

آیت کی تفسیر:

حدیثِ مذکور میں موجود آیت کی مرآۃ المناجیح میں دو تفسیریں بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عموماً مومنوں ہی کو ملتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا حق صرف مومنوں کو ہے کفار کو نہیں اسی لیے منافقوں کی مسجدِ ضِرَار گرادی گئی تھی۔ (صاحبِ) مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں مسجد کی آبادی میں مسجدوں میں چراغاں کرنا، اس کو سجانا سب داخل ہے۔[2]

تفسیر صراط الجنان میں ہے: اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجدیں آباد کرنے کے مستحق مؤمنین ہیں، مسجدوں کو آباد کرنے میں یہ اُمور بھی داخل ہیں: جھاڑو دینا، صفائی کرنا، روشنی کرنا اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں، مسجدیں عبادت کرنے اور ذکر کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں اور علم کا درس بھی ذِکر میں داخل ہے۔[3]

مسجد سے محبت اور اس کی آبادکاری سے متعلق 5 فرامینِ مصطفےٰ:

(1) "وہ سات افراد جنہیں روزِ محشر سایۂ عرش نصیب ہو گا ان میں سے ایک وہ خوش نصیب بھی ہے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔"[4] **(2)** "مسجد ہر مُتَّقی کا گھر ہے اور جو شخص مسجد کو اپنا گھر بنالے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے راحت، رحمت اور پل صراط سے گزار کر اپنی رضا اور جنت تک لے جانے کا کفیل ہے۔"[5] **(3)** "بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے گھروں کو اللہ والے ہی آباد کرتے ہیں۔"[6] **(4)** "جو مسجد سے محبت کرتا ہے **اللہ**

1... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۴۴۔ 2... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۴۵۔

3... تفسیر صراط الجنان، پ ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۸، ۴/ ۷۹۔

4... بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۲۳۶، حدیث: ۶۶۰۔

5... مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب لزوم المسجد، ۲/ ۱۳۴، حدیث: ۲۰۲۶۔

6... معجم الاوسط، من اسمہ ابراہیم، ۲/ ۵۸، حدیث: ۲۵۰۲۔

عَزَّوَجَلَّ اسے اپنا محبوب بندہ بنالیتا ہے۔"[1] (5) "جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لئے مساجد کو ٹھکانا بنالے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے گمشدہ شخص کی آمد پر خوش ہوتے ہیں۔"[2]
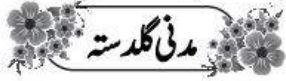
مدنی گلدستہ

"ایمان" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مشقت کے وقت کامل وضو کرنا، مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا سبب ہے۔

(2) اسلامی سرحدوں کو اسلام دشمن قوتوں کی دخل اندازی سے محفوظ رکھنے کے لئے حفاظتی انتظام کرنا، اسلامی سرحدوں پر پہرا دینا، اسی طرح شیطانی لشکروں سے حفاظت کے لئے مسجد میں بیٹھنا یا پھر مذکورہ بالا تینوں اعمال کے ذریعے شیطانی حملوں سے بچنے کے لئے اپنی خواہشات کو مغلوب کرنا رباط کہلاتا ہے۔

(3) مسجدوں کو آباد کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ایمان کی علامت ہے۔

(4) جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو اسے بروزِ محشر عرشِ الٰہی کے سائے میں جگہ نصیب ہوگی۔

(5) مساجد کی آباد کاری، مساجد سے محبت، وہاں بیٹھ کر ذِکر و اَذکار اور نمازوں کا انتظار، یہ ایسی عظیم نیکیاں ہیں کہ ان کی بدولت انسان کو مغفرت، جنت، ایمانداری کی ضمانت اور رضائے الٰہی جیسی انمول نعمتیں ملتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مساجد کو آباد کرنے اور مسجد کی طرف کثرت سے آمدورفت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب لزوم المسجد، ۲/ ۱۳۵، حدیث: ۲۰۳۱۔

[2] ... ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد وانتظار الصلاۃ، ۱/ ۴۳۸، حدیث: ۸۰۰۔

باب نمبر:190

نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نماز بذاتِ خود ایک بہترین عبادت ہے کہ بندہ جب نماز کی ادائیگی کرتا ہے تو اسے اس کی نماز کے ہر ہر فعل پر کثیر نیکیاں اور اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے، نماز ذریعۂ نجات ہے، نماز گناہوں اور بُرے کاموں سے روکتی ہے، نماز مؤمن کی معراج ہے، نماز سے پریشانیاں اور مصیبتیں دُور ہوتی ہیں، نماز ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، نمازی کو کل بروزِ قیامت سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب ہوگی، نمازی کو کل بروزِ قیامت رب تعالٰی کا دیدار نصیب ہوگا، نماز کی برکت سے نمازی کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، نماز وہ بہترین عمل ہے کہ جس کی بدولت بہت سے ایسے کام بھی کارِ ثواب بن جاتے ہیں کہ جن پر عام حالات میں بعض اوقات کوئی ثواب نہیں ملتا، جیسے چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، انتظار کرنا وغیرہ۔ مگر بندہ جب نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کی طرف چلتا ہے تو اس کا یہ چلنا بھی عبادت بن جاتا ہے اور اسے مسجد کی طرف اُٹھنے والے ہر ہر قدم کے عوض ثواب عطا کیا جائے گا، ہر ہر قدم کے عوض اس کے گناہ معاف کیے جائیں گے اور جنت میں درجات بلند کئے جائیں گے۔ اسی طرح مسجد میں بیٹھنے پر بھی اسے ثواب ملے گا، ہر سانس پر اس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ ایسے ہی کسی کے انتظار پر عام حالات میں ثواب نہیں ملتا مگر جب کوئی نماز کا انتظار کرے گا تو اس انتظار پر بھی اسے نماز کی طرح ثواب ملے گا، نماز کا انتظار کرنے کی بھی اَحادیث میں فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے اس باب میں 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1061

نماز کے انتظار پر نماز کا ثواب

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلَاةٍ مَادَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ اَنْ يَنْقَلِبَ اِلٰى اَهْلِهِ اِلَّا الصَّلَاةُ.[1]

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، ۱/ ۲۳۶، حدیث: ۶۵۹۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص نماز کے انتظار میں رہے اور نماز اسے اپنے گھر والوں کی طرف جانے سے روک دے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔“

مسجدِ بیت میں نماز کا انتظار کرنا:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نمازی جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا اسے اس انتظار پر نماز کا ثواب ملتا رہے گا۔ یہ مراد نہیں کہ نماز کا انتظار کرنے والا تمام اَحکام میں نمازی کی طرح ہوتا ہے۔[1] علامہ ابنِ عَبْدُ الْبَر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر کوئی عورت مسجدِ بیت (گھر میں نماز پڑھنے کی مخصوص جگہ) میں نماز پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھ کر اگلی نماز کا انتظار کرے تو اسے بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی کہ جب تک وہاں نماز کے انتظار میں بیٹھی رہے گی اسے نماز کا ثواب ملتا رہے گا۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1062

فرشتوں کی دُعا کا حقدار

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ مَالَمْ یُحْدِثْ تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو شخص مسجد میں اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے تو جب تک وہ بے وضو نہ ہو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللّٰہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللّٰہ! اس پر رحم فرما۔“

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل انتظار الصلاۃ، ۳/۵۴۶، تحت الحدیث: ۱۰۵۹۔

2 . . . فتح الباری لابن رجب، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ۔۔۔الخ، ۴/۵۴، تحت الحدیث: ۶۵۹۔

3 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ۔۔۔الخ، ۱/۲۳۶، حدیث: ۶۵۹ بتغیر قلیل۔

بغیر مشقت گناہوں کی معافی:

علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: علامہ ابنِ بطال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بغیر کسی مشقت کے اس کے گناہ معاف ہو جائیں اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ بیٹھنے کو لازم کر لینا چاہیے تاکہ فرشتے اس کے لئے زیادہ دعائیں اور استغفار کریں کیونکہ فرشتوں کی دعا کے قبول ہونے کی بہت امید ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے: ﴿لَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (پ۱۷، الانبیاء: ۲۸) (ترجمۂ کنزالایمان: شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائے۔)

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔" جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے صرف ایک دفعہ آمین کہتے ہیں اور جو نمازی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ جتنی دیر تک بیٹھا رہے اتنی دیر تک فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں لہٰذا اس وقت کی دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ مزید یہ کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لئے انتظار کرنے کو اسلامی سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے لہٰذا ہر عقل مند مؤمن پر لازم ہے کہ جب اس کو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے فضائل معلوم ہوں تو وہ اس سے وافر حصہ حاصل کرنے کی حرص کرے اور اس سے محروم نہ ہو۔ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حدیث پاک میں مذکور "مَا لَمْ یُحْدِثْ" میں حدث کی وضاحت ریح خارج کرنے سے کی ہے۔ بعض نے کہا: یہاں حدث سے مراد وہ عمل ہے جو کسی کو نماز کے انتظار کے قصد سے پھیر دے۔ بعض نے اس کا اطلاق گناہ پر کیا ہے۔[1] **مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں ریح نہ نکالے۔ خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے، معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔"[2]

---

1 ... الفوائد المترعۃ الحیاض، کتاب الفضائل، باب فضل انتظار الصلاۃ، ۵/ ۰۷، تحت الحدیث: ۱۰۶۲ ملتقطاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۷۔

حدیث نمبر:1063

نماز کے انتظار میں رہنے والا نماز میں ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ لَیْلَۃً صَلَاۃَ الْعِشَاءِ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ بَعْدَ مَا صَلّٰی فَقَالَ: صَلَّی النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِیْ صَلَاۃٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ عشا آدھی رات تک مُؤخَّر فرمائی پھر نماز پڑھنے کے بعد ہماری طرف رُخِ انور کرکے ارشاد فرمایا: "لوگوں نے نماز پڑھی اور سوگئے، مگر تم جب تک نماز کے انتظار میں رہے نماز ہی میں رہے۔"

نماز کا انتظار عبادت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "نماز کا انتظار مطلقًا عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر انتظار بڑی عبادت۔ صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ حضور خواہ کتنی ہی دیر میں تشریف لاتے مگر نہ حضور کو نماز کے لئے بلاتے تھے نہ اکیلے پڑھ لیتے اور نہ اپنی جماعت علیحدہ کرلیتے۔(لوگوں نے نماز پڑھی اور سوگئے) ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجدوں میں عشا پڑھ لی یا وہ عورتیں، بچے جو گھروں میں اکیلے عشاء پڑھ کر سوگئے۔"[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو خوش نصیب مسلمان مسجد میں رہ کر نماز کا انتظار کرے تو جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا نماز کا ثواب پاتا رہے گا اور فرشتے اس کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا کرتے رہیں گے۔ اس لئے ہمیں بھی چاہیے کہ نماز کی ادائیگی کے بعد حسبِ موقع اگلی نماز کا انتظار کریں۔ اچھا وقت وہی ہے جو مسجد میں اعمالِ صالحہ کے ساتھ گزرے کیونکہ جب تک بندہ مسجد میں رہتا ہے اسے ہر سانس پر نیکی ملتی ہے، فرشتوں کی ہم نشینی نصیب ہوتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مہمان بن جاتا ہے، گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، نیکیوں کا میٹر چلتا رہتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی نصیب ہوتی ہے، باجماعت نماز پر پابندی ملتی ہے، بآسانی تکبیرِ اُولیٰ اور پہلی

1... بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد۔۔۔الخ، ۱/۲۳۶، حدیث: ۶۶۱۔

2... مرآۃ المناجیح، ۱/۳۹۱ ملخصا۔

صف کی سعادت حاصل ہوتی ہے، اگر معتکف ہو تو دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ اعتکاف کا ثواب بھی پاتا ہے، اس کے علاوہ دنیا و آخرت کے بے شمار فوائد نصیب ہوتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسجدوں سے محبت اور ان کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مدنی گلدستہ

"مسجدِ نبوی" کے 8 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) نماز کے انتظار پر بھی نماز ہی کی طرح ثواب ملتا ہے۔

(2) جو مسجد میں نماز ادا کر کے اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھ جائے اس کے لئے فرشتے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

(3) نماز کا انتظار مطلقاً عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار بڑی عبادت ہے۔

(4) اسلامی بہنوں کو بھی چاہیے کہ اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھیں نماز پڑھ کر حسبِ موقع اگلی نماز کا انتظار کریں تاکہ اس انتظار پر انہیں بھی نماز کا ثواب ملتا رہے۔

(5) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کو اسلامی سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

(6) مسجد میں ریح خارج کرنے سے بچنا چاہیے۔

(7) جب تک بندہ مسجد میں رہتا ہے اسے ہر سانس پر نیکی ملتی ہے۔

(8) مسجد میں آنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مہمان ہوتا ہے، اسے فرشتوں کی ہم نشینی نصیب ہوتی ہے اور وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے اور مسجد میں زیادہ سے زیادہ ٹھہرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:191

باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! باجماعت نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے سے کئی درجے افضل ہے۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے کثیر دینی و دُنیوی فوائد ہیں، جماعت کی برکت سے مسجد کی حاضری نصیب ہوتی ہے جو خود بہت بڑی سعادت ہے، باجماعت نماز رنگ و نسل کے فرق کو مٹا دیتی ہے، امیر و غریب کو ایک صف میں شانہ بہ شانہ کھڑا کر دیتی ہے جس سے عاجزی پیدا ہوتی ہے اور غرور و تکبر کا خاتمہ ہوتا ہے، مسلمانوں کے دِل باہم قریب ہو جاتے ہیں، احترامِ مسلم کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، باجماعت نماز پڑھنے سے اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے، کفار ہیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت پیدا ہوتی ہے۔ جماعت کی برکت سے مسلمان ایک دوسرے کے دِینی و دُنیاوی مسائل سے آگاہ ہو کر انہیں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ الغرض باجماعت نماز ادا کرنا بے شمار دِینی و دُنیاوی فوائد کے حُصُول کا سبب ہے لہٰذا ہر مسلمان کو پنج وقتہ نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 7 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1064 باجماعت نماز ستائیس درجے افضل ھے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "باجماعت نماز تنہا شخص کی نماز سے ستائیس درجے افضل ہے۔"

عَلَّامَہ بَدْرُالدِّیْن عَیْنِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مسجد میں باجماعت نماز کا ثواب گھر یا بازار میں اکیلے یا باجماعت نماز پڑھنے سے زیادہ ہے۔ ہاں! جو لوگ مسجد کے علاوہ کہیں اور جماعت سے نماز

---

[1] ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنہا، ص ٣٥٦، حدیث: ١٤٧٧۔

پڑھ لیں تو اُن کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے والے سے زیادہ ہو گا لیکن پھر بھی وہ مسجد کی جماعت کی فضیلت کو نہ پا سکیں گے۔"[1]

جماعت کس پر واجب ہے؟

بہارِ شریعت میں ہے: "عاقِل، بالغ، حُرّ (یعنی آزاد)، قادر پر جماعت واجب ہے، بِلا عُذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحقِ سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسِق مَرْدُوْدُ الشَّهَادَة اور اس کو سخت سزا دی جائے گی، اگر پڑوسیوں نے سُکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں سُنّت کِفایہ کہ محلہ کے سب لوگوں نے ترک کی تو سب نے بُرا کیا اور کچھ لوگوں نے قائم کر لی تو باقیوں کے سَر سے جماعت ساقط ہو گئی اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے، نوافل اور علاوہ رمضان کے وتر میں اگر تداعی (بلاوے) کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔"[2]

جماعت کے دِینی و دُنیوی فوائد:

حدیثِ مذکور میں جماعت کی فضیلت کا بیان ہے، باجماعت نماز پڑھنے کے بہت سے دِینی و دُنیوی فوائد ہیں، جماعت کی برکت سے مسلمانوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے، نیک و پرہیز گار لوگوں سے ملاقات کا شرف ملتا ہے، نماز قوت و نشاط سے پڑھی جاتی ہے، جبکہ اکیلے نماز پڑھنے میں جسم بوجھل اور سُستی و کاہلی غالب آسکتی ہے، باجماعت نماز پڑھنے والے کو دلی سکون مُیَسَّر ہوتا ہے، جماعت کی برکت سے جہری (یعنی اونچی آواز سے قراءت کی جانے والی) نمازوں میں قرآنِ پاک سننے کو ملتا ہے۔ ہر قدم پر ثواب ملتا ہے، گناہ مٹتے اور درجات بلند ہوتے ہیں جبکہ تنہا نماز پڑھنے والا اِن تمام فوائد سے محروم رہتا ہے۔ دُنیوی فوائد کے حصول میں ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ نفع مل جائے مگر کس قدر حیرت ہے کہ گھر سے صِرف چند قدم چل کر مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے میں ایک نماز پر ستائیس نماز کا ثواب ملتا ہے، مگر پھر بھی

---

1. ... عمدة القاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة، ۴/ ۲۳۴، تحت الحدیث: ۶۴۷۔
2. ... بہارِ شریعت، ۱/ ۵۸۲، حصہ ۳۔

بہت سے لوگ جماعت کی پرواہ نہیں کرتے اور بلاعذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں پنج وقتہ نماز تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ مسجد کی پہلی صف میں باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر:1065

پچیس گُنا زیادہ ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِیْ بَيْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، وَلَا يَزَالُ فِیْ صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "باجماعت نماز کا ثواب گھر اور بازار میں ادا کی گئی نماز سے پچیس گُنا زیادہ ہے اور یہ اس لئے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کرکے صرف نماز ہی کے لیے مسجد کی طرف چلے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک اپنی نماز کی جگہ پر موجود رہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں جب تک کہ بے وضو نہ ہو، فرشتے کہتے ہیں: "اے **اللہ**! اس پر رحمت نازل فرما، اے **اللہ**! اس پر رحم فرما" اور جب تک وہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے نماز میں ہی رہتا ہے۔"

گھر سے وضو کرکے مسجد جانا:

حدیثِ مذکور میں مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ افضل ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہاں بازار سے مراد دکان ہے نہ کہ بازار کی مسجد، بعض مسجدوں میں 25 کا ثواب ہے، بعض میں 27 کا، بعض میں 500 کا، جیسی مسجد ہو، جیسی

[1] . . . بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ۱/ ۲۳۳، حدیث: ۶۴۷ بدون: سالم یحدث تقول۔

جماعت، جیسا امام ویسا ثواب لہٰذا احادیث میں تعارُض (ٹکراؤ واختلاف) نہیں جو کوئی اپنے گھر میں جماعت کرالے وہ بھی مسجد کے ثواب سے محروم ہے۔" (مزید فرماتے ہیں): "گھر سے وضو کرکے مسجد کو جانا ثواب ہے کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے اور عبادت باوضو افضل۔ بعض لوگ بیمار پُرسی کرنے باوضو جاتے ہیں۔ یہ (گناہ معاف ہونا) گنہگاروں کے لیے ہے نیک کاروں کے لیے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند ہوتے ہیں کیونکہ جس چیز سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۔"(1)

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مسجد کی طرف جانے کا یہ ثواب اسی صورت میں ملے گا جب صِرف نماز کے لیے مسجد جائے، اگر کسی دنیاوی کام کے لیے مسجد گیا یا نماز کے ساتھ مسجد جانے کی کوئی دنیاوی غرض بھی تھی تو یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی، ہاں! جو نماز کے ساتھ تلاوتِ قرآن پاک، حُصُولِ علمِ دِین یا کسی اور نیک کام کی نیت بھی کرے تو اسے یہ فضیلت ملے گی کہ یہ تو نیکی پر نیکی بڑھانا ہے۔"(2)

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار:

حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ بندہ جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے نماز میں ہی رہتا ہے۔ شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مذکورہ فضیلت اسی صورت میں حاصل ہوگی جب ایک نماز پڑھ کر صبر وبرداشت سے کام لیتے ہوئے دوسری نماز کے انتظار میں اسی جگہ بیٹھا رہے، اگر نماز ادا کرکے کسی دوسری جگہ چلا گیا تو فضیلت فوت ہو جائے گی۔"(3) عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "جب تک بندہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے اسے ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے بلکہ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ منقول ہے کہ ایک غلام اپنے مالک سے اجازت لے کر نماز ادا کرنے مسجد گیا، مالک باہر ہی کھڑا رہا، غلام نے دیر لگادی، آقا نے غلام سے کہا: "جلدی باہر آجا،

(1) . . . مرآۃ المناجیح، ۱/۴۳۶۔

(2) . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ، ۳/۵۵۰، تحت الحدیث: ۱۰۶۳ ملخصا۔

(3) . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۱/۳۵۱۔

غلام نے کہا: وہ نہیں آنے دیتا، آقا نے کہا: کون؟ کہا: جو تجھے اندر آنے کی توفیق نہیں دیتا۔"(1)

مختلف روایات میں تطبیق:

باجماعت نماز کی فضیلت کے بارے میں احادیث مختلف ہیں کسی میں ستائیس درجے افضلیت کا بیان ہے کسی میں پچیس درجے کا، ان دو طرح کی روایتوں میں مُحَدِّثِینِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے کئی طرح سے تطبیق بیان فرمائی ہے، چنانچہ شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ہو سکتا ہے کہ اَوَّلاً پچیس کے عدد کی وحی ہوئی ہو بعد میں فضل و انعام کے طور پر زیادہ کر دیا گیا ہو یا نماز اور نمازی کے حال کے فرق سے بھی فضیلت میں فرق آتا ہے (یعنی جس نماز میں نیک لوگ کثیر ہوں یا جس کی نماز میں خشوع و خضوع زیادہ ہو اسے ستائیس گُنا اور اس کے علاوہ کو پچیس گُنا ثواب ملتا ہے)۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ستائیس درجے جہری نماز میں ہو اور پچیس سِرّی نماز میں۔ ایک قول یہ ہے کہ پچیس اور ستائیس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ قلیل کثیر کے ضمن میں موجود ہوتا ہے۔" (یعنی ستائیس میں پچیس بھی شامل ہے)(2)

مدنی گلدستہ

"جماعت" کے 5 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر عاقل، بالغ، آزاد اور قادر شخص پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے، بِلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور کئی بار ترک کرنے والا فاسق ہے۔

(2) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس یا پچیس درجے افضل ہے۔

(3) نماز پڑھنے کے بعد جب تک نمازی باوضو حالت میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہیں گے۔

---

1. . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، ۲/۴۰۸، تحت الحدیث: ۷۰۲ ملخصاً۔
2. . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ و فضلها، ۱/۴۹۲۔

(4) جس عمل سے گناہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے نیک بندوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(5) جو بندہ اچھی طرح وضو کرکے خاص طور پر نماز کے لیے مسجد کی طرف جائے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1066

نابینا کا جماعت میں حاضر ہونا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰی، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ یَقُوْدُنِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ، فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُرَخِّصَ لَهٗ فَیُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِهٖ فَرَخَّصَ لَهٗ، فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ: هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاَجِبْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک نابینا شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی نہیں، میں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت چاہتا ہوں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے اجازت مرحمت فرمادی، جب وہ واپس جانے لگا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے بُلا کر فرمایا: ”کیا تم نماز کے لیے اذان سنتے ہو؟“ عرض کی: جی ہاں، فرمایا: ”تو پھر مسجد ہی میں آکر نماز ادا کیا کرو۔“

وہ نابینا کون تھے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں جو صحابی حاضر ہوئے وہ حضرت سَیِّدُنا ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی نہیں یعنی میرے پاس کوئی غلام یا خادم نہیں ہے جو میرا ہاتھ پکڑے اور مجھے

[1] ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب یجب اتیان المسجد علی من سمع النداء، ص ۲۵۷، حدیث: ۱۴۸۶۔

جماعت سے نماز ادا کرنے کے لیے مسجد تک لے آئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ آپ حضور عَلَیْہِ السَّلَام سے مسجد کی جماعت ترک کرکے گھر میں جماعت کے ساتھ یا انفرادی طور پر نماز پڑھنے کی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اولاً انہیں اجازت مرحمت فرمائی لیکن جب یہ واپس لوٹ گئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں بلایا اور فرمایا: کیا تمہیں نماز کے لیے دی جانے والی اذان سنائی دیتی ہے؟ عرض کی: جی ہاں، تو فرمایا: پھر جماعت میں حاضر ہوا کرو۔“[1]

جماعت ترک کرنے کے اَعذار:

خیال رہے کہ ہر عاقل بالغ آزاد اور قادر مسلمان پر پنج وقتہ نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے، ہاں! مجبوری کی صورت میں جماعت ترک ہو جائے تو گناہ نہیں، یہاں چند وہ باتیں بیان کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے جماعت ترک کی جائے تو گناہ نہیں، چنانچہ ”بہارِ شریعت“ میں ہے: **(1)** مریض جسے مسجد تک جانے میں مُشَقّت ہو **(2)** اپاہج **(3)** جس کا پاؤں کٹ گیا ہو **(4)** جس پر فالج گرا ہو **(5)** اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہے **(6)** اندھا اگرچہ اندھے کے لیے کوئی ایسا ہو جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچا دے **(7)** سخت بارش اور **(8)** شدید کیچڑ کا حائل ہونا **(9)** سخت سردی **(10)** سخت تاریکی **(11)** آندھی **(12)** مال یا کھانے کے تلف (ضائع) ہونے کا اندیشہ **(13)** قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگ دست ہے **(14)** ظالم کا خوف **(15)** پاخانہ **(16)** پیشاب **(17)** ریاح کی حاجت شدید ہے **(18)** کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو **(19)** قافلہ چلے جانے کا اندیشہ ہے **(20)** مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لیے جانے سے اس کو تکلیف ہو گی اور گھبرائے گا، یہ سب ترکِ جماعت کے لیے عُذر ہیں۔[2]

دو اِشکال اور اُن کے جوابات:

سوال: جب نابینا کو جماعت ترک کرنے کی اجازت ہے تو پھر حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ وفضلہا، ۳/۱۴۵، ۱۴۶، تحت الحدیث: ۱۰۵۴ ملخصاً۔
2. ... بہارِ شریعت، ۱/ ۵۸۳، حصہ ۳۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جماعت چھوڑنے کی اجازت کیوں عطا نہ کی؟ اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب: حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ افضل مہاجرین صحابہ کرام میں سے ہیں تو ان کی فضیلت و شان کے لائق جماعت میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ حکم وحی کی وجہ سے یا اپنے اجتہاد کی بنا پر دیا۔"[1] اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجدّدِ دِین وملت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقتِ حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت اِبنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں میں یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زُرْقَانِی عَلَی الْمُوَطَّا کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہٖ یہی بات منقول تھی کہ تمام اہلِ علم کی یہی رائے ہے کہ اُن پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں ہے۔"[2]

اس کا یہ جواب بھی ممکن ہے کہ فقط جماعت کی تاکید بیان کرنے کے لیے ایسا فرمایا ہو جیسے ترکِ نماز کو کفر قرار دیا گیا یا اس طرح کی دیگر بے شمار حدیثیں۔

ہر بیماری ترکِ جماعت کا عذر نہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** "اس (حدیثِ پاک) سے چند مسئلے معلوم ہوئے: **ایک** یہ کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے وہاں تک کے لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے، وہ دور کے لوگ جہاں اذان نہ پہنچی ہو ان کے لیے بھی مسجد آنا بہت بہتر ہے مگر اتنی سختی نہیں، اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ "لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّافِی الْمَسْجِدِ" (یعنی مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے علاوہ نماز کامل نہیں ہوتی۔) **دوسرے** یہ کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کردے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے، دیکھو نابینا ہیں بیمار ہیں مگر

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ وفضلھا، ۳/۱۴۵، ۱۴۶، تحت الحدیث: ۱۰۵۴ ملخصاً۔

[2] ... فتاوی رضویہ، ۷/۴۷۔

انہیں حاضری کا حکم ہوا، بعض روایات میں ہے کہ عتبان ابنِ مالک نابینا (صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دور ہو گا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو گی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہو گا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہو گا نہیں، لہٰذا اَحادیث میں تعارُض (اختلاف و ٹکراؤ) نہیں، اذان کی آواز پہنچنے سے مراد آج کل کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز نہیں یہ تو دو دو میل تک پہنچ جاتی ہے۔''[1]

حدیث نمبر:1067

جسے اذان سنائی دے وہ جماعت میں آئے

عَنْ عَبْدِ اللهِ وَ قِيْلَ: عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْمُؤَذِّنِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَحَيَّهَلًا.[2]

ترجمہ: حضرت عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور کہا گیا ہے کہ یہ عَمرو بن قیس ہیں اور ابنِ اُمّ مکتوم مؤذن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مدینہ طیبہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت زیادہ ہیں تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ سنتے ہو تو مسجد آؤ۔''

یثرب کو طیبہ بنادیا:

حدیثِ مذکور میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جسے اذان سنائی دے وہ جماعت میں ضرور حاضر ہو اور جب تک ترکِ جماعت کے اَعذار میں سے کوئی عذر نہ پایا جائے اس وقت تک جماعت ترک نہ کرے۔ مشکاۃ شریف میں یہ حدیث کچھ تفصیل کے ساتھ یوں بیان کی گئی ہے: ''حضرت سَیِّدُنا عبداللّٰہ ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)! مدینہ طیبہ میں کیڑے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۶۸۔

2 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، ۱/۲۳۰، حدیث: ۵۵۳ بتغیر قلیل۔

مکوڑے اور درندے بہت زیادہ ہیں اور میں نابینا ہوں تو کیا میرے لیے (جماعت چھوڑنے کی) اجازت ہے؟" حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: "کیاتم حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ سنتے ہو؟" عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: "ضرور آؤ۔" اور انہیں اجازت نہ دی۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ منورہ وباؤں اور بیماریوں کا گھر تھا، آپ کے قدمِ پاک نے وہاں سے وباؤں کو نکال کر وہاں کی مٹی کو بھی شفا بنا دیا، (سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں: "تُرْبَۃُ اَرْضِنَا یَشْفِیْ سَقِیْمَنَا" ہمارے مدینہ کی مٹی بیماروں کو شفا دیتی ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"مدینہ" کے 5 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جہاں تک بغیر اسپیکر کے دی گئی اذان کی آواز پہنچے وہاں تک کے لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے۔

(2) ہر بیماری جماعت چھوڑنے یا مسجد میں حاضر نہ ہونے کے لیے عذر نہیں بلکہ صرف وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے۔

(3) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری سے قبل مدینہ منورہ وباؤں اور بیماریوں کا گھر تھا، آپ کے قدمِ پاک نے وہاں سے وباؤں کو نکال کر وہاں کی مٹی کو بھی شفا بنا دیا۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان باجماعت نماز کے بہت زیادہ حریص تھے، عُذر پائے جانے کے باوجود اُن کی یہی کوشش ہوا کرتی تھی کہ نماز باجماعت ہی ادا کریں۔

(5) نبی مُکَرَّم، ہادیٔ اُمَم، رسولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مختارِ کُل بنایا ہے، آپ صَلَّی

---

1 . . . مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ وفضلھا، ۱/۲۱۵، حدیث: ۱۰۷۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۱۷۸۔

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جسے جو چاہیں عطا فرمادیں، جسے چاہیں کسی کام کی اجازت دے دیں، جسے چاہیں کسی کام سے روک دیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دِین و دُنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1068

تارکِ جماعت کے لیے لمحۂ فکریہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ! لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْتَطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاۃِ فَیُؤَذَّنَ لَھَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں نے اِرادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں جب جمع کرلی جائیں تو نماز کا حکم دوں، جب اذان دے دی جائے، تو کسی کو لوگوں کی اِمامت کا حکم دوں، پھر اُن لوگوں کی طرف جاؤں (جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کے گھروں کو جلادوں۔"

صحابۂ کرام جماعت کے پابند تھے:

شارحِ بخاری عَلّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ظاہر ہے کہ یہ زجر و توبیخ منافقوں کے لیے تھی کیونکہ یہی لوگ عشا کی نماز سے سُستی کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ جن کو سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہدایت کے ستارے فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کی اقتدا کو اہتداء (یعنی ہدایت پانے) کا سبب فرمایا اور یہ فرمایا کہ میرے صحابہ پر سَبّ و شَتم (گالی گلوچ) نہ کرو اگر بعد میں آنے والے لوگ

[1] ... بخاری، کتاب الصلاۃ، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۱/ ۲۳۲، حدیث: ۶۴۴۔

پہاڑوں سونا خرچ کر دیں تو اُن کے ثواب کے عشرِ عشیر (100 ویں حصے) کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ (تو اُن سے جماعت کو ترک کر دینا کیسے متصور ہو سکتا ہے؟) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل (زیادہ فضیلت والے) کے ہوتے مفضول (کم فضیلت والا) امامت کر سکتا ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو اور یہ کہنا کہ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص امامت نہیں کر سکتا صحیح نہیں اور وہ اس سے ناواقف ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی موجودگی میں پانچ روز ایامِ مرض میں ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نماز پڑھاتے رہے تھے اور خود سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھی۔"[1]

باجماعت نماز کی اہمیت:

شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں اس بات کی تاکید و مبالغہ ہے کہ نماز باجماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کو ضرور سزا ملنی چاہیے کیونکہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کام کے لیے اپنے آپ کو نماز کی امامت کے لیے پابند نہیں کر رہے بلکہ کسی اور کو اپنا نائب بناتے ہیں اور خود جماعت چھوڑنے والوں کو اور ان کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرماتے ہیں۔"[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جماعت کی نماز بھی واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی کیونکہ نورِ مجسم، رحمتِ عالَم سراپا اخلاق تارکینِ جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔"[3]

مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا شعارِ دین ہے:

شارحِ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمومی عمل یہی تھا کہ آپ فرض نمازیں باجماعت ادا فرماتے اِلَّا یہ کہ کوئی مجبوری پیش آجاتی۔ صحابہ

---

1 ... تفہیم البخاری، ۱/ ۹۹۸ ملتقطا۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ وفضلہا، ۱/ ۴۹۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۶۸۔

کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا بھی اسی پر عمل تھا اور عہدِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عتاب بن اُسید نے جو عہدِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں مکہ کے گورنر تھے، اپنے خطبہ میں فرمایا: "اے اہلِ مکہ، خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خبر پہنچی کہ تم میں سے کوئی قصداً جماعت کی نماز کے لیے مسجد میں نہیں آیا تو میں اس کی گردن مار دوں گا" اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی دور بین نگاہ میں جماعت سے مسجد میں نماز پڑھنے کی کتنی اہمیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ علما نے مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنے کو شعارِ دین قرار دیا۔ جماعت کی اہمیت کے لیے یہ کچھ کم ہے کہ ساری مخلوقات میں جو شخصیت سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے اور جسے اس کے رب کریم نے رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن قرار دیا ہے وہ فرماتا ہے: "جی چاہتا ہے کہ جو لوگ باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں نہیں آتے ان کے گھروں کو جلادوں۔"[1]

حدیث نمبر:1069

خاتمہ بالخیر کا نسخہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَلْقَی اللّٰہَ تَعَالٰی غَدًا مُسْلِمًا فَلْیُحَافِظْ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَیْثُ یُنَادٰی بِھِنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ شَرَعَ لِنَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْھُدٰی وَاِنَّھُنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی، وَلَوْ اَنَّکُمْ صَلَّیْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَمَا یُصَلِّیْ ھٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِیْ بَیْتِہٖ لَتَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ وَلَوْ تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنْھَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ کَانَ الرَّجُلُ یُؤْتٰی بِہٖ یُھَادٰی بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ حَتّٰی یُقَامَ فِی الصَّفِّ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْھُدٰی، وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی الصَّلَاۃَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُؤَذَّنُ فِیْہِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "جسے یہ پسند ہو کہ کل بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے حالتِ اسلام میں ملے تو وہ ان (پانچ) نمازوں کو پابندی سے وہاں ادا کرے جہاں اذان دی جاتی ہے، بے شک! اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے سُنَنِ ھُدیٰ مشروع فرمائی ہیں اور نمازیں (مسجد

---

1 . . . فیوض الباری، ۲/ ۲۹۷۔

2 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی، ص ۳۲۸، حدیث: ۶۵۴ بتغیر قلیل۔

3 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی، ص ۳۲۸، حدیث: ۶۵۴۔

میں باجماعت ادا کرنا) بھی سُنَنِ ہُدیٰ میں سے ہے اور اگر تم گھروں میں نماز پڑھنے لگو جیسا کہ یہ پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت کو چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور ہم نے دیکھا کہ جماعت سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معروف ہو اور ایک شخص کو دو آدمیوں کے درمیان سہارا دے کر لایا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔" اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ "**رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں سُنَنِ ہُدیٰ سکھائیں اور نمازیں اُس مسجد میں ادا کرنا بھی سُنَنِ ہُدیٰ میں سے ہے جس میں اذان دی جاتی ہو۔"

ایمان پر خاتمے کا نسخہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "معلوم ہوا کہ مسجد اور جماعت کی پابندی کرنے والے کو اِنْ شَآءَ اللہ ایمان و تقویٰ پر خاتمہ نصیب ہو گا، یہ حدیث ان کے لیے بڑی بشارت ہے۔"[1]

سنن ہدیٰ کی تعریف واقسام:

حدیثِ مذکور میں مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کو سُنَنِ ہُدیٰ کہا گیا ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: "جو کام حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عادتِ کریمہ کے طور پر کئے وہ سنتِ زوائد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدو رغبت سے کھانا، اور جو کام عبادۃً کیے وہ سنتِ ہُدیٰ ہیں۔ سنتِ ہُدیٰ کی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ اور غیر مؤکدہ، جو کام حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہمیشہ کئے وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب اور جو کام کبھی کبھی کیے وہ غیر مؤکدہ ہیں لہٰذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری، حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں۔"[2] "گھروں میں نماز پڑھو گے تو اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت کو چھوڑ دو گے۔" دلیل الفالحین میں ہے: "یعنی اگر تم فرض نمازیں تنہا یا جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھو گے تو اس سے جماعت کا شعارِ دین ہونا ظاہر نہیں ہو گا اور اس طرح تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دو گے اور تمہارے نبی کا طریقہ و ہدایت جس کا انہوں

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۷۵۔
[2] ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۷۵۔

نے حکم دیا وہ یہ ہے کہ جماعت کا شعارِ دِین ہونا ظاہر ہو۔ لہٰذا اگر تم اپنے نبی کے طریقے کو چھوڑدو گے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔"(1)

صحابہ کرام کا جذبۂ جماعت:

حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مشاہدہ اور تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ جماعت سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق ظاہر ہو "یعنی جس کے منافق ہونے کی تحقیق ہو چکی تھی اور جس کا نفاق ظاہر ہو چکا تھا اور جس کا نفاق ابھی پوشیدہ ہی ہوتا تھا وہ بھی نماز باجماعت سے پیچھے نہ رہتا تھا۔"(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا شوقِ عبادت اور جماعت میں شریک ہونے کا جذبہ ایسا تھا کہ اگر ان میں سے کوئی شدید بیمار بھی ہوتے تو بھی دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں آتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ صحابہ کا عزیمت پر عمل ہے کہ جن میں خود چلنے کی طاقت نہ ہوتی وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح مسجد میں آتے کہ پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوتے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحۃً آیا۔ ایسی حالت میں رخصت ہے کہ گھر پڑھ لے۔ سُبْحَانَ اللہ!" مزید فرماتے ہیں: "صحابہ میں یہ عمل کیوں نہ ہوتا، انہوں نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سخت بیماری کی حالت میں اس طرح مسجد میں آتے دیکھا تھا۔ خیال رہے کہ عاشق کو محبوب کی ہر ادا پیاری ہوتی ہے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مومنوں کے پیارے ہیں اور جماعت کی نماز، مسجد کی حاضری، مسواک حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پیاری۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اسے یہ چیزیں پیاری ہوں، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سب سے آخری کام مسواک کیا کہ مسواک کرکے جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَسَلَّم۔"(3)

---

1. . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ، ۳/۵۵۵، تحت الحدیث: ۱۰۶۷ ملخصا۔
2. . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ وفضلھا، ۱/۴۹۸۔
3. . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۱۷۵، ۱۷۶ ملتقطا۔

جماعت کی تاکید

حدیث نمبر:1070

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلَاةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ. فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان میں نماز کی جماعت نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے، پس تم پر جماعت لازم ہے کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔“

تنہا شخص پر شیطان غالب آجاتا ہے:

حدیث مذکور میں جماعت کی اہمیت وبرکت بیان کی گئی ہے کہ جماعت میں شریک ہونے والا شیطان سے محفوظ رہتا ہے اسی لیے جب کسی بستی یا جنگل میں تین افراد ہوں تو انہیں چاہیے کہ جماعت سے نماز ادا کریں ورنہ شیطان ان پر غالب آتا ہے، انہیں دوسرے ذکر واذکار سے بھی روک دیتا ہے معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنا غفلت کا دروازہ ہے۔ اور جماعت سے دور رہنے والے پر شیطان اس طرح حملہ کرتا ہے جیسے بھیڑیا ریوڑ سے دور رہنے والی بکری پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ چرواہے کی نگاہ سے دور ہوجاتی ہے، ایسے ہی جماعت کا تارک جنابِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نگاہِ کرم سے محروم ہوجاتا ہے۔ اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث مذکور میں جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم سب کو عام ہے کسی خاص فرد کے لئے نہیں۔ یہاں تارکِ جماعت کو ریوڑ سے الگ رہنے والی بکری سے تشبیہ دی گئی ہے جو چرواہے کی نظر سے دور ہوتی ہے تو بھیڑیا اس پر حملہ کرتا ہے۔ جماعت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دستِ قدرت ہے اور جماعت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں ہوتی ہے تو جو شخص جماعت سے دور ہوجائے شیطان اسے بہکا کر ایسی ہلاکت و

---

[1] ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، ۱/ ۲۲۸، حدیث: ۵۴۷ بتغیر قلیل۔

گمراہی میں مبتلا کردیتا ہے جو اسے دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔''[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''حدیثِ پاک میں جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے یہ حکم عام ہے نماز کی جماعت ہو یا نماز کے علاوہ مسلمانوں کی جماعت، ہر حال میں جماعت کے ساتھ رہنا چاہیے۔ حدیثِ پاک میں تین اَفراد کا ذِکر کیا گیا کیونکہ جمع کی کم از کم مقدار تین ہے۔''[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں کئی گُنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ تنہا نماز پڑھنے والا کسی صورت جماعت کی فضیلت حاصل نہیں کرسکتا لہٰذا تمام فرض نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں، اگر کسی جگہ قریب کوئی مسجد نہ ہو یا وہاں جماعت نہ ہوتی ہو تو پھر بھی کوشش کرکے کم از کم کسی ایک مسلمان کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرلیں اور جماعت قائم کریں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنا بہت افضل عمل ہے، چنانچہ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دو شخصوں کا اس طرح نماز پڑھنا کہ ان میں سے ایک امام بنے تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک چار افراد کے تنہا نماز پڑھنے سے زیادہ پسند ہے اور چار لوگوں کا باجماعت نماز پڑھنا آٹھ افراد کے الگ الگ نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور آٹھ افراد کا باجماعت نماز پڑھنا سو افراد کے تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔''[3]

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ...... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
پڑھوں سنتِ قبلیہ وقت ہی پر ...... ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی

مدنی گلدستہ

''جنت الفردوس'' کے 10 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) اگر کسی جگہ تین اَفراد ہوں تو انہیں چاہیے تنہا تنہا نماز پڑھنے کے بجائے جماعت قائم کریں ورنہ

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ وفضلھا، ۳/۲۲، تحت الحدیث: ۱۰۶۷ ملخصاً۔

2 . . . شرح ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، ۳/۱۷، ۱۸، تحت الحدیث: ۵۴۹ ملتقطاً۔

3 . . . معجم کبیر، باب القاف، قباث بن اشیم اللیثی، ۱۹/۳۶، حدیث: ۷۳۔

شیطان ان پر غالب آجائے گا اور دیگر نیک اُمور سے بھی روک دے گا۔

(2) کسی مَصلحت کے پیشِ نظر زیادہ مرتبے والے کے ہوتے ہوئے کم مرتبے والا امامت کرا سکتا ہے۔

(3) مسلمانوں پر جماعت اور مسجد کی حاضری دونوں چیزیں واجب ہیں۔

(4) علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنے کو شعارِ دین قرار دیا ہے۔

(5) جماعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس پیارے نبی کو ربِّ کریم نے رَحۡمَةٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن بنایا وہ فرماتے ہیں: "جی چاہتا ہے کہ جو لوگ باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد نہیں آتے اُن کے گھروں کو جلادوں۔"

(6) پنج وقتہ نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنا خاتمہ بالخیر ہونے کا بہترین نسخہ ہے۔

(7) جو کام حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بطور عبادت کئے وہ سنتِ ہُدیٰ کہلاتے ہیں۔

(8) صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان شدید بیماری کی حالت میں بھی جماعت نہ چھوڑتے اگرچہ کسی کا سہارا لے کر مسجد آنا پڑتا۔

(9) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دو اَفراد کا باجماعت نماز پڑھنا چار اَفراد کے علیحدہ نماز پڑھنے سے اور چار کا باجماعت نماز پڑھنا آٹھ افراد کے الگ الگ نماز پڑھنے سے اور آٹھ اَفراد کا باجماعت نماز پڑھنا سو اَفراد کے تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(10) جماعت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہوتی ہے، جو مسلمان جماعت کے ساتھ ہو شیطان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دِین ودُنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے اور جماعت کی پابندی کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:192

فجر وعشا باجماعت ادا کرنے کی ترغیب

مَردوں پر نمازِ پنجگانہ کی جماعت واجب ہے۔اس کے ترک پر شدید وعید اور ادائیگی پر بے شمار فضائل ہیں۔جماعت سے نماز پڑھنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا حقدار ہوتا ہے۔اسے فرشتوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔ایک کے بدلے پچیس یاستائیس نمازوں کاثواب پاتا ہے۔جب جماعت کی نیت سے مسجد جائے تو ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے۔ویسے تو ہر نماز ہی باجماعت پڑھنے کا حکم ہے مگر فجر وعشا جماعت سے ادا کرنے کی بطورِ خاص تاکید کی گئی ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ بوقتِ فجر پُرسکون نیند طاری ہوتی اور عشا کے وقت کھاناوغیرہ میں مشغولیت،ایسی حالت میں نماز کی ادائیگی نفس پر بہت گراں ہوتی ہے اسی لئے ان دو نمازوں کی بطورِ خاص ترغیب دلائی گئی ہے۔ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”فجر وعشاباجماعت ادا کرنے کی ترغیب“** کے بارے میں ہے۔اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1071

ساری رات عبادت میں گزارنے کا نسخہ

عَنْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ صَلَّی الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّیْلِ وَ مَنْ صَلَّی الصُّبْحَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا صَلَّی اللَّیْلَ کُلَّہُ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِی عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: مَنْ شَھِدَ الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَۃٍ کَانَ لَہُ قِیَامُ نِصْفِ لَیْلَۃٍ وَمَنْ صَلَّی الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَۃٍ کَانَ لَہُ کَقِیَامِ لَیْلَۃٍ.[2]

ترجمہ:امیر المومنین حضرت سیدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:”جس نے عشا کی نماز جماعت سے ادا کی تو گویا آدھی رات عبادت میں گزاری اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا پوری رات عبادت میں گزاری۔ ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے:”جس نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی اس کے لئے آدھی رات عبادت کرنے کا ثواب ہے اور جس

---

1 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ص۲۵۸، حدیث:۱۴۹۱۔

2 . . . ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ۱/۲۶۰، حدیث:۲۲۱۔

نے فجر وعشا کی نماز باجماعت ادا کی اس کے لئے پوری رات قیام کرنے کی طرح ثواب ہے۔“

حدیثِ مذکور میں فجر وعشا کی نماز باجماعت ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی کہ جو عشا کی نماز جماعت سے ادا کرے تو اسے اتنا ثواب ملتا ہے جیسے آدھی رات عبادت میں بسر کی ہو اور جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے تو گویا اس نے ساری رات عبادتِ الٰہی میں گزاری۔ کسی عاقل کو ایسی فضیلتوں سے کبھی محروم نہیں رہنا چاہیے، جو شخص ایسے شان والے عمل کو چھوڑے تو وہ اپنی غفلت پر خون کے آنسو روئے۔ دلیل الفالحین میں ہے: ”اس فضیلت میں قلیل وکثیر جماعت، امام ومقتدی، زیادہ اور کم مرتبے والے سب شامل ہیں۔ یعنی جس نے بھی عشا کی نماز جماعت سے ادا کی گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا پوری رات قیام کیا۔ حدیث پاک کے ظاہر سے یہ سمجھ آتا ہے کہ جس نے یہ دونوں نمازیں باجماعت ادا کیں اسے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملے گا، آدھا عشا کی وجہ سے اور آدھا فجر کی وجہ سے۔ یہ مراد نہیں کہ جو فجر جماعت سے پڑھ لے اگرچہ عشا باجماعت ادا نہ کی ہو پھر بھی اسے پوری رات عبادت کا ثواب ملے۔“[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ عشا کی باجماعت نماز کا ثواب آدھی رات کی عبادت کے برابر ہے اور فجر کی باجماعت نماز کا ثواب باقی آدھی رات کی عبادت کے برابر، تو جو یہ دونوں نمازیں جماعت سے پڑھ لے اسے ساری رات عبادت کا ثواب۔ دوسرے یہ کہ عشا کی جماعت کا ثواب آدھی رات کے برابر ہے اور فجر کی جماعت کا ثواب ساری رات عبادت کے برابر کیونکہ یہ جماعت عشا کی جماعت سے زیادہ بھاری ہے، پہلے معنیٰ زیادہ قوی ہیں۔“[2]

فجر وعشا کی فضیلت پر فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) ”جس نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی اس نے شبِ قدر میں سے اپنا حصہ پالیا۔“[3] **(2)** ”جو فجر کی

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الحث علی حضور الجماعۃ فی الصبح والعشاء، ۳/۵۵۲، تحت الحدیث: ۱۰۲۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/۳۹۶۔

3 . . . معجم کبیر، القاسم بن عبد الرحمن بن یزید الشامی۔۔۔الخ، ۸/۱۷۹، حدیث: ۷۷۴۵۔

نَماز باجماعت ادا کرتا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہوتا ہے۔"[1] **(3)** "جو صبح کے وقت فجر کی نماز کے لئے چلا وہ ایمان کا جھنڈا لے کر چلا اور جو (نماز ادا کئے بغیر) بازار کی طرف چلا وہ شیطان کا جھنڈا لے کر چلا۔"[2]

رات بھر عبادت سے بہتر:

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک دن فجر کی نماز میں حضرت سیدنا سلیمان بن ابو حثمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نہ پایا، سبب دریافت کرنے پر پتا چلا کہ وہ ساری رات عبادت کرتے رہے اور صبح کو آنکھ لگ گئی۔ اس پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔"[3]

حدیث نمبر: 1072

فجر و عشا کا ثواب

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.[4]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اگر لوگ جانتے کہ فجر و عشا کی جماعت میں کتنا ثواب ہے تو گھسٹتے ہوئے بھی نماز کے لئے آتے۔"

حدیث نمبر: 1073

عشا و فجر کی ادائیگی کن پر بھاری ہے؟

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ صَلَاةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.[5]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1. ... ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب المسلمون فی ذمۃ اللہ عزوجل، ۳/۳۲۵، حدیث: ۳۹۴۶۔
2. ... ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولها، ۳/۵۳، حدیث: ۲۲۳۴۔
3. ... شعب الایمان، باب الحادی والعشرون من شعب الایمان۔۔۔الخ، فصل الصلوات الخمس فی الجماعۃ۔۔۔الخ، ۳/۴۳، حدیث: ۲۸۷۷ مفہوماً۔
4. ... بخاری، کتاب الاذان، باب الاستہام فی الاذان، ۱/۲۲۴، حدیث: ۶۱۵۔
5. ... بخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، ۱/۲۳۵، حدیث: ۶۵۷۔

وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”منافقوں پر فجر وعشا سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں، اگر وہ جانتے کہ ان میں کتنا ثواب ہے تو گھسٹتے ہوئے بھی نماز کے لئے آتے۔“

منافقین پر فجر وعشا کیوں بھاری ہیں؟

دلیل الفالحین میں ہے: ”منافقین پر فجر وعشا سے زیادہ کوئی نماز گراں نہیں، چاہے جماعت کے ساتھ ہو یا اکیلے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فجر کے وقت موسم خوشگوار اور نیند پُرسکون ہوتی ہے، اور عشا کے وقت نیند کا غلبہ ہوتا ہے، دن بھر کام کاج سے تھکا ہارا جسم اس وقت آرام چاہتا ہے، منافقین چونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان ہی نہیں رکھتے اس لئے ان کی نمازیں صرف دِکھاوے کے لئے ہوتی ہیں، مگر یہ دونوں نمازیں اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں اس لئے ان کا باقی تین نمازوں کی طرح جماعت کے ساتھ دکھاوے والا مقصد پورا نہیں ہوتا اور ساتھ ساتھ نیند میں بھی خلل پڑتا ہے، اس لئے یہ دو نمازیں ان پر بہت گراں ہوتی ہیں، جبکہ مومنین کا معاملہ اس کے برعکس ہے اگرچہ یہ دونوں نمازیں اپنے اوقات کے لحاظ سے گراں ضرور ہیں مگر ان پر ملنے والا اجر وثواب مومن سے مشقت واَلَم دور کر دیتا ہے، اس لئے ان پر یہ نماز گراں نہیں ہوتیں۔“[1] عَلَّامَہ اِبْنِ دَقِیْقُ الْعِیْد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد فرماتے ہیں: ”یہ دو نمازیں منافقین پر سب نمازوں سے زیادہ گراں ہیں کیونکہ ان اوقات میں ترکِ جماعت پر اُبھارنے والے اَسباب قوی ہوتے ہیں، عشا کے وقت کافی اندھیرا چھا جاتا ہے، یہ وقت گھروں میں قیام کرنے، اہل وعیال کے ساتھ مل بیٹھنے اور دن بھر کی محنت ومشقت کے بعد آرام کرنے کا وقت ہوتا ہے اور فجر کا وقت پُرسکون نیند کا وقت ہوتا ہے، یہ ایسے اُمور ہیں جو منافقین کو جماعت میں حاضری سے روکتے ہیں، جبکہ مومنِ کامل جانتا ہے کہ نیک عمل کی ادائیگی میں جتنی زیادہ مشقت ہوگی اجر بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا، اس لئے یہ اُمور اسے جماعت سے روکنے کے بجائے اس کی طرف راغب کرتے ہیں، اسی لئے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر لوگ ان نمازوں پر ملنے والے اجر وثواب کو جان لیتے تو ضرور گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔ اور مومن اس اجر وثواب کو جانتے ہیں اس لئے ہر حال میں نمازوں کی ادائیگی کی کوشش کرتے ہیں۔“[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الحث علی حضور الجماعۃ فی الصبح والعشاء، ۳/۵۵۸، تحت الحدیث: ۱۰۷۱ ملخصاً۔

2 . . . احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، کتاب الصلاۃ، باب فضل الجماعۃ ووجوبھا، ۲/۱۲۲، تحت الحدیث: ۵۷ ملخصاً۔

عشق واخلاص مشکلات کو آسان کر دیتے ہیں:

مر آۃ المناجیح میں ہے: "منافق صرف دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور وقتوں میں تو خیر جیسے تیسے پڑھ لیتے ہیں مگر عشا کے وقت نیند کا غلبہ، فجر کے وقت نیند کی لذت انہیں مست کر دیتی ہے۔ اِخلاص و عشق تمام مشکلوں کو حل کرتے ہیں وہ ان میں ہے نہیں، لہٰذا یہ دو نمازیں انہیں بہت گراں ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان اِن دو نمازوں میں سُستی کرے وہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"پنجتن پاک" کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جس نے فجر وعشا کی نماز باجماعت ادا کی اسے ساری رات عبادت کرنے کا ثواب ملے گا۔

(2) منافقین رضائے اِلٰہی کے لئے نہیں بلکہ دِکھاوے کے لئے نیک اعمال کرتے ہیں اسی لئے ان پر ہر وہ نیک عمل گراں ہوتا ہے جس میں دکھاوے کا موقع نہ ملے۔

(3) مومنِ کامل کا مقصودِ اصلی رضائے اِلٰہی کا حصول ہوتا ہے اس لئے اس پر مشکل ترین عبادات بھی آسان ہو جاتی ہیں۔

(4) عبادت کے لئے راحت و آرام قربان کرنا ایمان کی پختگی کی علامت ہے۔

(5) کسی بھی نماز میں سُستی نہیں کرنی چاہیے بالخصوص فجر وعشاء میں تو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے کہ ان دو نمازں میں سُستی کو منافقین کا طریقہ کہا گیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پانچوں نمازیں بالخصوص فجر وعشا باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(1) ... مر آۃ المناجیح، ۱/۳۹۶۔

باب نمبر:193 نماز ادا کرنے کا حکم اور ترک پر وعیدوں کا بیان

فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم اور ان کے ترک پر سخت وعیدوں کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم سب مسلمان ہیں اور مسلمان پر سب سے پہلا فرض نماز ہے، قرآن واحادیث میں نہ صرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ نمازوں کی پابندی کا بھی حکم دیا گیا ہے، نماز کی پابندی سے دِین ودُنیا کی بے شمار بھلائیاں ملتی ہیں، دُنیاو آخرت میں عزت وآبرو نصیب ہوتی ہے، دِل مُنوَّر ہو جاتا ہے، بدن بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، رحمتِ خُداوندی کی برسات ہوتی ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں، جبکہ نمازوں میں سُستی کرنے والے، جان بوجھ کر نماز قضا کرنے والوں کیلئے سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں، بے نمازی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ناراض ہو گا، اس کی قبر میں آگ بھڑکائی جائے گی، ایک گنجا سانپ اس پر مُسلَّط کر دیا جائے گا جو قیامت تک اسے ڈستا رہے گا، بے نمازی کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔ الغرض نمازوں کی پابندی کرنے والا ربّ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دنیاو آخرت میں کامیاب رہے گا جبکہ بے نمازی و تارک نماز کو دنیا و آخرت میں ذِلّت ورُسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی ”**فرض نماز ادا کرنے کے حکم اور ترکِ نماز کی وعیدوں**“ کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیاتِ مقدسہ اور 8 اَحادیث مبارکہ فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) نمازوں کی پابندی کا حکم

ربّ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ ترجمۂ کنزالایمان: نگہبانی کرو سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی۔

(پ۲، البقرۃ:۲۳۸)

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: ”نکاح وطلاق کے مسائل بیان کرنے کے دوران نماز کی تاکید فرمادی، گویا یہ سمجھانا مقصود ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے خالق ومالک کے حقوق سے غافل نہ ہو جانا، پنجگانہ فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کرتے رہو کیونکہ شریعت کے دیگر معاملات میں حکم

اِلٰہی پر عمل اسی صورت میں ہو گا جب دل کی اصلاح ہو گی اور دل کی اصلاح نماز کی پابندی سے ہوتی ہے۔ نیز فرمایا کہ تمام نمازوں کی پابندی و نگہبانی کرو، اس نگہبانی میں ہمیشہ نماز پڑھنا، باجماعت پڑھنا، درست پڑھنا صحیح وقت پر پڑھنا سب داخل ہیں۔ درمیانی نماز کی بالخصوص تاکید کی گئی ہے۔ درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: ”نمازِ وُسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔“ نمازِ عصر کی تاکید کی ظاہری وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ ایک تو اس وقت دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس وقت کاروبار کی مصروفیت کا وقت ہوتا ہے تو اس غفلت کے وقت میں نماز کی پابندی کرنا زیادہ اہم ہے۔[1] حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص پانچوں نمازیں باجماعت پڑھنے کی پابندی کرے گا وہ چمکنے والی بجلی کی طرح تیزی سے سب سے پہلے پل صراط پار کرے گا، اللہ تعالٰی اس کو تابعین کی صفِ اَوّل کی جماعت میں اُٹھائے گا اور اسے روزانہ ایک ہزار شہیدوں کا اجر عطا فرمائے گا۔“[2]

(2) جان ومال کی حفاظت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ (پ ۱۰، التوبۃ: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: ”اِس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کو اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کا اِنکار کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اگر کفار ان کاموں کو چھوڑ کر اللہ تعالٰی کی وحدانیت کا اِقرار کر لیں، بتوں کی پوجا چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اللہ تعالٰی کی عبادت کریں، حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کا اِقرار کر لیں، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی فرضیت کو مان لیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اور ان کے جان ومال کے درپے نہ ہو۔ جو بندہ توبہ کرتا ہے، گزشتہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں لگ جاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی

---

1 ... تفسیر صراط الجنان، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۳۸، ۱/ ۳۶۳۔

2 ... معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۵/ ۸۴، حدیث: ۶۶۵۶۔

توبہ قبول فرماتا اور اس کے گناہ چھپا دیتا ہے۔ توبہ سے پہلے کئے ہوئے گناہوں پر توبہ کے بعد سزا نہ دے کر اس پر رحم فرماتا ہے۔"[1]

حدیث نمبر:1074

سب سے افضل عمل

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاۃُ عَلٰی وَقْتِہَا، قلتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: الْجِہَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کون سا عمل افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: "وقت پر نماز ادا کرنا۔" میں نے عرض کی: "پھر کون سا؟" فرمایا: "والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔" میں نے عرض کی: "پھر کون سا؟" فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا۔"

وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت:

حدیثِ مذکور میں وقت پر نماز پڑھنے کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت وافضیلت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نیکیوں کے معاملے میں بہت زیادہ حریص ہوا کرتے تھے، اس لئے وہ مختلف اعمال کے ثواب سے متعلق بارگاہِ رسالت میں سوال کیا کرتے پھر جس عمل کی فضیلت معلوم ہو جاتی اس پر دل وجان سے عمل کرتے۔ ان کا سوال محض جواب چاہنے کے لئے نہیں بلکہ عمل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وقت پر نماز ادا کرنا، والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور راہِ خدا میں جہاد کرنا افضل ترین اعمال ہیں۔ خیال رہے کہ احادیثِ مبارکہ میں افضل عمل کے بارے میں مختلف اقوال بیان کئے گئے ہیں، کہیں نماز کو افضل عمل قرار دیا گیا، کہیں والدین کی خدمت کو،

[1] ... تفسیر صراط الجنان، پ ١٠، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۵، ۴/ ۶۵۔

[2] ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ص ۵۸، حدیث: ۸۵۔

کہیں جہاد کو، یہ اختلاف سائلین و مَواقع کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے، نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جہاں جس چیز کی ضرورت محسوس فرمائی، موقع کے اعتبار سے جسے اہم جانا، سائل کے لئے جس عمل کو زیادہ اچھا سمجھا اسے افضل قرار دے دیا۔ پس جہاں نماز کی اہمیت و وقعت بیان کرنا چاہی وہاں نماز کو افضل عمل قرار دیا۔ جہاں جہاد کی ضرورت محسوس فرمائی وہاں جہاد کو افضل عمل بتایا، اور جہاں والدین کی عظمت بیان کرنا چاہی وہاں ان کی خدمت کو افضل عمل قرار دیا۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”ہمیشہ نمازیں وقتِ مُسْتَحَبَّہ پر ادا کرنا (افضل عمل ہے۔) علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے، جب جہاد فرضِ عین ہو چکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ سائلین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے، کسی کے لئے جہاد افضل تھا، کسی کے لئے غریبوں کو کھانا کھلانا، کسی کے لیے زبان کی حفاظت، کسی کے لئے چھپ کر خیرات۔ لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔“[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”ایمان کے بعد مذکورہ بالا تینوں اعمال افضل ہیں۔ نماز دِین کا ستون ہے۔ جو اس کی فضیلت جاننے کے باوجود اسے ضائع کرے وہ دیگر دینی اُمور کو بہت زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا۔ جو والدین کی خدمت ترک کر دے وہ حقوقُ اللّٰہ کا بھی بہت زیادہ تارک ہو گا۔ جو باوجودِ قدرت فرض جہاد ترک کر دے وہ قُربِ الٰہی پانے والے بہت سے اعمال کا تارک ہو گا۔ الحاصل ان تین اعمال کا پابند دیگر اعمالِ صالحہ کا بھی پابند ہو گا اور انہیں ضائع کرنے والا دیگر اعمال کو بھی بہت زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا۔“[2]

نمازوں کا پابند جہنم سے آزاد:

مروی ہے کہ ”جس نے اچھی طرح وضو کر کے رکوع و سجود کی صحیح ادائیگی کے ساتھ وقت پر پانچوں

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۳۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتھا، ۴/ ۲۰، تحت الحدیث: ۵۲۷۔

نمازیں ادا کیں اور اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مجھ پر حق ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے جسم کو جہنم پر حرام فرمادے گا۔"[1]

حدیث نمبر:1075

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، بیتُ اللہ شریف کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

اِسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہو گا اور اس کا اسلام مُنہدم ہوجائے گا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمالِ ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفسِ ایمان موقوف لہٰذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مومن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (رسالت کی گواہی) سے سارے عقائدِ اِسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا مُنکِر ہے وہ حضور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔ (نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا۔ اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر ان کا ماننا بہر حال لازم ہے۔"[3]

---

1 . . . قرۃ العیون ھامش الروض الفائق، الباب الاول فی عقوبۃ تارک الصلاۃ، ص ۳۸۴۔

2 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم، ۱/ ۱۴، حدیث: ۸ بتغیر قلیل۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۷ ملخصاً۔

حدیثِ مذکور میں اِسلام کے پانچ بنیادی ارکان ترتیب واہمیت کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے توحید ورِسالت کا بیان ہوا جو ہر نیک عمل کی بنیاد ہے، پھر نماز کا ذِکر ہوا جو دن رات میں پانچ بار ہوتی ہے یہ بندے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ایک مضبوط واسطہ ہے، پھر زکوٰۃ کا بیان ہوا جو سال میں ایک مرتبہ اس وقت واجب ہوتی ہے جب مخصوص مال پر سال گزر جائے، پھر روزے ہیں جو سال میں ایک ماہ کے لئے واجب ہوتے ہیں یہ بدنی عبادت ہے، پھر حج کا مرتبہ ہے جو عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے وہ بھی مخصوص شرائط کے ساتھ، ان پانچوں اَرکان کی اہمیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ فرمایئے:

(1)توحیدورسالت: توحید ورسالت کا اقرار اسلام کی اصل ہے، بقیہ ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اس کے تابع ہیں کیونکہ اَعمالِ صالحہ اس وقت تک کارآمد و مقبول نہیں جب تک توحید ورسالت کو نہ مان لیا جائے۔ توحید سے مراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ حکومت نہ عبادت میں، وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت وبندگی کی جائے، وہ بے پرواہے کسی کا محتاج نہیں، تمام جہاں اس کے محتاج ہیں۔ رسالت کی گواہی سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی ہر بات کی تصدیق کی جائے، جو عقائد آپ نے بتائے ان تمام کو دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔

(2)نماز: توحیدورسالت کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن نماز ہے، اسے دِین کا ستون، مومن کی معراج، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک، حجت ودلیل اور مغفرت و درجاتِ عالیہ کے حصول کا ذریعہ کہا گیا ہے، بروزِ قیامت سب سے پہلے اسی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ نماز مسلم و کافر کے درمیان فرق کرنے والی شے ہے۔ اس کے علاوہ نماز کے اور بھی بے شمار دِینی ودُنیوی فوائد و ثمرات ہیں، ایک حدیثِ قُدسی میں ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ”میں نے تمہاری اُمّت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور خود سے عہد کیا کہ جس نے یہ نمازیں وقت پر پڑھیں میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور جس نے ان کی حفاظت نہ کی اس کا میرے پاس کوئی عہد نہیں۔“[1] حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی

[1] . . . ابن ماجۃ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی فرض الصلوات الخمس، ۲/ ۱۷۰، حدیث: ۱۴۰۳۔

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مُعَظَّم ہے: ”جس نے جان لیا کہ نماز لازمی حق ہے (اور پھر اسے ادا بھی کیا) تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔“[1] ایک اور جگہ مروی ہے: ”نماز تمہاری میزان ہے اسی پر تمہارے وزن کی انتہا ہے اگر وزن میں پورے اُترو گے تو نجات پاجاؤ گے اور اگر کمی ہوئی تو عذاب دیئے جاؤ گے۔“[2]

(3) روزہ: روزہ بہت بابرکت اور اہم بدنی عبادت ہے۔ روزہ جہنم سے ڈھال ہے، روزے دار کے منہ کی بو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے، روزہ دار جب تک روزے کی حالت میں رہے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ روزہ دار کی ہڈیاں بھی تسبیح کرتی ہیں، روزہ دار کا سونا بھی عبادت شُمار کیا جاتا ہے۔ عَرش اُٹھانے والے فِرِشتے روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہتے ہیں، رَمَضان کے روزہ دار کیلئے دریا کی مچھلیاں دُعائے مَغْفِرت کرتی ہیں۔ روزہ بندے اور ربّ کے درمیان راز ہے کیونکہ بندے کی اس عبادت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مُطلع نہیں ہوتا۔ رمضان میں روزہ دار و غیر روزہ دار کی پہچان نہیں ہوتی ہر شخص روزہ دار ہی نظر آتا ہے۔ اسی طرح نفلی روزہ رکھنے والا جب تک اِظہار نہ کرے اس کا روزہ دار ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ بھی روزے کے بے شمار دِینی و دُنیوی فوائد و ثمرات ہیں۔ روزے کی اہمیت و فضلیت سے متعلق مزید معلومات کے لئے عاشقانِ رسول کی مدنی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی مایۂ ناز تالیف فیضانِ سنت جلد اوّل کے باب فیضانِ رمضان کا مطالعہ فرمائیے۔

(4) زکوٰۃ: زکوٰۃ بھی بہت اہم عبادت ہے، قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ عبادتِ مالیہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ اغنیا کے اَموال میں اس طرح واجب فرمائی کہ انہیں بھی کوئی نقصان نہ ہو اور فقرا کو بھی فائدہ ہو کیونکہ یہ کثیر مال پر بہت قلیل مقدار میں واجب ہوتی ہے۔ خلیلِ ملت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْكَافِی فرماتے ہیں: ”زکوٰۃ کی اہمیت

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ۱/۱۳۲، حدیث: ۴۲۳۔

2 . . . قرۃ العیون ہامش الروض الفائق، الباب الاول فی عقوبۃ تارک الصلاۃ، ص ۳۸۴۔

کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ زکوٰۃ دِین کا فرضِ اعظم ہے اور اَرکانِ اسلام کا تیسرا اہم رُکن ہے۔ قرآنِ عظیم میں بیسیوں جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذِکر فرمایا گیا۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید ہے۔ زکوٰۃ سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے اللہ تعالٰی کے محبوب بندوں میں شمار ہوتے ہیں اور یہ کمالِ ایمان کی نشانی ہے۔ زکوٰۃ سے جی چُرانے والوں کا حشر خراب ہوتا ہے اور مال بھی برباد ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور منکر کافر، اسلامی برادری سے خارج۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا سخت ناشکرا اور گناہگار ہے اور آخرت میں ملعون۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور مردودُ الشّہادہ ہے، اس کی گواہی نا مقبول ہے۔"[1]

(5) حج: "حج کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حج اسلامی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے۔ حج ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو پیشتر ہوئے۔ حج کمزوروں اور عورتوں کا جہاد ہے۔ حج محتاجی کو ایسا دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو، حجِ مَبرور (مقبول) کا ثواب جنت ہے۔ حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جس کے لئے حاجی استغفار کرے اسکی بھی۔ حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو افراد کی شفاعت کرے گا۔ حاجی **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے وفد ہیں، **اللہ** نے انہیں بلایا یہ حاضر ہوئے انہوں نے سوال کیا **اللہ** نے انہیں دیا۔ حاجی کے لئے دنیا میں عافیت ہے اور آخرت میں مغفرت ہے۔ جو حج کے لئے نکلا اور مر گیا قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا، اس کی پیشی نہ ہو گی، اور بِلا حساب جنت میں جائے گا۔ جس نے حج کیا یا عمرہ وہ **اللہ** کی ضمان (سپردگی وذمہ داری) میں ہے، اگر مر جائے تو **اللہ** تعالٰی اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر واپس آجائے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس آئے گا۔"[2] اس کے علاوہ بھی حج کے بے شمار دِینی و دُنیوی فوائد و ثمرات ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان کو اسلام کے ان پانچوں ارکان اور بقیہ تمام اَحکام کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور جنتُ الفردوس میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمین

---

1 . . . ہمارا اسلام، ص ۳۷۱ ملخصاً۔

2 . . . ہمارا اسلام، ص ۳۹۳ ملخصاً۔

مدنی گلدستہ
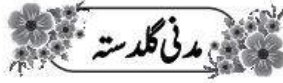
”ارکانِ اسلام“ کے 10 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) توحید و رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج یہ اسلام کے بنیادی ارکان ہیں جو ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔

(2) توحید و رسالت کا اِقرار اِسلام کی اصل ہے، بقیہ تمام ارکان اس کے تابع ہیں، کوئی بھی نیک عمل اس وقت تک مقبول نہیں جب تک توحید و رسالت کو نہ مان لیا جائے۔

(3) جس کی نمازیں پوری ہوئیں بروزِ قیامت وہ نجات پا جائے گا اور جس کی نمازوں میں کمی ہوئی اسے عذاب دیا جائے گا۔

(4) جس نے نماز کو لازمی حق جان کر ادا کیا اس کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

(5) نماز دین کا ستون ہے جو اس کی فضیلت جاننے کے باوجود اسے ضائع کرے وہ دیگر اعمال کو بہت زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا۔

(6) زکوٰۃ ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں شمار ہوتے ہیں اور یہ کمالِ ایمان کی نشانی ہے۔

(7) زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار ہے اور اس کی گواہی مقبول نہیں۔

(8) جو نماز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق سمجھتے ہوئے اچھی طرح وضو کر کے شرائط کی پابندی کے ساتھ ادا کرے وہ جہنم سے محفوظ رہے گا۔

(9) حج کمزوروں اور عورتوں کا جہاد ہے، یہ محتاجی کو ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔

(10) پنج وقتہ نماز کی وقت پر ادائیگی، والدین کی خدمت اور راہِ خدا میں جہاد کرنا یہ افضل ترین اعمال ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نماز کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1076

مسلمان کے مال وجان کی حُرمت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَیُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللہِ تَعَالٰی.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ اِس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور جب تک وہ نماز قائم نہ کریں اور زکوۃ ادا نہ کریں۔ اور جب وہ ایسا کرلیں گے تو مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کرلیں گے سوائے اسلام کے حق کے اور ان (کے باطنی امور) کا حساب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر ہے۔“

تمام اَحکام پر ایمان لانا ضروری ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُالدِّیْن عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں توحید و رسالت کی گواہی دینے اور نماز و زکوۃ کی ادائیگی سے مراد تمام اَحکامِ اِسلامیّہ کو ماننا ہے۔ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم جو اَحکام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے لائے اُن تمام پر ایمان لانا ضروری ہے، تو جو ان سب باتوں پر ایمان لے آئے اس کا مال اور جان محفوظ ہو جائے گا مگر اسلام کے حقوق معاف نہ ہونگے ان کی ادائیگی ضروری ہو گی جیسے قصاص، حد اور تلافیٔ مال وغیرہ حقوق معاف نہ ہوں گے۔“[2]

توحید و رسالت، نماز اور زکوۃ کی خصوصیت کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”توحید و رِسالت کی گواہی اہم بنیادی

---

[1] . . . بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلهم، ۱ / ۲۰، حدیث: ۲۵۔

[2] . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلهم، ۱ / ۲۷۶، تحت الحدیث: ۲۵ ملخصا۔

اِعتقادی رکن ہے، نماز بدنی اور زکوٰۃ مالی رکن ہے، توحید و رسالت کی گواہی اصل ہے اور یہی کفار پر شاق ہے۔ (اس لیے حدیث پاک میں اسے اَوَّلاً ذکر کیا گیا) نماز کفار پر اس لئے گراں ہے کہ یہ دن میں پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور زکوٰۃ بھی انسانی طبیعت پر بھاری ہے کیونکہ عموماً انسان کو مال سے محبت ہوتی ہے، تو جب بندہ ان تینوں اُمور کی ادائیگی کرلے گا تو بقیہ اَحکام کی اَدائیگی اُس کے لیے آسان ہو گی۔"[1]

نماز و زکوٰۃ کے تارِک کا شرعی حکم:

صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ہر مُکَلَّف یعنی عاقل بالغ پر نماز فرضِ عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے بلکہ ائمۂ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے نزدیک سلطانِ اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے۔"[2]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "زکوٰۃ فرض ہے، اُس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار و مَردودُ الشَّہادہ ہے۔"[3]

اِسلام کے حق سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ مذکور کے آخری حصے میں بیان ہوا کہ توحید و رسالت کی گواہی اور نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی سے جان و مال محفوظ ہو جائے گا مگر حقِ اسلام معاف نہ ہو گا۔ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے یہاں حقِ اسلام سے یہ حقوق مراد لیے ہیں: "**(1)** قتلِ عمد کا قصاص (یعنی کسی مسلمان کو ظلماً قتل کرنے کے جرم میں شرائط پائی جانے پر قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا) **(2)** مُحْصِن کا رجم (شادی شدہ شخص زنا کرے تو شرائط پائی جانے پر اسے سنگسار کیا جائے گا) **(3)** کوئی مسلمان (مَعَاذَ اللہ) مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے۔ **(4)** مختلف اَموال میں فرض ہونے والی زکوٰۃ معاف نہ ہو گی۔ **(5)** کفّارے معاف نہ ہوں گے۔ اور **(6)** نفقاتِ واجبہ معاف نہ ہونگے۔"[4]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الظلم والامر برد المظالم، ۲/۵۲۵، تحت الحدیث: ۲۰۹۔

2 . . . بہار شریعت، ۱/۴۴۳، حصہ ۳۔

3 . . . بہار شریعت، ۱/۸۷۴، حصہ ۵۔

4 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الامر بالمحافظۃ علی الصلوات، ۳/۵۶۱، تحت الحدیث: ۱۰۷۴ ملخصاً۔

حدیث نمبر:1077

دن رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت

عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: بَعَثَنِی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ: اِنَّکَ تَاْتِیْ قَوْمًا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ، فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ، فَاِنْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ، فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللہَ تَعَالٰی اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ، فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللہَ تَعَالٰی اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ، فَاِیَّاکَ وَکَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہُ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللہِ حِجَابٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دو جہاں کے تاجور، سُلطانِ بحرو بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا: ”تم اہلِ کتاب کی طرف جا رہے ہو، انہیں اس بات کی گواہی کی طرف بلانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ بے شک! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر اسے بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر اُن کے فقرا میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ یہ بات بھی مان لیں تو (زکوۃ لیتے وقت) ان کے عمدہ مالوں سے احتراز کرنا اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔“

اِسلامی احکام بتانے کا طریقہ:

حدیثِ مذکور میں غیر مسلموں کو اسلامی اَحکام بتانے کا طریقہ بیان ہوا کہ پہلے انہیں توحید و رسالت کی طرف بلایا جائے جب اُس کا اِقرار کرلیں تو مسلمانوں کی سب سے اہم عبادت نمازِ پنجگانہ کی فرضیت بتائی جائے، پھر زکوۃ کی طرف بلایا جائے، اسے بھی مان لیں تو سمجھو کہ اب تمام عقائدِ اسلامیہ کو مان لیں گے، کیونکہ کُفار پر سب سے زیادہ گراں اپنے جھوٹے معبودوں کا انکار ہے پھر نماز و زکوۃ، جب وہ ان تینوں

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام، ص ۳۹، حدیث: ۱۲۱۔

باتوں کو مان گئے تو گویا تمام عقائدِ اسلامیہ کے مُعترف ہوگئے۔ اب انہیں دیگر اسلامی عقائد کے بارے میں بتایا جائے جب انہیں بھی مان لیں تو اب ان کا جان و مال محفوظ ہوگیا، کوئی ان کے مال و جان میں ناحق تَصَرُّف نہیں کر سکتا۔ ہاں! اسلامی حقوق کی ادائیگی لازم رہے گی وہ معاف نہیں ہونگے، جیسے قصاص، زکوۃ اور دیگر واجباتِ مالیہ وغیرہ، پھر زکوۃ و دیگر واجبات کی وُصولی کے وقت بھی اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ نہ تو ان کا عمدہ مال لیا جائے نہ ہی ردی و گھٹیا بلکہ درمیانہ مال لیا جائے گا تاکہ انہیں بھی نقصان کا احساس نہ ہو اور فقرا کی بھی امداد ہوجائے۔ ہاں! وہ خوشی سے عمدہ مال دینا چاہیں تو پھر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی درس ملا کہ کسی پر ظلم نہ کیا جائے کہ مظلوم کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے، اسکی قبولیت میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، بسا اوقات مظلوم کی ”آہ“ ظالم کے لئے دنیا و آخرت میں رُسوائی کا باعث بن جاتی ہے، پھر وہ کہیں کا نہیں رہتا، برباد ہوجاتا ہے۔

پانچوں نمازوں کی اہمیت:

حدیثِ مذکور میں نماز کی اہمیت کا بھی واضح بیان ہے کہ توحید و رسالت کے بعد اسی کا ذکر ہوا۔ حالانکہ توحید و رِسالت کے اقرار میں ضمناً اس کا اقرار بھی موجود تھا، رسالت کو ماننے سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو بھی احکام لائے ان سب کو مانا جائے، مگر پھر بھی اسے علیحدہ سے بیان کیا گیا کہ اسلام لانے کے بعد یہی سب سے اہم اور افضل رکن ہے۔ نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”نمازی کے لیے تین کرامتیں ہیں: **(1)** نمازی جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو آسمان سے لے کر سر کی مانگ تک اس پر خیر و برکت بَرسائی جاتی ہے۔ **(2)** فِرِشتے نمازی کے قدموں سے لے کر آسمان تک اُس کے چاروں طرف جمع ہوجاتے ہیں۔ **(3)** ایک مُنادی یوں ندا کرتا ہے: ”اگر نمازی جان لے کہ کس سے مناجات کر رہا ہے تو دورانِ نماز کبھی بھی اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو۔“[1] ایک اور حدیث پاک میں ہے: ”جب مسلمان نماز شروع کرتا ہے تو اُس کے گُناہ اُس کے

[1] ...کنز العمال، کتاب الصلاۃ، الباب الاول، فضل الصلاۃ ووجوبھا، ۴/ ۱۱۷، حدیث: ۱۸۹۱۹، الجزء السابع۔

سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں، جب سجدے میں جاتا ہے تو سارے گُناہ گر جاتے ہیں، جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو گناہوں سے پاک صاف ہو چکا ہوتا ہے۔“[1] ایک روایت میں یوں ہے: ”جب آدمی نماز میں ہوتا ہے تو گویا بادشاہ کے دروازے پر دستک دے رہا ہوتا ہے اور جو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہے تو کبھی نہ کبھی دروازہ کُھل ہی جاتا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”حسنین کریمین“ کے 11 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

(1) اَحادیثِ مبارکہ میں جہاں توحید ورِسالت کے اِقرار پر اِسلام کا حکم دیا گیا وہاں جمیع عقائدِ اِسلامیہ کا اِقرار مراد ہے کیونکہ شے ثابت ہوتی ہے تو جمیع لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

(2) اسلام لانے کی وجہ سے جان ومال محفوظ ہو جاتا ہے۔ اب اس میں کوئی تَصَرُّف نہیں کر سکتا، ہاں حقوقِ اسلام کی ادائیگی لازم رہے گی۔

(3) نماز ہر عاقل، بالغ، قادر مسلمان پر فرضِ عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

(4) جو بد نصیب شخص اِسلام لانے کے بعد مَعَاذَاللہ اسلام کا منکر ہو جائے وہ مُرتد ہے، حاکمِ اسلام اس کے قتل کا حکم دے گا۔

(5) قتلِ مسلم، زنا اور ظلم یہ بہت خطرناک گناہ ہیں، ان سے ہر مسلمان کو کوسوں دور بھاگنا چاہیے کہ ان کے کرنے سے انسان دنیا وآخرت میں رُسوا وبرباد ہو جاتا ہے۔

(6) کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دیتے وقت اولاً اس سے توحید و رسالت کا اقرار کرایا جائے پھر بقیہ ارکان کی تعلیم دی جائے۔

---

1 . . . معجم کبیر، سلیمان التیمی عن ابی عثمان النهدی، ۶ / ۲۵۰، حدیث: ۶۱۲۵۔

2 . . . مسند الفردوس، باب الالف، ۱ / ۲۰۱، حدیث: ۷۶۰۔

(7) نمازی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس پر خیر و برکت کی برسات ہوتی ہے۔

(8) جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو گناہ اُس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں نماز پڑھنے سے اس کے گناہ گر جاتے ہیں، وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

(9) زکوۃ فرض ہے، اِس کا منکر کافر اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار و مَردودُ الشہادہ ہے۔

(10) کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہیے کہ مظلوم کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ظالم عبرت کا نشانہ بن جاتا ہے۔

(11) نماز پوری توجہ سے پڑھنی چاہیے، حالتِ نماز میں بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے اگر وہ یہ بات کَمَاحَقُّہٗ جان لے تو کبھی اِدھر اُدھر توجہ نہ کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دیگر نیک اعمال کے ساتھ ساتھ نماز پنج گانہ کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1078

نماز ایمان کی پہچان ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ، تَرْکَ الصَّلَاۃِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بے شک! بندے اور کفر و شرک کے درمیان ترکِ نماز کا فاصلہ ہے۔"

حدیثِ مذکور میں ترکِ نماز پر بہت سخت وعید بیان ہوئی کہ بندے اور کفر و شرک کے درمیان نماز حائل ہے اگر نماز نہ پڑھے گا تو کفر اس کی طرف راہ پا سکتا ہے کہ ترکِ نماز سخت کبیرہ گناہ ہے اور گناہ کفر کے قاصد ہوتے ہیں، تارکِ نماز کو بہت شدید سزاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا، مرتے وقت بھی اور قبر و حشر میں بھی

[1] . . . مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ص ۵۸، حدیث: ۲۴۶ بتغیر قلیل۔

وہ طرح طرح کے عذابوں سے دوچار ہوگا۔ بے نمازی کو ملنے والی سزاؤں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

نماز میں سُستی کرنے والے کیلئے پندرہ سزائیں:

حضرت سیدنا فقیہ ابو اللیث سمر قندی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نماز میں سُستی کرنے والے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پندرہ (15) سزائیں دے گا، 6 دنیا میں، 3 موت کے وقت، 3 قبر میں اور 3 قبر سے نکلنے کے بعد۔

چھ دُنیوی سزائیں:

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بے نمازی کی عمر سے برکت ختم کردے گا۔ (2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے چہرے سے نیک لوگوں کی علامت مٹادے گا۔ (3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے کسی عمل پر اجر و ثواب نہ دے گا۔ (4) اس کی کوئی دعا آسمان تک بلند نہ ہونے دی جائے گی۔ (5) دنیا میں مخلوق اس سے نفرت کرے گی اور (6) نیک لوگوں کی دعا میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔

موت کے وقت کی تین سزائیں:

(1) بے نمازی ذلیل ہو کر مرے گا۔ (2) بھوکا مرے گا۔ (3) مرتے وقت اتنی سخت پیاس لگے گی کہ اگر سارے دریاؤں کا پانی بھی اسے پلا دیا جائے تو پیاس نہ بجھے۔

قبر کی تین سزائیں:

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بے نمازی کی قبر اس پر تنگ کردے گا اور قبر اسے اس طرح دبائے گی کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی۔ (2) اس کی قبر میں آگ بھڑکا دی جائے گی۔ جس کے انگاروں میں وہ دن رات اُلٹ پلٹ ہوتا رہے گا۔ (3) اس پر ایک اژدھا مُسلَّط کردیا جائے گا جس کا نام ”اَلشُّجَاعُ الْاَقْرَع“ (یعنی گنجا سانپ) ہے۔ اس کی آنکھیں آگ کی اور ناخن لوہے کے ہوں گے، ہر ناخن کی لمبائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہوگی، وہ گرج دار بجلی کی مثل آواز میں کہے گا: میں ”اَلشُّجَاعُ الْاَقْرَع“ ہوں، مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ میں فجر کی نماز ضائع کرنے کے جرم میں فجر سے ظہر تک اور ظہر ادا نہ کرنے پر ظہر سے عصر تک اور عصر ضائع کرنے پر عصر سے مغرب تک اور مغرب نہ پڑھنے کی وجہ

سے مغرب سے عشا تک اور عشا ضائع کرنے پر (عشا سے) صبح تک تجھے مارتا رہوں۔ اور جب بھی وہ ایک بار مارے گا تو مُردہ ستّر (70) ہاتھ زمین میں دھنس جائے گا پھر وہ اپنے ناخن زمین میں داخل کر کے اسے نکالے گا اور یہ عذاب اس پر قیامت تک ہوتا رہے گا۔

قیامت کے دن کی تین سزائیں:

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ بے نمازی پر ایک فرشتہ مُسلّط کر دے گا جو اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائے گا۔ **(2)** حساب کے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظرِ غضب سے دیکھے گا جس سے اس کے چہرے کا گوشت جھڑ جائے گا۔ **(3) اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا حساب سختی سے لے گا جس سے زیادہ سخت و طویل کوئی عذاب نہ ہو گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کو دوزخ میں لے جانے کا حکم صادر فرمائے گا اور جہنم کتنا بُرا ٹھکانا ہے۔[1] ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ”نماز چھوڑنے والے کو زکوۃ نہ دو، نہ اسے اپنے پاس ٹھہراؤ اور نہ اپنے پاس بٹھاؤ کیونکہ اس پر آسمان سے لعنت اترتی ہے۔“[2]

حدیث نمبر:1079

ترکِ نماز کا وبال

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ.[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا بُریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان (منافقین) کے درمیان ہے وہ نماز ہے تو جس نے نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔“

بے نمازی کی شامت:

اس حدیثِ پاک میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منافقین و مسلمین کے مابین نماز کو فرق

---

1. ...قرۃ العیون ھامش الروض الفائق، الباب الاول فی عقوبۃ تارک الصلاۃ، ص ۳۸۳۔
2. ...قرۃ العیون ھامش الروض الفائق، الباب الاول فی عقوبۃ تارک الصلاۃ، ص ۳۸۴۔
3. ...ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلاۃ، ۴/۲۸۲، حدیث: ۲۶۳۰۔

کرنے والا بنایا اور ترکِ نماز کو کفر فرمایا۔ اتنی سخت وعید کے باوجود بھی نماز ترک کرنے والا واقعی سخت محروم، ایسے بندے کے پاس روزِ محشر عذاب سے بچنے کے لئے نہ کوئی عذر ہو گا نہ دلیل، اگر رحمتِ الٰہی نے ساتھ نہ دیا تو اس کا انجام بہت بھیانک ہو گا۔ بے نمازی کے انجام سے متعلق دو عبرتناک فرامین ملاحظہ فرمایئے: منقول ہے کہ "جو نماز کی پابندی نہیں کرے گا اس کے لئے نہ نور ہو گا، نہ دلیل اور نہ ہی نجات کا کوئی ذریعہ اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور اُبَیّ بن خَلَف کے ساتھ ہو گا۔"[1] علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں: "بے نمازی کا حشر ان لوگوں کے ساتھ اس لئے ہو گا کہ اگر اسے مال نے نماز سے غافل رکھا تو وہ قارون کے مشابہ ہے لہٰذا اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا، اگر اس کی حکومت نے اسے غفلت میں ڈالا تو وہ فرعون کے مشابہ ہے لہٰذا اس کا حشر اس کے ساتھ ہو گا اور اگر اس کی غفلت کا سبب وزارت تھی تو وہ ہامان کے مشابہ ہوا، لہٰذا اسی کے ساتھ ہو گا، اور اگر غفلت کا سبب تجارت تھی تو مکہ مکرمہ کے مشہور کافر تاجر اُبَیّ بن خلف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔"[2]

جہنمی اژدھے اور بچھو:

منقول ہے کہ "جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام "لَمْلَم" ہے۔ اس میں اژدھے ہیں، ہر اژدھے کی موٹائی اونٹ کی گردن کی مانند اور لمبائی ایک مہینے کی مسافت جتنی ہے۔ وہ اژدھا بے نمازی کو ڈسے گا تو اس کا زہر ستر (70) سال تک اس کے جسم میں جوش مارتا رہے گا، پھر اس کا گوشت گل جائے گا، ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی اور اس وادی کے تمام اژدھے بے نمازی کو ڈستے رہیں گے۔ جہنم میں ایک اور وادی ہے جس کا نام "جُبُّ الْحُزْن" ہے، اس میں خچر کی مانند سیاہ بچھو ہیں، ہر بچھو کے ستر (70) ڈنک ہیں اور ہر ڈنک میں زہر کی تھیلی ہے، جب وہ بے نمازی کو ڈنک مارے گا تو زہر اس کے سارے جسم میں سرایت کر جائے گا جس کا اثر وہ ایک ہزار سال تک محسوس کرے گا پھر اس کا گوشت ہڈیوں سے جھڑ جائے گا، اس کی شرم گاہ سے

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ۲ / ۵۷۳، حدیث: ۶۵۸۷۔

2 . . . کتاب الکبائر، الکبیرة الرابعة فی ترک الصلاة، ص ۲۱۔

پیپ بہے گی اور تمام جہنمی اس پر لعنت بھیجتے ہوں گے۔"[1] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں نماز کا پابند بنائے، نماز کی عظمت واہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیے اور ہمارا حشر اپنے نیک بندوں کے ساتھ فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر:1080

دورِ رسالت میں نماز کی اہمیت

عَنْ شَقِيْقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَّفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهِ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا شقیق بن **عبد اللہ** رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه تابعی بزرگ ہیں اور ان کی جلالت متفق ہے، وہ فرماتے ہیں: "صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نماز کے علاوہ کسی اور عمل کے ترک کو کفر نہ سمجھتے تھے۔"

کیا تارکِ نماز کافر ہے؟

دلیل الفالحین میں ہے: "ترکِ نماز کفر ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ بعض صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان و تابعین عِظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک پنج وقتہ نماز میں سے کسی ایک کو بھی سُستی کی وجہ سے ترک کرنے والا کافر ہے اور اس کے لئے مُرتد کا حکم ہو گا۔ جبکہ اکثر صحابہ و ائمہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کا موقف یہ ہے کہ ترکِ نماز کفر نہیں اور جن احادیث میں ترکِ نماز کو کفر کہا گیا ہے ان سے مراد یہ ہے کہ جو نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے اس کا ترک جائز جانے اس کے لئے حکم کفر ہے جبکہ وہ نو مسلم یا دیہی علاقوں میں علمائے دِین کی صحبت سے دور رہنے کی وجہ سے معذور نہ ہو، یا یہ مراد ہے کہ نماز ترک کرنا کفر کی طرف لے جا سکتا ہے کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور گناہ کفر کا قاصد ہوتا ہے۔ یا ترکِ نماز کو کفر کہنا ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہے تاکہ لوگ اس کے ترک پر جری نہ ہوں، اسی لئے امام شافعی اور دیگر ائمہ رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا کہ جو سُستی کی وجہ سے نماز ترک کر دے اسے قتل کیا جائے گا مگر وہ کافر نہ ہو گا۔ امام زُہری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اور ایک جماعتِ اکابرین کا یہ موقف ہے کہ بے نمازی کو قید کر دیا جائے اور مارا جائے یہاں تک کہ نماز کی پابندی

---

1 . . . قرة العيون هامش الروض الفائق، الباب الاول في عقوبة تارك الصلاة، ص ۳۸۵۔

2 . . . ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترک الصلاة، ۴/ ۲۸۲، حدیث: ۲۶۳۱۔

کرنے لگے۔ یا یہ مراد ہے کہ نماز کا تارِک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا منکر ہے کیونکہ حقیقی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جھک جائے اور اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرے، مگر کفر سے مُتَّصِف شخص ان چیزوں کی ادائیگی میں عار محسوس کرتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز شکر کی اصل و بنیاد ہے، گویا یوں کہا گیا ہے کہ مومن اور کافر میں فرق کرنے والی شے مُنْعِمِ حقیقی (ربّ تعالیٰ) کے شکر کو ترک کرنا ہے، تو جو نماز قائم کرے وہ کامل مومن ہے اور جو نماز ترک کرے وہ اپنے مولیٰ کریم کی نعمتوں کا منکر اور اس کے شکر سے غفلت برتنے والا ہے۔"[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے کہ "بندۂ مؤمن اور کفر کے درمیان نماز کی دیوار حائل ہے جو اس تک کفر کو نہیں پہنچنے دیتی جب یہ آڑ ہٹ گئی تو کفر کا اس تک پہنچنا آسان ہوگیا، ممکن ہے کہ آیندہ یہ شخص کفر بھی کر بیٹھے۔ خیال رہے کہ بعض ائمہ ترکِ نماز کو کفر بھی کہتے ہیں، بعض کے نزدیک بے نمازی لائقِ قتل ہے اگرچہ کافر نہیں ہوتا۔ ہمارے امام صاحب (رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه) کے نزدیک بے نمازی کو مار پیٹ اور قید کیا جائے جب تک کہ وہ نمازی نہ بن جائے۔ ہمارے ہاں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے نمازی قریبِ کفر ہے یا اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے یا ترکِ نماز سے مراد نماز کا انکار ہے، یعنی نماز کا منکر کافر ہے۔"[2]

"اُس زمانہ (اقدس) میں نماز پڑھنا مومن کی علامت تھی اور نہ پڑھنا کافر کی پہچان، اس لئے وہ حضرات جسے نماز نہ پڑھتے دیکھتے سمجھتے کافر ہوگا۔ لہٰذا اِس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز چھوڑنا کفر ہو اور بے نمازی کافر ہو۔"[3]

مدنی گلدستہ

"اھلِ بیت" کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

---

1 ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الامر بالمحافظة علی الصلوات، ۳/ ۵۶۳، تحت الحدیث: ۱۰۷۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۸۔

(1) نماز ایمان کی علامت، روزِ محشر دلیل وحجت اور ذریعۂ مغفرت ہے۔

(2) بے نمازی پر جہنم کی "لَمْلَم" نامی وادی میں خوفناک اژدھے مسلط کئے جائیں گے جبکہ "جُبُّ الْحُزْن" نامی وادی میں اسے انتہائی بھیانک بچھوؤں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کسی بھی حالت میں نماز ترک نہ کیا کرتے تھے۔ ان کے مبارک دور میں نماز چھوڑنا بہت بڑا جرم تھا یہاں تک کہ اس زمانے میں ترکِ نماز کو کفر سمجھا جاتا تھا۔

(4) بے نمازی ذلیل وخوار ہو کر بھوکا پیاسا مرتا ہے، اس کی پیاس اتنی شدید ہوتی ہے کہ سب دریاؤں کا پانی بھی اس کی پیاس نہیں بجھا سکتا۔

(5) بروزِ محشر بے نمازی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کا حساب بہت سختی سے لیا جائے گا، پھر اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(6) بے نمازی کی عمر سے برکت ختم کر دی جاتی ہے، نیک لوگوں کی علامت اس کے چہرے سے مٹا دی جاتی ہے اور اس کی کوئی دعا آسمان تک بلند نہیں کی جاتی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نمازوں کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1081

محشر کا سب سے پہلا سوال

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ عَمَلِہِ صَلَاتُہُ فَاِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَاِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِہِ شَیْئًا، قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: اُنْظُرُوْا ھَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلَ مِنْھَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَۃِ؟ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ اَعْمَالِہِ عَلٰی ھٰذَا۔[1]

[1] ۔۔۔ ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء ان اول مایحاسب بہ العبد۔۔۔ الخ، ۱/۴۲۱، حدیث: ۴۱۳۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بروزِ قیامت بندے کا جس عمل پر سب سے پہلے محاسبہ کیا جائے گا وہ نماز ہے، تو جس کی نمازوں کا معاملہ درست ہو گا وہ فلاح و نجات پا جائے گا اور جس کی نمازوں کا معاملہ خراب ہوا وہ خائب و خاسر ہو گا، پھر اگر کسی کی فرض نمازوں میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: دیکھو! میرے بندے کے کچھ نوافل ہیں؟ چنانچہ نوافل سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر بقیہ سب اعمال میں بھی اسی طرح کا معاملہ ہو گا۔"

آخرت کا خسارہ:

دلیل الفالحین میں ہے: "روزِ محشر حقوقُ اللہ سے متعلق سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہو گا، جس کی نمازیں مکمل ہوئیں اس طرح کہ تمام نمازیں شرائط کی پابندی اور مفسدات سے بچتے ہوئے ادا کیں تو وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس کی نمازوں میں کوئی رُکن یا شرط چھوڑنے یا مفسدِ نماز قول و فعل کے اِرتکاب کی وجہ سے کمی ہوئی تو وہ ناکام و ہلاک اور اُخروی تجارت میں خسارہ پانے والا ہو گا کیونکہ وہ اس ثواب سے محروم رہے گا جو نماز کی صحیح ادائیگی پر ملتا اور اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر مُؤَکَّل فرشتوں سے فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ "دیکھو! کیا میرے بندے کے پاس کچھ نوافل ہیں؟" اگر نوافل ہوئے تو ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی، اس کے بعد تمام اَعمال روزہ و حج وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہو گا کہ فرض روزوں کی کمی نفلی روزوں سے اور فرض حج کی کمی نفلی حج سے پوری کی جائے گی۔ اس حدیثِ پاک میں فرائض کی صحیح طریقے سے ادائیگی اور ان کے مُفسدات سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اِس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ کثرت سے نوافل پڑھے جائیں تاکہ اِن کے ذریعے فرائض میں رہ جانے والی وہ کمی پوری ہو سکے جس سے کم ہی لوگ بچ پاتے ہیں۔"[1]

---

(1) ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الامر بالمحافظة علی الصلوات، ۳/۵۶۵، تحت الحدیث: ۱۰۷۹۔

فیض القدیر میں ہے: "روزِ محشر سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہو گا، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو نماز کی تعظیم واہتمام کا بطورِ خاص حکم دیا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک نماز دیگر عبادات سے مقدم ہے اس طرح سے کہ فرائض میں بندوں پر جو سب سے پہلے ہے وہ نماز ہے اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نئے اسلام لانے والے کو جو چیز سب سے پہلے سکھاتے وہ نماز ہے پس جو اس کی پابندی نہ کرے تو بروزِ قیامت اس کے پاس کوئی عذر نہ ہو گا۔"(1)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "حقوقُ اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا اور حقوق العباد میں قتل کا، یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا، لہٰذا حدیثِ مذکور اس حدیثِ پاک کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل کا حساب ہو گا۔"(2)

نمازی کے حساب میں آسانی ہو گی:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "(روزِ محشر) اگر نماز کے حساب میں بندہ ٹھیک نکلا تو اگلے حساب اِنْ شَآءَ اللہ آسان ہوں گے، اور اگر ان میں بندہ پھنس بھی جائے گا تو ربّ تعالیٰ نمازوں کی برکتوں سے اس کے چھٹکارے کی سبیل پیدا فرمادے گا، مثلاً اگر اس کے ذمہ حقوقُ العباد ہیں تو حق والے کو جنت دے کر اسے معاف کرادے گا اور اگر حقوقُ اللہ ہیں تو انہیں رحمِ خُسروانہ اور الطافِ شاہانہ سے خود بخش دے گا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نماز کے پابند کو گناہوں سے بچنے اور دوسری نیکیاں کرنے کی دنیا ہی میں توفیق مل جاتی ہے، لہٰذا وہاں جس کی نمازیں ٹھیک نکلیں اس کے دوسرے اعمال خود بخود ٹھیک نکلیں گے۔"(3)

فرائض میں کمی سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ مذکور میں فرمایا گیا کہ بروزِ قیامت فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی۔ یہاں فرائض

1 . . . فیض القدیر، حرف الهمزة، ۳/ ۱۲۲، تحت الحدیث: ۲۸۴۴۔

2 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب صلاة التسبیح، ۳/ ۴۲۰، تحت الحدیث: ۱۳۳۰۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۰۷۔

کی کمی سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں محدثینِ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے چند اقوال ملاحظہ فرمایئے: فیض القدیر میں ہے: ”فرائض میں کمی سے مراد یہ ہے کہ ادا کرتے وقت اس کی سنتوں اور ہیئتِ مشروعیہ میں کوئی کمی ہو گئی یا فرائض و شروط میں کوئی کمی رہ گئی یا فرض ہی ترک کر دیا۔“[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یہاں کمی سے ادا میں کمی مراد نہیں بلکہ طریقۂ ادا میں کمی مراد ہے یعنی اگر کسی نے فرائض ناقص طریقہ سے ادا کئے ہوں گے تو وہ کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ بندہ فرض نماز نہ پڑھے نفل پڑھتا رہے اور وہاں نفل فرض بن جائیں۔ فرائض کی کمی سنتوں اور نوافل سے پوری کی جائے گی، اور کیوں نہ ہو کہ وہ سنتوں والے محبوب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہماری کمی پوری کرنے ہی تشریف لائے ہیں، گرتوں کو اٹھانا اور بگڑتوں کا بنانا انہیں کا کام ہے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور سے نماز کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بروزِ قیامت نماز ہی کے بارے میں سب سے پہلا سوال ہو گا، جس خوش نصیب کی نمازیں مکمل ہوئیں اس کا معاملہ دیگر اعمال میں بھی درست رہے گا۔ اور کیوں نہ ہو کہ مصطفےٰ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے نماز کے اہتمام و حفاظت کو ایمانِ کامل کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ”نماز اسلام کی پہچان ہے، تو جس کا دل نماز کے لئے فارغ ہوا اور اس نے اس کے حقوق، وقت اور سنتوں کی رعایت کے ساتھ پابندی کی تو وہ (کامل) مؤمن ہے۔“[3] اگر وہاں کسی کے فرائض میں کمی ہوئی تو کریم پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے وہ کمی نوافل کے ذریعے پوری کی جائے گی۔ اور پھر دیگر اعمال میں بھی ایسا ہی معاملہ ہو گا۔ اور اگر اس کے پاس نفلی عبادت نہ ہوئی اور رحمتِ الٰہی نے دستگیری نہ کی تو وہ خائب و خاسر ہو گا، اب اسے ایسی حسرت و ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ کبھی ایسی حسرت کا سامنا نہ کیا ہو گا۔ اس لئے سمجھ داری کا تقاضا یہی ہے کہ فرائض میں کبھی غفلت نہ کی جائے، کیسے ہی حالات کا سامنا ہو کبھی بھی نماز ترک نہ کی جائے۔ بارگاہِ رسالت سے ہمیں

---

[1]... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۳/ ۱۲۲، تحت الحدیث: ۲۸۲۲۔

[2]... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۰۷۔

[3]... کنز العمال، کتاب الصلاۃ، الباب الاول فی فضل الصلاۃ ووجوبھا، ۴/ ۱۱۳، حدیث: ۱۸۸۶۲، الجزء السابع۔

یہی تعلیم دی گئی ہے۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ...... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
پڑھوں سنتِ قبلیہ وقت ہی پر ...... ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی

مدنی گلدستہ

”حرمِ کعبہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) بروزِ قیامت سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا جس کی نمازیں مکمل ہوں گیں وہ نجات پاجائے گا اور جس کی نمازوں میں کمی ہوئی وہ ناکام و نامُراد ہوگا۔

(2) فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ ان سے فرائض کی کمی پوری کی جائے گی۔

(3) حقوقُ العباد سے متعلق سب سے پہلا سوال قتلِ ناحق کے بارے میں ہوگا۔

(4) بے نمازی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق ضائع کرنے والا ہے، بروزِ قیامت وہ غَضَبِ الٰہی کا حق دار ہوگا اور رحمتِ الٰہی سے مایوس ہوگا۔

(5) نماز ایمان کی پہچان ہے جو اس کی پابندی کرے وہ کامل مومن ہے۔

(6) فجر و عشا باجماعت ادا کرنے والے کے لئے جہنم کی آگ اور نفاق سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔

(7) اپنے مالک و مولیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنا ناشکری و بے وفائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں نماز اور دیگر اَحکامِ اِسلامیہ کی دل و جان سے قدر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، روزِ محشر اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے اور ہماری بے حساب مغفرت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:194

صَفِ اَوّل کی فضیلت کا بیان

صَفِ اَوّل کی فضیلت، پہلے اگلی صفوں کو مکمل وبرابر کرنے اور صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نماز **اللہ** رَبُّ العزت کی بارگاہ میں حاضری کا وسیلہ ہے، باجماعت نماز پڑھنے والے پر ربِّ کریم کا خاص کرم ہوتا ہے اور اگر جماعت کے ساتھ صفِ اَوّل بھی مل جائے تو رحمتیں اور برکتیں مزید بڑھ جاتی ہیں، جماعت کی برکت وفضیلت کامل طور پر پانے کے لیے ضروری ہے کہ جماعت کی سنتوں اور آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے وقت ضروری ہے کہ نمازی مل کر کھڑے ہوں، درمیانِ صف میں بالکل فاصلہ نہ چھوڑیں، کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں، صف بالکل سیدھی رکھیں، اولاً پہلی صف پوری کریں پھر دوسری صف بنائیں، جب تک اگلی صف مکمل نہ ہو جائے پیچھے صف ہرگز نہ بنائی جائے، صفوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ ریاض الصالحین کے اس باب میں **”صَفِ اَوّل کی فضیلت، پہلے اگلی صفوں کو مکمل وبرابر کرنے اور صفوں میں مل کر کھڑے ہونے“** کا بیان ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 15 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1082

فرشتوں جیسی صفیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر بن سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”تم اِس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صفیں بناتے ہیں؟“ ہم نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فرشتے اپنے ربّ کے حضور کس طرح صفیں بناتے ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”وہ پہلے اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل

1 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ۔۔۔ الخ، ص ۱۸۱، حدیث: ۹۶۸۔

کر کھڑے ہوتے ہیں۔“

پہلے اگلی صفیں پوری کرو:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث مذکور میں پہلے اگلی صفوں کو پورا کرنے اور صفوں کو سیدھا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگلی صفوں کو پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک پہلی صف پوری نہ ہو جائے دوسری صف نہ بنائی جائے اور جب تک دوسری صف پوری نہ ہو تیسری شروع نہ کریں، جب تک تیسری صف پوری نہ ہو جائے چوتھی شروع نہ کریں اسی طرح آخر تک تمام صفوں میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے۔“[1] فرمایا: ”فرشتوں کی طرح صفیں بنایا کرو۔“

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی مسجد میں صفیں بنا کر بیٹھا کرو تاکہ تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ ملائکہ مُقرَّبین تو ہمیشہ سے صفیں باندھے رب کی عبادتیں کر رہے ہیں اور مُدَبِّراتِ اَمر (یعنی وہ فرشتے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے نظامِ عالَم کی تدبیر کرتے ہیں وہ) اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صفیں بنا کر عبادتیں کرتے ہیں، بعض زمین پر، بعض آسمان پر، بعض عرشِ اعظم کے پاس۔“[2]

صف بندی کے فوائد:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں فرشتوں کی صفوں جیسی صفیں بنانے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ صفوں کی صورت میں جماعت قائم کرنے میں حُسن و جمال ہے اور اس طرح ہر شخص آسانی سے نماز کے ارکان ادا کر سکے گا، کسی پر تنگی نہ ہوگی، جماعت میں زیادہ لوگ شامل ہو سکیں گے اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونے سے بچیں گے جبکہ بغیر صفوں کے بے ترتیب نماز پڑھنے میں یہ فوائد حاصل نہ ہو سکیں گے۔“[3]

---

1. ...شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ...الخ، ۲/ ۱۵۳، الجزء الرابع۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۵۔
3. ...اکمال المعلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ...الخ، ۲/ ۳۴۴، تحت الحدیث: ۴۳۰ ملخصاً۔

حدیث نمبر:1083

پہلی صف کے لیے قرعہ اندازی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر لوگ جانتے کہ اذان اور پہلی صف میں کتنا ثواب ہے تو اُن کے حصول کے لئے اگر قرعہ اندازی بھی کرنا پڑتی تو ضرور کرتے۔“

پہلی صف میں کھڑے ہونے کے فوائد:

حدیثِ مذکور میں اذان دینے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”اگر لوگ پہلی صف میں کھڑے ہونے کے اجر وثواب سے واقف ہوتے تو اسے پانے کے لیے قرعہ اندازی کرتے، پہلی صف میں بہت سی فضیلتیں ہیں، مثلاً مسجد میں جلد آنا، امام کے قریب ہونا، قراءت سننا، اس سے سیکھنا، امام سے غلطی ہو جائے تو اسے لقمہ دینا وغیرہ۔“[2] عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگر لوگ پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت جانتے تو اس کے حُصُول کے لئے کثیر لوگ جمع ہو جاتے، پہلی صف میں جگہ کم ہو جاتی ہر شخص ہی یہ فضیلت حاصل کرنا چاہتا اور جھگڑے سے بچنے کے لئے انہیں قرعہ اندازی کرنا پڑتی۔ حدیثِ مذکور میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب حقوق کے حصول کے لئے کثیر لوگ جمع ہو جائیں تو ان کے مابین قرعہ اندازی کرنا جائز ہے۔“[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ...بخاری، کتاب الاذان، باب الاستهام فی الاذان، ۱/ ۲۲۴، حدیث: ۶۱۵۔
2. ...فیض القدیر، حرف اللام، ۵/ ۳۲۸، ۳۲۹، تحت الحدیث: ۷۵۰۲ ملتقطا۔
3. ...شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتها... الخ، ۲/ ۱۵۸، الجزء الرابع۔

حدیث نمبر:1084

مَردوں کی بہترین صف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ اٰخِرُهَا، وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَردوں کی صفوں میں زیادہ ثواب و فضیلت پہلی صف میں ہے اور کم ثواب کی حامل آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں زیادہ ثواب والی آخری صف ہے اور کم ثواب کی حامل پہلی صف۔“

مَردوں کی آخری صف میں کم ثواب کیوں؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مَردوں کی پہلی صف میں ثواب و فضیلت اس لئے زیادہ ہے کہ وہ امام سے قریب ہے، اس میں امام کی قراءت صحیح سنائی دیتی ہے، اس صف پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اس صف والوں کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں اور آخری صف والے چونکہ اِن فضائل سے محروم رہتے ہیں۔“[2]

عورتوں کے مسجد میں حاضر ہونے کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عورتوں کا کسی بھی نماز کو باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد میں حاضر ہونا مکروہِ تحریمی و ناجائز ہے اور عورتوں کا اپنی جماعت کرانا بھی مکروہِ تحریمی ہے، آج جبکہ فتنہ و فساد کا تسلط ہے، ایسے میں عورتوں کو اس کی اجازت دینا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ”اگر رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِن عورتوں کی وہ باتیں دیکھ لیتے جو اِنہوں نے ابھی نکالی ہیں تو ضرور اِن کو مسجد کی حاضری سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔“[3]

---

1 . . . مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف واقامتها۔۔۔الخ، ص ۱۸۲، حدیث: ۹۸۵۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الصف الاول۔۔۔الخ، ۳/۵۲۷، ۵۲۸، تحت الحدیث: ۱۰۸۴ ملتقطا۔

3 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ۱/۳۰۰، حدیث: ۸۶۹۔

علامہ بدر الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”اگر اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا وہ بدعات و منکرات مشاہدہ فرمالیتیں جو اِس زمانہ کی عورتوں نے نکالی ہیں تو انکار اور زیادہ شدت کے ساتھ ہوتا بالخصوص شہر کی عورتیں، کیونکہ ان میں ایسی بدعات ہیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا اور ایسی منکرات ہیں کہ جس سے روکا نہیں جاسکتا۔“[1] فقیہِ اعظم مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اُمُّ المؤمنین حضرت صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے عہد کی بات بتائی ہے، جو عہدِ صحابہ تھا کہ عورتوں نے جو ڈھنگ بنا لئے ہیں اگر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں دیکھ لیتے تو مسجدوں میں انہیں آنے سے روک دیتے۔ یہ صرف اُمُّ المؤمنین ہی سے نہیں، متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے، حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”عورت چھپانے کی چیز ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر رہوتی ہے، جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے۔“ نیز انہوں نے بڑے مبالغہ کے ساتھ قسم کھاکر فرمایا: ”عورت کی گھر کے اندر کی نماز سے زیادہ پیاری اور کوئی چیز نہیں“ ہاں حج و عمرہ کی بات اور ہے۔ ایک عورت نے ان سے مسجد میں جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ”گھر کے اندرونی حصہ میں تیری نماز گھر والی سے بہتر ہے اور گھر کے اندر تیری نماز بیرونی کمرے سے بہتر ہے اور بیرونی کمرے میں نماز تیری قوم کی مسجد میں نماز سے بہتر ہے۔“ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جمعہ کے دن جو عورتیں مسجد میں آتیں انہیں کنکری مارتے تھے۔ آج کے حالات کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے مطلقاً ممانعت ہے، دفعِ فتنہ اہم واجبات میں سے ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ
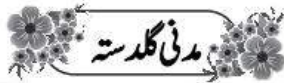
”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) صفوں میں افضل ترین پہلی صف ہے اور سب سے کم ثواب آخری صف میں ہے۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ۴/ ۶۴۹، تحت الحدیث: ۸۶۹۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۵۰۹۔

(2) صف بناتے وقت جب تک پہلی صف دونوں کونوں تک مکمل نہ ہو اس وقت تک دوسری صف شروع نہ کی جائے، پھر جب تک دوسری مکمل نہ ہو تیسری شروع نہ کی جائے، اسی طرح دیگر صفوں میں خیال رکھا جائے۔

(3) حتَّی الامکان پہلی صف کے حُصُول کی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے پہلی صف والوں پر رحمتِ الٰہی کی برسات ہوتی ہے، فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(4) پہلی صف کے عادی شخص کو مسجد میں جلدی آنے کی توفیق ملتی ہے، امام کا قُرب نصیب ہوتا ہے، قراءت صحیح سنائی دیتی ہے، لوگوں کی طرف متوجہ ہونے سے بچا رہتا ہے۔

(5) ملائکہ مقربین ہر وقت صف باندھے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔

(6) صفوں میں نماز پڑھنے سے نمازیوں کی زیادہ تعداد شاملِ جماعت ہو سکتی ہے اور مسلمانوں کو صفوں میں نماز پڑھتا دیکھ کر شیطان ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

(7) اگر کسی اہم کام کے لئے کئی حق دار جمع ہو جائیں اور کسی کو فوقیت دینے کی کوئی وجہ نہ ہو تو قرعہ اندازی سے کسی ایک کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صف اول میں نماز ادا کرنے کی توفیق فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1085

پچھلی صفوں کے عادی نقصان میں ہیں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِیْ اَصْحَابِہٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَھُمْ: تَقَدَّمُوْا فَاْتَمُّوْا بِیْ، وَلْیَاْتَمَّ بِکُمْ مَنْ بَعْدَکُمْ، لَا یَزَالُ قَوْمٌ یَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰی یُؤَخِّرَھُمُ اللّٰہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا۔۔۔ الخ، ص ۱۸۳، حدیث: ۹۸۲۔

اپنے بعض اصحاب کو پیچھے رہتے دیکھا تو فرمایا: ”آگے بڑھو اور میری پیروی کرو اور جو تمہارے بعد آئیں وہ تمہاری پیروی کریں، کچھ لوگ مسلسل پیچھے ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں پیچھے کر دے گا۔“

صحابۂ کرام کی پیروی میں نجات ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”آگے بڑھو اور میری پیروی کرو، اور تمہارے بعد والے تمہاری پیروی کریں۔“ اس فرمانِ عالی کے دو معنی ہوسکتے ہیں: پہلا یہ کہ تاخیر کئے بغیر میرے پیچھے صف بنالو اور صفوں کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے صفیں بناؤ اور ہر صف اپنے سے اگلوں کی پیروی کرے کیونکہ اگلی صف والے امام کے اِنتقالات (رکوع و سجود وغیرہ) سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک مجھ سے ظاہری اور باطنی علوم سیکھے اور تمہارے بعد والے تم سے سیکھیں بعد والے ان سے سیکھیں اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے۔“[1]

نیک کاموں میں سبقت:

”کچھ لوگ مسلسل پیچھے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں پیچھے کردے گا۔“ یعنی اگر مسلمان صفِ اوّل میں پہنچنے یا اور دینی کاموں میں سُستی کریں گے تو ثواب، رحمت، رب کے فضل اور دُخولِ جنت میں پیچھے رہیں گے، دیکھو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سید الانبیا ہو کر ہر نیک کام میں سبقت کرتے تھے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ﴾ (پ۶، المائدۃ: ۴۸) (ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو)۔[2]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کچھ لوگ پیچھے رہیں گے یعنی پہلی صف سے پیچھے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنی رحمت یا اپنے فضلِ عظیم، بلند مرتبوں، علم اور ان جیسی دیگر عظیم نعمتوں سے پیچھے ہٹادے گا۔“[3]

---

[1] ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الصف الاول۔۔۔الخ، ۳/۵۶۸، تحت الحدیث: ۱۰۸۲۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۸۴۔

[3] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا۔۔۔الخ، ۲/۱۵۹، الجزء الرابع۔

حدیث نمبر:1086

صفیں درست نہ رکھنے کا وبال

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِی الصَّلَاةِ، وَیَقُوْلُ: اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِنِیْ مِنْكُمْ اُوْلُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز میں اپنے دستِ مبارک سے ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے: ”برابر ہو جاؤ، الگ الگ نہ رہو، ورنہ تمہارے دل الگ ہو جائیں گے اور تم میں سے بالغ و عقلمند لوگ میرے قریب رہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔“

دل اور ظاہری بدن کا باہمی تعلق:

حضرت ابو مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام نماز کے وقت ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے: ”برابر ہو جاؤ الگ الگ نہ رہو ورنہ تمہارے دل الگ ہو جائیں گے۔“یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صفیں سیدھی کروانے کے لئے اپنے دستِ اقدس سے لوگوں کے کندھوں کو برابر کرتے یہاں تک کہ کوئی بھی صف سے آگے پیچھے نہ ہوتا۔[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کیونکہ قالِب (ظاہری بدن) کا اثر قلب (دل) پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے، نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی و غم کا اثر چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔“[3] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”دل کی حیثیت اس بادشاہ و سردار جیسی ہے جس کی اطاعت و پیروی کی جاتی ہے اور تمام اعضا اس کے تابع ہوتے ہیں، بادشاہ ٹھیک رہے تو رعایا بھی ٹھیک

[1] ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا۔۔۔الخ، ص ۱۸۲، حدیث: ۹۷۲۔

[2] ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الصف الاول۔۔۔الخ، ۳/ ۵۶۹، تحت الحدیث: ۱۰۸۴۔

[3] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۳۔

رہتی ہے، بادشاہ راہِ راست پر رہے تو رعایا بھی راہِ راست پر رہتی ہے۔اس کی تائید و وضاحت حدیثِ پاک میں ہے:" جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے تو تمام جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو! وہ ٹکڑا دِل ہے۔" پس اس مقام میں یہی تحقیق ہے کہ دل اور اعضا کے درمیان ایسا عجیب و غریب تعلق و اثر ہے کہ ایک کی مخالفت دوسرے میں اثر انداز ہوتی ہے اگرچہ اصل مدار دل ہی ہے۔ جیسا کہ جب ظاہری بدن پر سردی لگتی ہے تو باطن میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے اور اسی طرح جب اندرونی طور پر ٹھنڈ لگتی ہے تو ظاہر میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے ایسے ہی دل اور اعضا کا تعلق ہے بلکہ ان کے درمیان اس سے بھی زیادہ تعلق ہے۔"[1]

اہلِ فضل کو مقدم رکھنے کی وجوہات:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا:" تم میں سے بالغ و عقلمند لوگ میرے قریب رہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔" یعنی صفِ اول میں مجھ سے قریب فُقہا صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبد اللہ ابنِ عباس و عبد اللہ ابنِ مسعود وغیرہُم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کرکے اوروں کو سمجھائیں اور بوقتِ ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں، ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم و عقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سُبْحَانَ اللہ! حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کے صدہا مسائل کی اصل ہے۔ فقہاجو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خُنثوں کی پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔[2]

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:" اس حدیث میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ صاحبِ فضیلت افراد کو مُقدم کرنا چاہیے اور انہیں امام کے قریب کھڑا کرنا چاہیے کیونکہ وہ احترام کے زیادہ حق دار ہیں، اور بعض اوقات امام کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو خلیفہ افضل

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصف، ۳/ ۱۷۱، تحت الحدیث: ۱۰۸۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۳ ملتقطاً۔

شخص بنے یہ زیادہ بہتر ہے اور اس لیے بھی کہ امام کو سَہو (یعنی بھول جانے) پر جتنے اچھے طریقے سے افضل شخص آگاہ کر سکتا ہے اس طرح کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ ان کو آگے کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ نماز کا طریقہ سیکھیں اور یاد کرلیں اور دوسروں کو سکھائیں تاکہ جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں وہ ان کے افعال کی پیروی کر سکیں اور افضل لوگوں کو آگے کرنا صرف نماز کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ اہلِ فضل حضرات کو ہر مجمع اور بڑی محفل میں جیسا کہ علم، عدل وانصاف، ذِکر، مشاورت، جہاد، امامت، تدریس، اِفتا اور سماعِ حدیث کی محافل میں آگے بٹھایا جائے اور لوگوں کو بھی چاہیے کہ محافل وغیرہ میں اپنے علم ودِین، عقل وشرف، عمر اور قدر ومنزلت کے لحاظ سے بیٹھیں۔"[1]

حدیث نمبر: 1087

صفیں درست رکھنے کی اہمیت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاۃِ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیْ: فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلَاۃِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو کیونکہ صفوں کی درستگی میں نماز کی تکمیل ہے۔" اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ "صفوں کو سیدھا رکھنا نماز قائم کرنا ہے۔"

صف سیدھی کرنے کا معنیٰ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی ربّ تعالیٰ نے جو فرمایا: ﴿یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۳) (ترجمۂ کنزالایمان: نماز قائم رکھیں) یا فرمایا: ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۴۳) (ترجمۂ کنزالایمان: نماز قائم رکھو)۔ اس سے مراد ہے نماز صحیح پڑھنا اور نماز صحیح پڑھنے میں صف کا سیدھا کرنا بھی داخل ہے کہ اس کے بغیر نماز ناقص ہوتی ہے۔"[4] علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا۔۔۔ الخ، ۲/۱۵۵، الجزء الرابع۔

2 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا۔۔۔ الخ، ص ۱۸۲، حدیث: ۹۷۵۔

3 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب اقامۃ الصف من تمام الصلاۃ، ۱/۲۵۷، حدیث: ۷۲۳۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۱۸۳۔

رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "ظاہر ہے کہ تسویۂ صفوف (صفیں سیدھی رکھنا) حقیقتِ نماز میں داخل نہیں کہ اگر صف سیدھی نہ ہو تو نماز بھی نہ ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ صفوں کو سیدھا رکھنا نماز کا حُسن اور اس کے آداب سے ہے۔ اَحناف کے نزدیک صفوں کو سیدھا رکھنا واجب ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ
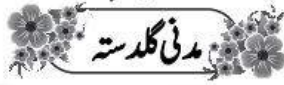
"بابِ جبریل" کے 8 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) صفِ اَوَّل کے حصول اور دینی کاموں میں سُستی کرنے والے کو کثیر ثواب، رب کی رحمت، بلند مقام اور فضلِ عظیم سے پیچھے کر دیا جاتا ہے۔

(2) صفوں کو سیدھا رکھنا نماز کے حسن اور اس کے آداب سے ہے۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے براہِ راست ظاہری و باطنی علوم سیکھے ان سے تابعین عظام نے سیکھے ان سے تبع تابعین نے ان سے بعد والوں نے اس طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

(4) علماو مشائخ ہی ظاہری و باطنی علوم کا منبع ہوتے ہیں، انہیں سے اہلِ زمانہ علم کی خوشبو سے مُعَطَّر ہوتے ہیں۔

(5) ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جو دِین کی بات اسے معلوم ہو حسبِ حیثیت اسے دوسروں تک پہنچائے۔

(6) جماعت میں صاحبِ فضیلت افراد امام کے قریب کھڑے ہوں کیونکہ وہ احترام کے زیادہ حق دار ہیں اسی طرح جماعت کے علاوہ بھی دیگر فضل والے کاموں میں اہلِ فضل ہی کو مُقَدَّم رکھنا چاہیے۔

(7) جو قوم اپنی صفیں درست نہیں رکھتی ان کے معاملات میں اختلاف ہو جاتا ہے، ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔

(8) ائمۂ کرام کو چاہیے کہ نماز شروع کرنے سے قبل صفیں درست کروانے والی سنت پر عمل کرتے ہوئے صفیں ضرور درست کرائیں کہ اس سے مسلمانوں میں باہمی محبت پیدا ہوتی ہے۔

---

[1]... فیوض الباری، ۱/ ۳۶۰۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نماز میں صفیں درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1088

نگاہِ مصطفٰے کا کمال

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ: اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَھْرِیْ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ: وَکَانَ اَحَدُنَا یُلْزِقُ مَنْکِبَہٗ بِمَنْکِبِ صَاحِبِہٖ وَقَدَمَہٗ بِقَدَمِہٖ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا چہرۂ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا: ”اپنی صفوں کو سیدھا رکھو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔“ بخاری کی ایک روایت میں ہے راوی فرماتے ہیں: ”ہم میں سے ہر شخص اپنا کندھا برابر والے کے کندھے سے اور قدم برابر والے کے قدم سے ملا کر رکھتا تھا۔“

صفوں میں تین چیزوں کا خیال رکھنا:

فقیہِ اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”صفوں کے بارے میں تین چیزوں کا حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، اوّل اگلی صف پوری کر لی جائے، دوسری خوب مل کر کھڑے ہوں، تیسری صفیں بالکل سیدھی رہیں۔ صفوں کی درستگی کا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جتنا اہتمام تھا وہ ظاہر ہے۔ بعد میں خلفاءِ راشدین بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کچھ لوگوں کو مقرر فرمادیا تھا، جب تک وہ لوگ اطلاع نہیں دیتے کہ صفیں درست ہو گئیں نماز نہیں شروع فرماتے۔ حضرت علی، حضرت عثمان غنی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) بھی اس کا

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف، ۱/۲۵۶، حدیث: ۷۱۹۔

2 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف، ۱/۲۵۸، حدیث: ۷۲۵۔

خصوصی اہتمام کرتے۔ حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی عادت یہ تھی کہ نام لے لے کر فرماتے: "اے فلاں آگے بڑھ، اے فلاں پیچھے ہٹ۔" (مزید فرماتے ہیں) ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے بعد بھی اگر صفیں درست نہ ہوں تو جب تک صفیں درست نہ ہوں تکبیرِ تحریمہ میں تاخیر کی جاسکتی ہے اور یہی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور خلفاءِ راشدین (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) کا معمول تھا۔ یہ جو جاہل عوام میں مشہور ہے کہ جب تک امام مصلے پر نہ آجائے اور صفیں درست نہ ہو جائیں تکبیر کہنے کو جائز نہیں جانتے، شریعت پر اِفترا ہے۔"[1]

حضور کی نگاہ ہر چیز ملاحظہ فرماتی ہے:

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔" عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "ممکن ہے کہ پس پشت دیکھنا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بطورِ معجزہ خصوصیت ہو اور آپ کی پشت مبارک میں بصارت پیدا کی گئی ہو جس سے آپ دیکھتے ہوں جیسا کہ مختار بن محمد نے اپنے رسالے "الناصریۃ" میں ذکر کیا ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دونوں کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مثل دو آنکھیں تھیں جن سے آپ دیکھتے تھے اور کپڑے ان آنکھوں کے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں تھے۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک کو ظاہر پر محمول کرنا ہی زیادہ بہتر ہے کہ اس سے شارع عَلَیْہِ السَّلَام کی فضیلت میں زیادتی ہوگی۔ امام احمد اور جمہور علماءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام فرماتے ہیں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ دیکھنا حقیقتاً آنکھ ہی سے دیکھنا ہے اور از رُوئے عقل بھی اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔"[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے۔ یہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے کہ آپ کی آنکھیں آگے پیچھے اور پس

---

1. . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۲۷۱، ۲۷۳ ملتقطاً۔
2. . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ۴/ ۳۵۴، تحت الحدیث: ۷۱۸۔

پردہ اندھیرے اجیالے میں یکساں دیکھتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ معجزہ صرف نماز سے خاص نہیں تھا نہ حیات شریف سے۔ وہ حدیث کہ میں دیوار کے پیچھے کی چیز نہیں جانتا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا: "اودا اصلے نیست" (یعنی اس کی کوئی اصل نہیں ہے) اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے حضرت عیسٰی رُوحُ اللہ (عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھر میں کھا کر بچا کر آتے ہو میں بتا سکتا ہوں، یہ تو حَبِیْبُ اللہ کی آنکھ ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔"[1] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آنکھ شریف آگے پیچھے، داہنے بائیں، اندھیرے اجالے میں ہر چیز دیکھ لیتی ہے جیسے ہمارے کان ہر طرف کی آواز بہر حال سن لیتے ہیں ایسے ہی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آنکھ مبارک۔ دوسرے یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آنکھ پاک کے لیے کوئی چیز آڑ یا حجاب نہیں۔ جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کو دیکھ لیں اور اس کی آواز سن لیں، آصف بن برخیا شام میں بیٹھے بلقیس کے یمنی تخت کو دیکھ لیں، عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام گھروں کے اندر کھائے ہوئے کھانے اور جمع کیے ہوئے غلے کو ملاحظہ فرمالیں تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو سید الانبیا ہیں۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیک وقت رب کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں اور عالَم کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں، ادھر کی توجہ ادھر سے بے خبر نہیں کرتی۔ یہ دیکھو بحالتِ نماز حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خشوع خضوع رب کی طرف توجہ بدرجۂ کمال حاصل ہے مگر اسی وقت اپنے ہر اُمّتی پر نگاہ بھی ہے۔ ہر امتی کو چاہیے کہ نماز میں خیال رکھے کہ مجھے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دیکھ رہے ہیں۔ دیکھو سرکار نے فرمایا کہ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں تا قیامت سرکار اپنے ہر اُمّتی کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔"[2]

صفوں میں ٹخنے سے ٹخنہ ملانا:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانے کا مطلب یہ ہے کہ صفوں کو خوب سیدھا رکھا جائے اور درمیان میں خالی جگہ بالکل نہ چھوڑی جائے۔"[3] نزہۃ القاری میں ہے: "بعض لوگ اس سے یہ اِستدلال کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ ہر نمازی

[1]...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۲۔

[2]...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۰ ملخصاً۔

[3]...فتح الباری، کتاب الاذان، باب الزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم فی الصف، ۳/ ۱۸۳، تحت الحدیث: ۷۲۵۔

اپنے پاؤں کے ٹخنے اپنے برابر والے کے ٹخنوں سے چپکا کر کھڑا ہو۔ اسی وجہ سے وہ نماز میں ٹانگوں کو پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ ان کا یہ عمل پوری اُمّت کے تعامُل (عمل کرنے) کے خلاف ہے۔ پوری اُمّت نے کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے سے یہ معنیٰ مراد لیے ہیں کہ خوب مل کر کھڑے ہوں اور یہ اِتِّصالِ صفوف (صفوں میں باہم مل کر کھڑے ہونے) میں مبالغہ (بہت زیادہ زور دینے) پر محمول ہے۔ انسان کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ کندھے سے کندھا اچھی طرح ملانے کے بعد ٹخنے سے ٹخنہ ملانے میں کافی تکلف و مشقت اُٹھانی پڑے گی اور کھڑے ہونے کی ہیئت بھی انتہائی نامناسب ہو جائے گی، تکلف و مشقت کی وجہ سے خشوع وخضوع میں بھی خلل واقع ہو گا۔ کسی حدیث میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیا اور اس حدیث پاک میں جو قدم سے قدم ملانے کا ذکر ہے یہ اصل میں راوی نے اِتِّصال سے کھڑے ہونے کا جو منظر دیکھا تھا اسے مبالغہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی لیے حضرت سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں قدم ملائے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے تو فرمایا: ''اس نے سنت کو چھوڑ دیا اگر یہ مُراوَحہ کرتا یعنی اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتا تو مجھے اچھا لگتا۔'' اس سے ظاہر ہوا کہ نماز میں ایسی ہیئت رکھنی چاہیے جس میں تکلف اور مشقت نہ ہو۔ ہمارے فقہاءِ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز میں دونوں قدموں کے درمیان تین سے چار اُنگل کا فاصلہ رکھے۔''[1]

حدیث نمبر:1089

صفیں سیدھی رکھنے کی تاکید

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.[2] وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّیْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ، فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ: عِبَادَ اللهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہ

---

[1] ... نزہۃ القاری، ۲/ ۳۷۶ ماخوذاً۔

[2] ... بخاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ۱/ ۲۵۶، حدیث: ۷۱۷۔

[3] ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا۔۔۔ الخ، ص ۱۸۳، حدیث: ۹۷۹۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”یا تو تم اپنی صفیں سیدھی رکھو گے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرما دے گا۔“ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے تھے گویا ان سے تیر سیدھے فرما رہے ہوں، یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خیال فرمایا کہ ہم آپ سے (صف سیدھی کرنا) سیکھ چکے ہیں، پھر ایک دن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نماز کے لیے تشریف لائے، (جائے نماز پر) کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا دیکھا تو فرمایا: ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندو! یا تو تم اپنی صفوں کو برابر رکھو گے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرما دے گا۔“

دلوں میں اختلاف کا ایک سبب:

حدیث پاک میں بیان ہوا کہ ”حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صفوں کو اس طرح سیدھا کرتے گویا ان سے تیر سیدھے فرماتے ہوں۔“ یعنی نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے تاکہ صف بالکل سیدھی ہو جاوے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پَر اور پیکان لگنے سے پہلے قِدْح کہتے ہیں اور اس کے لگنے کے بعد سَھْمٌ، قِدْح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لیے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں جس کے برابر قِدْح کو لیتے ہیں یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے قِدْح سیدھی کرنے والی لکڑی۔“[1] پھر جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ خیال فرمایا کہ صحابہ کرام صفوں کو برابر کرنا سیکھ گئے ہیں ”تب آپ نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا، صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرما دیتے تھے۔“[2] (یا تو تم اپنی صفیں سیدھی رکھو گے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرما دے گا۔) ”یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں ٹیڑھی رہیں تو تم میں آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے، شیرازہ بکھر جائے گا یا تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے کہ ان میں سوز و گداز، درد، خشوع خضوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں (بگڑ جائیں) جیسے گزشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے، یعنی یہاں وَجْہٌ یا بمعنیٰ ذات ہے یا

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۲۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۲۔

بمعنٰی چہرہ۔ خیال رہے کہ عام مسخ وغیرہ ظاہری عذاب حضور مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری سے بند ہوگئے لیکن خاص مسخ وغیرہ اب بھی ہو سکتے ہیں۔"[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی یا تو لوگ صفیں سیدھی رکھیں گے یا پھر ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوگا۔ اختلاف پیدا ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کے مخالف ہو جائیں گے یعنی ان کے ارادے بدل جائیں گے اور پھر اس وقت لوگوں کے درمیان فتنہ پھیل جائے گا اور وہ ایک دوسرے کی مخالفت کریں گے، اسلام اور مسلمانوں کا رعب و دبدبہ کم ہو جائے گا، دشمن ان پر مسلط ہو جائیں گے، برائی عام ہو جائے گی اور عبادات کم ہو جائیں گی، الغرض صفیں درست نہ کرنے میں اتنی کثیر خرابیاں ہیں کہ شمار نہیں کی جاسکتیں۔ نیز حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جس شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا دیکھا تھا اُسے خصوصیت کے ساتھ نام لے کر منع نہیں کیا (بلکہ فرمایا: اے اللہ کے بندو) کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ عادتِ کریمہ ہے کہ لوگوں کی بہت زیادہ پردہ پوشی فرمایا کرتے تھے۔"[2]

حدیث نمبر:1090 صفیں درست کرانے کا حسین انداز

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِیَۃٍ اِلٰی نَاحِیَۃٍ یَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَاکِبَنَا وَیَقُوْلُ: لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ وَکَانَ یَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صف میں داخل ہو کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتے اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو چھوتے اور ارشاد فرماتے: "خالی جگہ نہ چھوڑو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہوگا۔" اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرماتے تھے: "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اگلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں۔"

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۲۔

2 ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الصف الاول۔۔۔الخ، ۳/ ۵۷۱، ۵۷۲، تحت الحدیث: ۱۰۸۷ ملتقطا۔

3 ... ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، ۱/ ۲۶۵، حدیث: ۶۶۴۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں یہ بات بیان کی گئی کہ حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نماز باجماعت کی ابتدا کرنے سے پہلے صف کی ایک جانب سے دوسری جانب تک تشریف لے جاتے اور صف میں جو بھی آگے یا پیچھے ہوتا اس کے سینہ یا کندھے کو اپنے دستِ اقدس سے چھو کر صف سیدھی فرماتے تھے اور ساتھ ہی صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کو اس بات کی بھی نصیحت فرماتے تھے کہ صفوں میں اختلاف نہ کرو یعنی آگے پیچھے نہ ہو کہ اس سے تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو گا۔

دِلوں کے اِختلاف سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "(صفیں سیدھی نہ رکھنے سے) لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گا اس طرح کہ ہر ایک اپنا منہ اپنے ساتھی سے پھیر لے گا کیونکہ صف میں دوسروں سے آگے ہونے والے کے بارے میں یہ گمان پیدا ہو گا کہ وہ تکبر کی وجہ سے آگے ہوا ہے اور تکبر دلوں میں فساد پیدا کرنے والی چیز ہے اور اس کے سبب کینہ پیدا ہوتا ہے تو جب لوگوں کے دلوں میں کینہ ہو گا تو ان کے درمیان بغض وعداوت اور باہمی اختلاف پیدا ہو جائے گا اور اجتماعیت ختم ہو جائے گی۔"[1]

فرشتوں کا دعائے رحمت کرنا:

(بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے اگلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں۔) **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی اگلی صف کے نمازیوں کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور **اللہ** تعالیٰ نزولِ رحمت فرماتا ہے، ربّ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳) (ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے)۔ خیال رہے کہ **اللہ** تعالیٰ اور فرشتوں کا حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر درود اور نوعیت کا ہے اور نمازیوں پر اور نوعیت کا، حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر رحمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں اور ہم پر چھینٹا ہے۔"[2]

---

1. ...فیض القدیر، حرف السین، ۴/ ۱۵۳، تحت الحدیث: ۴۷۰۲ملخصاً۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۶ملتقطاً۔

مدنی گلدستہ
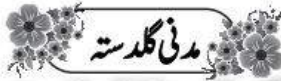
”طوافِ کعبہ“ کے 8 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اگر جماعت کے وقت صفیں سیدھی نہ رکھیں جائیں تو دِلوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

(2) صفوں کی درستگی میں تین باتیں بہت ضروری ہیں: جب تک اگلی صف مکمل نہ ہو پیچھے صف نہ بنائی جائے، صفوں میں کندھے سے کندھا ملا ہوا ہو، صفیں بالکل سیدھی ہوں۔

(3) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیک وقت ربّ کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں اور عالَمِ دنیا کا بھی مشاہدہ فرما رہے ہوتے ہیں۔

(4) ہر اُمّتی کو چاہیے کہ نماز میں یہ خیال رکھے کہ امامُ الانبیا، محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے ملاحظہ فرما رہے ہیں اس تصور سے اسے خشوع و خضوع نصیب ہو گا۔

(5) اِقامت کے بعد بھی اگر صفیں درست نہ ہوں تو صفیں درست کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔

(6) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ معجزہ تھا کہ آپ جس طرح سامنے کی چیزوں کو ملاحظہ فرماتے اسی طرح پس پشت بھی ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔

(7) نماز میں دورانِ قیام دونوں قدموں کے درمیان تین سے چار اُنگل کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

(8) پہلی صف والوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صفیں درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1091

شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَیْنَ

اَلْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرورِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "صفوں کو سیدھا رکھو، کندھے برابر رکھو، خالی جگہیں پُر کرو، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جو صف کو ملاتا ہے اللہ تعالٰی اسے ملاتا ہے اور جو صف کو توڑتا ہے اللہ تعالٰی اسے توڑتا ہے۔"

صف کی خالی جگہ پُر کرنے کا طریقہ:

مذکورہ حدیث پاک میں صفیں سیدھی رکھنے، صف میں کندھا ملا کر کھڑے ہونے، صف میں خالی جگہ کو پُر کرنے اور شیطان کے لیے جگہ نہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "(حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ) کندھے برابر رکھو، کندھے اس صورت میں برابر ہوں گے جب سب لوگ صف میں بالکل برابر اور مساوی کھڑے ہوں گے اور فرمایا کہ خالی جگہ کو پُر کرو، یعنی دو آدمیوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو نہ کم نہ زیادہ، اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ یعنی صف سیدھی کرنے کے لیے جب کوئی تمہیں آگے یا پیچھے کرے تو اس کے ساتھ تعاون کرو تاکہ تمہیں نیک کام پر تعاون کرنے کی فضیلت حاصل ہو۔"[2] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "صف میں جگہ خالی نہ چھوڑو کیونکہ جب شیطان صفوں کے درمیان کوئی جگہ خالی دیکھتا ہے تو اس میں داخل ہو جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔"[3]

اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "جو صف جوڑتا ہے یعنی صف میں

---

1 . . . ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، ١/ ٢٦٥، حدیث: ٦٦٦۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الصف الاول۔۔۔الخ، ٣/ ٥٧٣، تحت الحدیث: ١٠٨٩ ملخصا۔

3 . . . شرح ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، ٣/ ٢١٧، تحت الحدیث: ٦٦٢ ملخصا۔

شامل ہو کر خلا کو پُر کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی رحمت سے جوڑ لیتا ہے، اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور اسے صالح و فرمانبردار اور بہترین لوگوں کے مقام و مرتبہ کے قریب کردیتا ہے، اور جو صف کو توڑتا ہے یعنی صف سے بغیر کسی حاجت کے نکلتا ہے یا صف میں شامل ہوتے وقت بلاوجہ اپنے اور ساتھ والے نمازی کے درمیان جگہ خالی چھوڑ کر صف توڑتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے توڑتا ہے یعنی اسے اپنے ثواب اور اپنی رحمت کی زیادتی سے دور کردیتا ہے، سنت یہ ہے کہ نمازی اس طرح مل کر کھڑے ہوں کہ ان کے درمیان کوئی کشادگی اور خلا نہ رہے گویا وہ ایسے کھڑے ہوں جیسے سیسہ پلائی دیوار ہیں۔"[1]

حدیث نمبر:1092

صفیں قریب بناؤ

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنی صفیں سیدھی کرو اور صفیں قریب بناؤ، اپنی گردنیں (یعنی کندھے) برابر رکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں شیطان کو صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں یوں داخل ہوتا ہوا دیکھتا ہوں گویا وہ بکری کا چھوٹا سیاہ بچہ ہے۔"

صفوں کے درمیان فاصلہ کم رکھو:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "صفیں سیدھی یعنی برابر رکھو، ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو، نہ دو شخصوں کے درمیان فاصلہ چھوڑو، نہ ہی دو صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ چھوڑو کہ درمیان میں مزید صف بن سکے، صفوں میں اس طرح مل کر کھڑا ہونا روحوں کے باہمی قرب کا سبب بنے گا اور شیطان ان کے درمیان داخل نہ ہوسکے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اتنی قریب صفیں بنانے کا حکم اسی صورت میں ہے جب کوئی عذر مثلاً شدید گرمی و حبس وغیرہ نہ ہو۔ اور گردنیں برابر رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی

1 ... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۳/۹۶، تحت الحدیث: ۲۶۷۱ ملخصاً۔

2 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، ۱/۲۶۶، حدیث: ۶۶۷۔

گردن دوسرے سے اونچی نہ ہو کیونکہ لمبے قد والا اپنی گردن نیچی کیسے کرے گا بلکہ گردن برابر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صفیں ہموار جگہ بناؤ، ایسا نہ ہو کہ کوئی اونچی جگہ پر کھڑا ہو اور کوئی نیچی جگہ پر۔"[1]

خشوع نماز کی روح ہے:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں شیطان کو صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں یوں داخل ہوتا ہوا دیکھتا ہوں گویا وہ بکری کا چھوٹا سیاہ بچہ ہے۔" عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اتنی بڑی قسم کھا کر صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لیے دیا کہ صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور اس طرح کی صفوں میں شیطان داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ملعون صفوں میں داخل ہو کر نمازیوں کو بہکاتا اور وسوسوں میں مبتلا کرتا ہے جس سے ان کی نماز خراب ہوتی اور خشوع میں خلل واقع ہوتا ہے حالانکہ خشوع ہی نماز کی روح ہے۔"[2]

شیطان صفوں میں گھس جاتا ہے:

(صف کی خالی جگہوں میں شیطان بکری کے بچے کی شکل میں گھس جاتا ہے) "یعنی خِنزَب شیطان جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شیطان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے، دیکھو اس شیطان کی شکل اپنی تو کچھ اور ہے مگر اس وقت بکری کی شکل میں بن جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ربّ تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو وہ طاقت بخشی ہے کہ خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بھی ہر مخلوق پر نظر رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب شیطان جیسی غیبی مخلوق آپ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی نگاہ سے غائب نہیں تو انسان آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔"[3]

---

1. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصف، ۳/۱۷۵، تحت الحدیث: ۱۰۹۳ ملخصاً۔
2. ...دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الصف الاول۔۔۔الخ، ۳/۵۷۴، تحت الحدیث: ۱۰۹۰۔
3. ...مرآۃ المناجیح، ۲/۱۸۵ ملخصاً۔

حدیث نمبر:1093

پہلے اگلی صف مکمل کرنی چاہیے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْہِ فَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”پہلے اگلی صف پوری کرو پھر اس کے بعد والی صف، پس اگر کوئی کمی رہے تو آخری صف میں رہے۔“

اگلی صفوں میں جگہ خالی نہ چھوڑیں:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ پہلے اگلی صف مکمل کی جائے پھر بعد والی، اسی طرح ترتیب وار صفیں مکمل کی جائیں، اگلی صف مکمل ہونے کے بعد جو لوگ بچیں وہ پیچھے صف بنالیں، اب اگر نمازیوں کی تعداد کم ہو اور یہ دوسری صف مکمل نہ بنے تو کوئی حرج نہیں۔ بہارِ شریعت میں ہے: ”صف میں جگہ ہوتے ہوئے صف کے پیچھے کھڑا ہونا ممنوع ہے نیز پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو صف چیر کر پہلی صف کی خالی جگہ کو پُر کریں کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے: ”جو صف میں کشادگی دیکھ کر اسے بند کر دے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔“ لیکن یہ عمل وہاں کریں جہاں فتنہ و فساد کا احتمال نہ ہو جس جگہ فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں صف چیر کر اگلی صف میں جانے سے اجتناب کیجئے۔“[2]

حدیث نمبر:1094

سیدھی جانب والوں پر رحمتِ الٰہی

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ.[3]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ

1 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، ۱/ ۲٦۷، حدیث: ٦۷۱۔

2 ... بہارِ شریعت، ۱/ ۵۸۷، حصہ ۳ ملخصاً۔

3 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب من یستحب ان یلی الامام۔۔۔ الخ، ۱/ ۲٦۸، حدیث: ٦۷٦۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ تعالٰی اوراس کے فرشتے صف کے دائیں جانب والوں پر درود بھیجتے ہیں۔“

صفوں پر رحمتِ الٰہی کی ترتیب:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”پہلی صف والوں پر عمومی رحمت نازل ہوتی ہے اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت، پھر صفِ اوّل کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے، ربّ کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں، خیال رہے کہ داہنی صف پر رحمت اُس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں اگر سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ سیدھی طرف والے ناراضیِ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔“[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”رحمتِ الٰہی پہلے امام کے دائیں جانب والوں پر صف کے آخر تک نازل ہوتی ہے پھر بائیں جانب والوں پر صف کے آخر تک مگر جب صف کے بائیں جانب جگہ خالی ہو تو اب بائیں جانب کھڑا ہونا ہی افضل ہے تاکہ صف کی دونوں طرفیں برابر ہو جائیں۔“[2] نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ عَمَّرَ مَیْسَرَۃَ الْمَسْجِدِ كُتِبَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْاَجْرِ[3] یعنی جو مسجد کی بائیں جانب کو آباد کرے اسے دُگنا اجر دیا جاتا ہے۔“

مسجدِ نبوی میں بائیں جانب کھڑے ہونا افضل ہے:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ صفوں میں امام کی دائیں جانب کھڑے ہونے والے اگرچہ امام سے دور ہوں پھر بھی امام کی بائیں جانب کھڑے ہونے والوں سے افضل ہیں اگرچہ امام سے قریب ہوں۔ بعض علماءِ شافعیہ رَحِمَہُمُ اللہ فرماتے ہیں: ”امام کی دائیں جانب کھڑے ہونے کی افضلیت مسجدِ نبوی شریف کے علاوہ دیگر مساجد میں ہے جبکہ مسجدِ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٢/١٨٦ ملخصاً۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصف، ٣/١٧٦، تحت الحدیث: ١٠٩٦۔

3 ... ابن ماجه، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنة فیھا، باب فضل میمنة الصف، ١/٥٣٢، حدیث: ١٠٠٧۔

نبوی شریف عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں امام کی بائیں جانب کھڑا ہونا ہی افضل ہے کیونکہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر منور اسی جانب ہے۔" اللہ تعالیٰ اس قائل کو اپنی رحمتِ خاصہ سے نوازے۔"[1]

حدیث نمبر:1095

محبت کا ایک دِلرُبا انداز

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے نماز پڑھتے تو آپ کی دائیں جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تاکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے رُخِ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوں، میں نے آپ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: "اے میرے رب! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اُٹھائے گا یا (فرمایا) جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔"

صف کی داہنی جانب کیوں پسندیدہ؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو داہنی جانب افضلیت کی وجہ سے محبوب تھی اور اس لئے بھی کہ جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سلام پھیریں تو پہلے ہماری جانب متوجہ ہوں یا نماز سے فراغت کے بعد جب سیدھی جانب رُخِ انور کریں تو ہماری طرف توجہ رہے۔"[3]

شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دائیں جانب کھڑا ہونا اس لیے پسند کرتے تاکہ سلام پھیرتے وقت آپ کی نگاہِ کرم پہلے ہم پر پڑے اور رُخِ روشن کا دیدار پہلے ہمیں نصیب ہو، آپ کے عظیم خطاب سے پہلے ہم مشرف ہوں اور آپ کے رُوبَرُو ہوکر انوار و برکات اور اَسرار و معارف کا فیضان پہلے ہمیں ملے، خصوصًا نماز جو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور ربِّ کریم کے

---

1 . . . اشعة اللمعات، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف، ۱/ ۵۰۶۔

2 . . . مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب يمين الامام، ص ۲۸۰، حديث: ۱۶۴۲۔

3 . . . مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعا في التشهد، ۳/ ۳۱، تحت الحديث: ۹۴۷۔

قُربِ عظیم کا ذریعہ ہے اس سے فارغ ہوتے ہی توجہ ہماری جانب ہو اور آپ کی برکتیں پہلے ہمیں ملیں، یہ امام کے دائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلتوں میں سے ایک فضیلت کا بیان ہے اور یہ وہ راز ہے جس کے پیشِ نظر حضور عَلَیْہِ السَّلَام بزرگ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اپنے نزدیک کھڑے ہونے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔"[1] حَافِظْ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جماعت کے بعد امام اپنے مصلے پر اسی حالت میں نہ بیٹھا رہے بلکہ کھڑا ہو جائے یا مصلے سے ہٹ جائے اور لوگوں کی طرف منہ پھیر لے تاکہ لوگوں کو مغالطہ نہ رہے اور جماعت کے بعد نماز میں شامل نہ ہوں۔"[2]

حضور کے صدقے ہماری مغفرت ہوگی:

(اے میرے ربّ! بروزِ محشر مجھے اپنے عذاب سے بچانا) مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہ دُعا اُمَّت کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ ہم جیسے گنہگار اِنْ شَآءَ اللہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو عذاب سے کیا تعلق۔"[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1096

امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَسِّطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور خالی جگہ پُر کرو۔"

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب الدعا فی التشھد، ۱/ ۴۴۵۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب یمین الامام، ۳/ ۴۲، تحت الحدیث: ۷۰۹ ملخصا۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۱۲۔

4 . . . ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب مقام الامام من الصف، ۱/ ۲٦۹، حدیث: ٦۸۱۔

امام کے لئے ایک اہم سنت:

(امام کو درمیان میں کھڑا کیا جائے۔) "اس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو باقی داہنے بائیں برابر کسی جانب زیادہ نہ ہوں اگر کوئی شخص صف میں شامل ہوتے وقت دیکھے کہ دو طرفہ نمازی برابر ہیں تو یہ داہنی طرف کھڑا ہو کہ اتنی زیادتی معاف ہے۔"[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "امام کو چاہیے درمیان میں کھڑا ہو تاکہ دونوں جانب نمازی برابر رہیں اور سبھی کو امام کے قُرب سے حصہ ملے، جیسا کہ بیتُ اللہ شریف زمین کے درمیان میں ہے تاکہ زمین کا ہر قطعہ اپنے اپنے حصے کے مطابق برکت حاصل کرے۔"[2]

امامِ اہلسنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "زمانۂ رسالت سے اب تک امام کے لیے یہ سنتِ مُتوارثہ ہے کہ وہ مسجد کے درمیان میں کھڑا ہو یعنی صف پوری ہو تو امام وسطِ صف میں ہو اور محراب بنانے کی بھی یہی جگہ ہے اگر غلطی سے محراب درمیان میں نہ بنائی گئی ہو تو پھر صف بنانے میں محراب کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا بلکہ امام کا درمیان میں کھڑا ہونا ضروری ہو گا کیونکہ اس میں سنت کی اتباع ہے اور کراہیت سے بچنا ہے نیز محرابیں مسجد کے درمیان میں اسی لیے بنائی گئی ہیں کہ وہ امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کا تعیُّن کر رہی ہیں، اگر امام صف کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک طرف کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے۔"[3]

مدنی گلدستہ

"حَرَمَینِ طَیِّبَیْن" کے 10 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) صف میں جگہ ہوتے ہوئے صف کے پیچھے کھڑا ہونا ممنوع ہے نیز پہلی صف میں جگہ باقی ہو تو پچھلی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۸۹۔

2 ... فیض القدیر، حرف الواو، ۶/۲۹۰، تحت الحدیث: ۹۶۲۰۔

3 ... فتاوی رضویہ، ۷/۳۸، ۳۸ملخصاً۔

صف چیر کر پہلی صف کی خالی جگہ کو پُر کریں لیکن یہ عمل وہاں کریں جہاں فتنہ و فساد کا احتمال نہ ہو جس جگہ فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں صف چیر کر اگلی صف میں جانے سے گریز کریں۔

(2) صفیں قریب قریب بنانی چاہئیں، دو صفوں کے درمیان صرف سجدہ کا فاصلہ رکھیں، ہاں گرمی کی صورت میں تھوڑا زیادہ فاصلہ دینے میں بھی حرج نہیں۔

(3) نماز میں وسوسہ ڈالنے والے شیطان کا نام خِنْزَب ہے، یہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے۔

(4) جو صف سے بلاوجہ نکلے یا صف میں داخل ہو کر بغیر کسی وجہ کے خالی جگہ چھوڑدے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی رحمت و ثواب سے دور کر دیتا ہے۔

(5) امام کو مسجد کے درمیان میں کھڑا ہونا چاہیے تاکہ دونوں جانب صف برابر رہے۔

(6) صف میں نرمی سے کھڑا ہونا چاہیے اور جب کوئی صف سیدھی کرنے اور خلا پُر کرنے کے لیے پکڑ کر آگے یا پیچھے کرے تو ہو جانا چاہیے تاکہ نیک کام میں تعاون کرنے کی فضیلت مل جائے۔

(7) جو صف کی خالی جگہ پُر کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر رحمت فرماتا ہے اور اس کا درجہ بلند فرماتا ہے۔

(8) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو صفوں میں حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی داہنی جانب کھڑا ہونا محبوب تھا تاکہ سلام پھیرتے چہرۂ انور پہلے انہیں کی جانب ہو۔

(9) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عذابِ نار سے نجات کی دعا کرنا تعلیمِ اُمَّت کے لیے تھا ورنہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی ذاتِ اقدس تو اُمَّت کے لاکھوں کروڑوں گناہ گاروں کی نجات کا ذریعہ ہے۔

(10) صف کی بائیں جانب خالی ہو تو پھر بائیں طرف کھڑے ہونا دائیں طرف کھڑے ہونے سے افضل ہے تاکہ صف کی دونوں طرفیں برابر ہو جائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صفوں کے درمیان خالی جگہ پُر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:195

سُنَّتِ مُؤَکَّدَہ کی فضیلت وتعداد کا بیان

فرضوں کے ساتھ سنت مؤکدہ ادا کرنے کی فضیلت اور ان کی کم سے کم، زیادہ سے زیادہ اور درمیانی مقدار کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سنتیں دو طرح کی ہیں: مُؤَکَّدَہ اور غیر مُؤَکَّدَہ۔ مُؤَکَّدَہ وہ سنتیں ہیں جن پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیشگی اختیار فرمائی اور ان کی ادائیگی کی تاکید فرمائی۔ بروزِ محشر فرائض میں واقع ہونے والی کمی سُنَن ونوافل سے پوری کی جائے گی، سنتیں عذابِ الٰہی سے نجات دلانے کا ایک ذریعہ ہیں اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قُرب کا باعث۔ تارکِ سنت کے لئے شفاعتِ مصطفےٰ سے محرومی کی سخت وعید ہے۔ وہ بروزِ قیامت شفاعت سے محروم رہے گا۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے: ”جو میری سنت ترک کرے گا اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔“[1] فرائض کے ساتھ سنتِ مُؤَکَّدَہ ادا کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے، جو دن رات کی بارہ رکعتیں سنت مُؤَکَّدَہ ادا کرے جنت کا حق دار ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”فرضوں کے ساتھ سُنَّتِ مُؤَکَّدَہ ادا کرنے کی فضیلت اور اُن کی کم سے کم، زیادہ سے زیادہ اور درمیانی مقدار“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1097

جنت میں گھر

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَمْلَۃَ بِنْتِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : یَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یُصَلِّیْ لِلّٰہِ تَعَالٰی کُلَّ یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً تَطَوُّعاً غَیْرَ الْفَرِیْضَۃِ اِلَّا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ اَوْ اِلَّا بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ.[2]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا رَملہ بنتِ ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے مروی ہے کہ میں نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو مسلمان رضائے الٰہی کے لئے روزانہ فرائض

1 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۶۲، حصہ ۴۔

2 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل السنن الراتبۃ ۔۔۔ الخ، ص ۲۸۷، حدیث: ۱۶۹۶۔

کے علاوہ بارہ رکعتیں بطور سنت ادا کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا یا (فرمایا) اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔"

جنتی محل:

(سنت کی ادائیگی کرنے والوں کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔) **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی جنت کا اعلیٰ درجے کا محل اس کے لئے نامزد کیا جائے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے ہی موجود ہیں یا اِن سُنَن کی برکت سے اس کے لئے نیا خصوصی گھر استعمال (تیار) ہو گا کیونکہ جنت کا بعض (حصہ) سفیدہ (خالی) بھی ہے جہاں اَعمال کے مطابق محل تعمیر ہوتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔"[1]

حدیث نمبر:1098

دو دو رکعت سنت مؤکدہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ "میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو جمعہ کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشا کے بعد پڑھیں۔"

روزانہ کی مؤکدہ سنتیں:

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی روزانہ کی مؤکدہ سنتوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "سُنَتِ مُؤَکَّدَہ یہ ہیں: **(1)** دو رکعت نمازِ فجر سے پہلے **(2)** چار ظہر کے پہلے، دو بعد **(3)** دو مغرب کے بعد **(4)** دو عشا کے بعد اور **(5)** چار جمعہ سے پہلے، چار بعد یعنی

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۲۲۱۔

2 . . . بخاری، کتاب التہجد، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی، ۱/۳۹۴، حدیث:۱۱۶۵۔

جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں۔"[1]

ساتھ پڑھنے سے مراد:

"حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں" اس کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سُنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے ﴿وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ﴾ (پ۱۹، النمل: ۴۴) (ترجمۂ کنز الایمان: اب سلیمان کے ساتھ اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں۔) اس حدیث کی بنا پر امام شافعی (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ) نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی اَحادیث میں ہے۔ یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سنتِ ظہر گھر میں ادا کرکے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ اَزواجِ مُطَہَّرات کی روایت یوں ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ظہر سے (پہلے کی) چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔"[2]

سنت مؤکدہ کی وضاحت:

سنتِ مُؤَکَّدَہ وہ ہے جس کو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیانِ جواز کے لئے کبھی ترک بھی کیا ہو۔[3] سُنتِ مُؤَکَّدہ ایک بار بھی بِلا عُذر ترک کرے تو مستحقِ ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق اور گناہ گار ہے اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔ سنتِ مؤکدہ کو سُنَنُ الْھُدٰی بھی کہتے ہیں۔[4]

حدیث نمبر: 1099

دو اذانوں کے درمیان نماز

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ

---

1 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۶۳، حصہ ۴۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۲۲۔
3 ... فتاوی فقیہ ملت، ۱/ ۲۰۴۔
4 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۶۲، حصہ ۴ ملخصاً۔

صَلَاۃٌ، بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ، بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ، قال فی الثَّالِثَۃِ: لِمَنْ شَاءَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللّٰہ بن مُغَفَّل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حُضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر دواَذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دواَذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔" پھر تیسری مرتبہ فرمایا: "اُس کے لئے جو پڑھنا چاہے۔"

دو اذانوں سے مراد:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔"[2] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: "یا تو صلوٰۃ بمعنیٰ دُعا ہے، یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقتِ قبولیت ہے یا بمعنیٰ نماز، یعنی اذان و اِقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل، نیز اس سے نماز میں سُستی نہ ہو گی، انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کر کے نفل پڑھ کر تکبیرِ اُولیٰ پاسکے۔ خیال رہے کہ اَحناف کے نزدیک اِس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذانِ مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں (دو رکعت خفیف کا استثنا ہے)، فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ "خَلَا صَلٰوۃَ الْمَغْرِب سوائے نمازِ مغرب کے۔" (اُس کے لیے جو پڑھنا چاہے) "یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بُری ہے، عصر اور عشا کی غیر مؤکدہ، مغرب کی منع۔"[3]

شارِحِ بخاری علّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "سید عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمَّت کو اذان و اقامت کے درمیان نفل نماز کی ترغیب دلائی ہے کیونکہ اس وقت کی شرافت کے باعث

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء، ۱/ ۲۲۷، حدیث: ۶۲۷۔

2 . . . ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب فضل السنن الراتبۃ مع الفرائض ۔۔۔ الخ، ص ۳۰۶۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۱۴۔

ان دونوں کے درمیان دعا مُسترد (رَد) نہیں ہوتی جب یہ وقت اشرف ہے تو اس میں عبادت کا ثواب بھی زیادہ ہے اور اذان واقامت کے درمیان وقفہ نہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ اذان کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو نماز کی تیاری کے لئے خبردار کیا جائے تاکہ وہ استنجا اور وضو کرکے نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوں اور وقفہ نہ کرنے سے یہ مقصد فوت ہوجاتا ہے۔"[1] (مغرب کی نماز اس سے مستثنیٰ ہے۔)

مدنی گلدستہ
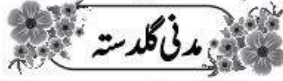
"ابوبکر" کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) سنتِ مؤکدہ ایک بار بھی کوئی بلا عذر ترک کرے تو مستحقِ ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق اور گناہ گار ہے۔

(2) اذان واِقامت کے درمیان کا وقت بہت فضیلت کا حامل ہے اس وقت میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

(3) اذانِ مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے نفل مکروہ ہیں، دو رکعت خفیف کا استثنا ہے۔

(4) اذان واِقامت کے درمیان وقفہ نہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کی تیاری کے لئے خبردار کیا جائے تاکہ وہ استنجا و وضو وغیرہ کرکے نماز کے لئے حاضر ہوں، مغرب کی نماز کا استثنیٰ ہے۔

(5) تراویح کے علاوہ باقی سنتوں کی جماعت مکروہ ہے۔

(6) دن رات میں بارہ رکعتیں سنتِ مُؤکدہ ہیں، دو فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد، جو ان بارہ رکعتوں کا پابند ہوگا وہ جنتی محل کا حق دار ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنت قبلیہ وبعدیہ اور نوافل کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پڑوس میں جگہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... تفہیم البخاری، ۱/۹۷۸۔

باب نمبر:196

فجر کی دو سُنَّتوں کی تاکید

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تمام سنتوں میں سب سے زیادہ تاکید فجر کی سنتوں کی ہے اور ہمارے پیارے نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِن سنتوں کو سفر و حضر ہر جگہ پابندی کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔ فجر کی سنتوں کی تاکید اس قدر ہے کہ فرمایا گیا: "فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آ پڑیں۔"[1] فجر کی سنتوں کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جماعت قائم ہونے کے بعد کسی سنت اور نفل نماز کا شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنتِ فجر کے، اگر فجر کی سنتیں پڑھنے والا یہ جانتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہو گا تو فجر کی سنتیں چھوڑنے کی اجازت نہیں، پہلے فجر کی سنتیں ادا کرے اور پھر جماعت میں شامل ہو۔ فجر کی دو سنتوں کو دُنْیَا وَمَافِیْهَا (یعنی دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس) سے افضل کہا گیا ہے اور ہمارے لیے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان ہی کافی ہے: "فجر کی دو سنتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔"[2] ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"فجر کی دو سنتوں کی تاکید"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 4اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1100

فجر سے پہلے دو سنتوں پر پابندی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا یَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَیْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ.[3]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ظہر سے پہلے چار اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں کبھی ترک نہ فرماتے۔"

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ابوداود، کتاب التطوع، باب فی تخفیفهما، ۲/ ۳۱، حدیث: ۱۲۵۸۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب رکعتی سنة الفجر۔۔۔ الخ، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۸۸۔

3 . . . بخاری، کتاب التهجد، باب الرکعتان قبل الظهر، ۱/ ۳۹۸، حدیث: ۱۱۸۲۔

حدیث نمبر:1101

فجر کی سنتوں کا اہتمام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بیان فرماتی ہیں کہ "حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی نفل نماز کا اتنا اہتمام نہ فرماتے جتنا فجر کی سنتوں کا فرماتے۔"

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1102

تمام دنیا سے زیادہ محبوب

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا. [2] وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا. [3]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا ہی سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "فجر کی دو سنّتیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔" ایک اور روایت میں ہے کہ "فجر کی دو سنّتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔"

مذکورہ بالا تینوں احادیث کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے اسی لیے تینوں احادیث کی شرح ایک ساتھ بیان کی جاتی ہے۔

سفر و حضر میں فجر کی سنتوں کی پابندی:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر و حضر میں نہ

1 . . . بخاری، کتاب التہجد، باب تعاھد رکعتی الفجر ومن سماھما تطوعا، ۱/ ۳۹۵، حدیث: ۱۱۶۹۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر۔۔۔ الخ، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۸۸۔

3 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر۔۔۔ الخ، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۸۹۔

چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے۔ اسی لیے فُقَہا فرماتے ہیں کہ یہ سنتیں بِلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے، اسی لیے اگر جماعتِ فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیٰحدہ سنتیں پڑھے، پھر جماعت میں مل جائے۔"[1]

جان بوجھ کر فجر کی سنتوں کا انکار کفر ہے:

صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "سب سنتوں میں قوی تر سنتِ فجر ہے، یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شُبہۃً یا براہِ جہل (یعنی شک یا جہالت کی بنا پر انکار) ہو تو خوفِ کُفر ہے اور اگر دانستہ بلا شبہہ (یعنی جان بوجھ کر بغیر کسی شک کے انکار) ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی ولہٰذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں، نہ سواری پر، نہ چلتی گاڑی پر، ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثلِ وتر ہے۔"[2]

فجر کی سنتیں ہر چیز سے پیاری:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی نفل نماز کا اتنا اہتمام نہ فرماتے جتنا فجر کی سنتوں کا فرماتے "یہاں نفل سے مراد سنت ہے یعنی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کسی بھی سنت کا اتنا اہتمام نہ فرماتے جتنا فجر کی سنتوں کا اہتمام کرتے۔"[3] حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نفل عام ہے کہ سنت پر بھی اس کا اطلاق آیا ہے اور اس کے غیر کو بھی نفل کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام بابُ النوافل میں سُنَن کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ نفل ان کو بھی شامل ہے۔"[4]

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ "فجر کی دو سنتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں۔" "یعنی سنت فجر مال و اولاد اور تمام دنیاوی سامان سے پیاری ہونا چاہئیں اور (یہ سنت فجر) دیگر سنتوں و

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۲۳۔

2 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۶۳، حصہ ۴۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب السنن وفضائلھا، ۳/ ۲۴۴، تحت الحدیث: ۱۱۶۳ ماخوذاً۔

4 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۶۳، حصہ ۴۔

مستحبات سے افضل ہیں۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "فجر کی سنتوں کو دنیا اور اس کی تمام چیزوں پر فضیلت کی صورت یوں ہے کہ اگر پوری دنیا اپنے مال و اسباب سمیت راہِ خدا میں خرچ کر دی جائے تب بھی فجر کی سنتیں ہی افضل ہوں گی (ان کا ثواب ہی زیادہ ہو گا) ورنہ ویسے دنیاوی چیزوں اور فجر کی سنتوں میں کیا مقابلہ دنیا میں اچھائی ہی کب ہے کہ انہیں سنتوں سے مقابلے کی کوئی نسبت ہو۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1103

فجر کی سنتیں ہر گز نہ چھوڑو!

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ اَتٰی رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُؤْذِنَهُ بِصَلَاةِ الْغَدَاةِ فَشَغَلَتْ عَائِشَةُ بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰی اَصْبَحَ جِدًّا فَقَامَ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ وَتَابَعَ اَذَانَهُ فَلَمْ یَخْرُجْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰی بِالنَّاسِ فَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰی اَصْبَحَ جِدًّا وَاَنَّهُ اَبْطَاَ عَلَیْهِ بِالْخُرُوْجِ فَقَالَ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا فَقَالَ: لَوْ اَصْبَحْتُ اَكْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَكَعْتُهُمَا وَاَحْسَنْتُهُمَا وَاَجْمَلْتُهُمَا.[3]

ترجمہ: مؤذنِ رسول حضرت سَیِّدُنا ابو عبد اللہ بلال بن رَباح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ وہ نمازِ فجر کی اطلاع دینے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ان سے کچھ دریافت کرنے لگیں یہاں تک کہ کافی دیر ہو گئی اور صبح خوب روشن ہو گئی پھر حضرت بلال کھڑے ہوئے اور حضور کو نماز کی اطلاع دی پھر دوبارہ اطلاع دی لیکن حضورِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باہر تشریف نہ لائے، پھر کچھ دیر بعد تشریف لائے اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو نماز پڑھائی۔ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

1. ۔۔۔ مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۲۴۔
2. ۔۔۔ اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب السنن وفضائلھا، ۱/ ۵۳۲۔
3. ۔۔۔ ابو داود، کتاب التطوع، باب فی تخفیفھا، ۲/ ۳۰، حدیث: ۱۲۵۷۔

نے عرض کی: آقا! حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کچھ دریافت کر رہیں تھیں اس لئے اطلاع کرنے میں تاخیر ہوئی یہاں تک صبح خوب روشن ہوئی اور آپ بھی دیر سے باہر تشریف لائے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میں فجر کی دو سنتیں پڑھ رہا تھا“ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! صبح تو خوب روشن ہو گئی تھی، رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اگر صبح اس سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی تب بھی میں یہ دو رکعتیں ضرور پڑھتا اور نہایت اچھے وعمدہ طریقے سے پڑھتا۔“

فجر کی سنتوں کی اہمیت:

حدیثِ پاک میں فرمایا: ”اگر صبح اس سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی تب بھی میں فجر کی سنتیں ضرور پڑھتا۔“ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”یہ فرمانِ عالی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فجر کی سنتیں نہیں چھوڑی جائیں گی کیونکہ یہ سُنَّتِ مُؤَکَّدہ ہیں۔“[1]

فجر کا مستحب وقت:

حدیثِ پاک میں ہے: ”فجر کی نماز اُجالے میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے“[2] صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اِسفار میں (جب خوب اُجالا ہو تو) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کیساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کا شک ہو جائے۔“[3]

---

1. ... شرح ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب تخفیفھما، ۵/ ۱۴۶، تحت الحدیث: ۱۲۴۸ ملخصاً۔
2. ... ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الاسفار بالفجر، ۱/ ۲۰۲، حدیث: ۱۵۴۔
3. ... بہارِ شریعت، ۱/ ۴۵۱، حصہ ۳۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ...... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
میں پڑھتا رہوں سنتیں وقت ہی پر ...... ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی
دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت ...... رہوں باوضو میں سدا یاالٰہی
عمل کا ہو جذبہ عطا یاالٰہی ...... گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی

مدنی گلدستہ
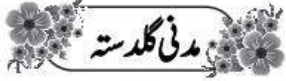
"سنتِ فجر" کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتوں کی بہت زیادہ پابندی کرتے، کبھی سفر و حضر میں ترک نہ فرماتے۔

(2) اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت ہو رہی ہو تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علٰحدہ سنتیں پڑھے اور پھر جماعت میں شامل ہو جائے۔

(3) فجر کی سنتوں کی مشروعیت کا اگر کوئی شک یا جہالت کی وجہ سے انکار کرے تو اس کے کافر ہونے کا خوف ہے اور اگر بغیر شک کے جان بوجھ کر انکار کرے تو اسے کافر کہا جائے گا۔

(4) فجر کی سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں، نہ سواری پر، نہ چلتی گاڑی پر، ان کا حکم ان باتوں میں بالکل وتر کی طرح ہے۔

(5) سنتِ فجر مال و اولاد اور تمام دنیاوی چیزوں سے پیاری ہونی چاہئیں۔

(6) فجر کی سنتیں تمام سنتوں اور نوافل سے افضل ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فجر کی سنتیں پابندی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:197

فجر کی سُنَّتیں مُخْتَصَر پڑھنے کا بیان

فجر کی سنتیں مختصر پڑھنے، ان میں کی جانے والی قراءت اور ان کے وقت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تمام سنن و نوافل کے مقابلے میں فجر کی سنتوں میں قراءت مختصر کرنی چاہیے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ اور آپ کی عادتِ مبارکہ یہی تھی کہ فجر کی سنتوں میں مختصر قراءت فرماتے، اس میں حکمت یہ ہے کہ فجر کے فرضوں میں چونکہ طویل قراءت کی جاتی ہے اس لئے سنتوں میں اختصار کیا جائے تاکہ فرضوں میں بغیر مشقت و تھکاوٹ کے طویل قراءت کی جاسکے۔ مگر خیال رہے کہ اختصار کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جلدی جلدی تیز رفتاری سے نماز ادا کرے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں طویل قراءت کرنے کے بجائے چھوٹی سورتیں یا کم آیات پڑھی جائیں اور بہتر یہ ہے کہ یہ سنتیں گھر میں ادا کی جائیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"فجر کی سنتوں کو مختصر پڑھنے، ان میں کی جانے والی قراءت اور ان کے وقت کے بیان"** پر مشتمل ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1104

سُنَّتِ فَجْر کی ادائیگی کا انداز

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُهُمَا حَتّٰى اَقُوْلَ: هَلْ قَرَاَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ.[2] وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا.[3] وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.[4]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "حضور نبی پاک صَلَّی اللہ

1... بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان بعد الفجر، ۱/ ۲۲۵، حدیث: ۶۱۹۔

2... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر۔۔۔ الخ، ص ۲۸۵، حدیث: ۱۶۸۳ بتغیر قلیل۔

3... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر۔۔۔ الخ، ص ۲۸۵، حدیث: ۱۶۸۱۔

4... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر۔۔۔ الخ، ص ۲۸۵، حدیث: ۱۶۸۲۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو خفیف رکعتیں ادا فرماتے۔ "بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ " آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی دو رکعتیں اتنی خفیف پڑھتے کہ میں کہتی: کیا آپ نے ان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے؟ "مسلم کی ایک روایت میں ہے: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صبح کی اذان سننے کے بعد دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔ "ایک روایت میں ہے: "جونہی فجر طلوع ہوتی آپ یہ دو رکعتیں ادا فرماتے۔"

حدیث نمبر:1105

فجر کی سنتوں میں اِختِصار

عَنْ حَفْصَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.[2]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "جب مؤذن صبح کی اذان کہتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو رسول پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ "مسلم کی ایک روایت میں ہے: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر طلوع ہونے کے بعد صرف دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔"

فجر کی سنتوں میں اختصار کی وضاحت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نبی کریم، رءوف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتوں میں اتنا اختصار کرتے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں تردُّد ہوتا اور اس تردد کا یہ مطلب نہیں کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو سورۂ فاتحہ کے پڑھنے میں شک ہوتا کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتوں میں بہت زیادہ اختصار کرتے جبکہ آپ کی عادت سنن و نوافل میں طویل قراءت کرنا تھی۔ اُمُّ المؤمنین

1. ... بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان بعد الفجر، ۱/۲۲۵، حدیث: ۶۱۸ بتغیر قلیل۔
2. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر۔۔۔ الخ، ص ۲۸۵، حدیث: ۱۶۷۸۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا فرمانا بطورِ مبالغہ تھا گویا دیگر سُنَن و نوافل کے مقابلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتوں میں قراءت ہی نہ کرتے۔"[1]

گھر میں برکت و اتفاق کا نسخہ:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ "جونہی فجر طلوع ہوتی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی دو رکعتیں ادا فرماتے۔" **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ سنتِ فجر گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے۔ بعض صوفیا اس کی رکعتِ اوّل میں اَلَمْ نَشْرَحْ اور دوسری میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض، اس عمل سے بواسیر سے امن رہتی ہے، گھر میں برکت و اتفاق۔"[2]

صبح سے مراد:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں جو یہ فرمایا گیا کہ "صبح ظاہر ہو جاتی تو رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے" یہاں صبح سے مراد صبح صادق ہے جو اُفق پر چوڑائی میں ظاہر ہوتی ہے اور حدیث پاک میں طلوعِ فجر سے مراد بھی صبح صادق ہو جانا ہے۔"[3] "صبحِ صادق ایک روشنی ہے کہ مشرق کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں جنوباً شمالاً دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اُجالا ہو جاتا ہے۔"[4]

حدیث نمبر:1106

رات کے نوافل دو دو رکعت پڑھنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی

[1] ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی تخفیف رکعتی الفجر۔۔۔ الخ، ۳/ ۵۸۳، تحت الحدیث: ۱۱۰۲ ملخصاً۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۲۲۔

[3] ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی تخفیف رکعتی الفجر، ۳/ ۵۸۳، تحت الحدیث: ۱۱۰۲ ملخصاً۔

[4] ... بہار شریعت، ۱/ ۴۴۷، ۴۴۸، حصہ ۳ ماخوذاً۔

مَثْنٰی وَیُوْتِرُ بِرَکْعَۃٍ مِّنْ آخِرِ اللَّیْلِ وَیُصَلِّیْ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلَاۃِ الْغَدَاۃِ وَکَاَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَیْہِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے نوافل دو دو رکعت پڑھتے اور رات کے آخر میں ایک رکعت ملا کر وتر بنا دیتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ادا فرماتے گویا کہ اذان ابھی آپ کے کانوں میں ہوتی۔''

ایک رکعت ملا کر وتر بنانے کی وضاحت:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ''حضور رات کے نوافل دو دو رکعت پڑھتے اور رات کے آخر میں ایک رکعت ملا کر وتر بنا دیتے۔'' یعنی مراد یہ ہے کہ پہلی والی دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر پڑھتے تھے یا اس کو وتر بنا دیتے۔[2]

وتر کا وقت:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ وتر کو رات کے آخر میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے: ''جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے۔''[3] ''وتر کا وقت احناف کے نزدیک عشا کے بعد صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔''[4] حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ''حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نمازِ فجر سے پہلے دو رکعتیں یوں ادا فرماتے گویا اذان ابھی آپ کے کانوں میں ہوتی ہے۔'' فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''(یہاں) اذان سے مراد اقامت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے اقامت سننے والا نماز میں ہو تو مختصر پڑھے گا اسی طرح حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) بھی فجر کی سنتیں مختصر پڑھتے۔''[5]

رات کے نوافل چار رکعت پڑھنا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں چار چار رکعت نماز نفل پڑھی جائے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ

---

1 ... بخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر، ۱/ ۳۴۱، حدیث: ۹۹۵۔
2 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۵۹۸۔
3 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۵۳، حصہ ۴۔
4 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۶۰۰ ماخوذاً۔
5 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۶۰۰۔

تَعَالٰی عَلَیْہ نے رات کی نماز پر اس حدیث سے استدلال کیا "اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو عشا کی نماز پڑھاتے پھر گھر تشریف لاتے اور چار رکعت پڑھتے پھر بستر مبارک پر آجاتے۔"[1] صَدْرُ الشَّرِیْعَہ بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "دن کے نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1107 فجر کی سنتوں میں پڑھی جانے والی آیات

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَانَ یَقْرَأُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فِی الْاُوْلٰی مِنْہُمَا: ﴿قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا﴾ اَلْآیَۃَ الَّتِیْ فِی الْبَقَرَۃِ وَفِی الْآخِرَۃِ مِنْہُمَا: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشْہَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾﴾.[3] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فِی الْآخِرَۃِ الَّتِیْ فِیْ آلِ عِمْرَانَ: ﴿تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ﴾.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی (سنتوں کی) پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرماتے: ﴿قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۳۶) (ترجمۂ کنز الایمان: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا) اور دوسری رکعت میں یہ تلاوت فرماتے: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشْہَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾﴾ (پ۳، آل عمران: ۵۲) (ترجمۂ کنز الایمان: ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں) اور ایک روایت میں ہے: "دوسری رکعت میں سورۂ آلِ عمران کی یہ آیت تلاوت فرماتے: ﴿تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ﴾ (پ۳، آل عمران: ۶۴) (ترجمۂ کنز الایمان: اے کتابیو ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے۔)

1. ... عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب الحلق والجلوس فی المسجد، ۳/ ۵۳۵، تحت الحدیث: ۴۷۲۔
2. ... بہار شریعت، ۱/ ۶۶۷، حصہ ۴۔
3. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر ... الخ، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۹۱۔
4. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر ... الخ، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۹۲۔

حدیث نمبر:1108

سورۂ کافرون اور سورۂ اِخلاص کی تلاوت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَرَاَ فِیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ: ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائی۔"

حدیث نمبر:1109

سورۂ کافرون اور سورۂ اِخلاص کی اہمیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم شَهْرًا وَكَانَ يَقْرَاُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "میں ایک مہینے تک حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز ملاحظہ کرتا رہا، آپ فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تلاوت فرماتے۔"

اکثر کونسی سورت تلاوت کرتے؟

مذکورہ احادیث میں وہ آیات اور سورتیں بیان کی گئیں جنہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ حدیث نمبر 1107 میں سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی آیات ذِکر کی گئیں اور حدیث نمبر 1108 اور 1109 میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کا ذکر ہے۔

خاتم المحققین، شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کی آیات کو کبھی کبھی پڑھا کرتے جبکہ غالب و اکثر فجر کی سنتوں میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ شریف ہی کی تلاوت فرماتے تھے۔"[3]

---

1. ۔۔۔مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر۔۔۔الخ، ص ۲۸۲، حدیث: ۱۲۹۰۔
2. ۔۔۔ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی تخفیف رکعتی الفجر۔۔۔الخ، ۱/ ۴۲۵، حدیث: ۴۱۷۔
3. ۔۔۔اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی الصلوۃ، ۱/ ۴۰۸ ملخصاً۔

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”فجر کی سنتوں میں رکعتِ اول میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور رکعت دوم میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھتے تھے کیونکہ سرکار (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ایک آدھ آیت اونچی بھی پڑھ دیتے تھے اس لیے صحابہ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کو یہ پتہ لگ جاتا تھا اور اگر فجر کے فرض مراد ہوں تو یہ واقعہ کسی سفر کا ہو گا ورنہ حضور گھر میں فجر میں اکثر طوالِ مفصل (یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج) کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔“[1]

مدنی گلدستہ

خواجہ کی چھٹی شریف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر سُنن ونوافل میں طویل قراءت فرماتے تھے۔

(2) سورۂ فاتحہ کو اُمُّ القرآن بھی کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور عبادت وجزا کا ذکر ہے۔

(3) جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ رات کو جاگ جائے گا اس کے لیے رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے پہلے پڑھ لے۔

(4) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فجر کی سنتوں میں اکثر ”سورۂ کافرون“ اور ”سورۂ اخلاص“ پڑھا کرتے تھے۔

(5) دن اور رات میں چار چار رکعت نفل پڑھنا افضل ہے۔

(6) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ادا کو بالخصوص عبادت کے انداز کو بغور ملاحظہ کرتے، اس پر عمل کرتے اور دوسروں کو بیان کرتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/۵۶۔

باب نمبر:198

فجر کی سُنَّتوں کے بعد لیٹنے کا بیان

فجر کی سنتیں ادا کرکے سیدھی کروٹ لیٹنے کے مستحب ہونے اور اس کی ترغیب دلانے کا بیان خواہ اس نے تہجد پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔

ایمانِ کامل کا تقاضا ہے کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر ادا سے محبت ہو، زندگی کے شب وروز سنتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے بسر ہوں، فرائض کے ساتھ ساتھ سُنَن و نوافل کی بھی پابندی کی جائے، بالخصوص جن اَعمال کی ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تاکید فرمائی ان میں ہر گز کوتاہی نہ کی جائے، دل و جان سے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جائے کہ راہِ سنت ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں پنہاں ہیں، جو اس راہ پر چلا دارَین کی سعادتیں پا گیا، جو بھٹکا وہ ناکام و نامراد ہوا۔ فرض نماز سے پہلے اور بعد میں کچھ رکعتیں ادا کرنا ہمارے پیارے آقا، مدینے والا مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت پیاری و عظیم سنت ہے۔ فجر کے فرائض سے قبل دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ہمیشہ ادا فرمائیں اور ان کی بہت زیادہ تاکید فرمائی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد اپنے کاشانۂ اقدس ہی میں کچھ دیر دائیں کروٹ لیٹ کر آرام فرمایا کرتے تھے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"فجر کی سنتیں ادا کرکے سیدھی کروٹ لیٹنے کے مستحب ہونے اور اس کی ترغیب دلانے کے بارے میں ہے خواہ تہجد پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔"** اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1110

سُنَّتِ فجر کے بعد دائیں کروٹ لیٹنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَیْمَنِ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب فجر کی دو سنتیں ادا فرما لیتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔

[1] . . . بخاری، کتاب التہجد، باب الضجعۃ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر، ۱/ ۳۹۲، حدیث: ۱۱۶۰۔

قبر کی یاد:

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”دائیں کروٹ لیٹنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے قبر کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ ایک دن قبر میں بھی اسی طرح لیٹنا ہو گا۔ قبر کی یاد عبادت میں خشوع پیدا کرتی ہے اور خشوع ہی عبادت کی اصل ہے۔ اگر کسی کو دائیں کروٹ لیٹنے میں کوئی عذر ہو تو ایک قول یہ ہے کہ بائیں کروٹ لیٹ جائے تاکہ جس قدر ممکن ہو اتنے پر تو عمل ہو۔“[1]

حدیث نمبر: 1111

عشا و فجر کے درمیان گیارہ رکعتیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.[2]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عشا کی نماز سے فراغت کے بعد فجر تک گیارہ رکعتیں ادا فرماتے، ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور دو کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر وتر ادا فرماتے۔ جب مؤذن فجر کی اذان دے لیتا اور فجر واضح ہو جاتی تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حاضر ہوتا، پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے اور دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لئے حاضر ہوتا۔

گیارہ رکعتوں کی وضاحت:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عشا اور فجر کے درمیانی وقت میں

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی استحباب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر۔۔۔الخ، ۳/۵۸۷، تحت الباب۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم۔۔۔الخ، ص ۲۹۰، حدیث: ۱۷۱۶۔

گیارہ رکعتیں ادا فرمایا کرتے، ان میں آٹھ رکعتیں تہجد کی ہوتیں اور تین رکعت وتر کی، چنانچہ مرآۃ المناجیح میں ہے: "(نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عشاو فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا فرماتے) اس طرح کہ آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور پھر ایک رکعت ملا کر وتر پڑھتے یعنی دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی۔ (پھر) جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنتِ فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اُجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذانِ فجر بھی اجیالے میں ہو۔ حضرت بلال (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) جماعت کے وقت درِ دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ "کیا تکبیر کہوں؟" آپ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے، جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہنچتے تو آپ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: **ایک** یہ کہ سنتِ فجر کے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ **دوسرے** یہ کہ سُلطانِ اِسلام (اور) عالِمِ دِین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1112

سیدھی کروٹ لیٹنے کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِيْنِهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی فجر کی دو سنتیں پڑھ لے تو اسے چاہئے کہ دائیں کروٹ لیٹ جائے۔"

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۳۳، ۲۳۴ ملخصاً۔

2 . . . ابو داود، کتاب التطوع، باب الاضطجاع بعدها، ۲/ ۳۲، حدیث: ۱۲۶۱ بتغیر قلیل۔

دائیں کروٹ لیٹنے کی حکمت:

ارشادالساری میں ہے: ”نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد اپنے کاشانۂ اَقدس میں کچھ دیر کے لئے سیدھی کروٹ لیٹ جاتے۔ اس میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ کریمہ یہی تھی کہ تمام شان والے کاموں میں سیدھی جانب کو پسند فرماتے، یا پھر جلدی اٹھنے کے لئے سیدھی جانب لیٹتے کیونکہ دائیں جانب سونے سے بندہ جلدی بیدار ہو جاتا ہے اور بائیں جانب لیٹنے سے بہت گہری نیند آتی ہے۔ مگر خیال رہے کہ یہ بات عام لوگوں کے لئے ہے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے نہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ سیدھی کروٹ پر سونا صالحین کا طریقہ ہے، اُلٹی کروٹ سونا حکام واُمَراء کا طریقہ، پیٹھ کے بل سونا جبارین و متکبرین کا اور چہرے کے بل سونا کافروں کا طریقہ ہے۔“[1]

مسجد کے پڑوسی کے لئے ایک آسانی:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ احادیثِ مبارکہ میں مساجد کی طرف جلدی جانے کی ترغیب اس شخص کے لئے ہے جس کا گھر مسجد سے دور ہو، اقامت کی آواز اس تک نہ پہنچتی ہو اور جلدی نہ جانے کی صورت میں نماز کے انتظار کی فضیلت فوت ہو جانے کا خوف ہو اور مسجد کا وہ پڑوسی جسے اقامت کی آواز پہنچتی ہو تو اس کا گھر میں رہ کر اقامت کا انتظار کرنا مسجد میں انتظار کرنے کی طرح ہے، اسے بھی نماز کے انتظار کا ثواب ملے گا، کیونکہ یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی افضل عمل کو خود چھوڑ دیں اور اپنی اُمَّت کو اس کی ترغیب دلائیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اُمَّت کے غمخوار آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود اپنے لئے شدت برداشت کرتے مگر اپنی اُمَّت کے لئے تخفیف پسند فرماتے، تو اگر گھر میں رہ کر نماز کے انتظار کی فضیلت نہ ملتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس فضیلت کے حصول کے لئے ضرور اِقامت سے قبل مسجد تشریف لے جاتے اپنے

---

[1] ... ارشاد الساری، کتاب الاذان، باب من انتظر الاقامۃ، ۲/۳۰۲، تحت الحدیث: ۶۲۶۔

کاشانۂ عالی ہی میں رہ کر اقامت کا انتظار نہ فرماتے۔“[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے:”سنت و فرضِ فجر کے درمیان قدرے لیٹنا خصوصاً جب کہ تہجد کی وجہ سے تھکن ہوگئی ہو بہت بہتر ہے۔ اور داہنی کروٹ پر لیٹنا سنت ہے۔“[2]
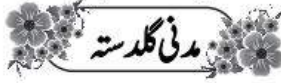
مدنی گلدستہ

”سُنَّتِ فجر“ کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سُنّتیں ادا فرمانے کے بعد اپنے کاشانۂ اَقدس میں کچھ دیر کے لئے سیدھی کروٹ لیٹ کر آرام فرمایا کرتے تھے۔

(2) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سنتوں کی بہت زیادہ محافظت فرمایا کرتے تھے۔

(3) سیدھی کروٹ پر سونا صالحین کا طریقہ ہے۔

(4) دائیں کروٹ لیٹنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے قبر کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

(5) انبیائے کرام صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

(6) قبر کی یاد عبادت میں خشوع پیدا کرتی ہے اور خشوع ہی عبادت کی اصل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب مواقیت الصلاۃ وفضلھا، باب من انتظر الاقامۃ، ۲/ ۲۵۳۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۳۵۔

باب نمبر:199

ظہر کی سُنَّتُوں کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ظہر کا وقت نہایت ہی مبارک وقت ہے، ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، بندوں کے اعمال آسمانوں کی طرف بلند کئے جاتے ہیں، نماز ظہر کی کل بارہ رکعتیں ہیں، چار سنت مؤکدہ، چار فرض، دو سنت مؤکدہ اور پھر دو نفل۔ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ظہر کے وقت فرائض سے قبل چار رکعتوں کی پابندی فرماتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے امتیوں کو بھی انہیں ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ ان چار رکعتوں کی ادائیگی پر جہنم سے آزادی کی بشارت اور ترک پر شفاعت سے محرومی کی سخت وعید ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"ظہر کی سنتوں کے بیان"** میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1113

تَحِیَّةُ الْمَسجد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ "میں نے حضور نبی کریم رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ دو رکعت ظہر سے قبل اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں۔"

دو رکعت نوافل سے مراد:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے بھی۔ یہاں تَحِیَّۃُ الْمسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سنتِ ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے۔

[1] ... بخاری، کتاب التہجد، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی، ۱ / ۳۹۴، حدیث: ۱۱۶۵۔

حدیث نمبر:1114

ظہر کی پہلی چار سنتوں کی اہمیت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللہُ عَنها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ظہر سے پہلے چار رکعتیں کبھی ترک نہ فرماتے۔"

حدیث نمبر:1115

سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللہُ عَنها قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ، فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. [2]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے پھر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، واپس آکر پھر دو رکعت پڑھتے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھا کر میرے گھر تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے اور عشا کی نماز پڑھا کر میرے گھر تشریف لاتے تب بھی دو رکعتیں ادا فرماتے۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: "(حدیث مذکور سے) سنتِ مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز۔" [3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں سنت مؤکدہ کا بیان ہے۔ چار رکعتیں ظہر سے قبل، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد سُنّتِ مُؤَکَّدہ ہیں۔ ان کی ادائیگی پر دِین و دُنیا کی بے شمار بھلائیاں ملتی ہیں اور انہیں ترک کرنے میں سراسر نقصان و محرومی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اُمّہاتُ المومنین رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِنَّ اَجْمَعِیْن نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر ادا اور شب و

1 ... بخاری، کتاب التہجد، باب الرکعتان قبل الظہر، ۱/۳۹۸، حدیث: ۱۱۸۲۔

2 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جواز النافلۃ قائما...الخ، ص ۲۸۷، حدیث: ۱۶۹۹۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۲۳۔

روز کے گھریلو معاملات بغور ملاحظہ فرمایا کرتی تھیں، ان عظیم ہستیوں کا اُمّت پر بہت بڑا اِحسان ہے کہ انہوں نے شہنشاہ کونین، نانائے حَسَنَین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک معمولات سے اُمّت کو آگاہ کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نجی وذاتی معاملات بھی لوگوں کے سامنے لے کر آئیں، اس طرح دنیا کو سرورِ دوعالَم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گھریلو حالات سے آگاہی نصیب ہوئی۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان اُمّہات المؤمنین کے صدقے ہمیں سنتوں کا عامل بنائے، ہماری دنیا وآخرت بہتر فرمائے۔ آمین

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1116

جہنم کی آگ سے حفاظت

عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا اُمِّ حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد چار چار رکعتیں پابندی سے ادا کیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے آگ پر حرام فرمادے گا۔"

حدیثِ مذکور میں اس شخص کے لئے جہنم کی آگ سے حفاظت کی بشارت ہے جو ظہر سے پہلے کی چار سنتیں مؤکّدہ، ظہر کے بعد کی دو سنت مؤکّدہ اور دو نفل پابندی سے ادا کرے۔ سنتِ نبوی پر عمل کرنے سے انسان کو تقویٰ وپرہیز گاری نصیب ہوتی ہے، گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق ملتی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی وشفاعت نصیب ہوتی ہے جس کے نتیجے میں وہ عذابِ جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

گناہ مٹا دیئے جائیں گے:

علامہ سید طحطاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جو ظہر کی ان سنتوں کا پابند ہو گا وہ سرے سے

[1] . . . نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب الاختلاف علی اسماعیل بن ابی خالد، ص ۳۱۰، حدیث: ۱۸۱۲۔

آگ میں داخل ہی نہ ہوگا اور اُس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس پر جن لوگوں کے مطالبات ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں اس سے راضی کر دے گا، یا یہ مطلب ہے کہ اسے ایسے کاموں کی توفیق ملے گی جو اسے سزا سے بچائیں گے۔"(1)

ایمان پر خاتمہ:

حضرت سیدنا علّامہ ابن عابدین شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:"جو ظہر کی ان سنتوں کا پابند ہوگا اُس کے لئے بشارت ہے کہ اس کا خاتمہ سعادت پر ہوگا اور دوزخ میں نہ جائے گا۔"(2) مرآۃ المناجیح میں ہے:"(ظہر کی سنتوں کی ادائیگی اس طریقہ پر ہوگی کہ پہلے کی) چار ایک سلام سے پڑھے کیونکہ یہ چاروں مؤکدہ ہیں۔ اور بعد کی چار دو سلاموں سے تاکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مخلوط نہ ہو جائیں کیونکہ ان میں پہلی دو مؤکدہ ہیں بعد کی دو غیر مؤکدہ۔(جو ان سنتوں کا پابند ہوگا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا) یعنی آگ میں ہمیشگی سے مطلقًا بچائے گا اس طرح کہ اسے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق دے گا۔ معلوم ہوا کہ سنت کی پابندی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔"(3)

حدیث نمبر:1117

آسمان کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ السَّائِبِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَانَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّھْرِ وَقَالَ:اِنَّھَا سَاعَۃٌ تُفْتَحُ فِیْھَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ،فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْھَا عَمَلٌ صَالِحٌ.(4)

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن سائب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کیا کرتے اور فرماتے:"اس وقت آسمان کے

1 . . . حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ۱ / ۲۸۴۔

2 . . . رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، مطلب فی السنن و النوافل، ۲ / ۵۴۷ ملخصا۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۲۵۔

4 . . . ترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی الصلاۃ عند الزوال، ۲ / ۲۰، حدیث: ۴۷۷۔

دروازے کھولے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس میں میرے نیک اعمال اوپر چڑھیں۔“

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کر کے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لئے سرکار(صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں۔“[1]

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس وقت اعمال آسمانوں کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت میں عبادت کرنا پسند فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے آقا صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اعمال کو بغور دیکھتے، ان پر عمل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔ کتبِ احادیث پر نظر رکھنے والا ہر ذی علم اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حالات و واقعات کس طرح محفوظ رکھ کر دوسروں تک پہنچائے اور ”بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً“ پر کس کامل طریقے سے عمل کر کے دکھایا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان مبارک ہستیوں کو ہماری طرف سے اپنی شایانِ شان اجرِ عظیم عطا فرمائے، ان کے صدقے ہمیں بھی پیارے آقا صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر دل وجان سے عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1118 ظہر کی سنتوں کی مُحافَظت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا.[2]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں کہ ”نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کبھی ظہر سے پہلے چار رکعت نہ ادا کر پاتے تو ظہر کی نماز کے بعد ادا فرمالیتے۔“

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۲۶۔

2 ... ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب: ۲۰۰، ۱/ ۴۳۵، حدیث: ۴۲۶۔

سننِ قبلیہ و بعدیہ کی مشروعیت میں حکمت:

عَلَّامَہ اِبْنِ دَقِیْقِ الْعِیْد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد فرماتے ہیں: "فرضوں سے پہلے اور بعد میں سنتوں کی مشروعیت میں کئی حکمتیں ہیں۔ دُنیاوی اُمور میں مشغولیت عبادت میں اس حضورِ قلب اور خشوع کے لئے رکاوٹ بنتی ہے جو عبادت کی روح ہے۔ فرائض سے قبل کچھ رکعتیں ادا کرنے سے نفس عبادت سے مانوس ہو کر خشوع سے قریب ہو جاتا ہے اور فرائض اچھی حالت میں ادا ہوتے ہیں۔ فرائض کے بعد سنن و نوافل کی مشروعیت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بمطابقِ حدیث نوافل و سنن سے فرائض میں ہونے والی کمی پوری ہو جاتی ہے۔"[1]

مخلوق پر نظرِ رحمت:

حضرت سیدنا ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوپہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کو محبوب رکھتے، اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں دیکھتی ہوں کہ اس وقت میں آپ نماز کو محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا: "اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی اس وقت پابندی سے نماز پڑھا کرتے تھے۔"[2]

ظہر کی سنتوں پر تہجد کا ثواب:

حضرت سیدنا براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، گویا تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں اور جس نے عشا کے بعد چار رکعتیں پڑھیں تو یہ شبِ قدر میں پڑھی جانے والی چار رکعتوں کی طرح ہیں۔"[3]

---

1. ۔۔۔ احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، کتاب الصلاۃ، باب فضل الجماعۃ، ۲/۱۴۷، ۱۴۸، تحت الحدیث: ۵۹ ملخصاً۔
2. ۔۔۔ مسند بزار، مسند ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ، ۱۰/۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۶۔
3. ۔۔۔ معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۴/۳۸۶، حدیث: ۶۳۳۲۔

مدنی گلدستہ
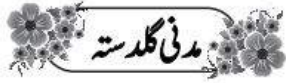
”حوضِ کوثر“ کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) سُنَن و نوافل گھر میں ادا کرنا افضل ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سنت قبلیہ اور بعدیہ اپنے کاشانۂ اقدس ہی میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

(2) جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کیں گویا اس نے تہجد کی چار رکعتیں ادا کرلیں۔

(3) فرائض سے قبل سنتوں کی ادائیگی میں ایک حکمت یہ ہے کہ نفس عبادت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور فرائض میں دِلجمعی اور خشوع نصیب ہوتا ہے۔

(4) جو ظہر کی سنتوں کا پابند ہو اسے اعمالِ صالحہ کی توفیق ملتی ہے اور اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(5) ظہر کی سنتیں پابندی سے ادا کرنے والے کے لئے ایمان پر خاتمے اور جہنم سے آزادی کی بشارت ہے۔

(6) ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے، اس وقت کی عبادت حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہت محبوب تھی۔

(7) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اداؤں کو بغور ملاحظہ کرتے، پھر خود بھی سنتوں پر پابندی سے عمل کرتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دِلاتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ظہر کی سنتِ قبلیہ و بعدیہ پابندی کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:200

عصر کی سُنَّتوں کا بیان

نمازِ عصر کے فرضوں سے قبل چار رکعت سنت ادا کرنا ہمارے پیارے نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا مبارک طریقہ ہے، یہ چار رکعت سنت غیر مؤکدہ ہیں، جس طرح دیگر فرائض وسنن ونوافل کی احادیث میں فضیلت بیان کی گئی ہے اسی طرح عصر کی ان چار سنتوں کی بھی احادیث میں فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اللہ تعالٰی اس کے بدن کو آگ پر حرام فرمادے گا۔“[1] ایک روایت میں ہے کہ ”جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اُسے آگ نہ چھوئے گی۔“[2] لہٰذا ہمیں چاہیے کہ عصر کی سنتیں پابندی کے ساتھ ادا کیا کریں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”عصر کی سنتوں“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1119

عصر کی سُنَّتِ قَبْلِیَه

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ یَفْصِلُ بَیْنَهُنَّ بِالتَّسْلِیْمِ عَلَی الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم فرماتے ہیں: ”نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے جن کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کی اتباع کرنے والے مسلمانوں اور مؤمنوں پر سلام کے ذریعے فاصلہ کیا کرتے۔“

سلام سے کیا مراد ہے؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ درمیان کے سلام سے نماز کا سلام ہی مراد ہے جس پر نماز (ختم) ہوتی ہے یا ان میں دو رکعتیں تحیۃ

1 ... معجم کبیر، عطاء بن ابی رباح عن ام سلمة، ۲۳/ ۲۸۱، حدیث: ۶۱۱۔
2 ... معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه ابراهیم، ۲/ ۷۷، حدیث: ۲۵۸۰۔
3 ... ترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر، ۱/ ۴۳۷، حدیث: ۴۲۹۔

الوضو کی تھیں اور دو عصر کی یا چاروں عصر کی، بیان جواز کے لئے ان کے درمیان سلام پھیرا گیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سلام سے مراد التحیّات ہے کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے اس صورت میں یہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی مگر پہلے معنٰی زیادہ ظاہر ہیں۔"[1]

حدیث نمبر:1120

دعائے مصطفٰے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَحِمَ اللہُ امْرَءًا صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔"

دعائے نبوی لینے کا ذریعہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔ "مرآۃ المناجیح میں ہے:" یہ سنتیں غیر مؤکدہ ہیں اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا لینے کا ذریعہ کیونکہ بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔"[3] شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں عصر کی سنتیں ادا کرنے والے کو رحمتِ الٰہی کی دعا دی گئی ہے، اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ یہ چار رکعت مستحب ہیں (واجب نہیں)۔"[4]

حدیث نمبر:1121

عصر سے پہلے دو رکعتیں

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَکْعَتَیْنِ.[5]

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۲/۲۲۶۔
2. ...ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر، ۱/۴۳۷، حدیث: ۴۳۰۔
3. ...مرآۃ المناجیح، ۲/۲۲۶۔
4. ...اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب السنن وفضائلھا، ۱/۵۴۹۔
5. ...ابوداود، کتاب التطوع، باب الصلاۃ قبل العصر، ۲/۳۵، حدیث: ۱۲۷۲۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عصر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے۔“

عصر کی سنتیں دو ہیں یا چار؟

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”عصر کی سنتوں کے بارے میں دو طرح کی راویتیں ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عصر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھا کرتے اور بعض سے چار رکعت کا ثبوت ملتا ہے لہٰذا نمازی کو اختیار ہے کہ دو پڑھے یا چار مگر چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔“[1] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”عصر کی سنتوں کے بارے میں دو طرح کی روایات ہیں، چاروں سنتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھے خواہ دو سلاموں کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

عصر کی چار سنتوں کی نسبت سے اَحادیثِ مَذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) عصر کی سنتیں ادا کرنی چاہئیں کہ اَحادیث میں اِن کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

(2) عصر کی سنتیں ادا کرنا حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہیں۔

(3) عصر کی سنتیں غیر مُؤکدہ ہیں۔

(4) عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص نمازِ عصر کی سنتِ قبلیہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب السنن وفضائلھا، ۱/ ۵۴۲۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب السنن وفضائلھا، ۳/ ۲۴۹، تحت الحدیث: ۱۱۷۱۔

باب نمبر: 201

مَغْرِب سے قبل اور بعد کی سُنَّتوں کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مغرب کی کل سات رکعتیں ہیں، تین فرض، دو سنت اور دو نفل۔ مغرب کے بعد دو سنتوں کی ادائیگی پر اَحناف وشوافع کا اتفاق ہے البتہ اذانِ مغرب کے بعد اور مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعت ادا کرنا فقط شوافع کے نزدیک سنت ہے۔ اسی وجہ سے اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ باب قائم فرما کر اِس میں مغرب سے قبل کی سنتوں کا ذِکر فرمایا ہے، اس باب میں اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے 4 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ اَحناف کے نزدیک غروبِ آفتاب سے فرضِ مغرب تک کا وقت مکروہ ہے کہ اِس میں نوافل پڑھنا منع ہے مگر صاحبِ فتح القدیر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے دو رکعت خفیف کا استثناء فرمایا ہے۔ البتہ اَحناف کے نزدیک نمازِ مغرب کے بعد اَوَّابِیْن کے نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں اور اِن کی اَحادیث میں بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

حدیث نمبر: 1122

مغرب سے پہلے نوافل

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، قَالَ فِی الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءوف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مغرب سے پہلے نماز پڑھو، (یہ تین مرتبہ فرمایا) اور تیسری مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جو چاہے یہ نماز پڑھے۔“

حدیث نمبر: 1123

عبادت کا جذبہ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے نبی کریم، رءوف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

[1] ...بخاری، کتاب التھجد، باب الصلاۃ قبل المغرب، ۱/۳۹۸، حدیث: ۱۱۸۳۔

[2] ...بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ الی الاسطوانۃ، ۱/۱۸۷، حدیث: ۵۰۳۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کِبار (بڑے) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیکھا کہ وہ مغرب کے وقت (نوافل کی ادائیگی کے لئے) تیزی سے ستونوں کے پیچھے جاتے۔"

حدیث نمبر:1124

مغرب سے قبل نوافل ادا نہیں فرمائے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ: کُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقِیْلَ: اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّاھُمَا؟ قَالَ: کَانَ یَرَانَا نُصَلِّیْھِمَا فَلَمْ یَأْمُرْنَا وَلَمْ یَنْھَنَا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک زمانے میں غروبِ آفتاب کے بعد نمازِ مغرب سے قبل دو رکعت پڑھتے تھے۔ عرض کی گئی: "کیا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے تھے؟" فرمایا: "حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں یہ نماز پڑھتے دیکھا کرتے تھے مگر نہ ہمیں اس کا حکم دیا نہ منع فرمایا۔"

حدیث نمبر:1125

ستونوں کی اوٹ میں نوافل

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا بِالْمَدِیْنَۃِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلَاۃِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِیَ، فَرَکَعُوْا رَکْعَتَیْنِ، حَتّٰی اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِیْبَ لَیَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَیَحْسَبُ اَنَّ الصَّلَاۃَ قَدْ صُلِّیَتْ مِنْ کَثْرَۃِ مَنْ یُّصَلِّیْھِمَا.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "ہم مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں تھے جب مؤذّن مغرب کی اذان دیتا تو لوگ تیزی سے ستونوں کی طرف جاتے اور دو رکعت ادا کرتے، اگر کوئی مسافر اس وقت مسجد میں آجاتا تو نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ گمان کرتا کہ نماز ہو چکی ہے۔"

نمازِ مغرب سے قبل نوافل:

اَحناف کے نزدیک غروبِ آفتاب سے فرضِ مغرب تک کا وقت مکروہ ہے کہ اس میں نوافل پڑھنا

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب، ص ٣٢٢، حدیث: ١٩٣٨ بتغیر قلیل۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب، ص ٣٢٢، حدیث: ١٩٣٩ بتغیر قلیل۔

منع ہے مگر صاحبِ فتح القدیر امام ابنِ ہمام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دو رکعت خفیف کا استثناء فرمایا ہے۔[1]

نمازِ اَوَّابین کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مغرب کے بعد اَوَّابین کے نوافل کی اَحادیثِ مبارکہ میں بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اَوَّابین کی فضیلت پر تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: **(1)** ”جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ اُن کے درمیان کوئی بُری بات نہ کہے تو یہ چھ رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔“[2] **(2)** ”جو مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کرے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“[3] **(3)** ”جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کرے گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔“[4]
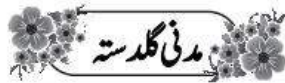
مدنی گلدستہ

”رب“ کے 2 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 2 مدنی پھول

(1) اَحناف کے نزدیک مغرب کی اذان واِقامت کے درمیان نفل پڑھنا مشروع نہیں، مگر امام ابنِ ہمام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دو رکعت خفیف کا استثناء فرمایا۔

(2) نمازِ مغرب کے بعد اَوَّابین کی چھ رکعتیں بھی ادا کرنی چاہئیں کہ اِن کی اَحادیث میں بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مغرب کی سنتیں اور اوابین کے نوافل ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... بہارِ شریعت، ۱/۴۵۶، حصہ ۳ ملتقطاً۔

2 ... ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فى الست ركعات بعد المغرب، ۲/۴۵، حديث: ۱۱۶۷۔

3 ... معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ۵/۲۵۵، حديث: ۷۲۴۵۔

4 ... ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فى الصلاة بين المغرب والعشاء، ۲/۱۵۰، حديث: ۱۳۷۳۔

باب نمبر:202

عشا کی سُنَّتِ قَبلِیَّہ وبَعدِیَّہ کا بیان

یہ باب عشا کی سنت قبلیہ اور بعدیہ کے بارے میں ہے۔ اس باب میں مصنف رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے کوئی حدیث بیان نہیں فرمائی بلکہ گزشتہ ابواب کی دو حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں سے ایک حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے اور دوسری حضرت سیدنا **عبد الله** بن **مُغَفَّل** رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں ملاحظہ فرمایئے: **(1)** حضرت سَیِّدُنا **عبد الله** بن **عمر** رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ”میں نے نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو جمعہ کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو رکعت عشا کے بعد ادا کیں۔“[1] **(2)** حضرت سَیِّدُنا **عبد الله** بن **مُغَفَّل** رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ حُضور نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔“ پھر تیسری مرتبہ فرمایا: ”اُس کے لئے جو پڑھنا چاہے۔“[2] ان حدیثوں کی وضاحت فیضانِ ریاض الصالحین، جلد7، باب نمبر195، حدیث نمبر: 1098 اور 1099 کے تحت گزر چکی ہے۔

عشا کی کل رکعتیں:

نمازِ عشا کی کُل سترہ (17) رکعتیں ہیں۔ جن میں سے چھ رکعت سنت ہیں، چار فرضوں سے پہلے اور دو فرضوں کے بعد پہلی چار غیر مُؤَکَّدہ ہیں اور بعد کی دو مُؤَکَّدہ۔ خلیلِ مِلَّت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی پانچوں نمازوں کی رکعتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”**فجر** میں چار رکعت ہیں، پہلے دو سنت اور پھر دو فرض۔ **ظہر** میں بارہ رکعت ہیں پہلے چار سنت پھر چار فرض پھر دو سنت، دو نفل۔ **عصر** میں آٹھ رکعت ہیں پہلے چار سنت غیر مُؤَکَّدہ پھر چار فرض۔ **مغرب** میں سات رکعت پہلے تین فرض پھر دو سنت پھر دو نفل۔ اور **عشا** میں سترہ رکعت ہیں، پہلے چار سنتِ غیر مُؤَکَّدہ پھر چار فرض، پھر دو سنت پھر

[1] . . . بخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ۱ / ۳۹۴، حدیث: ۱۱۶۵۔

[2] . . . بخاری، کتاب الاذان، باب بین کل اذانین صلاة لمن شاء، ۱ / ۲۲۷، حدیث: ۶۲۷۔

دو نفل پھر تین وتر اور دو نفل۔"[1]

عشا کی سنتِ قبلیہ و بعدیہ کی فضیلت:

دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** "ظہر سے پہلے چار رکعت عشا کے بعد چار رکعت ادا کرنے کی طرح ہے اور عشا کے بعد چار رکعت ادا کرنا شب قدر میں چار رکعت ادا کرنے کے برابر ہے۔"[2] **(2)** "جس نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی اور مسجد سے نکلنے سے پہلے چار رکعتیں ادا کرلیں تو اس کی یہ رکعتیں شب قدر میں ادا کی جانے والی رکعتوں کے برابر ہیں۔"[3]

مدنی گلدستہ

"حلیمہ" کے 5 حروف کی نسبت سے اس باب اور احادیث سے متعلق 5 مدنی پھول

(1) نمازِ عشا کی کُل سترہ (17) رکعتیں ہیں۔ جن میں سے چھ رکعت سنت ہیں، چار فرضوں سے پہلے اور دو فرضوں کے بعد پہلی چار غیر مُؤکّدہ ہیں اور بعد کی دو مُؤکّدہ۔

(2) اذان و اقامت کا درمیانی وقت بہت برکت والا ہوتا ہے اُسے عبادت و دعا میں گزارنا چاہیے۔

(3) ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا عشا کے بعد چار رکعتیں ادا کرنے کی طرح ہے۔

(4) عشا کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد مسجد ہی میں چار رکعتیں ادا کی جائیں تو یہ چار رکعتیں شب قدر کی چار رکعتوں کے برابر ہیں۔

(5) فرائض و واجبات اور سننِ مُؤکّدہ کے ساتھ نوافل کی عادت قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عشا کی سنت قبلیہ و بعدیہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... ہمارا اسلام، حصہ اول، ص ۳۶ ملخصا۔

2 ... معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ ابراھیم، ۲/ ۱۲۱، حدیث: ۲۷۳۳۔

3 ... معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۴/ ۲۸، حدیث: ۵۲۳۹۔

باب نمبر:203

جُمُعَۃُ المُبَارَک کی سُنَّتُوں کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ربّ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں جمعۃ المبارک کی نعمت سے سرفراز فرمایا، جمعہ مسلمانوں کی عید ہے، جمعہ تمام دِنوں کا سردار ہے، جمعہ کے روز جہنم کی آگ نہیں سُلگائی جاتی، جمعہ کی رات دوزخ کے دروازے نہیں کھلتے، جمعہ کو بروزِ قیامت دُلہن کی طرح اُٹھایا جائے گا، جمعہ کے روز مرنے والا خوش نصیب مسلمان شہید کا رتبہ پاتا اور عذابِ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حکیم الاُمَّت** مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے فرمان کے مطابق ”جمعہ کو حج ہو تو اس کا ثواب ستر حج کے برابر اور جمعہ کی ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے۔“[1] جمعۃ المبارک کے فضائل کے کیا کہنے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جمعہ کے نام کی ایک پوری سورت ”سورۃ الجمعہ“ نازل فرمائی ہے جو کہ قرآنِ کریم کے 28ویں پارے میں جگمگا رہی ہے۔[2] جمعۃ المبارک کے دن میں ایک ساعت ایسی بھی ہوتی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا جمعہ کے دن نوافل و دیگر عبادات کی کثرت کرنی چاہیے تاکہ اس مبارک دن کی زیادہ سے زیادہ برکتیں حاصل ہو سکیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”جمعۃ المبارک کی سنتوں“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی وہ حدیثِ پاک بھی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ”میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا کیں۔“[3]

حدیث نمبر:1126

جمعۃ المبارک کے بعد چار رکعتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ،

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۲۳، ۳۲۵ ملتقطاً۔

2 ... نماز کے احکام، ص۳۹۷۔

3 ... بخاری، کتاب التہجد، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی، ۱/ ۳۹۴، حدیث: ۱۱۶۵۔

فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اسے چاہیے کہ اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔"

حدیث نمبر: 1127

جمعہ کے بعد گھر میں دو رکعت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّی بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰی يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ فِی بَيْتِهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ جمعہ کے بعد نماز نہ پڑھتے، ہاں! کاشانۂ اَقدس میں جا کر دو رکعتیں ادا فرمایا کرتے۔"

جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں سنت ہیں؟

نمازِ جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں سنّتِ مُؤکَّدہ ہیں؟ اس میں فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک چھ رکعتیں سنتِ موکدہ ہیں بعض کے نزدیک چار۔ احوط و مختار یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنتِ مُؤکَّدہ ہیں، البتہ چار رکعتوں کی دو سے زیادہ تاکید ہے اور جمعہ کی سنتیں اس ترتیب سے پڑھی جائیں گی: چار رکعت جمعہ کے فرضوں سے پہلے، چار بعد میں اور پھر دو مزید۔

چنانچہ امام اہلسنت، سرکارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان سے جب جمعہ کی سنتوں کی تعداد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواباً ارشاد فرمایا: "دس سنتیں ہیں، چار پہلے چار بعد اور دو بعد کو اور، کہ بعدِ جمعہ چھ سنتیں ہونا ہی حدیثاً و فقہاً اَثبت و اَحوط مختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں مُتَّفَق عَلَیْہ ہیں ان دو سے مؤکَّد تر ہیں۔"[3]

1 . . . مسلم، کتاب الجمعۃ، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ص ۴۳۹، حدیث: ۲۰۳۶۔

2 . . . مسلم، کتاب الجمعۃ، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ص ۴۳۹، حدیث: ۲۰۴۰۔

3 . . . فتاوی رضویہ، ۸/ ۲۹۲۔

مر آۃ المناجیح میں ہے: "بعدِ جمعہ چار سنتیں بالاتفاق مؤکدہ ہیں اور دو کے مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے۔ تمام علما کا اِس پر اتفاق ہے کہ بعدِ جمعہ چار سنتیں پہلے پڑھے دو بعد میں تاکہ فرض اور سنتِ مؤکدہ میں فاصلہ ہو جائے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اَعمال مختلف رہے ہیں کبھی کسی طرح ادا فرمائیں کبھی کسی طرح، لہٰذا جائز ہر طرح ہیں صرف بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ
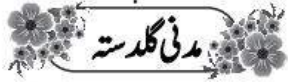
"اللہ" کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کے بعد خود بھی سنتیں ادا فرماتے اور اپنے غلاموں کو بھی ان کی ادائیگی کا حکم ارشاد فرماتے۔

(2) جمعہ کے دن جمعہ کے فرضوں کے علاوہ بارہ رکعتیں مزید پڑھی جاتی ہیں۔ جن میں سے فرضوں سے پہلے چار سنتیں، فرضوں کے بعد چار سنتیں، پھر دو سنتیں اور پھر دو نفل۔

(3) جمعہ کی سنتیں اِس ترتیب سے پڑھی جائیں گی، چار رکعت جمعہ کے فرضوں سے قبل، پھر چار رکعت فرضوں کے بعد اور پھر دو رکعت۔

(4) جمعہ کے بعد چار رکعت بالاتفاق سنت ہیں اور اَحوط و مختار یہ ہے کہ چھ رکعتیں ہیں، البتہ چار رکعت دو سے زیادہ مُؤکّدہ ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جمعۃ المبارک کی سنتیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مر آۃ المناجیح، ۲/ ۳۳۳۔

باب نمبر:204

سُنَن و نوَافِل گھروں میں ادا کرنے کا بیان

نوافل، سنن مؤکدہ و غیر مؤکدہ گھر میں ادا کرنے کے مستحب ہونے اور فرض ادا کرنے کے بعد نوافل ادا کرنے کیلئے جگہ بدلنے یا کلام کے ذریعے ان کے درمیان فاصلہ کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! فرائض کی باجماعت ادائیگی کے بعد سُنَن و نوافل مسجد ہی میں ادا کرنا چاہیں تو جگہ تبدیل کرکے ادا کریں یا کلام کے ذریعے اُن کے درمیان فاصلہ کرلیں اور بہتر یہ ہے کہ سُنَن و نوافل گھر میں ادا کئے جائیں، اس کے لئے گھر کا ایک گوشہ مقرر کرلیا جائے جسے **"مسجدِ بیت"** کہا جاتا ہے، گھر کی خواتین یہیں اپنی نماز ادا کریں کہ ان کے لئے گھر ہی میں نماز پڑھنا افضل ہے جبکہ مرد حضرات مسجد میں فرائض کی باجماعت ادائیگی کے بعد سُنَن و نوافل وغیرہ یہاں ادا کریں۔ گھر میں نوافل وغیرہ پڑھنے سے، گھر میں خیر و برکت ہوتی ہے، شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا، رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور اہل خانہ کو بھی نماز کی ترغیب ملتی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی "**نوافل، سنن مؤکدہ و غیر مؤکدہ گھر میں ادا کرنے کے مستحب ہونے اور فرض ادا کرنے کے بعد نوافل ادا کرنے کیلئے جگہ بدلنے یا کلام کے ذریعے اُن کے درمیان فاصلہ کرنے کے مستحب ہونے**" کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1128

سنن و نوافل گھروں میں ادا کرنے کی ترغیب

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! (نفل) نماز اپنے گھروں میں پڑھو کیونکہ مرد کے لئے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا افضل ہے سوائے فرائض کے۔"

[1] ... بخاری، کتاب الاذان، باب صلاة اللیل، ۱/ ۲۶۰، حدیث: ۷۳۱۔

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے:

شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی نماز مسجد کی نسبت گھر میں افضل ہے حتّٰی کہ تینوں مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) بھی اس عموم میں داخل ہیں۔ ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ زید بن ثابت سے روایت کی کہ فرض نماز کے سوا آدمی کی نماز میری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے لہٰذا مسجدِ نبوی میں اگر نفلی نماز پڑھیں تو ہزار نماز کا ثواب ہوتا ہے تو عموم حدیث کے اعتبار سے جب اسے گھر میں پڑھے تو ایک ہزار نماز سے افضل ہوگی۔ یہی حکم مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا ہے مگر عموم حدیث سے عیدین، استسقاء اور کسوف کی نمازیں مستثنٰی ہیں جو باجماعت پڑھی جاتی ہیں، وہ گھر سے باہر اکمل ہیں اور عورتوں کا گھر ہی میں پڑھنا افضل ہے۔"[1] حضرت سیدنا امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل نماز مسجد کی نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے خواہ وہ مسجد نبوی ہو، مسجد اقصیٰ ہو یا کعبہ معظمہ۔"[2] فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نفل نماز گھر میں پڑھنا بہ نسبت مسجد کے افضل ہے کہ نوافل میں اِخفاء اور سَتْر زیادہ اچھا ہے تاکہ ریا و نُمود کو دخل نہ ہو۔ لیکن آج کل مساجد ہی میں نوافل کا عام رواج ہو گیا ہے اگر کوئی مسجد میں نفل نہ پڑھے تو عوام اسے متہم کردیں گے اس لئے عوام کو بدگمانی سے بچانے کے لئے مسجد ہی میں پڑھنا ایک حد تک ضروری ہے۔"[3] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہاں عام نوافل کا ذِکر ہے ورنہ نمازِ اِشراق، نمازِ سفر، نمازِ کسوف، نمازِ اِستسقاء وغیرہ نوافل مسجد میں افضل ہیں۔"[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... تفہیم البخاری، ۱/۱۰۸۹۔
2. ... شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ما روی علیہ السلام فی الصلاۃ۔۔۔الخ، ۲/۴۷۔
3. ... نزہۃ القاری، ۲/۳۸۰ ملتقطاً۔
4. ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۸۸۔

گھر میں نوافل پڑھنے کی حکمتیں:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی گھر میں نوافل پڑھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”گھر میں نماز پڑھنے سے ریاکاری کا گمان نہیں ہوتا، گھر میں برکت ہوتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور شیطان دور ہوتا ہے۔“[1]

حدیث نمبر:1129 **گھروں کو قبرستان نہ بناؤ!**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِجْعَلُوْا مِنْ صَلَاتِکُمْ فِی بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنی کچھ نمازیں گھروں میں بھی پڑھو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔“

اپنے گھروں کو ذِکْرُ اللہ سے مُنَوَّر کرو:

شارحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”گھروں کو نماز اور تلاوتِ قرآن سے قبروں کی طرح خالی نہ رکھو جبکہ ان میں نہ نماز پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی قرآن پڑھا جاتا ہے۔ طبرانی میں مرفوع روایت ہے کہ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اپنے گھروں کو **اللہ** تعالیٰ کے ذِکر سے مُنَوَّر کرو، ان میں تلاوتِ قرآن بکثرت کرو اور ان کو قبریں نہ بنالو جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا تھا کیونکہ جس گھر میں قرآن پڑھا جائے اس گھر والوں کا رزق کشادہ اور خیر زیادہ ہوتی ہے، اس گھر میں فرشتے حاضر ہوتے اور شیطان وہاں سے بھاگتے ہیں اور جس گھر میں تلاوتِ قرآن نہ ہو اُس گھر والوں کا رزق تنگ اور خیر کم ہو جاتی ہے، فرشتے وہاں سے بھاگتے ہیں اور شیطان آجاتے ہیں۔“ نیز حدیث کا معنیٰ تشبیہ بلیغ پر مبنی ہے جبکہ حرفِ تشبیہ محذوف ہے تو حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا کہ تم اپنے گھروں کو قبروں کی مثل نہ بناؤ جبکہ ان میں نماز

---

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب صلاۃ اللیل، ۴/ ۲ ۷ ۳، تحت الحدیث: ۱ ۳ ۷ ملتقطاً۔

[2] . . . بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ الصلاۃ فی المقابر، ۱/ ۱۶۲، حدیث: ۴۳۲۔

نہیں پڑھی جاتی اور گھروں میں نماز سے مراد نوافل ہیں۔ علّامہ خطابی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی نے کہا: ”حدیث میں اس معنٰی کا بھی احتمال ہے کہ اپنے گھروں کو نیند خانہ نہ بناؤ کہ ان میں نماز نہ پڑھو کیونکہ نیند موت کا ساتھی ہے۔“ اس حدیث کے مقصد میں علما کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ یہ حدیث نوافل کی نماز میں وارد ہے کیونکہ فرض نماز جماعت کے ساتھ واجب ہے دوسرا یہ کہ یہ فرض نماز میں وارد ہے تاکہ جو شخص مسجد میں نماز ادا کرنے سے قاصر ہو وہ گھر میں فرض نماز باجماعت پڑھ لے کیونکہ وہ جماعت کا ثواب پالیتا ہے۔“[1]

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”گھروں کو قبروں کی طرح نہ بناؤ کہ ان میں مُردوں کی طرح پڑے سوئے رہو، اور ان میں کوئی عبادت، نماز وغیرہ ادا نہ کرو بلکہ جس طرح تم لوگ مساجد میں عبادت کرتے اور انوار و برکات حاصل کرتے ہو گھروں میں بھی کچھ نہ کچھ عبادت کیا کرو تاکہ اس کے انوار و برکات سے تمہارے گھر بھی روشن و منور ہوں اور تمہارے اہل خانہ بھی اس سے مستفید ہوں، لہٰذا فرض نمازیں مسجد میں ادا کرو اور نوافل گھروں میں۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1130

گھر میں خیر و برکت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا قَضٰی اَحَدُکُمْ صَلَاتَہُ فِیْ مَسْجِدِہٖ فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِہٖ نَصِیْبًا مِّنْ صَلَاتِہٖ فَاِنَّ اللہَ جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِہٖ مِنْ صَلَاتِہٖ خَیْرًا.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں (فرض) نماز پڑھ لے تو وہ اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لئے بھی رکھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی نماز کی برکت سے اس کے گھر میں خیر و برکت رکھے گا۔“

1 . . . تفہیم البخاری، ۱/ ۷۸۰۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلوۃ، ۱/ ۳۵۴۔

3 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ۔۔۔ الخ، ص ۳۰۶، حدیث: ۱۸۲۲ بتغیر قلیل۔

نوافل گھر میں پڑھنے کے فوائد:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ”اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کیلئے بھی رکھے۔“ اس کی شرح میں اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس سے مراد نفل نماز ہے اور حدیث میں نفل نماز گھر پر پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ نوافل میں خفاء اور پوشیدگی مطلوب ہے اور یہ گھر میں متصور ہے، دوسرا اس میں ریا کا خطرہ نہیں، تیسرا اس سے گھر میں برکت حاصل ہو گی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور فرشتے نازل ہوں گے۔[1] اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نزدیک زندہ وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہو اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت نہ کرے وہ مُردہ ہے اور اس کا گھر قبر کی مانند ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”طیبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سنتیں اور نوافل مسجد کی نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(2) نمازِ اِشراق، نمازِ سفر، نمازِ کسوف، نمازِ اِستسقاء اور تراویح وغیرہ مسجد میں پڑھنا افضل ہیں۔

(3) گھر میں نوافل و سُنَن پڑھنے سے گھر میں برکت ہوتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور شیطان دُور ہوتا ہے۔

(4) جس گھر میں قرآن پڑھا جائے اس گھر میں رزق کشادہ اور خیر زیادہ ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ۔۔۔ الخ، ۳/ ۶۷، الجزء السادس ملخصا۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ، ۳/ ۱۴۴، ۱۴۵، تحت الحدیث: ۲۰۸ ملخصا۔

حدیث نمبر:1131

فرائض کی ادائیگی کے بعد جگہ کی تبدیلی

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهُ اِلَى السَّائِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْاَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ. اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ صَلَاةً بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ. [1]

ترجمہ: حضرت عُمَر بن عطاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا نافع بن جبیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انہیں نَمِر کے بھانجے حضرت سَیِّدُنا سائب بن یزید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس وہ بات پوچھنے کے لئے بھیجا جو حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کی نماز میں دیکھی تھی۔ توانہوں نے فرمایا (وہ بات یہ تھی) کہ میں نے حضرت سیدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مقصورہ میں نمازِ جمعہ ادا کی، امام کے سلام پھیرنے کے بعد میں اسی جگہ کھڑا ہو گیا اور بقیہ نماز ادا کی تو حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے بلا کر فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا، جب تم نمازِ جمعہ ادا کر لو تو جگہ تبدیل کئے بغیر یا کوئی بات کئے بغیر اسے کسی اور نماز سے نہ ملاؤ کیونکہ ہمیں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم دیا کہ کلام کئے بغیر یا جگہ تبدیل کئے بغیر نماز کو نماز سے نہ ملائیں۔“

فرائض وسنن میں فاصلہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”نافع ابنِ جُبَیْر ابنِ مُطْعِم نے عُمَر بن عطا کو حضرت سائب (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ کیا تمہاری کوئی نماز یا نماز کا کوئی عمل حضرت معاویہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے دیکھا ہے اور اس کی تائید یا تردید کی ہے چونکہ امیر معاویہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) فقیہ صحابہ سے ہیں اس لیے ان کی تائید یا تردید حجتِ شرعیّہ ہے۔ خیال رہے کہ عمر بن عطا اور جبیر ابنِ مُطْعِم دونوں تابعی ہیں اور حضرت سائب اور امیر معاویہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) دونوں

[1] . . . مسلم، کتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، ص ٣٤٠، حدیث: ٢٠٤٢۔

صحابی مگر حضرت معاویہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) فقیہ صحابی ہیں۔ مقصورہ جامع مسجد کا وہ خاص مقام ہے جہاں مکبر یا سلطان اسلام کھڑے ہو کر جماعت سے نماز ادا کریں، چونکہ یہ جگہ ان لوگوں پر مقصور و محدود ہوتی ہے اس لیے اسے مقصورہ کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ جب سے حضرت عمر فاروق (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کو نماز میں شہید کیا گیا تب سے بادشاہوں کے لیے مسجد میں خاص جگہ مقرر کی جانے لگی جہاں صرف وہی کھڑے ہوں آس پاس ان کے خاص آدمی پیچھے حفاظتی پولیس تاکہ نماز میں ان پر کوئی حملہ نہ کر سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرائض ونوافل میں کچھ فاصلہ ضروری ہے جگہ کا فاصلہ ہو یا دعا وظیفہ یا کلام کا بلکہ بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے جگہ بھی قدرے بدل لے بلکہ مقتدی لوگ صفیں بھی توڑ دیں پھر سنتیں ادا کریں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے اسی لیے بعد نمازِ جنازہ صفیں توڑ کر بلکہ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ نوافل فرائض سے نہ ملاؤ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اِصلاح کا اَحسن انداز:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا علیحدگی میں بلا کر سمجھانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اہلِ فضل کے ساتھ ادب کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں علیحدگی میں نصیحت کی جائے اور اس میں کسی کو اچھے طریقے سے تنبیہ کرنا بھی ہے۔ امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جس نے اپنے بھائی کو چپکے سے نصیحت کی اس نے اسے نصیحت بھی کی اور زینت بھی بخشی اور جس نے اپنے بھائی کو اِعلانیہ نصیحت کی اس نے اسے ذلیل کیا اور عیب لگایا۔“[2]

امیر اہلسنت مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: ”کاش ہمیں بھی اِصلاح کا ڈھنگ آجائے، ہمارا تو اکثر حال یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو سمجھانا بھی ہو تو بلا ضَرورتِ شرعی سب

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۳۲ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی استحباب جعل النوافل فی البیت۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۰۳، تحت الحدیث: ۱۱۲۹۔

کے سامنے نام لے کر یا اُسی کی طرف دیکھ کر اِس طرح سمجھائیں گے کہ بے چارے کی پولیس بھی کھول کر رکھ دیں گے اپنے ضمیر سے پوچھ لیجئے کہ یہ سمجھانا ہوا یا اگلے کو ذلیل کرنا ہوا؟ اِس طرح سُدھار پیدا ہو گا یا مزید بگاڑ بڑھے گا؟ یاد رکھئے! اگر ہمارے رُعب سے سامنے والا چپ ہو گیا یا مان گیا تب بھی اُس کے دل میں ناگواری سی رہ جائے گی جو کہ بُغض و کینہ غیبت و تہمت وغیرہ کے دروازے کھول سکتی ہے۔ البتہ اگر پوشیدہ نصیحت نفع نہ دے تو پھر (موقع اور منصب کی مُناسَبَت سے) اِعلانیہ نصیحت کرے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"جنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) فرائض و نوافل میں جگہ، دعا وظیفہ یا کلام کے ذریعے فاصلہ کرنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے اور جگہ بھی بدلے۔

(2) اہلِ فضل کے ساتھ ادب کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں علیحدگی میں نصیحت اور ان کی غلطی پر تنبیہ کی جائے۔

(3) سب کے سامنے کسی کو نصیحت کرنا اسے ذلیل ورُسوا کرنا ہے البتہ اگر پوشیدہ نصیحت نفع نہ دے تو پھر موقع اور منصب کی مُناسَبَت سے اِعلانیہ نصیحت کی جاسکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دیگر نمازیوں کی نماز کا خیال کرتے ہوئے فرائض کے بعد جگہ تبدیل کر کے بقیہ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... غیبت کی تباہ کاریاں، ص۱۶۰ ملخصا۔

باب نمبر:205

نمازِ وتر کا بیان

نماز وتر کی ترغیب،اس کے وقت اور سنتِ مؤکدہ ہونے کا بیان

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی چونکہ شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق وتر کو سنتِ مؤکدہ لکھا ہے۔احناف کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ اَحادیثِ مبارکہ میں نمازِ وتر کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ وتر کے لئے افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے لیکن جسے رات کے آخری حصے میں اٹھنے کی اُمید نہ ہو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے تمام حصوں میں وتر کی نماز ادا فرمائی ہے۔ وتر کا وقت عشا کے فرضوں کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے۔ریاض الصالحین کا یہ باب "**نمازِ وتر کی ترغیب،اس کے وقت اور اس کے سنتِ مؤکدہ ہونے**" کے بارے میں ہے۔اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں **7** اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1132

اللہ عَزَّوَجَلَّ وتر کو پسند فرماتا ھے

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلَاۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ وَلٰکِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا یَا اَھْلَ الْقُرْآنِ.[1]

ترجمہ:امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المرتضٰی،شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم **فرماتے ہیں:**"وتر فرض کی طرح حتمی اور قطعی نہیں لیکن **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وتر جاری کرکے ارشاد فرمایا:"بے شک! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ وتر (اکیلا) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے لہٰذا اے قرآن والو!وتر پڑھا کرو۔"

اللہ تعالٰی کے وِتر ہونے کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:**"عربی میں وِتر فرد عدد کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ ہوسکے اکیلا ہو،ربّ تعالٰی عدد سے پاک ہے۔اس کے وتر ہونے کے یہ

[1] ...ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم، ۲/ ۴، حدیث: ۴۵۳۔

معنٰی ہیں کہ وہ ذات وصفات اور اَفعال میں اکیلا ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کے صفات افعال قابلِ تقسیم، اسی معنٰی سے اسے واحد اور اَحد کہتے ہیں لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ وتر و شَفْع (جفت) ہونا عدد کے حالات ہیں اللہ تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔"[1]

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اکیلا ہے اور وِتر کو پسند کرتا ہے یعنی وتر نماز کو پسند کرتا ہے کہ اس پر ثواب دے گا اور اسے قبول کرے گا یا یہ مراد ہے کہ جو بندہ دنیا سے الگ ہو کر صرف ربّ کا ہو رہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پسند فرماتا ہے۔"[2]

اے قرآن ماننے والو! وِتر پڑھا کرو:

"اے قرآن ماننے والے مسلمانو! نمازِ وتر پڑھا کرو اس پر بہت ثواب ہے یا اے قرآن ماننے والو! دنیا سے منقطع ہو کر ربّ کے ہو رہو۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر کہا کہ وتر ایک رکعت ہے کیونکہ یہاں وتر کو اللہ تعالیٰ سے نسبت دی گئی اللہ تو ایک ہے وتر بھی ایک ہونی چاہیے مگر یہ بات بہت کمزور ہے کیونکہ یہاں مناسبت صرف وتر یعنی طاق ہونے میں ہے اور طاق تو تین بھی ہیں ایک ہونے میں نسبت نہیں، ورنہ رب تعالیٰ اجزا سے پاک ہے اور وتر نماز اگرچہ ایک رکعت ہی ہو اجزا والی ہے۔"[3]
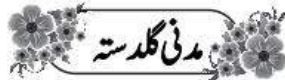
مدنی گلدستہ

"سنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) ربّ تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔ اس کے وتر ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ وہ ذات وصفات اور افعال میں اکیلا ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کے صفات اَفعال قابلِ تقسیم، اسی معنٰی سے اسے واحد اور اَحد کہتے ہیں۔

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۷۵۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الوتر، ۳/ ۳۲۸، ۳۲۹، تحت الحدیث: ۱۲۶۶ ملخصاً۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۷۵۔

(2) وتر کی تین رکعتیں ہیں ایک نہیں۔

(3) جو بندہ دنیا سے الگ ہو کر صرف ربّ کا ہو رہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے پسند فرماتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں وتر پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

وتر پڑھنے کا وقت

حدیث نمبر:1133

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَمِنْ أَوْسَطِهٖ وَمِنْ آخِرِهٖ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ إِلَى السَّحَرِ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں، کبھی رات کے اول حصہ میں، کبھی درمیانی اور کبھی آخری حصہ میں اور آخری عمل سحری کے وقت وتر پڑھنے کا رہا۔"

وتر کا افضل وقت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں: "سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کبھی عشا کے وقت وتر پڑھ لئے اور کبھی عشا پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے، مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا اگرچہ آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔"[2]

شارحِ بخاری علامہ غلامِ رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ص ۲۹۴، حدیث: ۱۷۳۷۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۷۳۔

وتروں کا وقت عشا کی نماز اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے اور سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے تمام اجزا میں وتر کی نماز پڑھی ہے۔ اُمُّ المومنین عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا سے یہ بھی روایت ہے کہ جس کو یہ خوف ہو کہ وہ آخر رات کو بیدار نہ ہوسکے گا وہ اول شب میں وتر کی نماز پڑھ لے اور جسے آخر رات میں بیدار ہونے کا یقین یا ظنِّ غالب ہو تو اس کا آخر رات نماز پڑھنا افضل ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق، عثمان، ابو ہریرہ اور رافع بن خدیج رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اول شب میں وتر پڑھا کرتے تھے اور عمر فاروق، عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی، **عبد اللّٰہ** بن مسعود، **عبد اللّٰہ** بن عباس اور **عبد اللّٰہ** بن عمرو (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ) آخر رات میں وتر پڑھتے تھے۔“[1]

حدیث نمبر:1134

رات کی آخری نماز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”وتر کی نماز کو اپنی رات کی آخری نماز بناؤ۔“

وتر کا وجوب:

تفہیم البخاری میں ہے: ”یہ حدیث وِتر کے وجوب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ امر وجوب کا مُقتَضِی ہے۔ سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔“ حاکم نے مُسْتَدْرَک میں صحیح حدیث بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ بریدہ نے کہا: میں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔“ تین بار اسی طرح فرمایا۔ اس قدر سخت وعید فرض یا واجب کے ترک پر ہوتی ہے پھر بار بار یہ فرمانے سے اور بھی اس کی تاکید ہوتی ہے نیز حاکم نے مستدرک میں جیّد اَسناد کے ساتھ ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ جناب

1 ... تفہیم البخاری، ۲/۱۳۹ ملخصاً۔

2 ... بخاری، کتاب الوتر، باب لیجعل آخر صلاتہ وترا، ۱/۳۴۲، حدیث: ۹۹۸۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو کوئی سو جائے اور وتر نہ پڑھے یا وہ بھول جائے تو جب صبح ہو یا یاد آجائے تو پڑھ لے۔“[1]

اَوَّل شب اور آخر شب میں وتر پڑھنا:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جس شخص کو اعتماد ہو کہ اخیر رات میں جاگ جائے گا اُسے بہتر یہ ہے کہ وتر اخیر رات میں پڑھے ورنہ عشا کے بعد پڑھ لے۔ ابو داوٗد نے حضرت ابو قتادہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے روایت کی کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو بکر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے پوچھا: تم کب وتر پڑھتے ہو؟ عرض کیا: سونے سے پہلے۔ اور حضرت عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے پوچھا: تم کب پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا: سوتا ہوں پھر اُٹھ کر وتر پڑھتا ہوں۔ تو حضور نے ابو بکر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے فرمایا: تم نے احتیاط کو اختیار کیا اور حضرت عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے فرمایا: تم نے قوت کو اختیار کیا۔“[2]

حدیث نمبر: 1135

طلوعِ فجر سے پہلے تک وتر پڑھ سکتے ہیں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھو۔“

حدیث نمبر: 1136

گھر میں وتر کی ادائیگی

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ صَلَاتَہٗ بِاللَّیْلِ وَھِیَ مُعْتَرِضَۃٌ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاِذَا بَقِیَ الْوِتْرُ اَیْقَظَہَا فَاَوْتَرَتْ.[4]

---

1. ... تفہیم البخاری، ۲/ ۱۴۰۔
2. ... نزہۃ القاری، ۲/ ۶۰۱۔
3. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی ۔۔۔ الخ، ص ۲۹۲، حدیث: ۱۷۶۳۔
4. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ الخ، ص ۲۹۲، حدیث: ۱۷۳۵۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: فَاِذَا بَقِیَ الْوِتْرُ قَالَ: قُوْمِیْ فَاَوْتِرِیْ یَاعَائِشَۃُ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ: ”حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو نماز ادا فرماتے حالانکہ وہ آپ کے سامنے لیٹی ہوتی پھر جب وتر پڑھنا ہوتے تو آپ انہیں بیدار کرتے اور وہ وتر پڑھتی تھیں۔“ ایک اور روایت میں ہے: ”جب وتر رہ جاتے تو فرماتے: اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھو۔“

صبح سے پہلے وتر

حدیث نمبر: 1137

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔“

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشا کے بعد صبح تک ہے۔ بعض علما نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتّٰی کہ اگر صاحبِ ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمداً وتر بغیر قضا کئے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امامِ اعظم کا قول ہے۔“[3]

فرشتوں کی تشریف آوری

حدیث نمبر: 1138

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَہٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَّقُوْمَ آخِرَہٗ فَلْیُوْتِرْ آخِرَ اللَّیْلِ فَاِنَّ صَلَاۃَ آخِرِ اللَّیْلِ مَشْہُوْدَۃٌ وَّذٰلِکَ اَفْضَلُ.[4]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ الخ، ص ۲۹۲، حدیث: ۱۷۳۴۔

2 . . . ابوداود، کتاب الوتر، باب فی وقت الوتر، ۲/ ۹۵، حدیث: ۱۴۳۶۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۷۲۔

4 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ، ص ۲۹۲، حدیث: ۱۷۶۶۔

نے ارشاد فرمایا: ”جسے اس بات کا اندیشہ ہو کہ رات کے آخری پہر میں نہیں اٹھ سکے گا وہ رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ کر سو جائے اور جس کو امید ہو کہ رات کے آخری حصے میں جاگ جائے گا تو رات کے آخری حصے میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخری پہر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔“

رحمت کے فرشتوں کی آمد:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو آخر شب میں **اللہ** کی رحمتیں لے کر اُترتے ہیں، بعض شارِحین نے فرمایا کہ مشہود کے معنٰی ہیں عظمت کی گواہی دی ہوئی۔“[1]

مدنی گلدستہ

”وتر“ کے 3 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) وتر کا وقت عشا کے فرض کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے۔

(2) جس کو یہ خوف ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار نہ ہو سکے گا وہ رات کی ابتدا میں وتر کی نماز پڑھ لے اور جسے رات کے آخری حصے میں بیدار ہونے کا یقین ہو تو اسے رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

(3) صاحبِ ترتیب کے اگر وتر رہ گئے ہوں اور وہ جان بوجھ کر وتروں کی قضا کئے بغیر فجر پڑھے تو اس کی فجر کی نماز نہ ہو گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نمازِ پنجگانہ اور وتر پابندی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۷۲۔

باب نمبر:206

نمازِ چاشت کی فضیلت کا بیان

نمازِ چاشت کی فضیلت، اس کی کم سے کم، زیادہ سے زیادہ اور درمیانی رکعتوں کی تعداد اور اسے پابندی سے پڑھنے کی ترغیب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نمازِ چاشت کی بڑی فضیلت ہے۔ایک حدیث پاک میں ہے:"جو چاشت کی دو رَکعتیں پابندی سے ادا کرتا رہے اس کے گناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔"[1] انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے جبکہ چاشت کی نماز ان سب کی طرف سے کافی ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکرانہ ہے۔ حُصُولِ رِزق کے لیے نمازِ چاشت پڑھنا بے حد مفید اور مُجرَّب ہے۔ مشائخِ کِرام فرماتے ہیں کہ دو چیزیں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں مفلسی اور چاشت کی نماز یعنی جو کوئی چاشت کی نماز کا پابند ہو گا، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کبھی مفلس نہ ہو گا۔[2] حضرت سَیِّدُنا شقیق بَلْخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"ہم نے پانچ چیزوں کی خواہش کی تو وہ ہم کو پانچ چیزوں میں دستیاب ہوئیں۔ (اس میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ جب ہم نے روزی میں بَرَکت طلب کی تو ہم کو نمازِ چاشت پڑھنے میں مُیَسَّر ہوئی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم روزانہ اِشراق وچاشت کی نماز پڑھیں اور خوب نیکیاں کمائیں۔"[3] ریاض الصالحین کا یہ باب **"نمازِ چاشت کی فضیلت، اس کی کم سے کم، زیادہ سے زیادہ اور درمیانی رکعتوں کی تعداد اور اسے پابندی سے پڑھنے کی ترغیب"** کے بارے میں ہے۔اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1139

چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی نصیحت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَهْرٍ وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ.[4]

---

1 . . . ابن ماجه، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی صلاة الضحی، ۲/ ۱۵۳، حدیث: ۱۳۸۲۔

2 . . . تنگدستی کے اسباب اور ان کا حل، ص۱۶۔

3 . . . روض الریاحین، الحکایة السابعة والثلاثون بعد الثلاث مئة، ص ۲۸۱۔

4 . . . مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب صلاة الضحی۔۔۔ الخ، ص ۲۸۴، حدیث: ۱۶۷۲۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میرے خلیل صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے ہر مہینے تین دن روزہ رکھنے، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی نصیحت کی۔''

سونے سے پہلے وتر پڑھنا:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جسے رات کے آخری حصے میں جاگنے پر اعتماد نہ ہو اسے سونے سے پہلے وتر پڑھنا مستحب ہے اور جسے رات کے آخری حصے میں جاگنے پر اعتماد ہو اسے رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنا مستحب ہے۔''[1]

خلیل کا معنیٰ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''میرے خلیل سے مراد حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں اور یہ اس کے خلاف نہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا'' کیونکہ ممانعت اِس بات کی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کو خلیل بنائیں اور اگر کوئی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خلیل بنائے تو اس کی ممانعت نہیں۔ خلیل کا معنیٰ ہے کہ ایسا گہرا دوست جس کی محبت دل میں پہنچے اور باطن میں رَچ بَس جائے۔''[2]

ہر مہینے تین دن کے روزے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔''[3] عمدۃ القاری میں ہے: ''ہر مہینے تین دن روزے رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ نفس کو روزے رکھنے کا عادی بنایا جائے اور چاشت کی نماز میں حکمت یہ ہے کہ نفس کو نماز کا عادی بنایا جائے۔ سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی نصیحت میں یہ اشارہ ہے کہ

---

1 . . . ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب فضل صلاۃ الضحی۔۔۔ الخ، ص ۳۱۲۔

2 . . . عمدۃ القاری، ابواب التطوع، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ۵/ ۵۴۹، تحت الحدیث: ۱۱۷۸۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۷۳۔

وتر واجب ہیں اور ان کا وقت رات ہے اور یہ وقت غفلت، نیند، سُستی، راحت وآرام طلبی کا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اِن نصیحتوں کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فقرا صحابہ میں سے تھے، مال و دولت نہ رکھتے تھے اور نماز وروزہ بہترین بدنی عبادت ہے جو اِن کے لائق تھی اسی لئے اِن کو یہ نصیحت فرمائی۔"[1]

صلاۃِ ضُحیٰ (نمازِ چاشت):

شیخ محقق علامہ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ضُحٰی چاشت کے وقت کو کہتے ہیں اور یہ سورج کی روشنی کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمان میں ہے: ﴿**وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝**﴾ (پ۳۰، الشمس: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: "سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔" طلوعِ آفتاب کے بعد لوگوں میں دو نمازیں مُتعارف ہیں۔ ایک نماز سورج کے ایک دو نیزہ بلند ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ اشراق کہتے ہیں اور دوسری چوتھائی دن کے وقت دو پہر سے کچھ پہلے پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ چاشت کہتے ہیں۔ بہت سی احادیث میں صلاۃِ ضُحیٰ کا نام دونوں نمازوں کے لئے آیا ہے جبکہ ایک روایت میں صلاۃِ ضُحیٰ کا اِطلاق نمازِ اشراق پر آیا ہے جیسا کہ امام سیوطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے طبرانی سے نقل کیا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت اُمِّ ہانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: "اے اُمِّ ہانی! یہ نمازِ اشراق ہے۔" حالانکہ جو نماز آپ نے حضرت اُمِّ ہانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر پڑھی تھی وہ نمازِ چاشت تھی۔ امام بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول "بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ" کی تفسیر میں فرمایا: "وقتِ اشراق وہ وقت ہے کہ آفتاب روشن ہو جائے اور اس کی شُعاع صاف ہو جائے اور وہ چاشت کا وقت ہے۔" مختصر یہ کہ دن کے پہلے حصے میں جو نماز پڑھی جاتی ہے اس پر اور جو نماز دن کا چوتھا حصہ گزرنے پر پڑھی جاتی ہے اس پر نمازِ اشراق کا اطلاق آیا ہے۔ پس دونوں نمازوں کو صلاۃِ ضُحیٰ اور صلاۃِ اشراق کہہ سکتے ہیں۔ مُتعارف وہ ہے جو بیان کیا گیا۔ حقیقت میں ایک ہی وقت ہے کہ اس کے اَوّل میں ایک نماز اور اس کے

[1] . . . عمدۃ القاری، ابواب التطوع، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ۵/ ۵۵۰، تحت الحدیث: ۱۱۷۸ ملخصاً۔

آخر میں دوپہر سے کچھ پہلے دوسری نماز (چاشت) پڑھی جاتی ہے اور جبکہ بعض دفعہ دونوں وقتوں میں یہ نماز پڑھی گئی ہے۔ اس سے گمان کرلیا گیا کہ یہاں دو وقت ہیں اور دو نمازیں۔ نمازِ چاشت میں بہت سی اَحادیث اور آثار آئے ہیں۔ اکثر علما اس نماز کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ پسندیدہ اور مختار قول یہی ہے۔ کتاب مواہبِ لدنیہ میں ہے کہ علامہ شیخ ولیُّ الدّین ابنِ عراقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کہا ہے صلاۃِ ضحیٰ میں بہت سی احادیثِ صحیحہ مشہورہ آئی ہیں حتّٰی کہ امام محمد بن جریر طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کہا: اس بارے میں وارد شدہ احادیث تواتُرِ مَعنوی اور درجۂ یقین کو پہنچ چکی ہیں۔ علامہ قاضی ابو بکر ابنِ عربی مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کہا کہ یہ انبیا ومُرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی نماز ہے۔ امام جلال الدین سیوطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے دیلمی سے مرفوع روایت نقل کی کہ ”صلاۃِ ضحیٰ اکثر وبیشتر حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی نماز ہے۔“ ابنِ نجار سے حضرت سَیِّدُنا ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ ”صلاۃِ ضحیٰ وہ نماز ہے جسے حضرتِ آدم، حضرتِ نوح، حضرتِ ابراہیم، حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام ہمیشہ پڑھتے تھے۔“[1]

علمِ دین میں مشغولیت افضل ہے:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا کہنا اس وجہ سے تھا کہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَوّل شب میں اَحادیث یاد کرتے اور جو کچھ انہوں نے دوسرے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے سنا ہوتا تھا اسے ذہن نشین کرنے میں مصروف رہتے۔ اس کام میں رات کا کافی حصہ گزر جاتا تھا جس کی وجہ سے آپ کے لئے رات کے آخری حصے میں اٹھنا مشکل ہوتا اسی لئے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا کہا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر عبادات کی نسبت علمِ دِین میں مشغول رہنا زیادہ فضیلت والا کام ہے۔“[2]

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الضحی، ۱/ ۵۸۸۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب الوتر، ۱/ ۵۷۲۔

مدنی گلدستہ
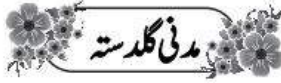
”عُلَمَا“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ایسا گہرا دوست جس کی محبت دل میں پہنچ جائے اور باطن میں رچ بس جائے اسے خلیل کہتے ہیں۔

(2) صلاۃِ ضحیٰ وہ نماز ہے جسے حضرتِ آدم، حضرتِ نوح، حضرتِ ابراہیم، حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام ہمیشہ پڑھتے تھے۔

(3) روزہ اور نماز افضل بدنی عبادات میں سے ہیں۔

(4) علمِ دین میں مشغولیت دیگر عبادات کی نسبت زیادہ فضیلت والا کام ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر مہینے تین روزے رکھنے اور روزانہ اِشراق وچاشت کی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1140

جسم کے تمام جوڑوں کا صدقہ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَہْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَیُجْزِئُ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُہُمَا مِنَ الضُّحٰی.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ ہر تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللہ کہنا صدقہ ہے، ہر حمد یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا صدقہ ہے، ہر تہلیل یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا صدقہ ہے۔ اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں

[1] . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحی۔۔۔ الخ، ص ۳۸۳، حدیث: ۱۶۷۱۔

کافی ہیں جسے انسان پڑھ لے۔“

بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مذکورہ حدیث پاک** کی شرح میں فرماتے ہیں: ”ان سب میں صدقۂ نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے لہٰذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔ یہاں چاشت سے مراد اِشراق ہی ہے، اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نمازِ فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذِکرِ خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے اِنْ شَآءَاللّٰہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔“[1]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہر عضو، ہڈی اور جوڑ اور صحت و سلامتی انسان کے لیے نعمت ہے جس کا شکر کرنا اس پر لازم ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنی ہر چیز کو اس مقصد کے لیے خرچ کرے جس کے لئے اس چیز کو پیدا کیا گیا ہے حالانکہ یہ ایک دشوار اور مشکل امر ہے لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے لطف و مہربانی کرتے ہوئے بندے سے ذِکرِ الٰہی، اس کی حمد و ثنا اور نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے کو بندے پر ہر جوڑ کے عوض صدقاتِ واجبۂ ضروریہ کی طرح لازم قرار دیا۔ درحقیقت نمازِ چاشت تمام ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکرانہ ہے۔“[2]

صدقہ صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیث پاک میں یہ بتانا مقصود ہے کہ صدقہ صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں بلکہ ہر نیکی صدقہ ہے۔ انسان اپنے افعال اور حرکات و سکنات کے ذریعہ بھی صدقہ کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ اچھی بات کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کو صدقہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کا فائدہ اس عمل کو انجام دینے والے کو بھی اور عام مسلمانوں کو بھی ہوتا ہے۔ چاشت کی دو رکعتوں کو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۹۶۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الضحی، ۱/ ۵۹۰۔

سب کی طرف سے کافی اس لیے کہا گیا ہے کہ نماز تمام اعضا کی عبادت ہے۔ اس میں ہر ہر عضو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہے۔ نماز مذکورہ صدقات وغیرہ پر بھی مشتمل ہے اور اس میں انسان اپنے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا سامان بھی کرتا ہے اور نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے بھی روکتی ہے۔"[1]

حج وعمرہ کا ثواب:

حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، پھر وہ سورج طلوع ہونے تک بیٹھ کر **اللہ** تعالٰی کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعت نمازِ چاشت پڑھی تو اسے حج اور عمرے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔[2]

مدنی گلدستہ
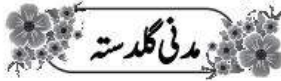
"صدقہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو نمازِ فجر پڑھنے کے بعد مُصلّے پر ہی بیٹھ کر تلاوت یا ذِکرِ خیر ہی کرتا رہے پھر دو رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمرہ کا ثواب پائے گا۔

(2) ہر عضو، ہڈی اور جوڑ اور صحت وسلامتی انسان کے لیے نعمت ہے جس کا شکر کرنا اس پر لازم ہے۔

(3) صدقہ صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں بلکہ ہر نیکی صدقہ ہے۔

(4) نماز تمام اعضا کی عبادت ہے اور اس میں ہر عضو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نمازِ چاشت پابندی سے ادا کرنے اور اعضا کا شکرانہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الضحی، ۳/۳۹۱، تحت الحدیث: ۱۳۱۱ ملخصا۔

2 . . . ترمذی، کتاب السفر، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاۃ الصبح۔۔۔الخ، ۲/۱۰۰، حدیث: ۵۸۶۔

حدیث نمبر:1141

چاشت کی چار رکعتیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُصَلِّي الضُّحَى أَرْبَعًا وَيَزِيدُ مَا شَاءَ الله.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کی چار رکعتیں پڑھتے اور جس قدر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا زیادہ پڑھتے۔“

حدیث نمبر:1142

چاشت کی آٹھ رکعتیں

عَنْ أُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَذٰلِكَ ضُحًى.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ ہانی فاختہ بنتِ ابو طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میں فتحِ مکہ کے سال بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو غسل کرتے ہوئے پایا۔ غسل سے فراغت کے بعد آپ نے آٹھ رکعتیں پڑھیں اور یہ چاشت کی نماز تھی۔“

اِشراق وچاشت کی رکعتیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”عرف میں نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت دونوں کو نمازِ اشراق کہا جاتا ہے۔ نمازِ اشراق کا وقت سورج کے چمکنے کے بیس ۲۰ منٹ بعد سے سورج کے چہارم آسمان پر پہنچنے تک (یعنی سورج چوتھائی آسمان تک بلند ہو جائے) اور نمازِ چاشت کا وقت چہارم دن (دن کے چوتھائی حصہ) سے دوپہر یعنی نصف النہار تک ہے، کبھی نمازِ اشراق کو بھی نمازِ چاشت کہہ دیا جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں سنتِ مُستحبہ ہیں، نمازِ اشراق مسجد میں ادا کرنا بہتر ہے اور چاشت گھر میں۔[3]

---

1. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحی... الخ، ص ۲۸۳، حدیث: ۱۶۶۵۔
2. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحی... الخ، ص ۲۸۳، حدیث: ۱۶۶۹۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۹۶۔

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کی نماز چار رکعت سے کم نہ پڑھتے، ہاں کبھی زیادہ کر دیتے۔ احیاء العلوم میں ہے مناسب یہ ہے کہ چاشت کی چار رکعتوں میں سورۂ شمس، لیل، ضُحٰی اور سورۂ اَلَم نَشْرَح پڑھے۔ "[1]

چاشت کی نماز میں تخفیف مستحب ہے:

حدیثِ اُمِّ ہانی کی شرح میں علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "چاشت کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ بارہ رکعتیں مذکور ہیں۔ یہ نماز مستحب ہے افضل یہ ہے کہ یہ ہمیشہ پڑھی جائے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند وہ عمل ہے جس کو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ قلیل ہو۔ "نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چاشت کی نماز میں تخفیف مستحب ہے۔ حاکم نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم چاشت کی نماز میں "وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا اور وَالضُّحٰى وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى "پڑھیں۔ اس نماز کا وقت طلوعِ شمس کے بعد ہے مگر اِرتفاعِ شمس (سورج بلند ہونے) تک اس کی تاخیر مستحب ہے، اشراق کے وقت بھی چاشت کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ "[2]

جنت میں سونے کا محل:

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نمازِ چاشت مستحب ہے، کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ ہیں کہ حدیث میں ہے جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالٰی اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہارِ شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ "[3]

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الضحی، ۳/ ۳۹۰، تحت الحدیث: ۱۳۱۰۔

2 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۲۶۴۔

3 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۷۵، ۶۷۶، حصہ ۴ ملتقطاً۔

چاشت کی رکعتوں کی فضیلت:

حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اُس کی کفایت کی گئی اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالٰی اسے فرماں برداروں میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالٰی اُس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”اِشراق“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نمازِ اشراق مسجد میں اور چاشت گھر میں ادا کرنا بہتر ہے۔

(2) چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔

(3) حدیثِ پاک میں ہے: ”جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالٰی اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔“

(4) چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے نصف النہارِ شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن ہونے پر پڑھے۔

(5) چاشت کی نماز میں تخفیف مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پنج وقتہ نمازِ باجماعت اور اشراق و چاشت پابندی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... الترغیب والترھیب، کتاب النوافل، الترغیب فی صلاۃ الضحی، ۱/ ۲۶۲، حدیث: ۱۴۔

باب نمبر:207

نمازِ چاشت کے وقت کا بیان

سورج کے بلند ہونے سے زوال تک چاشت کی نماز جائز ہے اور شدید گرمی اور دن چڑھنے کے وقت پڑھنا افضل ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شریعتِ مُطَہَّرہ کی جانب سے ہر عمل کو بجالانے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہے کہ وہ عمل اُسی مخصوص وقت میں ادا کیا جائے۔ مثلاً نماز کہ ہر نماز کے لیے ایک وقت مخصوص ہے کہ اس مخصوص وقت کی ابتدا سے انتہا تک بیچ کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھ لی جائے وہ نماز وقت کے اندر ہی پڑھنا کہلائے گی، لیکن اس مخصوص وقت کے اندر بھی ایک وقت وہ ہے کہ جس میں اس عمل کا کرنا افضل کہلاتا ہے جیسا کہ نمازِ چاشت کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے یعنی جب دھوپ تیز ہو جائے اس وقت پڑھے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اِس بات کے بیان میں ہے کہ **"سورج کے بلند ہونے سے زوال تک چاشت کی نماز جائز ہے اور شدید گرمی اور دِن چڑھنے کے وقت پڑھنا افضل ہے۔"** اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:1143

نمازِ چاشت کا افضل وقت

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ رَاٰی قَوْمًا یُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰی فَقَالَ: اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلَاۃَ فِیْ غَیْرِ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاۃُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا: کیا یہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ نماز اِس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں پڑھنا افضل ہے، کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: توبہ کرنے والوں کی نماز کا وقت وہ ہے کہ جب اونٹ کے بچے گرمی محسوس کرنے لگیں۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں نمازِ چاشت کے افضل وقت کا ذِکر ہے کہ نمازِ

[1] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال، ص ۳۹۴، حدیث: ۱۷۴۶۔

چاشت کو کس وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس (نمازِ چاشت) کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہارِ شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔''[1]

نمازِ چاشت کے افضل وقت کی وجہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''بعض علما نے فرمایا کہ چاشت کا وقت بھی طلوعِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ زید ابن ارقم نے افضل فرمایا، یہ نہ کہا کہ یہ نماز وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں چونکہ اس زمانہ میں گھڑی نہ تھی اس لیے اوقات کا ذکر علامت سے ہوتا تھا آپ نے دوپہر کو اسی علامت سے بیان فرمایا کہ اونٹ کے بچے اون کی وجہ سے جب گرم ہو جائیں یعنی خوب دن چڑھ جائے وقت گرم ہو جائے چونکہ اس وقت دل آرام کرنا چاہتا ہے اس لیے اس وقت نماز بہتر ہے۔''[2]

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''یہ نماز بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرنے اور اُس کی طرف رُجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔ چہارم دن گزرنے پر چاشت کی نماز اس لئے افضل ہے کہ یہ وقت فراغت اور آرام کا وقت ہے تو اس وقت نماز وہی پڑھے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع رکھتا ہے اور اُس کے ذِکر سے اُنس و محبت رکھتا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے نصف شب میں نماز پڑھنا۔''[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! چاشت کی نماز کو توبہ کرنے والوں کی نماز کہا گیا ہے۔ ہوسکے تو اسے افضل وقت میں پڑھا جائے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے اور پابندی سے پڑھا جائے کیونکہ پابندی سے چاشت کی نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔

1 . . . بہار شریعت، ۱/۶۷۶، حصہ ۴۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۲۹۷۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الضحی، ۱/۵۹۰۔

چاشت کی نماز پر پابندی کی فضیلت:

چاشت کی نماز پر پابندی کی فضیلت پر 2 فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ فرمائیں:

(1) ”چاشت کی نماز پر پابندی وہی کرے گا جو اَوّاب (بارگاہِ الٰہی میں بہت رجوع کرنے والا) ہو گا اور یہ توبہ کرنے والوں کی نماز ہے۔“[1]

(2)”جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ضُحٰی کہا جاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو چاشت کی نماز پابندی سے پڑھتے تھے؟ یہ تمہارا دروازہ ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے اس میں داخل ہو جاؤ۔“[2]

مدنی گلدستہ

”چاشت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) چاشت کی نماز توبہ کرنے والوں کی نماز ہے۔

(2) چاشت کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے۔

(3) چاشت کا افضل وقت یہ ہے کہ چوتھائی دن گزرنے پر پڑھے۔

(4) چاشت کی نماز پر پابندی کرنے والا اَوّاب (بارگاہِ الٰہی میں بہت رجوع کرنے والا) ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں چاشت و اِشراق کی نماز پابندی اور خشوع و خضوع سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب فی فضل صلاۃ الضحی اذھی صلاۃ الاوابین، ۲/۲۲۸، حدیث: ۱۲۲۴۔

2 . . . جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص ۱۴۰، حدیث: ۲۳۲۳۔

باب نمبر:208

نمازِ تحیۃُ المَسْجِد کا بیان

نمازِ تحیۃ المسجد کی ترغیب، کسی بھی وقت مسجد میں داخل ہوں تو دو رکعات پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے چاہے وہ دو رکعات تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھے یا فرض و سنت مؤکدہ وغیرہ ادا کرے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے پہلے دو رکعت نفل ادا کرنا تحیۃ المسجد کہلاتا ہے، ہمیں اپنی یہ عادت بنالینی چاہیے کہ جب بھی مسجد میں داخل ہوں تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعات تحیۃ المسجد ادا کر لیا کریں کہ یہ مسجد کا حق بھی ہے اور اَحادیثِ مبارکہ میں تحیۃ المسجد کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"نمازِ تحیۃ المسجد کی ترغیب، کسی بھی وقت مسجد میں داخل ہوں تو دو رکعات پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے چاہے وہ دو رکعات تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھے یا فرض و سنت مؤکدہ وغیرہ ادا کرے۔"** اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 2 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1144

تَحِیَّۃُ المسجد پڑھے بغیر مسجد میں نہ بیٹھو

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وسَلَّم: اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا یَجلِسْ حَتّٰی یُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔"

حدیث نمبر:1145

تَحِیَّۃُ المسجِد کی دو رکعتیں

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ: صَلِّ رَکْعَتَیْنِ۔[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین۔۔۔الخ، ص ۲۸۱، حدیث: ۱۶۵۵۔

2 . . . بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ اذا قدم من سفر، ۱ / ۱۶۹، حدیث: ۴۴۳۔

خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرماتھے فرمایا: "دو رکعتیں پڑھ لو۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم جب بھی مسجد میں داخل ہوں اور مکروہ وقت نہ ہو اور نہ ہی وقت میں تنگی ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرلینی چاہیے مذکورہ دونوں احادیثِ مبارکہ میں تحیۃ المسجد پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ نفل تحیۃ المسجد ہیں جو مسجد میں داخلے کے وقت پڑھے جاتے ہیں جب کہ وقتِ کراہت نہ ہو، لہٰذا فجر اور مغرب کے سوا باقی نمازوں میں یہ نفل پڑھنا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم عام مسجدوں کے لیے ہے، مسجدِ حرام کے لیے بجائے ان نوافل کے طواف بہتر ہے اور یہ حکم غیر خطیب کے لئے ہے، خطیب جمعہ کے دن مسجد میں آتے ہی خطبہ پڑھے گا۔[1]

تحیۃ المسجد کے بعض اَحکام:

- جو شخص مسجد میں آئے اُسے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ چار پڑھے۔
- ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد نمازِ عصر (کہ عصر پڑھ چکا ہے اور اب مسجد میں آیا تو) وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تہلیل و درود شریف میں مشغول ہو حقِ مسجد ادا ہو جائے گا۔
- فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھ لی تحیۃ المسجد ادا ہو گئی اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔
- اس نماز کا حکم اس کے لیے ہے جو بہ نیتِ نماز نہ گیا بلکہ درس و ذکر وغیرہ کے لیے گیا ہو۔
- اگر فرض یا اقتدا کی نیت سے مسجد میں گیا تو یہی قائم مقام تحیۃ المسجد ہے بشرطیکہ داخل ہونے کے بعد ہی پڑھے اور اگر عرصہ کے بعد پڑھے گا تو تحیۃ المسجد پڑھے۔
- بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر پڑھے بیٹھ گیا تو ساقط نہ ہوئی اب پڑھے۔
- ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں اور اگر کوئی شخص بے وضو مسجد میں گیا یا

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۷۔

اور کوئی وجہ ہے کہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا تو چار بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔[1] علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے اور تحیۃ المسجد کے سنت ہونے پر اجماع ہے۔ تحیۃ المسجد پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھ جانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ مسجدِ حرام میں داخل ہونے والا حاجی طوافِ قدوم سے ابتدا کرے گا اور یہی اس کے لئے تحیۃ المسجد ہے اور اس کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھے۔ مسجدِ نبوی میں داخل ہونے والا پہلے تحیۃ المسجد ادا کرے پھر بار گاہِ رسالت میں سلام کے لئے حاضر ہو۔“[2]

مدنی گلدستہ

”مُسْتَحَب“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جب بھی مسجد میں داخل ہوں اور مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر لینی چاہیے۔

(2) فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں داخل ہوتے پڑھ لی تو تحیۃ المسجد ادا ہو گئی اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔

(3) ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں۔

(4) اگر کوئی شخص بے وضو مسجد میں گیا یا اور کوئی وجہ ہے کہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا تو وہ چار بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔

(5) تحیۃ المسجد پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھ جانا مکروہِ تنزیہی ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تحیۃ المسجد کی نماز پابندی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... بہارِ شریعت، ۱/ ۶۷۴، ۶۷۵، حصہ ۴۔

[2] ... الفوائد المترعۃ الحیاض، کتاب الفضائل، باب الحث علی صلاۃ تحیۃ المسجد۔۔۔ الخ، ۵/ ۱۶۸ تا ۱۷۰، تحت الحدیث: ۱۱۴۴ ملخصا۔

باب نمبر:209

نمازِ تَحِیَّةُ الوُضوکے اِستِحْبَاب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! وضو کے بعد اَعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا تحیۃ الوضو کہلاتا ہے اور یہ مستحب ہے۔ تحیۃ الوضو پڑھنے والے کے بارے میں مروی ہے کہ ”جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔“[1] غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے۔ وضو کے بعد فرض وغیرہ پڑھے تو قائم مقام تحیۃ الوضو کے ہو جائیں گے۔[2] ریاض الصالحین کا یہ باب **”نمازِ تحیۃ الوضو کے مستحب ہونے“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 حدیثِ پاک ذکر فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:1146

تَحِیَّةُ الوُضُو کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ لِبِلَالٍ: یَا بِلَالُ حَدِّثْنِی بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَہُ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّی سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَھَّرْ طُھُوْرًا فِیْ سَاعَةٍ مِنْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِكَ الطُّھُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”اے بلال! تم نے اِسلام میں سب سے زیادہ امید والا جو کام کیا ہے اس کے بارے میں مجھے بتاؤ کیونکہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ اپنے آگے سنی ہے۔“ حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”میرے نزدیک سب سے زیادہ امید والا عمل یہ ہی ہے کہ میں دن یا رات کی کسی گھڑی میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے میرے مقدر میں جو نماز ہوتی ہے اُس کو پڑھ لیتا ہوں۔“

---

1 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ص ۱۱۸، حدیث: ۵۵۳۔

2 . . . بہار شریعت، ۱/ ۶۷۵، حصہ ۴۔

3 . . . بخاری، کتاب التھجد، باب فضل الطھور۔۔۔الخ، ۱/ ۳۹۰، حدیث: ۱۱۴۹۔

شرحِ حدیث:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: غالب یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا یا یہ سب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا، یہ ہی معنیٰ زیادہ ظاہر ہیں۔ حضرت بلال کا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کون سا کام کیا جس سے تم کو میری یہ خدمت مُیَسَّر ہوئی۔ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہو گا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ **اللہ** تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو لوگوں کے انجام پر خبر دار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی، دوزخی ہے، یہ علوم خَمسہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد ہونے والے واقعات کو سن لیتے ہیں، دیکھ لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہو گا مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہو گا۔ حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہو کر ہی اٹھے۔ **اللہ** تعالیٰ حضرت بلال کے صدقے مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں، ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں۔ شعر

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضاؔ کی زبان تمہارے لیے

"حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میرے نزدیک سب سے زیادہ امید والا عمل یہ ہی ہے کہ میں دن یا رات کی کسی گھڑی میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے میرے مقدر میں جو نماز ہوتی ہے اُس

کو پڑھ لیتا ہوں۔“یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تَحِیَّۃُ الْوُضُو پڑھ لیے مگر یہاں اوقاتِ غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تاکہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تاکہ آپ یہ جواب دیں اور اُمَّت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو ہر شخص کے ہر چھپے کھلے عمل سے واقف ہیں، نیز یہ درجہ صرف حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے۔ ہزارہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خدمت نصیب نہیں۔[1]

حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بتانے کی وجہ:

علامہ فقیہ ابنِ ملک حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت ملاحظہ فرمائی اسے حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بتانے کی وجہ یہ تھی تاکہ ان کا دل خوش ہو وہ اس فضیلت والے عمل پر ہمیشگی اختیار کریں اور سننے والوں کو اس کی ترغیب ہو۔[2]

تحیۃ الوضو کی بدولت ملنے والا رتبہ:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب ”بہشت کی کنجیاں“ صفحہ 77 پر ہے: ”جنت میں حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جوتوں کی آہٹ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے آگے سنی، اِس کا مطلب یہ ہے کہ شبِ معراج میں جب حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنت کی سیر فرما کر جنت میں اپنے اُمتیوں کے درجات کا حال دیکھا تو حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے آگے آگے جنت میں چلتے ہوئے دیکھا۔ حضرت بِلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جنت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے آگے چلنا یہ کوئی بے ادبی کی بات نہیں۔ بادشاہ کے کچھ خادم بادشاہ کے پیچھے پیچھے اور کچھ خادم مثلاً نقیب اور چوبدار آگے آگے چلا کرتے ہیں اور یہ دونوں بادشاہ کے باادب خادم ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس حدیث سے حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بلند درجے کا پتا چلتا ہے کہ وہ جنت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نقیب بن کر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے آگے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آمد آمد کا اعلان کرتے ہوئے چلیں گے اور

1. ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۰۰ بتغیر۔
2. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التطوع، ۳/ ۲۰۱، تحت الحدیث: ۱۳۲۲۔

حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رُتبہ بلند ان کو نماز تَحِیَّۃُ الْوُضُو کی بدولت ملا ہے۔

نفلی کام پر ہمیشگی کرنا:

علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک میں یہ دلیل ہے کہ کسی نفلی کام پر ہمیشگی کرنا اور اسے مختلف اوقات اور احوال میں اپنے اوپر لازم کر لینے میں عظیم فضل اور بڑا اجر ہے اگرچہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس پر ہمیشگی یا پابندی نہ کی ہو اور نہ وہ عمل صحابہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ہاں مشہور ہو۔ ایسے شخص پر جس نے کسی نفلی کام کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہو رَدّ نہیں کیا جائے گا جبکہ وہ اس عمل کے سنتِ مُؤکدہ یا واجب ہونے کا اعتقاد نہ رکھے جیسا کہ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا۔ اس حدیث پاک سے وضو کرنے کے بعد نمازِ تحیۃ الوضو ادا کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ [1]
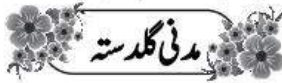
مدنی گلدستہ

”نوافل“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) وضو یا غسل کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعات تحیۃ الوضو پڑھنا مستحب ہے۔
(2) وضو کرنے کے بعد فرض نماز پڑھی تو یہ نماز بھی تحیۃ الوضو کے قائم مقام ہو گئی۔
(3) مکروہ وقت میں تحیۃ الوضو کے نوافل نہیں پڑھے جائیں گے۔
(4) نفلی کام پابندی سے کرنا اور اس پر ہمیشگی اختیار کرنا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔
(5) کسی نفلی کام کو واجب یا سُنّتِ مُؤکدہ سمجھ کے کرنا جائز نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پابندی سے نمازِ تحیۃ الوضو و دیگر نوافل و سُنَن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... الفوائد المترعة الحیاض، کتاب الفضائل، باب استحباب رکعتین بعد الوضوء، ۵/ ۱۷۳، ۱۷۵، تحت الحدیث: ۱۱۴۶۔

آدابِ جُمُعَہ وفَضَائِلِ جُمُعَہ کا بیان

باب نمبر:210

جمعہ کی فضیلت، نمازِ جمعہ کا وجوب (فرضیت)، جمعہ کے لیے غسل کرنا، خوشبو لگانا، جلدی جانا، جمعہ کے دن دعا مانگنا اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود شریف پڑھنا، قبولیت دعا کی گھڑی کا بیان اور جمعہ کے بعد کثرت سے ذکر خداوندی کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں جمعۃ المبارک کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ لیکن افسوس! ہم ناقدرے جمعہ شریف کو بھی عام دنوں کی طرح غفلت میں گزار دیتے ہیں حالانکہ جمعہ یومِ عید ہے۔ جمعہ سب دنوں کا سردار ہے۔ جمعہ کے روز جہنم کی آگ نہیں سلگائی جاتی۔ جمعہ کی رات دوزخ کے دروازے نہیں کھلتے۔ جمعہ کے دن کو بروزِ قیامت دُلہن کی طرح اٹھایا جائے گا۔ جمعہ کے روز مرنے والا خوش نصیب مسلمان شہید کا رُتبہ پاتا اور عذابِ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جُمعہ کو جُمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ”اس دن میں تمام مخلوقات وجود میں مُجْتَمِعْ ہوئی کہ تکمیلِ خَلْق اسی دن ہوئی، نیز حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مٹی اس دن ہی جمع ہوئی، نیز اس دن میں لوگ نمازِ جمعہ جمع ہو کر ادا کرتے ہیں ان وجوہ سے اسے جمعہ کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے اہل عرب اسے عَرُوبَہ کہتے تھے۔ چنانچہ ان کے ہاں ہفتہ کے دنوں کے نام کچھ اس طرح تھے: اوّل، اَہْوَن، جُبار، دبار، مونس، عروبہ، شیاء۔ نمازِ جمعہ فرض ہے، شعارِ اسلام میں سے ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے مگر اس کی فرضیت کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ چنانچہ یہ نماز مسلمان، مرد، عاقل، بالغ، آزاد، تندرست، مقیم شہری پر فرض ہے۔ اس کی ادا کے لیے جماعت، آزاد جگہ، شہر اور خطبہ شرط ہیں۔“[1] ریاض الصالحین کا یہ باب **”جمعہ کی فضیلت، نمازِ جمعہ کا وجوب (فرضیت)، جمعہ کے لیے غسل کرنا، خوشبو لگانا، جلدی جانا، جمعہ کے دن دعا مانگنا اور نبی کریم** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **پر درود شریف پڑھنا، قبولیتِ دعا کی گھڑی کا بیان اور جمعہ کے بعد کثرت سے ذِکرِ خداوندی کرنے کے مستحب ہونے“** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیتِ کریمہ اور 12 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۳۱۷ ملتقطاً۔

نمازِ جمعہ کے بعد فضلِ الٰہی کی تلاش

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(۱۰) (پ۲۸، الجمعۃ: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ۔

عَلَّامَہ اَبُوْ عَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو تجارت کے لئے اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زمین میں پھیل جاؤ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رزق تلاش کرو۔ حضرت عِراک بن مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا معمول تھا جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے اور عرض کرتے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں نے تیری دعوت کو قبول کیا، تیرے فریضہ کو بجالایا اور زمین میں پھیل گیا جس طرح تو نے مجھے حکم دیا، اب تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما کہ تو بہترین رزق دینے والا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا جعفر بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل تلاش کرنے سے مراد عمل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد علم حاصل کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نفل نماز ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آیت میں دنیا کی کسی چیز کو طلب کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اس سے مراد مریضوں کی عیادت، نمازِ جنازہ میں شرکت اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر مسلمان بھائی سے ملاقات کرنا ہے۔"[1]

صَدرُ الا فاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یعنی اب تمہارے لئے جائز ہے کہ معاش کے کاموں میں مشغول ہو یا طلبِ علم یا عیادتِ مریض یا شرکتِ جنازہ یا زیارتِ علما اور اس کے مثل کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرو۔[2]

---

1 ... تفسیر قرطبی، پ۲۸، الجمعۃ، تحت الآیۃ: ۱۰، ۹/ ۲۲، الجزء الثامن عشر۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۸، الجمعہ، تحت الآیۃ: ۱۰۔

تفسیر قرطبی میں ہے:﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۱۰ ﴾ اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ یعنی اطاعت کر کے اور زبان کے ذریعے اس کا شکر بجالاؤ اور فرائض کو ادا کرنے کی جو توفیق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دی اس نعمت پر اس کا شکر ادا کرو۔ حضرت سعید بن جبیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ذِکرِ الٰہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کا نام ہے لہٰذا جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی یقیناً اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت نہ کی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرنے والا نہیں ہے اگرچہ بہت تسبیح کرنے والا ہو۔[1]

حدیث نمبر:1147

بہترین دن

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ: فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے کہ اس میں حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق ہوئی، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے باہر تشریف لائے۔“

عظمت والا دن:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے“ اس فرمانِ عالی سے مراد یہ ہے کہ جمعہ وہ پہلا دن ہے جو ظہورِ آفتاب کے ساتھ ظاہر ہوا یا یہ وہ پہلا دن ہے جس پر اہلِ زمانہ پر سورج طلوع ہوا۔ مروی ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام جمعہ کی صبح پیدا ہوئے، ظہر کے وقت جنت میں داخل ہوئے اور عصر کے وقت جنت سے نکلے۔ واضح ہو کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے جمعہ کے دن پیدا ہونے اور پھر اسی دن جنت میں داخل ہونے میں تو جمعہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے مگر جمعہ کے دن جنت سے باہر آنے میں جمعہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ آپ کا دنیا میں تشریف لانا انبیا واولیا کے وجود کا سبب بنا نیز آپ کا دنیا میں تشریف لانا لاتعداد حکمتوں اور برکتوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح

1... تفسیر قرطبی، پ ۲۸، الجمعۃ، تحت الآیۃ: ۱۰، ۹/ ۸۲، الجزء الثامن عشر۔

2... مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، ص ۳۳۱، حدیث: ۱۹۷۶۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام جمعہ کے دن فوت ہوئے اور ربُّ العالمین کے جوارِ رحمت میں پہنچے۔ اسی بنا پر حضرت ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴾(پ ۱۹، الشعراء: ۸۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی پہلے بھی بڑے بڑے واقعات اس دن میں ہی ہوئے اور آئندہ نہایت اہم اور سنگین واقعہ وقوعِ قیامت کا اسی دن ہو گا، اس لیے یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ خیال رہے کہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جنت میں جانا بھی اللہ کی رحمت تھی اور وہاں سے تشریف لانا بھی کیونکہ وہاں سیکھنے گئے تھے، یہاں سکھانے اور خلافت کرنے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن میں دینی اہم واقعات ہو چکے ہوں وہ دن تا قیامت افضل ہو جاتا ہے اور اس دن میں خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا بہتر ہوتا ہے، دیکھو ماہِ رمضان و شبِ قدر اس لیے افضل ہیں کہ اِن میں قرآن شریف نازل ہوا۔ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ شبِ ولادت، شبِ معراج وغیرہ سب افضل راتیں ہیں۔ ان میں عبادات کرنا، خوشیاں منانا بہتر ہے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔[2]

تمام دنوں کا سردار:

حضرت ابو لبابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیدُ الاضحیٰ اور عیدُ الفطر سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصلتیں ہیں: **(1)** اللہ تعالیٰ نے اسی میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا۔ **(2)** اسی میں انہیں زمین پر اُتارا۔ **(3)** اسی میں انہیں وفات دی۔ **(4)** اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔ **(5)** اسی دن میں قیامت قائم ہو گی۔ کوئی مُقَرَّب فرشتہ، آسمان و زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔''[3]

1. ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ۱/ ۲۰۹۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۱۹۔
3. ... ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب فی فضل الجمعۃ، ۲/ ۸، حدیث: ۱۰۸۴۔

مدنی گلدستہ
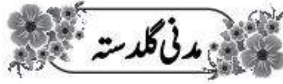
”جمعہ“کے 4حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 4مدنی پھول

(1) جمعہ کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق ہوئی، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے باہر تشریف لائے۔

(2) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے جمعہ کے دن جنت سے دنیا پر تشریف لانے میں جمعہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ آپ کا دنیا میں تشریف لانا انبیاو اولیا کے وجود کا سبب بنا نیز آپ کا دنیا میں تشریف لانا لاتعداد حکمتوں اور برکتوں پر مشتمل ہے۔

(3) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام جنت میں سیکھنے گئے اور دنیا میں سکھانے اور خلافت کرنے آئے۔

(4) قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جمعہ کے دن کثرت سے نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے فضائل سے بہرہ مند فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1148

دس دن کے گناہوں کی بخشش

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَہُ مَا بَیْنَہُ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ وَزِیَادَۃُ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰی فَقَدْ لَغَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لیے گیا، کان لگا کر خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے کنکریوں کو

[1] ... مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ، ص ۳۲۳، حدیث: ۱۹۸۸۔

ہاتھ لگایا تو اس نے فضول کام کیا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں دس دن کے گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے اور اس بخشش کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اچھی طرح وضو کرکے نمازِ جمعہ کے لیے جانا اور غور سے خطبہ سننا اس طرح کہ خطبہ سنتے وقت بیچ میں کوئی فضول کام نہ کرے تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

خطبہ توجہ سے سننا ضروری ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (جس نے اچھی طرح وضو کیا) اس طرح کہ وضو کے فرائض، سنتیں، مستحبات سب ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں سنت ہے۔ جو صرف وضو ہی کرے وہ گنہگار نہیں۔ امام مالک کے ہاں یہ غسل واجب ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ (پھر جمعہ کی نماز کے لیے گیا، کان لگا کر خطبہ سنا اور خاموش رہا) اس طرح کہ اگر دور ہو تو صرف خاموش رہے اور اگر امام سے قریب ہو کہ خطبہ کی آواز آرہی ہو تو کان لگا کر سنے۔ (تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں) دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گذشتہ۔ دوسرے معنٰی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابنِ خُزیمہ بلکہ ابو داوٗد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ (اور مزید تین دن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں) یعنی دس دن کے گناہ کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے۔ جتنا خشوع زیادہ، اتنا ثواب زیادہ یا اولًا آٹھ دن کی بخشش کا وعدہ تھا پھر دس دن کا وعدہ ہوا۔ (جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا تو اس نے فضول کام کیا) یعنی خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون و اطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے، کنکر پتھروں سے کھیلنا بھی ممنوع ہے۔ اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت دامن یا پنکھے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو۔ اس وقت ہمہ تن خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔[1] شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "دورانِ خطبہ کنکریوں سے کھیلنا لغو و باطل ہے کیونکہ ان کی وجہ سے بندہ خطبہ سننے سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ گفتگو غفلت کا باعث

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۳۳، ۳۳۴ ملتقطا۔

بنتی ہے۔ کنکریاں چھونے سے مراد ان سے کھیلنا یا بلا ضرورت انہیں زمین پر ہموار کرنا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد کنکریوں کو گھمانا بطورِ تسبیح استعمال کرنا ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے کہ خطبہ کے وقت بولنا وبات چیت کرنا منع ہے۔"[1]

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کے لیے فیضانِ ریاض الصالحین، جلد دوم، باب نمبر 13 حدیث نمبر 128 کا مطالعہ کیجئے۔

گناہوں کا کفارہ

حدیث نمبر: 1149

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَیْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔"

نیکیاں گناہوں کا کفارہ ہیں:

شیخ عبد الحق مُحدِّثِ دہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ پانچوں نمازیں جمعہ سے جمعہ ور مضان سے رمضان اپنے درمیانی عرصے میں واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتی ہیں، انہیں چھپالیتی ہیں اور مٹادیتی ہیں۔ جبکہ کبیرہ گناہ نہ ہوں کہ وہ نہ تو چھپتے ہیں اور نہ ہی معاف ہوتے ہیں بلکہ ان کے لیے توبہ درکار ہے۔ ہاں صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں جب کہ ان سے حقوق العباد متعلق نہ ہوں۔ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا: ان نیکیوں پر اِستقامت اور باربار دہرانے سے صغیرہ گناہوں کی بخشش کے بعد کبیرہ گناہوں میں بھی تخفیف ہوجاتی ہے اور اگر بندہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بالکل محفوظ ہو تو یہ نیک اعمال اس کے لیے بلندیٔ درجات کا سبب بن جاتے ہیں۔"[3]

1 ...اشعة اللمعات، کتاب الصلوة، باب التنظیف والتکبیر، ۱/ ۶۲۰۔
2 ...مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة...الخ، ص ۱۱۸، حدیث: ۵۵۲۔
3 ...اشعة اللمعات، کتاب الصلوة، الفصل الاول، ۱/ ۲۹۸۔

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کے لیے فیضان ریاض الصالحین، جلد دوم، باب نمبر 13 حدیث نمبر 130 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ
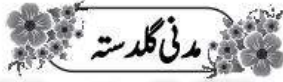
”خطبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے اور جتنا خشوع زیادہ اتنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

(2) خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون واطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے۔

(3) خطبہ کے وقت دامن یا پنکھے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو۔

(4) بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں توجہ سے خطبہ سننے کی توفیق عطا فرمائے اور نمازِ جمعہ کی برکت سے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

دِلوں پر غفلت کی مُہر

حدیث نمبر:1150

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ: لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَیَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ اور حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لکڑی کے منبر پر تشریف فرما ہو کر یہ فرماتے سنا: ”لوگوں کو جمعہ چھوڑنے سے بچنا ہوگا ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے دِلوں پر مُہر لگا دے گا پھر وہ غافل لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیّت ظہر سے زیادہ مُؤَکَّد ہے اور اس کا

---

1 . . . مسلم، کتاب الجمعة، باب التغلیظ فی ترک الجمعة، ص ۳۳۴، حدیث: ۲۰۰۲۔

منکر کافر ہے۔[1] مذکورہ حدیث پاک میں نمازِ جمعہ چھوڑنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافل لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: یعنی جو سُستی سے جمعہ ادا نہ کرے اس کے دل پر غفلت کی مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ان کے دل گناہ پر دلیر ہوں گے اور نیکیوں میں سست۔ خیال رہے کہ یہاں رُوئے سخن (یعنی اس فرمانِ عالی کا اشارہ) یا تو ان منافقوں کی طرف ہے جو جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے یا آیندہ آنے والے مسلمانوں کی طرف ہے ورنہ کوئی صحابی تارکِ جمعہ نہ تھے۔[2]

دِلوں پر مہر لگنے سے مراد:

علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: امام قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ بعض متکلمین کے نزدیک دلوں پر مہر لگنے سے مراد لُطف وکرم نہ فرمانا اور بھلائی کے اَسباب مہیا نہ کرنا ہے۔ اکثر اہلِ سنت کے متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد دِلوں میں کُفر پیدا کرنا ہے۔ بعض نے کہا: اس سے مراد ان کے خلاف گواہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دلوں میں ایسی علامت کا پیدا کرنا ہے جسے پہچان کر فرشتے یہ جان لیتے ہیں کہ کس کی تعریف کرنی ہے اور کس کی مذمت۔[3]

نمازِ جمعہ چھوڑنے کا وبال:

حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! مرنے سے پہلے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرلو۔ مشغولیت سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرلو۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو کثرت سے یاد کرکے اور ظاہر وپوشیدہ کثرت سے صدقہ کرکے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ناطہ جوڑلو کہ تمہیں رزق دیا جائے گا، تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری پریشانیاں دور کردی جائیں گی اور جان لو! میری اس جگہ، اس دن، اس

---

1. ... بہار شریعت، ۱/ ۷۶۲، حصہ ۴۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۳۰۔
3. ... الفوائد المترعة العياض، کتاب الفضائل، باب فضل يوم الجمعة ... الخ، ۵/ ۱۸۴، تحت الحدیث: ۱۱۵۰۔

مہینے اور اس سال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قیامت تک کے لئے تم پر جمعہ فرض فرما دیا ہے لہٰذا جو میری حیاتِ ظاہری میں یا میرے بعد حاکمِ اسلام کی موجودگی میں خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، اسے ہلکا جان کر یابطورِ انکار چھوڑے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بکھرے ہوئے کام جمع نہ فرمائے گا اور نہ ہی اس کے کام میں برکت دے گا۔ سن لو! نہ اس کی کوئی نماز ہے نہ زکوٰۃ، نہ حج نہ روزہ اور نہ ہی کوئی نیک عمل جب تک کہ توبہ نہ کرلے اور جو توبہ کرلے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔[1]

ترکِ جمعہ کے متعلق تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم:

(1) حُضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے نمازِ جمعہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو جماعت کروانے کا حکم دوں پھر جو لوگ نمازِ جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے گھروں کو اُن کے ساتھ جلادوں۔[2] **(2)** جس نے تین جمعے سستی کی وجہ سے چھوڑ دیئے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل پر مہر لگادے گا۔[3] **(3)** جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعے چھوڑ دیئے وہ منافق ہے۔[4]

نمازِ جمعہ نہ پڑھنے کا کفارہ:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کسی عُذر کے بغیر نمازِ جمعہ چھوڑ دی وہ ایک دینار صدقہ کرے پس اگر نہ پائے تو نصف دینار صدقہ کرے۔[5]

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ دینار تَصَدُّق کرنا شاید اس لئے ہو کہ قبولِ توبہ کے لئے مُعین (یعنی مددگار) ہو ورنہ حقیقتاً تو توبہ کرنا فرض ہے۔[6] ایک روایت میں ہے: ایک درہم یا نصف درہم صدقہ کرے یا ایک صاع یا ایک مُد صدقہ کردے۔[7]

---

1 . . . ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب فى فرض الجمعة، ۲/۵، حديث: ۱۰۸۱۔

2 . . . مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة۔۔۔الخ، ص ۲۵۷، حديث: ۱۴۸۵۔

3 . . . ابوداود، كتاب الصلاة، باب التشديد فى ترك الجمعة، ۱/ ۳۹۳، حديث: ۱۰۵۲۔

4 . . . ابن خزيمة، كتاب الجمعة، باب ذكر الدليل على ان الوعيد لتارك الجمعة۔۔۔الخ، ۳/۱۷۶، حديث: ۱۸۵۷۔

5 . . . نسائى، كتاب الجمعة، باب كفارة من ترك الجمعة من غير عذر، ص ۲۳۶، حديث: ۱۳۶۹۔ 6 . . . بہارِ شریعت، ۱/۷۵۸، حصہ ۴۔

7 . . . سنن كبرى بيهقى، كتاب الجمعة، باب ماورد فى كفارة من ترك الجمعة بغير عذر، ۳/ ۳۵۲، حديث: ۵۹۹۰۔

مدنی گلدستہ
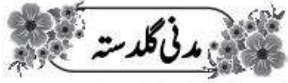
"فرض" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مُؤکّد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

(2) جان بوجھ کر نمازِ جمعہ چھوڑنے والے کا کوئی نیک عمل قبول نہیں جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے۔

(3) سُستی کی وجہ سے نمازِ جمعہ ادا نہ کرنے والے کے دل پر غفلت کی مہر لگا دی جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نمازِ جمعہ پابندی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نمازِ جمعہ کے لیے غسل

حدیث نمبر: 1151

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو اسے غسل کرلینا چاہیے۔"

غسلِ جمعہ سنت ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: امامِ اعظم اور جمہور علما کے نزدیک یہ حکم وُجوب کا نہیں بلکہ سنت کا ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ مُحْکَم ہے۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے اُن کے ہاں غسل نمازِ جمعہ واجب ہے، مگر امامِ اعظم کا قول قوی ہے، جیسا کہ صحیح روایت میں ہے کہ جمعہ کے غسل کا وجوب منسوخ ہوچکا ہے۔[2]

---

1 ... بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ... الخ، ۱/ ۳۰۲، حدیث: ۸۷۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۳۵ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:1152

جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے۔"

وجوب سے مراد:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں وجوب سے اختیاری وجوب مراد ہے جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔"[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: واجب بمعنی ثابت ہو تو حدیث مُحْکَم ہے منسوخ نہیں اور اگر بمعنیٰ ضروری ہے تو منسوخ ہے۔[3] علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں واجب اپنے ظاہری معنیٰ پر نہیں ہے بلکہ مراد یہاں اِستحباب کی تاکید ہے۔"[4]

حدیث نمبر:1153

جمعہ کے دن غسل کرنا افضل ہے

عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ.[5]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو بہتر اور اچھا ہے اور جو غسل کرے تو غسل افضل ہے۔"

---

1 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۳۰۲، حدیث: ۸۷۹۔

2 . . . ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب فضل یوم الجمعۃ۔۔۔الخ، ص ۳۱۶۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۴۵۔

4 . . . الفوائد المسرعۃ الحیاض، کتاب الفضائل، باب فضل یوم الجمعۃ۔۔۔الخ، ۵/ ۱۸۷، تحت الحدیث: ۱۱۵۲۔

5 . . . ترمذی، کتاب الجمعۃ، باب ماجاء فی الوضوء یوم الجمعۃ، ۲/ ۳۶، حدیث: ۴۹۷۔

وضو کے مقابل غسل کو افضل کہنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: وضو کے مقابلے میں غسل کو افضل اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس میں طہارت زیادہ ہے۔ یہ حدیث پاک صریح ہے کہ جمعہ کے دن کا غسل سنت ہے واجب نہیں۔ اس بات کی تائید مسلم کی شریف اس روایت سے بھی ہوتی ہے: "جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لیے گیا، کان لگا کر خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اُس کے اُس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "بعض علما فرماتے ہیں کہ غسل جمعہ نماز کے لیے مسنون ہے نہ کہ جمعہ کے دن کے لیے لہٰذا جن پر جمعہ کی نماز نہیں ان کے لیے یہ غسل سنت نہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ جمعہ کا غسل نمازِ جمعہ سے قریب کرو حتّٰی کہ اس کے وضو سے جمعہ پڑھو مگر حق یہ ہے کہ غسل جمعہ کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔"[2]

جمعہ کے دن غسل کی فضیلت:

3 فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے گا اگلے جمعہ تک پاک رہے گا۔[3] **(2)** بے شک جمعہ کے دن غسل کرنا گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے بھی نکال دیتا ہے۔[4] **(3)** جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اس کے گناہ اور خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔[5]

مدنی گلدستہ

"باغ جنت" کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

---

1 ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطہارۃ، باب الغسل المسنون، ۲/ ۲۳۷، تحت الحدیث: ۵۴۰۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۳۴ ملخصاً۔

3 ...مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب حقوق الجمعۃ من الغسل ... الخ، ۲/ ۳۹۱، حدیث: ۳۰۶۴۔

4 ...معجم کبیر، باب الصاد، الحسن البصری عن ابی امامۃ، ۸/ ۲۵۶، حدیث: ۷۹۹۶۔

5 ...مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب حقوق الجمعۃ من الغسل ... الخ، ۲/ ۳۹۱، حدیث: ۳۰۶۲۔

(1) جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

(2) بغیر غسل کئے وضو کر کے نمازِ جمعہ کے لئے جانا بھی جائز ہے لیکن غسل کرنا افضل ہے۔

(3) غسلِ جمعہ کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔

(4) جمعہ کے دن غسل کرنے والا اگلے جمعہ تک پاک رہے گا۔

(5) جمعہ کے دن کا غسل گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے بھی نکال دیتا ہے۔

(6) جمعہ کا غسل گناہوں اور خطاؤں کو مٹاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جمعہ کے دن غسل کرنے اور پابندی سے نمازِ جمعہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1154

پورے ہفتے کے گناہوں کی بخشش

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور جس قدر ممکن ہو پاکیزگی حاصل کرتا ہے، تیل لگاتا ہے اور گھر سے خوشبو لگاتا ہے پھر (نمازِ جمعہ کے لیے) نکل جاتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا پھر جو نماز مقدر میں ہے وہ پڑھتا ہے اور خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے درمیان کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الدھن للجمعۃ، ۱/ ۳۰۶، حدیث: ۸۸۳۔

جمعہ کے دن کے آداب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جمعہ کے دن کے کچھ آداب بیان کئے گئے ہیں اور ان آداب کا لحاظ رکھنے والے کے لیے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے درمیان کے تمام گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے وہ آداب یہ ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنا، تیل اور خوشبو استعمال کرنا پھر نمازِ جمعہ کے لیے جانا اور مسجد میں پہنچ کر دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھنا بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں ہی بیٹھ جانا، نمازجمعہ سے قبل سنن ونوافل ادا کرنا اور خطبہ کے وقت خاموش رہنا۔

علامہ ابن کمال پاشا حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "پاکیزگی حاصل کرنے سے مراد مونچھیں چھوٹی کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اور موئے زیرِ ناف صاف کرنا اور کپڑوں کی صفائی ہے۔"[1]

جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جمعہ کے دن تیل لگانا خوشبو لگانے کی طرح مستحب ہے اور تمام علما اس کے مستحب ہونے پر متفق ہیں۔[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصاً جمعہ کو ملنا سنت ہے، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خوشبو بہت پسند تھی۔[3]

خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا حکم:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا: "پھر (نمازِ جمعہ کے لیے) نکل جاتا ہے اور دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا۔" اس کے تحت **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے، بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے

---

1 ... الفوائد المترعة الحیاض، کتاب الفضائل، باب فضل یوم الجمعة۔۔۔الخ، ۵/ ۱۹۰، تحت الحدیث: ۱۱۵۴۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجمعة، باب الدهن للجمعة، ۲/ ۴۸۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۳۳۔

ہیں وہ اس سے سبق لیں۔ (پھر جو نماز مقدر میں ہے وہ پڑھتا ہے) تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے نفل یا سنتِ جمعہ، پہلے معنیٰ زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرضِ جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔ (اور خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہٰذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔ (تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیان کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں) دوسرے جمعہ سے مراد آیندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنیٰ زیادہ قوی ہیں، معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ﴾[1] (پ۱۲، ھود: ۱۱۴) (ترجمۂ کنز الایمان: بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔)

امام طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس اجر کا نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمایا ہے وہ اس وقت ملے گا جب نمازی اس طرح جمعہ پڑھے جس طرح نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمایا ہے اور خاموشی سے اپنے امام کا خطبہ اور نماز میں اس کی قراءت سنے اور جو شخص اس دوران خاموش نہیں رہا اس کو یہ اجر نہیں ملے گا۔ اگر امام کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو اور اس کا سننا ممکن نہ ہو لیکن وہ اس دوران خاموش رہا ہو تو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے یہی امید ہے کہ وہ اس کو یہ اجر عطا فرمائے گا۔[2]

مدنی گلدستہ
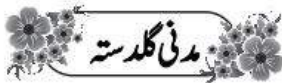
"سنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جمعہ کے دن تیل لگانا اور خوشبو استعمال کرنا مستحب ہے۔

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۳۴ ملتقطاً۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجمعۃ، باب الدھن للجمعۃ، ۲/ ۴۸۳، ۴۸۴۔

(2) جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا منع ہے۔

(3) خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہٰذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں جمعہ کے آداب کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ایک اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب

حدیث نمبر:1155

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الْاُوْلٰى فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا پھر پہلی گھڑی میں نماز کے لئے چلا تو گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا اور جو دوسری گھڑی میں چلا تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی اور جو تیسری گھڑی میں چلا تو گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا صدقہ کیا اور جو چوتھی گھڑی میں چلا تو گویا اس نے ایک مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں گھڑی میں چلا تو گویا اس نے ایک انڈا صدقہ کیا اور جب امام نکل آئے تو فرشتے حاضر ہو کر اس کا خطبہ سنتے ہیں۔

نمازِ جمعہ کے لیے جلدی نکلنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ نمازِ جمعہ کے لیے اچھی طرح غسل کرنا۔ دوسری یہ کہ نمازِ جمعہ کے لیے جلدی نکلنا کہ جتنا جلدی جمعہ کے لیے نکلیں گے

[1] ... بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة، ۱/ ۳۰۵، حدیث: ۸۸۱۔

ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ملے گا۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک اونٹ صدقہ کیا۔ اس کے بعد آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گائے صدقہ کی۔ اس کے بعد آنے والے کی مثال ایک مینڈھا صدقہ کرنے والے کی سی ہے۔ اس کے بعد آنے والے کی مثال ایک مرغی صدقہ کرنے والے کی سی ہے۔ اس کے بعد آنے والے کی مثال ایک انڈا صدقہ کرنے والے کی سی ہے اور جب امام منبر پر آجائے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر خطبہ سننے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔“[1]

غسلِ جنابت کی طرح غسل کرنا:

”جس نے جمعہ کے دن غسلِ جنابت کی طرح غسل کیا“فقیہِ اعظم حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے جنابت کا غسل اچھی طرح کیا جاتا ہے اسی کے مطابق اچھی طرح غسل کرے اور حقیقی معنٰی کا بھی احتمال ہے یعنی وہ غسل جنابت ہی کرے۔ اس کی مؤید ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث ہے جو حضرت اوس ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو جمعے کے دن غسل کرے اور کرائے اور سویرے لیجائے اور جائے، خطبے کا اول حصہ پائے اور پیدل چلے سوار ہو کر نہ جائے اور امام کے قریب رہے۔ بغور خطبہ سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے تو اسے ہر قدم پر سال بھر کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا۔“[2] حدیث پاک میں فرشتوں کا ذکر ہوا۔ چنانچہ،

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے، اعمال لکھنے والے نہیں۔ بعض عُلَما نے فرمایا کہ ملائکہ جمعہ کی طلوعِ فجر سے کھڑے ہوتے ہیں، بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے، مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے (یعنی

1 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الاستماع الی الخطبۃ، ۱/ ۳۱۹، حدیث: ۹۲۹۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۵۱۷۔

ابتدائے وقتِ ظہر) سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں، خیال رہے کہ اگر اوّلاً سو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اوّل ہیں۔"[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ مسائل:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی مذکورہ حدیثِ پاک سے ماخوذ مسائل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ❀ جمعہ کے دن غسل کرنا اور نمازِ جمعہ کے لئے جلدی جانا یہ دونوں باتیں مستحب ہیں۔ ❀ فضیلت میں لوگوں کے مَراتب اُن کے اَعمال کے مطابق ہوتے ہیں ❀ حدیث میں اونٹ، گائے، مینڈھے، مرغی اور انڈا صدقہ کرنے کا ذِکر کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ قربانی اور صدقہ قلیل اور کثیر چیز میں بھی ہوتا ہے۔"[2]

پہلی صدی میں جمعہ کا جذبہ:

حجۃ الاسلام حضرت سَیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: پہلی صدی ہجری میں سحری کے وقت اور فجر کے بعد راستے لوگوں سے بھرے ہوئے دیکھے جاتے تھے، وہ چراغ لیے ہوئے (نمازِ جمعہ کے لیے) جامع مسجد کی طرف جاتے گویا عید کا دن ہو حتّٰی کہ یہ (یعنی نمازِ جمعہ کے لیے جلدی جانے کا) سلسلہ ختم ہو گیا۔ پس کہا گیا کہ اسلام میں جو پہلی بدعت ظاہر ہوئی وہ جامع مسجد کی طرف جلدی جانا چھوڑنا ہے۔ افسوس! مسلمانوں کو کسی طرح یہودیوں سے حیا نہیں آتی کہ وہ لوگ اپنی عبادت گاہوں کی طرف ہفتے اور اتوار کے دن صبح سویرے جاتے ہیں نیز طلبگارانِ دنیا خرید و فروخت اور حصولِ نفعِ دُنیوی کے لیے سویرے سویرے بازاروں کی طرف چل پڑتے ہیں تو آخرت طلب کرنے والے ان سے مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔[3]

---

1. ... مرآۃ المناجیح ۲/۳۳۵ ملخصا۔
2. ... عمدۃ القاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الجمعۃ، ۵/۱۹، تحت الحدیث: ۸۸۱۔
3. ... احیاء العلوم، کتاب اسرار الصلاۃ ومہماتہا، باب فی فضل الجمعۃ وآدابہا۔۔۔الخ، ۱/۲۳۶۔

مدنی گلدستہ
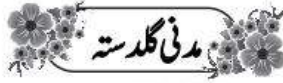
”صدقہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کر کے نمازِ جمعہ کے لئے پہلی گھڑی میں جانے والے کو ایک اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(2) نمازِ جمعہ کے لئے پہلی گھڑی میں جانے سے مراد ابتدائے وقتِ ظہر ہے یعنی زوال کا وقت ختم ہوتے ہی مسجد میں پہنچ جانا، اس کے بعد جو شخص جتنی تاخیر سے جائے گا ثواب میں اتنی ہی کمی ہوگی۔

(3) خطبہ شروع ہونے سے پہلے تک فرشتے نمازِ جمعہ کے لئے آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں اور جب خطبہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے صحیفے لپیٹ کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(4) قربانی اور صدقہ قلیل و کثیر دونوں چیزوں میں ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نمازِ جمعہ کے لئے جلدی جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1156

قبولیت کی گھڑی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ذَکَرَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ: فِیْھَا سَاعَۃٌ لَا یُوَافِقُھَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ یَسْاَلُ اللہَ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ یُقَلِّلُھَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ

[1] . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ۱ / ۳۲۱، حدیث: ۹۳۵۔

چیز ضرور عطا فرمائے گا۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دستِ مبارکہ سے اس ساعت کی مقدار کی کمی کی طرف اشارہ فرمایا۔

حدیث نمبر:1157

جمعہ کے دن قبولیت کا خاص وقت

عَنْ اَبِی بُرْدَۃَ بْنِ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا: اَسَمِعْتَ اَبَاکَ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ شَاْنِ سَاعَۃِ الْجُمُعَۃِ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ سَمِعْتُہُ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ھِیَ مَا بَیْنَ اَنْ یَجْلِسَ الْاِمَامُ اِلَی اَنْ تُقْضَی الصَّلَاۃُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو بُردہ بن ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے والد ماجد کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جمعہ کی قبولیت والی گھڑی کے بارے میں کچھ بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ فرماتے ہیں: میں نے کہا: ہاں میں نے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "یہ گھڑی امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک کے درمیانے وقت میں ہے۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیثِ مبارکہ میں جمعۃُ المبارک کے دن دعا کی قبولیت والی گھڑی کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث پاک میں فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دستِ مبارکہ سے اس گھڑی کی مقدار کی کمی کی طرف اشارہ فرمایا۔ جبکہ دوسری حدیث پاک میں قبولیت کی اس گھڑی کو واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ یہ گھڑی امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک کے درمیانے وقت میں ہے۔

ساعتِ جمعہ کی تعیین میں اختلاف:

عَلَّامَہ حَافِظ عَبْدُ الْمُؤْمِن بِنْ خَلَف دِمْیَاطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی جمعہ کی اس ساعت (یعنی قبولیت والی

[1] . . . مسلم، کتاب الجمعة، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة، ص ۴۲۱، حدیث: ۸۵۳۔

گھڑی) کے بارے میں فرماتے ہیں: ”اس ساعت کی تعیین میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل میرے علم میں نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس ساعت سے مراد امام کے خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھنے سے نمازِ جمعہ پڑھ لینے تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل مسلم شریف کی حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس ساعت سے مراد امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نمازِ جمعہ کی انتہا تک کا وقت ہے۔“ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔ ان کی دلیل ابن ماجہ میں حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما تھے کہ میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب (توریت) میں جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت کا تذکرہ پاتے ہیں جس میں کوئی مومن بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے کسی شے کا سوال کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ شے ضرور عطا فرمائے گا۔ تو سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”یا ساعت کا کچھ حصہ (یعنی تمہاری مراد ساعت کا کچھ حصہ تو نہیں؟)“ میں نے عرض کی: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سچ فرمایا، یہی میری مراد ہے۔ پھر میں نے عرض کی: یہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا: ”دن کی آخری ساعت۔“ میں نے عرض کی: یہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ فرمایا: ”کیوں نہیں بندہ جب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔“[1]

ساعتِ جمعہ کی تعیین میں دو راجح اَقوال:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 318 صفحات پر مشتمل کتاب ”فضائلِ دعا“ صفحہ 116 تا 119 پر ہے: ”ساعتِ جمعہ کے بارے میں اگرچہ اَقوالِ علما چالیس سے مُتَجاوِز ہوئے (یعنی بڑھ گئے) مگر قوی وراجح ومُختار اَکابر مُحقِّقین وجماعاتِ کثیرہ ائمۂ دِین دو قول ہیں (یعنی وہ قول جسے اکابر محققین علما اور کثیر ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ نے اختیار فرمایا دو ہیں): ایک وہ جس کی طرف حضرت مصنف قُدِّسَ سِرُّہٗ وَنُوِّرَ قَبْرُہٗ نے

1. . . المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح، ابواب الجمعۃ، ثواب صلاۃ الجمعۃ وفضل یومھا وساعتھا، ص ۲۱۰، تحت الحدیث: ۲۲۳۔

اشارہ فرمایا یعنی ساعتِ اَخیرہ روز جمعہ غروبِ آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔ "اَشباہ" میں فرمایا: "ہمارا یہی مذہب ہے عامہ مشائخ حنفیہ اسی طرف گئے۔ یوں ہی "تتار خانیہ" میں اسے ہمارے مشائخِ کرام کا مسلک ٹھہرایا۔ اور یہ مذہب ہے عالِمُ الکِتابَین سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن سلام وحضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا اور اسی طرف رجوع فرمائی سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اور ایسا ہی منقول ہے حضرت بتُول زَہرا صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلٰی اَبِیْہَا وَعَلَیْہَا سے۔

اور سعید بن منصور بسند صحیح ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے راوی کہ کچھ صحابہ کرام نے جمع ہو کر ساعتِ جمعہ کا تذکرہ فرمایا، پھر سب اس قول پر متفق ہو کر متفرق ہوئے (یعنی سب اس قول پر اتفاق کرنے کے بعد جدا ہوئے) کہ وہ روزِ جمعہ کی پچھلی ساعت ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام شافعی وامام محمد وامام اِسحاق بن رَاہُوْیَہ وابنُ الزَّمْلَکَانی اور ان کے تِلْمِیذ (شاگرد) عَلائی وغَیرہُم علما کا۔ امام ابو عَمرو بن عبد البر نے فرمایا: اس باب میں اس سے ثابت تر کوئی قول نہیں۔ فاضل علی قاری نے کہا: یہ تمام اقوال سے زیادہ لائقِ اعتبار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اکثر احادیث اسی پر ہیں۔ ولہٰذا حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اسی کو اختیار فرمایا۔

دوسرا قول جب امام منبر پر بیٹھے اس وقت سے فرضِ جمعہ کے سلام تک ساعتِ مَوعُودَہ ہے (یعنی یہ وہ ساعت ہے جس میں دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے)۔ یہ حدیثِ مَرفوع ابی موسٰی اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں مَنصُوص (یعنی بیان) ہوا۔ امام مسلم نے فرمایا: یہ سب اَقوال سے اَصَح اور اَحسن ہے (یعنی یہ قول سب اقوال سے زیادہ اچھا اور صحیح تر ہے)۔ اور اسی کو امام بیہقی وامام ابنِ عربی وامام قُرطبی نے اختیار کیا۔ امام نووی نے فرمایا: یہی صحیح بلکہ صواب ہے (یعنی حق ہے)۔ اور اسی طرح "روضہ" و "دُرِّ مختار" میں اس کی تصحیح کی۔

دلائلِ طرفین "فتح الباری" وغیرہ میں مبسوط[1] اور انصاف یہ ہے کہ دونوں جانب کافی قُوتیں ہیں طالبِ خیر کو چاہیے کہ دونوں وقتِ دعا میں کوشش کرے۔ یہ طریقہ جمع کا امام احمد وغیرہ اکابر سے منقول، اور بیشک اس میں اُمید اَقوٰی واَتَم (یعنی اس میں زیادہ کامل وقوی امید ہے) اور مُصادَقتِ مطلوب کی توقُّع اعظم (یعنی مراد برآنے کی بہت توقع ہے) وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَم۔ میں کہتا ہوں: اس دوسرے قول پر اس مابین

1 . . . یعنی مذکورہ دونوں اقوال کی تائید میں کثیر دلائل کتاب "فتح الباری" وغیرہ میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

(درمیان)میں دُعا دِل سے ہو گی۔یا زبان سے دعا کا موقع بعد اَلتحیات ودُرود کے ملے گا،خواہ جلسہ بَین السجد تَین میں جبکہ امام بھی وہاں قدرے تَوَقُّف کرے۔فَافْھَمْ[1]

حدیث نمبر:1158

جمعہ کے دن درود پاک کی کثرت

وَعَنْ اَوْسِ بنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلَاۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَوس بن اَوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

افضل دن میں افضل عبادت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حُصولِ برکت، ترقّیِ معرِفت اور حُضُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قُربت پانے کے لئے کثرتِ دُرُود و سلام سے بڑھ کر کوئی ذَرِیعہ نہیں ہے۔یقیناً سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دُرُود و سلام بھیجنے کے بے شُمار فَضائل وبَرَکات ہیں جنہیں اِحاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں خصوصاً جمعۃ المبارک کے دن کہ اس دن کا درود خصوصی طور پر حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے۔چنانچہ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے اور دُرُود دوسری عبادتوں سے افضل، لہٰذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر پیش ہوتا ہے

[1] ...یعنی جمعہ کے دن قبولیت دعا کے باب میں دوسری اَہم ساعت، امام کے منبر پر آنے کے بعد سے فرضِ جمعہ کے سلام پھیرنے تک ہے جس پر دلائل بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے، بہر حال اس دوران دل سے ہی دعا مانگی جائے گی کیونکہ اس دوران کسی بھی قسم کا کلام منع ہے اسی کی طرف امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ”فَافْھَمْ“ سے اشارہ فرمایا ہے،ہاں البتہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس دوران بھی دو وقت ایسے بتائے ہیں جن میں زبان سے دعا مانگی جاسکتی ہے۔

[2] ...ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ، باب فی فضل الجمعۃ، ۲/۸، حدیث: ۱۰۸۵ بتغیر قلیل۔

مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے، خصوصی قبولیت۔"[1]

روز جمعہ بکثرت دُرود پڑھنے کے فضائل:

7 فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** تمہارے افضل دنوں سے جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم عَلَیْہِ السَّلَام پیدا کیے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں نفخہ ہے (دوسری بار صور پھونکا جانا) اور اسی میں صعقہ ہے (پہلی بار صور پھونکا جانا)، اس دن میں مجھ پر دُرود کی کثرت کرو کہ تمہارا دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ہمارا دُرود کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انتقال فرما چکے ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: **اللہ** تعالیٰ نے زمین پر انبیا کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔[2] **(2)** جمعہ کے دن مجھ پر دُرود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو دُرود پڑھے گا پیش کیا جائے گا۔ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے عرض کی اور موت کے بعد؟ فرمایا: بے شک! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے زمین پر انبیا کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے، **اللہ** کا نبی زندہ ہے، روزی دیا جاتا ہے۔[3] **(3)** شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ اپنے نبی پر کثرت سے دُرود شریف پڑھو۔[4] **(4)** شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ مجھ پر دُرودِ پاک کی کثرت کر لیا کرو، جو ایسا کرے گا قیامت کے دن میں اس کا شفیع و گواہ بنوں گا۔[5] **(5)** جو شخص بروزِ جمعہ مجھ پر سو بار دُرودِ پاک پڑھے، جب وہ قیامت کے روز آئے گا تو اُس کے ساتھ ایک ایسا نور ہو گا کہ اگر وہ ساری مخلوق میں تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کفایت کرے۔[6] **(6)** جو مجھ پر شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ سو بار دُرود شریف پڑھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا، ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی۔[7] **(7)** جس نے مجھ پر روزِ جمعہ دو سو

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۲۳۔
2. ...نسائی، کتاب الجمعۃ، باب آکثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ، ص ۲۳۷، حدیث: ۱۳۷۱۔
3. ...ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۲۹۱، حدیث: ۱۶۳۷۔
4. ...شعب الایمان، باب فی الصلوات، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجمعۃ ویومھا...الخ، ۳/ ۱۱۱، حدیث: ۳۰۳۴۔
5. ...شعب الایمان، باب فی الصلوات، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجمعۃ ویومھا...الخ، ۳/ ۱۱۱، حدیث: ۳۰۳۳۔
6. ...حلیۃ الاولیاء، ابراھیم بن ادھم، ۸/ ۴۸، حدیث: ۱۱۳۴۱۔
7. ...شعب الایمان، باب فی الصلوات، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجمعۃ ویومھا...الخ، ۳/ ۱۱۱، حدیث: ۳۰۳۵۔

بار دُرُودِ پاک پڑھا اُس کے دو سو سال کے گناہ معاف ہوں گے۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! فُضُول وبیکار باتوں کی عادت چُھڑا کر اپنی زبان کو ذِکر و دُرُود، تِلاوَت ونعت اور دیگر اچھی باتوں کا عادی بنانے کیلئے ہر دَم تبلیغِ قرآن وسُنَّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے مشکبار مَدَنی ماحول سے وابستہ رہیے۔ اپنے اپنے شہروں میں ہونے والے ہفتہ وار اِجتماعات میں اَوَّل تا آخر شرکت کو اپنا معمول بنالیجئے۔ ہر اِسلامی بھائی اپنا یہ مدنی ذِہن بنائے کہ **"مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔"** اپنی اِصلاح کی کوشش کیلئے مَدَنی اِنعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے مَدَنی قافلوں میں سَفَر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

مدنی گلدستہ

"دُرُود" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جمعہ افضل دن ہے اور اس میں کثرت سے درودِ پاک پڑھنے کا فرمایا گیا ہے۔

(2) جمعہ کے دن کا دُرُودِ پاک خصوصی طور پر بارگاہِ رسالت میں پیش ہوتا ہے۔

(3) جمعہ کے دن ایک نیکی کا ثواب ستر گُنا ہے۔

(4) جمعہ کے دن کثرت سے درود پاک پڑھنے والے کے لئے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شفیع ہوں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی محبت عطا فرمائے، زندگی بھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرنے اور کثرت سے دُرود و سلام کے نذرانے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم، ۷/ ۱۹۹، حدیث: ۲۲۳۵۳۔

باب نمبر:211

سَجْدَۂ شُکْر کے مُسْتَحَب ہونے کا بیان

ظاہری نعمت کے ملنے یا ظاہری مصیبت کے دور ہونے پر سجدۂ شکر کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِینی یا دُنیوی خوشی کی خبر سن کر سجدے میں گر جانا اسے سجدۂ شکر کہا جاتا ہے۔[1] مثلاً اولاد پیدا ہوئی یا مال پایا یا گمی ہوئی چیز مل گئی یا مریض نے شفا پائی یا مُسافر واپس آیا غرض کسی نعمت پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور اس کا طریقہ وہی ہے جو سجدۂ تلاوت کا ہے۔[2] بعض علما فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ بدعت اور ممنوع ہے، بعض کے ہاں سنت ہے، امام محمد کا یہی قول ہے۔ بعض علما نے مکروہ فرمایا، یہ فرماتے ہیں کہ سجدۂ شکر کی احادیث میں سجدہ سے نماز مراد ہے، یعنی جز سے کل۔ مگر قولِ سنیت صحیح ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابوجہل کے قتل، صدیق اکبر نے مسیلمہ کذاب کے قتل اور سَیِّدُنا علی المرتضیٰ نے ذوالثدیہ خارجی کے قتل کی خبریں سن کر سجدۂ شکر ادا کیے اور کعب ابن مالک قبولِ توبہ کی بشارت پر سجدہ میں گر گئے۔[3] ریاض الصالحین کا یہ باب **"ظاہری نعمت کے ملنے یا ظاہری مصیبت کے دور ہونے پر سجدۂ شکر کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:1159

دُعا کی قبولیت پر سجدۂ شکر

عَنْ سَعْدِ بنِ اَبِی وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مِنْ مَکَّۃَ نُرِیْدُ الْمَدِیْنَۃَ فَلَمَّا کُنَّا قَرِیْبًا مِن عَزْوَرَا نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ فَدَعَا اللّٰہَ سَاعَۃً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ سَاعَۃً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَعَلَہُ ثَلَاثًا وَقَالَ: اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۳۸۸۔

2 ... بہار شریعت، ۱/۷۳۸، حصہ ۴۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۳۸۸۔

شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیَ الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلے، جب ہم مقامِ عزورا کے قریب پہنچے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سواری سے نیچے تشریف لائے اپنے مبارک ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی پھر سجدے میں چلے گئے، کافی دیر سجدہ کیا، پھر کھڑے ہوئے اور اپنے مبارک ہاتھوں کو کچھ دیر کے لئے اٹھایا پھر سجدے میں چلے گئے، تین مرتبہ اسی طرح کیا پھر ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی امت کی شفاعت کے لئے سوال کیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے میری امت کا تیسرا حصہ مجھے عطا فرمادیا، میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے لئے سوال کیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے امت کے تیسرے حصے کے متعلق میری شفاعت قبول فرمائی تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے متعلق سوال کیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے میری امت کا بقیہ تیسرا حصہ بھی عطا فرمادیا پس میں نے اپنے رب کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں سجدۂ شکر کا بیان ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ربّ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کی دعا فرمائی، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے دعا قبول فرمائی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا قبول ہونے کے شکرانے میں سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: عزورا مقامِ حجفہ میں ایک خشک پہاڑی کا نام ہے، چونکہ یہاں پتھریلی اور سخت زمین ہے، پانی بہت کم ہے اس لیے اسے عزورا کہتے ہیں اور عزورا اونٹنی ہے جس کا دودھ سختی سے دوہا جاتا ہے، سخت دھار ہو۔ عزورا میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اترنا ٹھہرنے کے ارادے سے نہ تھا بلکہ بذریعۂ وحی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بتایا گیا کہ جنگل برکت والا ہے یہاں دعا کریں، لہٰذا دعا کے لیے اترے۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہاں پہلا سجدہ دعا کے لیے تھا کیونکہ سجدے میں دعا جلدی قبول ہو جاتی ہے۔ باقی سجدے دعا کے لیے بھی تھے اور شکریہ کے بھی، آخری سجدہ صرف شکریہ کا تھا اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی یا یہ سب سجدے

[1] . . . ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی سجود الشکر، ۳/۱۱۷، حدیث: ۲۷۷۵ بتغیر قلیل۔

شکر کے تھے، دعائیں تو بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر مانگی گئیں، دوسرا احتمال قوی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا اور آہستہ مانگنا سنت ہے۔یہاں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت، ان کی عیب پوشی اور بلندئ مراتِب وغیرہ تمام چیزوں کی دعائیں کی، رب نے ترتیب وار تمام اُمَّت کی بخشش وغیرہ کا وعدہ فرمالیا۔ پہلی بار میں سَابِقِیْنَ بِالْخَیْرَات، دوسری بار میں مُقْتَصِدِیْن، تیسری میں ہم جیسے ظالمین، عاصین گناہگار بخشے گئے، اب مومن کے لیے جہنم میں ہمیشگی نہ ہوگی۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کوئی بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت کے بغیر رب کی رحمت نہیں پاسکتا۔ جو ملے گا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس دعا کا صدقہ ملے گا۔ نیک اَبرار کو پہلی دعا کا صدقہ، مخلوط اعمال والوں کو دوسری دعا کا توسُّل، بدکار و فُجار کو تیسری دعا سے حصہ ملے گا۔ دوسرے یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم **اللہ** کے ایسے محبوب ہیں کہ ضد کر کے، ناز کر کے اپنی امت بخشالیتے ہیں۔ ہم گنہگاروں کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس محبوبیت پر ناز ہے۔

شعر

چہ غم دیوارِ اُمَّت راکہ دارد چوں تو پُشتی باں　　　چہ باک از موجِ بحر آں راکہ دارد نوح کشتی باں

(ترجمہ: دیوارِ اُمَّت کو کیا غم و فکر ہے جبکہ **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ اس کے سہارا ہیں۔ سمندر کی موجوں سے اُسے کیا خطرہ ہے جس کی کشتی کے محافظ و نگہبان حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام ہوں۔)

ہم بُرے ہیں مگر بفضلہٖ تعالیٰ اسی اچھے کے ہیں، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ۔خیال رہے کہ پہلی بار والے بغیر حساب و کتاب جنتی ہیں، دوسری بار والے کچھ جھڑک و عتاب کے بعد، تیسری بار والے یا کچھ عذاب پاکر یا معافی پاکر۔[1]

خوشی کی خبر پہنچنے پر سجدۂ شکر:

حضرت سَیِّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب کوئی خوشی کی خبر پہنچتی یا آپ خوش ہوتے تو سجدۂ شکر ادا کرتے۔[2]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۹۰۔

2 ... ابوداود، کتاب الجھاد، باب فی سجود الشکر، ۳/ ۱۱۷، حدیث: ۲۷۷۴۔

سجدۂ شکر کا طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سجدۂ شکر اور سجدۂ تلاوت کا ایک ہی طریقہ ہے۔ صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی اس کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللهُ اَکْبَرْ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللهُ اَکْبَرْ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللهُ اَکْبَرْ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔"[1]

مدنی گلدستہ

"سجدہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اولاد پیدا ہوئی یا مال حاصل ہوا یا گمی ہوئی چیز مل گئی یا مریض نے شفا پائی یا مُسافر واپس آیا غرض کسی بھی نعمت کے ملنے پر سجدۂ شکر ادا کرنا مستحب ہے۔

(2) دعا میں ہاتھ اٹھانا اور آہستہ مانگنا سنت ہے۔

(3) حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنی دعا میں امت کے گناہوں کی مغفرت، ان کی عیب پوشی اور بلندیٔ مراتِب وغیرہ تمام چیزوں کی دعائیں کی۔

(4) مومن کے لیے جہنم میں ہمیشگی نہ ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نعمت کے حصول پر سجدۂ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بہار شریعت، ۱/ ۷۳۱، حصہ ۴۔

باب نمبر:212

شب بیداری کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ والوں کی ایک صفت شب بیداری بھی ہے کہ وہ رات کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے نرم و گُداز بستروں کی راحت کو قربان کرتے اور ذِکر وعبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔ رات کی عبادت میں نمازِ تہجد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔"یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی، پھر اُمَّت سے فرضیت منسوخ ہوگئی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر آخر تک فرض رہی۔ تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں، زیادہ سے زیادہ بارہ۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اکثر آٹھ پڑھتے تھے کبھی کم و بیش۔ حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیے سُنَّتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارکِ سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب برئ الذمہ ہوئے۔ تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبلِ تہجد عشا پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعدِ تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے۔ جو شخص تہجد پڑھنا شروع کرے اور پھر چھوڑ دے، یہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ناپسند ہے۔ تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے۔ جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوثِ اعظم یا امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے اور وضو بھی نہ جائے لہٰذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابو درداء، ابو ذر غفاری و غیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔[1] ریاض الصالحین کا یہ باب **"شب بیداری کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 آیاتِ کریمہ اور 27 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) رات کے کچھ حصہ میں تہجد

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۳۳ ملخصاً۔

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﳓ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا(۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۷۹)

صدرُ الافاضل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: تہجد، نماز کے لئے نیند کو چھوڑنے یا بعدِ عشا سونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اس کو کہتے ہیں۔ نمازِ تہجد کی حدیث شریف میں بہت فضیلتیں آئی ہیں، نمازِ تہجد سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر فرض تھی جمہور کا یہی قول ہے، حضور کی امّت کے لئے یہ نماز سنّت ہے۔ مسئلہ: اگر آدمی شب کی ایک تہائی عبادت کرنا چاہے اور دو تہائی سونا تو شب کے تین حصّے کرلے درمیانی تہائی میں تہجد پڑھنا افضل ہے اور اگر چاہے کہ آدھی رات سوئے آدھی رات عبادت کرے تو نصفِ اخیر افضل ہے۔ مسئلہ: جو شخص نمازِ تہجد کا عادی ہو اس کے لئے تہجد ترک کرنا مکروہ ہے۔ مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین حضور کی حمد کریں گے اسی پر جمہور ہیں۔[1]

(2) ایمان والوں کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ تفسیر "صراط الجنان" میں مذکورہ آیتِ مبارکہ کے تحت ہے: "اس آیت میں ایمان والوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ رات کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے نرم و گُداز بستروں کی راحت کو چھوڑ کر اٹھتے ہیں اور ذِکر و عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں، نیز اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔ اس آیت کے مفہوم میں رات

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۷۹ ملتقطاً۔

میں عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا سب داخل ہیں، اس مناسبت سے یہاں تہجد کی نماز ادا کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں۔"(1)

نمازِ تہجد کے فضائل پر دو روایات:

(1) امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، حضور نبیِّ رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں بالا خانے ہیں جن کے بیرونی حصے اندر سے اور اندر کے حصے باہر سے نظر آتے ہوں گے۔ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کس کے لئے ہوں گے؟ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو اچھی گفتگو کرے، کھانا کھلائے، ہمیشہ روزہ رکھے اور رات میں نماز ادا کرے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔"(2) **(2)** حضرت اَسما بنتِ یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کئے جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے الگ رہتے تھے؟ چنانچہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ تھوڑے ہوں گے اور وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے، پھر باقی تمام لوگوں کو حساب کی (جگہ کی) طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔(3)

(3) رات کا پچھلا حصہ

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝۱۷ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: "اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پرہیز گار لوگوں کا نیک اعمال کرنے میں حال یہ تھا کہ وہ رات تہجد اور شب بیداری میں گزارتے اور رات میں بہت تھوڑی دیر سوتے تھے اور اتنا

1 . . . تفسیر صراط الجنان، پ۲۱، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۱۶، ۷/ ۵۳۸۔

2 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی قول المعروف، ۳/ ۳۹۶، حدیث: ۱۹۹۱۔

3 . . . شعب الایمان، باب فی الصلوات، تحسین الصلاۃ والاکثار منھا۔۔۔ الخ، ۳/ ۱۶۹، حدیث: ۳۲۴۴۔

سو جانے کو بھی اپنا قصور سمجھتے تھے اور رات تہجد اور شب بیداری میں گزارنے کے باوجود بھی وہ خود کو گناہ گار سمجھتے تھے اور رات کا پچھلا حصہ **اللہ** تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے میں گزارتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ رات کا پچھلا حصہ **اللہ** تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے اور دعا کے لئے بہت موزوں ہے۔‘‘[1]

حدیث نمبر: 1160

طویل شب بیداری

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا یَا رَسُوْلَ اللهِ! وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ؟ قَالَ: اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.[2]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو اٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے۔میں عرض کرتی: ’’یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔‘‘ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے: ’’کیا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟‘‘

شکر گزار بندہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو نماز تہجد ادا فرماتے اور نماز میں اس قدر طویل قیام فرماتے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک قدم سوج جاتے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ’’یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آگیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیا کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوثِ پاک اور امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن، ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔(رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی:

1 . . . تفسیر صراط الجنان، پ۲۶، الذٰریٰت، تحت الآیۃ:۱۷،۹/ ۴۹۲۔

2 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک۔۔۔الخ، ۳/ ۳۲۹، حدیث: ۴۸۳۷ بتغیر قلیل۔

"یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔) یعنی یاحبیبَ اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ تعالٰی اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی برکت سے تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمَّت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے:" کیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟) یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عَبۡد ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عَبۡدُہٗ ہیں، ہم لوگ شاکر ہوسکتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلٰی شکر کرنے والے مقبول بندے۔ حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں، دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد (غلام) ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے اَحرار (یعنی آزاد) ہیں۔"[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں:" حدیث پاک میں اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا حضور نبی مکرم، شفیع معظم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کرنا تعجب کے طور پر تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام تو بخشے بخشائے ہیں تو پھر اتنی عبادت کس لیے؟ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جواباً ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت اور اس کے مجھ پر جو انعامات ہیں اُن کا شکر ادا نہ کروں؟" نیز علامہ ابنِ حجر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ شرح شمائل میں حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جواب کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" کیا میں اس وجہ سے عبادت میں مشقت کو چھوڑ دوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مغفرت فرمادی ہے اور میں اس کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟ اگرچہ اس نے میری بخشش فرمادی ہے لیکن میں نے کثرت عبادت کو خود پر اس لیے لازم کرلیا ہے تاکہ میں اس کا شکر گزار بندہ بن جاؤں۔" نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے قول "کیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟" کا ایک معنٰی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "میرا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا گناہوں کے خوف کی وجہ سے

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۵۴۔

نہیں بلکہ ان کثیر انعامات کا شکر ادا کرنے کے لیے ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے عطا فرمائے ہیں۔“[1]

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کے لیے فیضان ریاض الصالحین جلد دوم، باب نمبر 11، حدیث نمبر 98 اور اس کی شرح ملاحظہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

”تہجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو نماز میں اس قدر طویل قیام فرماتے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک قدم سوج جاتے۔

(2) شکر ادا کرنے کے لئے عبادت کرنا آزاد لوگوں کا طریقہ ہے۔

(3) حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ساری رات ربّ کی عبادت کرنا انعاماتِ الٰہیہ کے شکر کے لئے تھا۔

(4) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَیِّدُ الْمَعْصُوْمِیْن ہونے کے باوجود راتوں کو کثرت سے عبادت کی، ہم گناہگاروں کو تو زیادہ ضرورت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوب عبادت کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کے لیے خوب خوب عبادت کرنے اور فرائض و سنن کے ساتھ ساتھ نوافل اور دیگر مستحبات بجالانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نمازِ تہجُّد کے لیے جگانا

حدیث نمبر: 1161

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہُ وَفَاطِمَۃَ لَیْلًا فَقَالَ: اَلَا تُصَلِّیَانِ؟[2]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، ۳/ ۲۹۶، تحت الحدیث: ۱۲۲۰ ملتقطا۔

2 . . . بخاری، کتاب التھجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل من غیر ایجاب، ۱/ ۳۸۳، حدیث: ۱۱۲۷ بتغیر قلیل۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ ایک رات نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے اور فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے ؟"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں نمازِ تہجد کی عظمت وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس نماز کے لئے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بذاتِ خود اپنی شہزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کو جگانے اُن کے گھر تشریف لے گئے۔

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اگر اس نماز کی فضیلت نہ ہوتی تو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی بیٹی اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کو اس وقت بیدار نہ کرتے جو وقت مخلوق کے سکون کے لئے بنایا گیا ہے لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے لئے اُس فضیلت کو اِس آرام وسکون پر ترجیح دی۔"[1]

حدیث نمبر: 1162

شب بیداری کی ترغیب

عَنْ سَالِمِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَبنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنْ اَبِيْهِ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الرَّجلُ عَبْدُ اللهِ لَوْكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّاقَلِيْلًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سالم بن **عبد اللہ** بن عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **عبد اللہ** بہت اچھا آدمی ہے اگر رات کو نماز پڑھے۔ حضرت سالم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔

اچھا آدمی ہونے کی صفت سے موصوف ہونا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں رات میں نماز پڑھنے والے کے بارے میں اچھا

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل قیام اللیل، ۳/ ۶۳۲، تحت الحدیث: ۱۱۵۹ ملخصاً۔

2 . . . بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عبد اللہ بن عمر۔۔۔الخ، ۲/ ۵۴۴، حدیث: ۳۷۳۹ بتغیر۔

آدمی ہونے کی صفت بیان کی گئی ہے جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں فرمایا: **عبد اللہ** بہت اچھا آدمی ہے اگر رات کو نماز پڑھے۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: جب کوئی شخص رات میں نماز پڑھے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اچھا آدمی ہونے کی صفت سے موصوف کیا جائے اور یہ مستحق ہونا رات کی نماز کے سبب ہے۔ اگر رات کی نماز کی فضیلت نہ ہوتی تو اس کے پڑھنے والے کی یہ تعریف بھی نہ کی جاتی۔[1]

قیامت کے دن فقیر:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی مذکورہ حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ❀ حدیث میں رات میں عبادت کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔ ❀ حضرت **عبد اللہ** ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی تعریف اور ان کے نیک ہونے کی خبر دینا ہے۔ ❀ جوانی میں عبادت کی فضیلت کا ذکر ہے ❀ رات میں زیادہ سونے کی کراہیت ہے۔ ❀ حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے ان کی والدہ نے فرمایا: بیٹا! رات کو زیادہ نہ سونا کیونکہ رات کو زیادہ سونا انسان کو قیامت کے دن فقیر بنادے گا۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1163

شب بیداری چھوڑنے پر تنبیہ

عَنْ عَبْدِ اللہِ بنِ عَمْرِو بنِ العَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا عَبْدَ اللہِ لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ: کَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے فرماتے ہیں رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے **عبد اللہ**! فلاں کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر

---

1. . . عمدۃ القاری، کتاب التہجد، باب فضل قیام اللیل، ۵/ ۲۴۶، تحت الحدیث: ۱۱۲۲۔
2. . . عمدۃ القاری، کتاب التہجد، باب فضل قیام اللیل، ۵/ ۲۴۷، ۲۴۸، تحت الحدیث: ۱۱۲۲ ملتقطاً۔
3. . . بخاری، کتاب التہجد، باب مایکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ۱/ ۳۹۰، حدیث: ۱۱۵۲۔

اس نے رات کا قیام ترک کر دیا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کی مذمت کی گئی ہے کہ انسان کوئی نیک کام شروع کرے اور پھر چند دن بعد اس کام کو چھوڑ دے، اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ انسان کو وہ ہی نیکی اختیار کرنی چاہیے جو ہمیشگی کے ساتھ ہو سکے۔[1] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''یعنی اس خصلت میں فلاں کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کے کسی حصے میں نماز تہجد پڑھتا تھا پھر بغیر کسی عذر کے اسے چھوڑ دیا تو جس چیز کو اس نے اپنے ذمہ لیا تھا وہ اس پر ثابت قدم نہ رہا۔ حدیثِ پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کو چھوڑنا اور اپنی عادت کی طرف لوٹنا ایسا ہی ہے جیسے سفر سے الٹے پاؤں واپس لوٹنا اور زیادتی کے بجائے کمی کی طرف آنا۔''[2]

نیک کام پر ہمیشگی اختیار کرنا مستحب ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''رات میں قیام کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر واجب ہوتا تو سرکار مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شب بیداری چھوڑنے والے کے لئے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ اس کی مذمت بھی فرماتے۔ کمی بیشی کے بغیر کسی نیک کام پر ہمیشگی اختیار کرنا مستحب ہے۔ حدیثِ مذکور میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو نفلی عبادت کا عادی ہو پھر بلا عُذر اسے ترک کر دے تو یہ مکروہ ہے۔''[3]

تہجد گزار کا تہجد چھوڑنا برا ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''بلا عذر محض سُستی کی وجہ سے تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت بُرا ہے۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات میں ہے کہ **عبد اللہ ابنِ عَمرو** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے چنانچہ ان کے

---

[1] . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل قیام اللیل، ۳/ ۶۳۳، تحت الحدیث: ۱۱۶۱ ملخصاً۔

[2] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، ۳/ ۳۱۰، تحت الحدیث: ۱۲۳۴ ملتقطاً۔

[3] . . . عمدۃ القاری، کتاب التہجد، باب مایکرہ من ترک قیام اللیل۔۔۔ الخ، ۵/ ۵۰۳، تحت الحدیث: ۱۱۵۲ ملخصاً۔

والد نے بارگاہِ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔"[1]
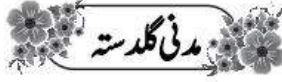
مدنی گلدستہ

"عبادت" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نمازِ تہجد کی عظمت و فضیلت کے لئے یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بذاتِ خود اپنی شہزادی حضرت سَیِّدَتُنا فاطمہ زہرا اور حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو جگانے ان کے گھر تشریف لے گئے۔

(2) تہجد پڑھنے والا اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اچھا آدمی ہونے کی صفت سے موصوف کیا جائے۔

(3) کمی بیشی کے بغیر نیک کام پر ہمیشگی اختیار کرنا مستحب ہے۔

(4) نفلی عبادت کے عادی شخص کو بلا عذر نفلی عبادت چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

(5) کسی عذر کی وجہ سے اگر کبھی نفلی عبادت ترک ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نمازِ تہجد پابندی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1164

رات بھر سونے والا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رَجُلٌ نَامَ لَیْلَۃً حَتّٰی اَصْبَحَ قَالَ: ذَاکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطَانُ فِیْ اُذُنَیْہِ اَوْ قَالَ: فِیْ اُذُنِہٖ.[2]

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۰۔

[2] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب ما روي فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح، ص ۳۰۵، حدیث: ۱۸۱۷۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو رات بھر سوتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس شخص کے دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کیا ہے۔" یا فرمایا: "اس کے ایک کان میں شیطان نے پیشاب کیا ہے۔"

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "رات بھر سوتا رہتا ہے تہجد کے لئے یا نمازِ فجر کے لئے نہیں اٹھتا پہلے معنٰی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ صحابہ کرام فجر ہرگز قضا نہ کرتے تھے اور ممکن ہے کسی منافق کا واقعہ ہو جو فجر میں نہ آتا تھا۔ معلوم ہوا کہ نمازِ فجر میں نہ جاگنا بڑی نحوست ہے، نیز کوتاہی کرنے والوں کی شکایت اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے، غیبت نہیں۔ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کیا ہے۔) حدیث بالکل ظاہری معنٰی پر ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ شیطان کھاتا بھی ہے، پیتا بھی ہے، قے بھی کرتا ہے گوز بھی مارتا ہے لہٰذا پیشاب بھی کرتا ہے چونکہ کان ہی سے اذان کی آواز سنی جاتی ہے اس لیے وہ خبیث غافل کے کان ہی میں موتتا ہے یعنی اسے ذلیل بھی کرتا ہے اور غافل بھی۔ خیال رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ کا تعریس (یعنی غزوۂ خیبر سے واپسی) کی رات صبح کو نہ جاگنا رب کی طرف سے تھا تاکہ امت کو نمازِ فجر قضا پڑھنے کے احکام معلوم ہوں۔"[1]

شیطان کے پیشاب کرنے کی حقیقت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: شیطان کے پیشاب کرنے کے معنٰی میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ حقیقت میں ایسا کرتا ہے۔ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: شیطان کے پیشاب کرنے کی حقیقت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کیونکہ ایسا ہونا ناممکن نہیں اور جب یہ بات ثابت ہے کہ شیطان کھاتا پیتا اور نکاح کرتا ہے تو اس کے پیشاب کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ علامہ خطابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: شیطان کا پیشاب کرنا یہ مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کی نیند

1 ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۵۴ ملخصاً۔

گہری ہو اور وہ نماز سے غافل ہو ایسے شخص کے حال کو اُس شخص کے حال سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہو جس سے اُس کا سننا دشوار ہو جاتا ہے۔ امام طحاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: شیطان کا اس کے کان میں پیشاب کرنا یہ اس سے اِستعارہ ہے کہ شیطان اس پر حکومت کرتا ہے اور وہ شخص شیطان کی اطاعت کرتا ہے۔

علامہ تورپشتی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ پیشاب کرنے سے مراد یہ ہو کہ شیطان اس کے کانوں میں باطل باتوں کو بھر دیتا ہے اور حق بات (یعنی اذان) سننے سے اس کے کانوں میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ بعض علما کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے بے نمازی کی توہین کرتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کانوں ہی کو کیوں خاص کیا گیا ہے حالانکہ آنکھوں کا ذکر زیادہ مناسب تھا۔ جواب: کانوں کو اس لئے خاص کیا گیا کیونکہ یہ سننے کی جگہ ہیں جب یہ مشغول ہوں گے تو جلد بیداری نہ ہو سکے گی۔ [1]

مدنی گلدستہ

”فجر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) فجر کی نماز سے غافل ہو کر رات سے صبح تک سونے والے کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حقوق میں سُستی کا نتیجہ یہ ہے کہ شیطان کو انسان پر پورا قابو مل جاتا ہے۔

(3) کوتاہی کرنے والوں کی شکایت اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے اور یہ غیبت نہیں کہلائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنے والے نیک لوگوں میں شامل فرمائے اور صبح جلدی اٹھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . عمدة القاری، کتاب التهجد، باب اذا نام ولم یصل بال الشیطان فی اذنه، ۵ / ۳۸۳، ۳۸۴، تحت الحدیث: ۱۱۴۴ ملخصاً۔

حدیث نمبر: 1165

غفلت کی تین گرہیں

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ تَعَالٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى اِنْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نُورِ مُجَسَّم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص سوجاتا ہے تو شیطان اس کی گُدّی پر تین گرہیں لگادیتا ہے، اور ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے: ”رات بہت لمبی ہے سوجا۔“ اگر وہ شخص بیدار ہوکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کُھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو کرے تو دوسری گرہ کُھل جاتی ہے اور اگر نماز ادا کرے تو تیسری بھی کُھل جاتی ہے اور وہ شخص صبح کے وقت خوش اور تروتازہ اٹھتا ہے ورنہ وہ صبح کے وقت بھاری طبیعت والا اور سُست ہوتا ہے۔“

گرہ لگانے سے مراد:

حدیثِ پاک میں ہے کہ جب انسان سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گرہیں لگاتا ہے۔ اس گرہ لگانے سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”گرہ لگانے کے بارے میں کئی قول ہیں: ایک یہ کہ یہ حقیقی گرہ ہے جو انسان کو سحر میں مبتلا کردیتی ہے کہ وہ رات کو نماز نہ پڑھ سکے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شیطان گرہوں میں پھونکنے والا فعل کرتا ہے۔ تیسرا قول یہ کہ دل پر گرہ لگاکر اس کو غافل کردیتا ہے گویا کہ اسے وسوسہ دیتا ہے کہ ابھی رات بہت باقی ہے سوجا اور وہ رات کی نماز سے محروم رہ جاتا ہے۔ چوتھا قول یہ کہ اس سے مراد شیطان کا شب بیداری سے روکنا ہے اور یہ مجازی معنٰی ہے۔“[2]

1 . . . بخاری، کتاب التهجد، باب عقد الشیطان علی قافیة الراس۔۔۔الخ، ۱/۳۸۷، حدیث: ۱۱۴۲۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب الحث علی صلاة الوقت وان قلت، ۳/۶۵، الجزء السادس۔

شیطانی گرہیں کھولنے کے تین عمل:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بلاوجہ تاویل کی ضرورت نہیں جادوگر دھاگے یا بالوں میں کچھ دم کرکے گرہ لگادیتے ہیں جس کا اثر مَسْحُور (جس پر جادو کیا جائے اس) پر ہوجاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے، اسی لیے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان تین گرہوں کے کھولنے کے لیے تین عمل ارشاد فرمائے۔(اور ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے: رات بہت لمبی ہے سو جا۔) یعنی یہ لفظ کہہ کر دم کرتا ہے اور گرہ لگا دیتا ہے جس کے اثر سے انسان پر غفلت طاری ہوجاتی ہے۔ مشائخ اللہ کا ذکر کرکے دھاگے پر پھونکتے اور گرہ لگاتے ہیں پھر مریض کے گلے میں ڈال دیتے ہیں اس کا ماخذ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ گنڈا حق ہے جس گنڈے کی حدیث شریف میں بُرائی آئی ہے وہ وہ گنڈا ہے جس پر شرکیہ الفاظ پڑھ کر دم کیا جائے۔(اگر وہ شخص بیدار ہوکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کُھل جاتی ہے۔) یہاں اللہ کے ذکر سے وہ ذکر مراد ہے جو اٹھتے ہی مومن کرتا ہے جن کا ذکر پہلے ہوچکا یہ ذکر اس جادو (یعنی شیطان کی طرف سے لگائی گئی گرہ) کا اُتار ہے۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر اور آپ پر درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے اگر درود پر آنکھ کُھلے تب بھی یہ ہی فائدہ ہوگا۔(پھر اگر وہ وضو کرے تو دوسری گرہ کُھل جاتی ہے اور اگر نماز ادا کرے تو تیسری بھی کُھل جاتی ہے۔) ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اسی لیے صاحبِ مشکوٰۃ یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے اور اگر کوئی نمازِ فجر کے لیے اٹھے اور یہ عمل کرے تب بھی اِنْ شَآءَ اللہ یہ فوائد ہوں گے۔ بعض روایات میں اسی جگہ عُقَدُ ہے عُقْدَہ کی جمع، معنٰی یہ ہوئے کہ اگر نماز پڑھ لے تو ساری گرہیں کُھل جاتی ہیں کیونکہ جب تیسری گرہ کُھل گئی تو سب ہی کُھل گئیں یا چونکہ نمازی آدمی وضو بھی کرتا ہے ذِکْرُ اللہ بھی لہٰذا نماز میں وہ دونوں چیزیں آگئیں۔ خیال رہے کہ جن عورتوں کی نماز معاف ہے وہ بھی معافی کے زمانہ میں جلد جاگیں، اللہ کا ذکر کریں، وضو کرلیں تو بہت اچھا ورنہ تڑکے (یعنی صبح سویرے) ہی منہ ہاتھ دھولیں۔(اور وہ شخص صبح کے وقت خوش اور تروتازہ اٹھتا ہے ورنہ وہ صبح کے وقت بھاری طبیعت اور

سُست ہوتا ہے۔) یعنی نمازِ تہجد کی برکت سے دل میں خوشی، نفس میں پاکی نصیب ہوتی ہے جو اس سے محروم ہے وہ ان دونوں کے کمال سے محروم ہے۔ اور جو نمازِ فجر سے غافل رہا اسے سستی بہت ہی ہوتی ہے، صبح کا اٹھنا تندرستی کی اصل ہے صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیے سمجھ دار کفار بھی اندھیرے منہ جاگتے ہیں۔[1]

گُدّی پر گرہیں لگانے کی وجہ:

عمدۃ القاری میں ہے: ''اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان گدی پر ہی گرہیں کیوں لگاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہم اور شیطان کے تَصَرُّف کا محل ہے جو شیطانی وسوسوں کو جلد قبول کرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو سوتے وقت آیتُ الکرسی پڑھتا ہے شیطان اس کے قریب نہیں آتا تو پھر شیطان کو گدی پر گرہ لگانے کا موقع کیسے ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے شیطان اس کی گدی پر گرہیں لگاتا ہے جو آیت الکرسی نہیں پڑھتا۔''[2]

مدنی گلدستہ

''نمازی'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جب انسان سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گُدی پر غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے، اگر انسان جاگ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے تو پہلی گرہ کُھل جاتی ہے پھر وضو کرنے سے دوسری اور نماز پڑھنے سے تیسری گرہ کُھل جاتی ہے۔

(2) نمازِ تہجد کی برکت سے دل میں خوشی اور پاکی نصیب ہوتی ہے۔

(3) صبح کا اٹھنا تندرستی کی اصل ہے اور صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے۔

(4) شیطان گُدی پر ہی گرہیں اس لئے لگاتا ہے کہ یہ وہم اور شیطان کے تصرف کا محل ہے جو جلدی وسوسوں کو قبول کرتا ہے۔

(5) جو رات کو آیۃ الکرسی پڑھ کر سوئے اس کی گُدی پر شیطان گرہیں نہیں لگا سکتا۔

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۵۳۔

[2] ... عمدۃ القاری، کتاب التہجد، باب عقد الشیطان علی قافیۃ الراس۔۔۔الخ، ۵/ ۴۸۱، تحت الحدیث: ۱۱۴۲ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شیطانی شکنجوں سے بچائے اور پانچ نمازوں پر پابندی کے ساتھ شب بیداری کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1166

سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! سلام کو عام کرو اور محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی اختیار کرو اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھا کرو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں چار کاموں کی بجا آوری پر جنت میں سلامتی کے ساتھ داخلے کی خوشخبری دی گئی ہے وہ چار باتیں یہ ہیں: **(1)** سلام عام کرنا **(2)** محتاجوں کو کھانا کھلانا **(3)** صلہ رحمی کرنا **(4)** شب بیداری کرنا۔ پہلی تین چیزوں کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہے جبکہ چوتھی کا تعلق اپنی نجی وذاتی زندگی سے ہے چونکہ یہ باب شب بیداری کے بارے میں ہے لہٰذا یہاں باب کی مناسبت سے مختصر شرح کی جائے گی مزید شرح کے لئے فیضان ریاض الصالحین، جلد6، باب نمبر 131، حدیث نمبر 849 اور اس کی شرح کا مطالعہ کیجئے۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہاں نماز سے تہجد مراد ہے یا مُطلق رات میں نماز ادا کرنا کیونکہ نمازی نرم بستر اور نیند کی لذت سے خود کو محروم کرکے اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہوتا ہے محض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے اسے یہ انعام دیا گیا ہے کہ عذابِ قبر سے محفوظ کرکے جنت میں داخل کیا جائے گا، مذکورہ چاروں کام کرنے والے کو ابتداءً ہی دخولِ جنت کی بشارت دی گئی ہے۔“[2]

1 . . . ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۴۲، ۴/ ۲۱۹، حدیث: ۲۴۹۳ بتغیر قلیل۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل قیام اللیل، ۳/ ۲۳۶، تحت الحدیث: ۱۱۶۴ ملخصاً۔

لوگوں کے آرام کے وقت نماز پڑھنا:

نبی مکرّم، نورِ مجسّم، شافعِ اُمم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! جنت میں کچھ ایسے شاندار محلّات ہیں جن کا بیرونی حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وہ محلات ان کے لئے تیار فرمائے ہیں جو محتاجوں کو کھانا کھلاتے، سلام عام کرتے اور رات کو لوگوں کے آرام کے وقت نماز پڑھتے ہیں۔“[1]

امیر المومنین حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے کپڑوں کے نئے جوڑے نکلتے ہیں۔ اس کی جڑوں سے زین پہنے ہوئے سونے کے ایسے گھوڑے نکلتے ہیں جن کی لگامیں موتی اور یاقوت کی ہوتی ہیں۔ وہ پیشاب وپاخانہ نہیں کرتے، ان کے پَر ہوتے ہیں۔ وہ حدِ نگاہ پر قدم رکھتے ہیں اور اہلِ جنت جہاں چاہیں گے وہ ان کو لے کر اڑیں گے۔ نچلے درجے والے عرض کریں گے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ان لوگوں کو یہ بلند درجہ کیسے ملا؟ ارشاد ہوگا: یہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سوجایا کرتے تھے، یہ دن میں روزہ رکھتے تھے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے جبکہ تم راہِ فرار اختیار کرتے تھے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونا چاہے اسے چاہیے کہ سلام عام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو شب بیداری کرے۔

(2) شب بیداری کرنے والے، دن میں روزہ رکھنے والے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے جنت میں ایسے گھوڑوں پر سوار ہوں گے جن کی لگامیں موتی اور یاقوت کی ہوں گی وہ انہیں لے کر اُڑیں گے جہاں یہ

❶ ... صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ذکر وصف الغرفۃ التی اعدھا اللہ لمن اطعم الطعام...الخ، ۱/ ۳۶۲، حدیث: ۵۰۹۔

❷ ... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، ۶/ ۳۶۹، حدیث: ۲۲۳۔

چاہیں گے۔

(3) جنت کے بلند و بالا محلات جن میں سے آر پار نظر آتا ہے ان خوش نصیبوں کے لئے ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں، سلام عام کرتے ہیں اور نمازِ تہجد ادا کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سلام عام کرنے، لوگوں کو کھانا کھلانے، صلہ رحمی اختیار کرنے اور شب بیداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1167

فرض نماز کے بعد سب سے افضل عمل

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ صَلَاۃُ اللَّیْلِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مہینے محرم کے ہیں، دوسری یہ کہ فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے، دونوں باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مُراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہِ محرم ورنہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے۔ (فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔) فرض سے مراد نماز پنج گانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سُنَنِ مُؤَکَّدہ کے بعد درجہ نمازِ تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور (حاضر رہنا و متوجہ ہونا) بھی غالب، یہ نماز حضورِ انور

1 . . . مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، ص ۵۹۲، حدیث: ۲۷۵۵۔

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر فرض تھی۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۷۹) (ترجمۂ کنز الایمان: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔) ربّ تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۶) (ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے) اور فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۴) (ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔) وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے اِنْ شَآءَ اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔[1]

مدنی گلدستہ

”فرض“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ عاشورہ (یعنی دس محرم) کا ہے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تہجد کی نماز فرض تھی۔

(3) فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فرائض، وتر اور سُنَنِ مُؤَکَّدہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ نمازِ تہجد کی برکتیں حاصل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1168

تَہَجُّد کی نماز دو دو رکعات پڑھنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۷۹۔

2 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی...الخ، ص ۲۹۴، حدیث: ۱۷۵۰۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور جب صبح ہونے کا ڈر ہو ایک رکعت ملا کر وتر پڑھ لو۔“

حدیث نمبر: 1169

وِتر کو تَہَجُّد کے ساتھ پڑھنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی وَیُوْتِرُ بِرَکْعَةٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں دو دو رکعات نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت ملا کر (تین رکعات) وتر ادا فرماتے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ میں نمازِ تہجد کی رکعات کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث پاک میں نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور جب صبح (یعنی فجر کا وقت) ہونے کا ڈر ہو (اور وتر نہ پڑھے ہوں تو آخری دو رکعتوں کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر وتر پڑھ لو۔ جبکہ دوسری حدیث پاک میں نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فعل مبارک کا ذکر ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں دو دو رکعات نماز پڑھتے اور (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر (تین رکعت) وتر ادا فرماتے۔ فقیہِ اعظم حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جن روایتوں میں اَوْتِرْ بِوَاحِدَۃٍ یا یُوْتِرُ بِوَاحِدَۃٍ آیا ہے ان سے مراد یہ ہے کہ پہلی والی دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر پڑھتے تھے یا اس کو وتر بنا دیتے۔[2] صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آٹھ تک ثابت۔“ مزید فرماتے ہیں: ”جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے (تہجد) چھوڑنا مکروہ ہے۔“[3]

---

1 ... بخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر، ۱/ ۳۴۱، حدیث: ۹۹۵۔

2 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۵۹۸۔

3 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۷۸، حصہ ۴ ملتقطاً۔

حدیث نمبر: 1170

رات میں عبادت اور آرام

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ مِنَ الشَّھْرِ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَّا یَصُوْمَ مِنْہُ وَیَصُوْمُ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَّا یُفْطِرُ مِنْہُ شَیْئًا وَکَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاہُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْتَہُ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی مہینے اس قدر روزے ترک فرمادیتے کہ ہمیں گمان ہوتا کہ شاید اب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس مہینے میں روزے نہیں رکھیں گے اور کبھی اس قدر (مسلسل) روزے رکھتے کہ ہمیں گمان ہوتا کہ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزہ نہیں چھوڑیں گے اور اگر تم رات کے وقت حضور کو نماز پڑھتا دیکھنا چاہو تو ایسے ہی پاؤ گے اور اگر آرام فرما دیکھنا چاہو تو ایسے ہی پاؤ گے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نفلی روزے اور رات کی نماز کے معمول کو بیان کیا گیا ہے کہ نفلی روزوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معمول یہ تھا کہ رمضان کے علاوہ بقیہ ماہ میں کچھ دن روزے رکھتے اور کچھ دن ترک فرمادیتے یعنی مسلسل پورے پورے مہینے کا روزہ نہ رکھتے جبکہ رات کی نماز میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے کسی بھی حصے میں نماز ادا فرماتے کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ فقیہِ اعظم حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل پورے مہینے کا سوائے رمضان کے کسی مہینے روزے نہیں رکھتے تھے اور نہ کوئی مہینہ روزے سے خالی رہتا۔ یہی قیام لیل کا حال تھا نہ پوری رات قیام فرماتے اور نہ کوئی رات قیام سے خالی رہتی، اس کا وقت مقرر نہ تھا۔“[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں

[1] ... بخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل ونومہ...الخ، ۱/ ۳۸۷، حدیث: ۱۱۴۱۔

[2] ... نزہۃ القاری، ۲/ ۶۸۴۔

میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل افطار۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے روزۂ داوٗدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزۂ داوٗدی سنتِ قولی ہے اور اس طرح روزے سنتِ فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔[1] مزید فرماتے ہیں: عائشہ صدیقہ کی وہ روایت کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں سارے ماہ سے اکثر مراد ہے یعنی قریباً سارا مہینہ۔[2] (تم رات کے وقت نماز پڑھتا دیکھنا چاہتے تو ایسے ہی پاتے اور آرام فرما دیکھنا چاہتے تو اسی صورت میں دیکھتے۔) یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعدِ تہجد پھر سو جاتے۔[3]
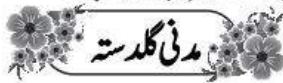
مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آٹھ تک ثابت ہیں۔

(2) نفلی عبادت کرنے میں اپنی طاقت و ہمت کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جتنی عبادت آسانی سے ہو سکے اتنی ہی کی جائے۔

(3) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان کے علاوہ کسی مہینہ میں پورا ماہ روزے نہ رکھتے بلکہ کچھ دن مسلسل روزے رکھتے اور کچھ دن مسلسل افطار۔

(4) نمازِ تہجد کے لیے کوئی وقت مخصوص نہیں ہے رات کے کسی بھی حصے میں پڑھی جا سکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر ادا پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

1... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۳۔
2... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۷۲۔
3... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۳۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1171

رات کی نماز میں طویل سجدہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ يُصَلِّي اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً تَعْنِي فِي اللَّيْلِ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً قَبْلَ اَنْ يَرْفَعَ رَاْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلَاةِ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ اتنی دیر سجدہ فرماتے جتنی دیر تم میں سے کوئی (سجدے سے) اپنا سر اٹھانے سے پہلے پچاس آیات پڑھ لے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت (سنت) ادا فرماتے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس آتا اور نماز کی اطلاع دیتا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رات کے معمولات کا ذکر ہے کہ رات میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گیارہ رکعات نماز ادا فرماتے اور ان رکعات میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سجدہ پچاس آیات پڑھنے کے برابر طویل ہوتا پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سنتِ فجر ادا فرمانے کے بعد کچھ دیر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس آتا اور نماز کی اطلاع دیتا۔ گیارہ رکعات کی وضاحت کرتے ہوئے فقیہِ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”چھ (تہجد کے) نفل، تین وتر دو فجر کی سنت۔“(2)

طویل سجدہ کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تہجد کی نماز

1 . . . بخاری، کتاب الوتر، باب ماجاء فی الوتر، ۱ / ۳۴۱، حدیث: ۹۹۴ بتغیر۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۲ / ۵۹۹۔

میں طویل سجدہ اس لئے کرتے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سجدہ میں دعا کی بہت کوشش فرماتے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے گڑگڑاتے اور سجدہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے تواضع اور عاجزی کرنے کا بہت انتہاو کمال کو پہنچاہوا حال ہے۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا جس کی وجہ سے وہ قیامت تک لعنت کا مستحق ہو گیا اس کے بعد ہمیشہ کے لئے دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خلوت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرنے کے لئے طویل سجدہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کے لئے اس میں اُسوۂ حسنہ ہے ان کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فعل کی اقتدا کریں اور جس کو تہجد کی نماز مُیَسَّر ہو وہ سجدہ میں گر کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے معافی اور مغفرت کا سوال کرے۔ سلف صالحین بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو اسحاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے زیادہ کسی کو طویل سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت یحییٰ بن وثاب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: حضرت سَیِّدُنا ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سجدہ میں پڑے رہتے تھے اور چڑیاں آکر ان کی کمر پر بیٹھ جاتیں اور سمجھتیں یہ کوئی دیوار کا حصہ ہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1172 میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: مَا کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً: یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: یَا عَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان میں یا اس کے علاوہ (رات میں) گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب طول السجود فی قیام اللیل، ۳/۱۱۲۔

2 . . . بخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ، ۱/۳۸۹، حدیث: ۱۱۴۷۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چار رکعات پڑھتے، تم ان کی عمدگی اور طوالت کا نہ پوچھو، پھر چار رکعات اور پڑھتے، تم ان کی عمدگی اور طوالت کے متعلق نہ پوچھو۔ پھر تین رکعتیں (وتر) ادا فرماتے۔ میں نے عرض کیا: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ وتر ادا کرنے سے پہلے آرام فرماہوتے ہیں؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔“

نمازِ تہجد کی رکعات:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تہجد کی نماز کو طوالت اور عمدگی کے ساتھ چار چار رکعات میں ادا فرماتے جبکہ اسی باب کی حدیث نمبر 1168 اور 1169 میں گزرا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تہجد کی نماز دو دو رکعات میں ادا فرماتے۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تہجد کی نماز کی رکعات میں اختلاف ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کتنی رکعات ادا فرماتے اور کس طرح ادا فرماتے حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چار رکعات پڑھتے تھے، یہ حدیث مجمل ہے اور ابواب الوتر میں حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں گیارہ رکعات وتر کے ساتھ ادا فرماتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے (گویا چار رکعات نماز دو سلام کے ساتھ ادا فرماتے)۔ نیز اسی حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا“ یہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اسی لئے حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا خواب وحی ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کے سونے میں تمام لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور آنکھوں کے سونے میں تمام لوگوں کے برابر۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سو گئے حتّٰی کہ انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خراٹوں کی آواز سنی، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ حضرت عکرمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محفوظ تھے۔ اگر یہ اعتراض

کیا جائے کہ نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نیند سے اٹھ کر وضو فرمایا کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر نماز کے لیے وضو فرماتے تھے اور یہ بعید نہیں کہ جب نیند آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قلب پر غالب آجائے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وضو فرمائیں اور یہ بہت نادر ہے جیسا کہ ایک سفر میں فجر کی نماز کے وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قلب پر نیند غالب آگئی (اور اس میں حکمت یہ تھی) کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی امت کو سکھائیں کہ نماز کا وقت نکلنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی (اس نماز کی قضا پڑھی جاتی ہے) خواہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے ہو یا بھولنے کی وجہ سے۔[1]
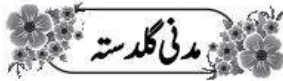
مدنی گلدستہ

”سجدہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خلوت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اپنے رب تعالیٰ سے مُناجات کرنے کے لئے طویل سجدہ کرتے تھے۔

(2) حضرت سَیِّدُنا ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دیر تک سجدہ میں رہتے تھے حتّٰی کہ چڑیاں آکر ان کی کمر پر بیٹھ جاتیں۔

(3) سجدہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے عاجزی وانکساری کرنے کا بہت بلیغ حال ہے۔

(4) انبیائے کرام کی آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عمدگی اور اخلاص کے ساتھ شب بیداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب قیام الرسول باللیل فی رمضان وغیرہ، ۳/۱۴۲، ۱۴۳ ملخصاً۔

رات کے آخری حصہ میں نماز

حدیث نمبر: 1173

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ آخِرَهُ فَيُصَلِّيْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے پہلے حصہ میں آرام فرماتے اور آخری حصے میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔

رات میں قیام کا افضل وقت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے پہلے حصے میں آرام فرماتے اور آخری حصہ میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نفس اور آنکھ کا حق ادا کرنے کے لیے رات کے شروع میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آرام فرماتے کہ مسلسل اَعمال کرنے کی وجہ سے جسم میں تھکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور رات کے آخری حصہ میں قیام فرماتے۔ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں اس وقت قیام فرماتے جب مرغ اذان دیتا اور مرغ آدھی رات کے بعد اذان دیتا ہے اور قیام سے مقصود نماز کی ادائیگی ہوتی اور رات میں قیام کا افضل وقت یہی ہے۔“[2]

امام ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی نصیحت:

حضرت سَیِّدُنا امام اَبُو الْفَرَج عبد الرحمن ابنِ جَوْزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اے راہِ صالحین سے دور رہنے والے! تجھ پر اپنے نورِ بصارت کی اِصلاح لازم ہے، تاریک دل شکوک کے کانٹوں پر چل رہا ہے اور تُو بے خبر ہے، توبہ کرنے والا اپنی عمر عبادت میں گزارتا ہے، دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات میں عبادت کرتا ہے جبکہ آرام پسند اور کاہل آدمی کا وقت غفلت میں گزرتا ہے، اس کی بصیرت غور و تفکر سے بے بہرہ ہوتی ہے کیونکہ جو شخص دنیا سے بے رغبتی کا مزہ چکھ لیتا ہے اسے شب بیداری اور رات

1 . . . بخاری، کتاب التهجد، باب من نام اول الليل واحيا آخره، ١/ ٣٨٩، حديث: ١١٤٦ بتغير قليل۔

2 . . . دليل الفالحين، كتاب الفضائل، باب في فضل قيام الليل، ٣/ ٢٤٠، تحت الحديث: ١١٧١ ملخصا۔

میں نماز پڑھنے میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے، اگر تمہیں رات کے اَوائل میں تہجد پڑھنے والے نظر نہیں آتے تو سحری کے وقت انہیں دیکھ لیا کرو اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ کہ اب تو اس بڑھاپے کی فجر طلوع ہو چکی ہے اگر تو بار گاہِ خداوندی سے پیچھے رہ گیا تو یہ پیچھے رہ جانا تجھے ذلت میں ڈال دے گا۔"[1]

شب بیداری میں آسانی کے ظاہری وباطنی اسباب:

حُجَّۃُ الْاِسْلَام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شب بیداری میں آسانی کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو شخص شب بیداری کو آسان کرنے والے ظاہری وباطنی اسباب کا لحاظ نہیں کرتا اس کے لئے رات میں عبادت کرنا مشکل ہے۔

چار ظاہری اسباب:

(1) زیادہ کھانے سے پرہیز: کیونکہ شب بیداری کرنے والا اگر زیادہ کھانا کھائے گا تو پانی بھی زیادہ پیئے گا یوں اس پر نیند غالب آجائے گی اور شب بیداری مشکل ہو جائے گی۔ بعض شیوخ ہر رات دستر خوان پر کھڑے ہو کر فرماتے: "اے راہِ آخرت کا ارادہ کرنے والے گروہ! زیادہ کھانا نہ کھاؤ کہ اس طرح تم پانی بھی زیادہ پیو گے، پھر سوؤ گے بھی زیادہ اور پھر موت کے وقت حسرت بھی زیادہ کرو گے۔" یہ (شب بیداری و تندرستی کا) بہت بڑا ضابطہ ہے کہ معدے کو کھانے کے بوجھ سے ہلکا رکھا جائے۔ **(2)** دن کے وقت نفس کو نہ تھکانا: شب بیداری کے خواہش مند کو چاہیے کہ دن کے اوقات میں نفس کو زیادہ نہ تھکائے کیونکہ دن کے وقت نفس کو ایسے اعمال کے ذریعے تھکا دینا بھی نیند کا سبب ہے کہ جن کی وجہ سے اعضا عاجز آجاتے اور اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں۔ **(3)** دن کے وقت قیلولہ کرنا: دن میں قیلولہ بھی ترک نہ کرے کہ یہ شب بیداری میں مدد لینے کے لئے سنت ہے۔ **(4)** دن میں گناہوں سے اجتناب کرنا: دن میں گناہوں سے اجتناب کرے کیونکہ یہ دل کی سختی کا باعث بنتے اور اسبابِ رحمت کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔

چار باطنی اسباب:

(1) دل کا سلامت ہونا: اس سے مراد یہ ہے کہ دل مسلمانوں کے بغض و کینہ، بدعتوں اور فضول قسم

[1] ... آنسوؤں کا دریا، ص ۱۱۵۔

کے دنیوی خیالات سے پاک وصاف ہو کیونکہ جو دنیا کی تدبیر کرنے کی فکر میں مگن ہو اس کے لئے شب بیداری کرنا آسان نہیں، اگر کر بھی لے تو نماز میں غور وفکر نہیں کر پاتا بلکہ دنیوی کاموں کے بارے میں سوچتا رہتا اور اسی کے وسوسوں میں گھومتا رہتا ہے۔ **(2)** دل پر خوف طاری ہو: دل پر خوف کا غلبہ جبکہ امید کم ہو کیونکہ جب یہ آخرت کی ہولناکیوں اور جہنم کے درجات کے بارے میں غور وفکر کرے گا تو اس کی نیند اڑ جائے گی اور خوف میں زیادتی ہوگی۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا طاؤس بن کیسان یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”جہنم کے ذکر نے عابدین کی نیندیں اڑا دی ہیں۔“ **(3)** شب بیداری کی فضیلت میں وارد آیات، احادیث اور آثارِ صحابہ وتابعین پیش نظر ہوں: کہ اس کے سبب حُصُول ثواب کے لئے امید وشوق مضبوط ہوگا اور پھر شوق مزید مقامات تک طلب اور جنت کے درجات میں رغبت کی طرف ابھارے گا۔ **(4)** ذاتِ باری تعالیٰ پر پختہ ایمان اور اس کی کامل محبت دل میں ہو: یہ سبب سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس بات پر پختہ ایمان ہو کہ حالتِ قیام میں یہ جو کچھ بھی کہتا ہے ہر ہر حرف کے ذریعے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کر رہا ہے اور وہ اس پر آگاہ ہے۔ نیز (وسوسوں سے خالی) جو خیالات دل میں آئیں ان کا بھی مشاہدہ کرے اور یقین رکھے یہ خطرات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اسے خطاب ہیں۔ کیونکہ جب کوئی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرے گا تو وہ لازمی طور پر اس کے ساتھ خلوت کو بھی پسند کرے گا اور اس سے مناجات کرنے کی لذّت پائے گا اور حبیب کے ساتھ مناجات کرنے کی لذّت زیادہ دیر قیام کرنے پر اُبھارے گی۔[1]

مدنی گلدستہ

”تھجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے پہلے حصے میں آرام فرماتے اور آخری حصے میں عبادت۔

(2) شب بیداری کے خواہش مند کو چاہیے کہ دن کے اوقات میں نفس کو زیادہ نہ تھکائے کیونکہ دن کے وقت نفس کو ایسے اعمال کے ذریعے تھکا دینا بھی نیند کا سبب ہے کہ جن کی وجہ سے اعضا عاجز آجاتے

1 . . . احیاء العلوم، ۱/ ۱۰۶۰ تا ۱۰۶۴ ملتقطاً۔

ہیں اور اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں۔

(3) جو شخص شب بیداری کو آسان کرنے والے ظاہری و باطنی اسباب کا لحاظ نہیں کرتا اس کے لئے رات میں عبادت کرنا مشکل ہے۔

(4) زیادہ کھانے سے پرہیز اور قیلولہ کرنا شب بیداری میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شب بیداری کے ذریعے خوب خوب عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

رات کی نماز میں طویل قیام

حدیث نمبر: 1174

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَیْلَۃً فَلَمْ یَزَلْ قَائِمًا حَتّٰی ھَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قِیْلَ: مَا ھَمَمْتَ؟ قَالَ: ھَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَہٗ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسلسل کھڑے رہے، یہاں تک کہ میں نے ایک نامناسب بات کا اِرادہ کیا۔ پوچھا گیا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ کہتے ہیں: میں نے چاہا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ساتھ چھوڑ دوں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کی نماز میں طویل قیام فرماتے اور دوسری یہ کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں رات میں نماز ادا کی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طویل قیام کی وجہ سے ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیٹھنے کا ارداہ کیا لیکن پھر یہ خیال کرکے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوں اور میں بیٹھ جاؤں یہ بات ادب و تعظیم کے خلاف ہے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں کھڑے رہے۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ

---

[1] ۔۔۔مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل، ص ۳۰۵، حدیث: ۱۸۱۵ بتغیر قلیل۔

الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نماز میں بیٹھنے کو بُری بات قرار دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ امر ادب کے خلاف اور صورتاً مخالفت تھی۔“[1]

طویل قیام افضل ہے یا طویل رکوع وسجود؟

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹھنے کو بُری بات کیوں کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مخالفت یہ بُری بات ہے، قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖۤ ترجمۂ کنز الایمان: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں۔ (پ۱۸، النور: ۶۳)

اسی طرح جن لوگوں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: ”امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“ مذکورہ حدیثِ پاک میں رات کی نماز میں طویل قیام کی دلیل ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیٹھنے کا اِرادہ کیا اور ان کا یہ اِرادہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طویل قیام کی وجہ سے تھا۔ علمائے کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ نفل نماز میں طویل قیام افضل ہے یا کثرتِ رکوع و سجود؟ حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ وہ طویل قیام نہیں کرتے تھے اور رکوع و سجود کی کثرت کرتے تھے پس آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”جس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے درجہ کو بلند فرماتا اور گناہ کو مٹاتا ہے۔“ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان کو نماز پڑھتے دیکھا جو لمبی نماز پڑھ رہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر چلا گیا تو حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس کو کون جانتا ہے؟ ایک

[1] ... عمدة القاری، کتاب التھجد، باب طول الصلاة فی قیام اللیل، ۵/ ۶۸۳، تحت الحدیث: ۱۱۳۵۔

شخص نے عرض کی: میں جانتا ہوں۔ فرمایا: اگر میں اس کو جانتا تو میں اس کو حکم دیتا کہ یہ لمبے رکوع و سجود کرے کیونکہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: "جب بندہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہوں کو اس کے سر اور کندھوں پر رکھ دیا جاتا ہے پھر جب وہ رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔" بعض علما نے فرمایا کہ طویل قیام کرنا افضل ہے۔ ان کی دلیل حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ حدیثِ پاک ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا گیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس میں قیام لمبا ہو۔"[1]

مدنی گلدستہ
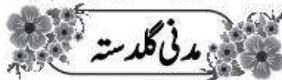
"صبر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) تہجد کی نماز میں طویل قیام کرنا افضل ہے۔

(2) یہ بات ادب و تعظیم کے خلاف ہے کہ کوئی دینی پیشوا کھڑا ہو اور ہم بیٹھ جائیں۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس قدر تعظیم کرتے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں کسی نامناسب بات کو بھی بہت بُرا تصوُّر کرتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پابندی کے ساتھ نمازِ تہجد پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نمازِ تہجد میں طویل قراءت

حدیث نمبر: 1175

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَۃَ فَقُلْتُ: یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِئَۃِ ثُمَّ مَضٰی فَقُلْتُ: یُصَلِّیْ بِھَا فِیْ رَکْعَۃٍ فَمَضٰی فَقُلْتُ: یَرْکَعُ بِھَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَاَھَا ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَھَا یَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰیَۃٍ فِیْھَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ وَاِذَا

[1] . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ۳/ ۱۲۴، ۱۲۵ ملخصاً۔

مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهُ قَرِيْبًا مِنْ قِيَامِهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی، میں نے دل میں کہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سو آیات پر رکوع فرمائیں گے مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا کہ شاید آپ پوری سورت پڑھ کر رکوع میں جائیں گے لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ اب آپ رکوع میں جائیں گے لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سورۂ نِساء شروع فرمادی اور اسے مکمل پڑھا پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ آلِ عمران شروع فرمادی اور اسے بھی مکمل پڑھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ترتیل اور خوبی کے ساتھ پڑھ رہے تھے، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح ہوتی تو آپ تسبیح پڑھتے (یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے) اور جب آپ کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں سوال (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مانگنے) کا ذکر ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوال فرماتے اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں تَعَوُّذ (یعنی پناہ مانگنے) کا ذکر ہوتا تو آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رکوع فرمایا اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ کا رکوع بھی قیام کے برابر ہوگیا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے اور تقریباً اتنی دیر کھڑے رہے کہ آپ کا قومہ رکوع کے برابر ہوگیا پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سجدہ کیا اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھتے رہے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سجدہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا۔

نوافل میں اقتدا کرنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں نمازِ تہجد میں طویل قیام و قراءت اور طویل رکوع و

[1] ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل، ص ۳۰۵، حدیث: ۱۸۱۴۔

سجود کا بیان ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی رات کی نماز کی کیفیت کو بیان فرمارہے ہیں کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے پہلے سورۂ بقرہ شروع فرمائی اسے مکمل پڑھا پھر سورۂ نساء مکمل پڑھی اور پھر سورۂ آلِ عمران بھی مکمل پڑھی، اس کے بعد رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ بھی اسی طرح طویل فرمایا۔ اس کے علاوہ حدیث پاک میں چند اور بھی اہم باتوں کا بیان ہے جیسا کہ نفل نماز کی جماعت کا بیان، سورتوں کی ترتیب کا مسئلہ، پھر نماز کے درمیان تسبیح، حمد اور تعوذ کا بیان۔ حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں جو نماز پڑھی وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافَعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ تہجد کی نماز تھی۔[1]

نفل کی جماعت کا حکم:

نوافل کی جماعت میں اگر امام کے سوا تین آدمی ہوں تو بلا اختلاف جائز ہے اور تین سے زیادہ ہوں تو مکروہِ تنزیہی، خلافِ اَولیٰ ہے یعنی نہ کرنا بہتر ہے لیکن کی جائے تو کوئی ناجائز و گناہ نہیں اور بعض کے نزدیک مطلقاً جائز ہے بلکہ بہت سے اکابر دین سے نوافل کی جماعت ثابت ہے اور متاخرین فُقہا نے لوگوں کی نیکیوں کی طرف رغبت کم ہونے کی وجہ سے نوافل کی جماعت کے جواز ہی کا فتویٰ دیا ہے کہ عوام کو نماز سے دُور کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انہیں نماز کی طرف راغب رکھا جائے اور اس سے بالکل منع نہ کیا جائے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ”نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی، چار کی نسبت کتبِ فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہتِ تنزیہ جس کا حاصل خلافِ اَولیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام۔ مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابرِ دین سے جماعتِ نوافل بِالتَّداعی (یعنی لوگوں کو بلا کر جماعت قائم کرنا) ثابت ہے اور عوام فعلِ خیر سے منع نہ کیے جائیں گے۔ علمائے اُمَّت و حکمائے مِلَّت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔ دُرِّ مختار میں ہے: عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوتی ہے۔[2]

1 ... دلیل الفالحین، باب فی المجاهدة، ١/ ٣١٩، تحت الحدیث: ١٠٢۔
2 ... فتاویٰ رضویہ، ٧/ ٤٦٥۔

خلافِ ترتیب قراءت کا مسئلہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی پھر سورۂ نساء اور اس کے بعد سورۂ آلِ عمران جبکہ سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے سورۂ بقرہ کے بعد سورۂ آل عمران ہے اور پھر سورۂ نساء، اس سے معلوم ہوا کہ نوافل میں خلافِ ترتیب قراءت جیسے سورۃ الناس پھر سورۃ الفلق پڑھنا جائز ہے جبکہ فرائض میں سورتوں کی ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ترتیب کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھنا واجب ہے اور خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے یہ حکم فرائض کا ہے اور نوافل میں خلافِ ترتیب پڑھنے کی اجازت ہے۔[1]

دورانِ نماز تسبیح، تحمید اور تعوّذ کا حکم:

حدیثِ پاک میں اِس بات کا بھی ذِکر ہے کہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی ایسی آیت کی تلاوت فرماتے جس میں تسبیح کا ذِکر ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کرتے، سوال کا مقام ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے، تَعَوُّذ ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے۔ اسی طرح بعض اَحادیث میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ جس آیت میں جنت یا دیگر نعمتوں کا تذکرہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بارگاہِ الٰہی سے جنت اور نعمت کا سوال کرتے اور جب آیتِ عذاب پڑھتے یا جہنم کا ذِکر ہو یا پھر وعید کا ذِکر ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طلب کرتے۔

واضح رہے کہ امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے نزدیک فرائض و نوافل میں دورانِ تلاوت تسبیح، تحمید اور تعوّذ کرنا مطلق جائز ہے جبکہ اَحناف کے نزدیک فرائض میں دورانِ قراءت، تسبیح، تحمید، سوال کرنا وغیرہ جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے البتہ نوافل میں مطلق جائز ہے۔ نیز حدیثِ پاک میں جس نماز کا ذِکر ہے وہ بھی نفل نماز تھی۔ چنانچہ مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَنَّان

---

1 ... فتاویٰ امجدیہ، ١/ ٩٥، ٩٦ملتقطاً۔

فرماتے ہیں: ”یہاں نفل نماز مراد ہے فرائض میں دورانِ قراءت ٹھہرنا اور مانگنا مستحب کے خلاف ہے اگرچہ جائز ہے۔“(1)

تسبیحاتِ رکوع وسجود کی قرآن سے مُوافقت:

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب رکوع میں جاتے تو ”سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم“ پڑھتے اور جب سجدے میں جاتے تو ”سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی“ پڑھتے۔ رکوع وسجود کی یہ تسبیحات بھی قرآنِ کریم کی موافقت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کو عطا فرمائیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عُقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ”جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ﴾ (پ ۲۷، الواقعہ: ۷۴) تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اسے اپنے رکوع میں شامل کرلو اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ (پ ۳۰، الاعلیٰ: ۱) تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدے میں شامل کرلو۔“(2)

ایک لطیف نکتہ:

یہاں ایک لطیف نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم رکوع کے ساتھ اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کو سجدے کے ساتھ خاص فرمایا۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لفظ ”اعلیٰ“ لفظ ”عظیم“ سے زیادہ بلیغ یعنی کمال وانتہا کو پہنچا ہوا ہے اور رکوع کے مقابلے میں سجدے میں زیادہ تواضع و انکساری ہے۔ اس لیے عاجزی میں جو لفظ زیادہ بلیغ ہے اُسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سجدے کے لیے مُعَیَّن فرمادیا اور سجدے میں بندہ اپنے ربّ کا زیادہ قرب پاتا ہے اس لیے اس میں اعلیٰ تسبیح پڑھنا مستحب ہے۔(3)

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کے لیے فیضان ریاض الصالحین، جلد دوم، باب 11،

---

(1) ... مرآۃ المناجیح، ۲/۵۷۔

(2) ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده، ۱/۳۳۰، حدیث: ۸۶۹۔

(3) ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الرکوع، ۲/۲۰۱، تحت الحدیث: ۸۷۹۔

حدیث نمبر 102 اور اس کی شرح کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ
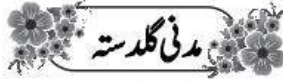
”نوافل“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نمازِ تہجد کی ادائیگی حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظیم سنت ہے۔

(2) نوافل میں اقتدا کرنا اور نمازِ تہجد کو طویل کرنا دونوں سنت سے ثابت ہیں۔

(3) نوافل میں خلافِ ترتیب قراءت کرنا جیسے سورۃ النساء پھر سورۃ الفلق پڑھنا جائز ہے۔

(4) فرائض میں دورانِ قراءت تسبیح، تحمید، سوال کرنا وغیرہ جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے البتہ نوافل میں مطلق جائز ہے۔

(5) رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنا سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کی کثرت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور نمازِ تہجد جیسی عظیم سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

کونسی نماز افضل ہے؟

حدیث نمبر: 1176

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّ الصَّلَاۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: طُوْلُ الْقُنُوْتِ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: کونسی نماز افضل ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس کا قنوت لمبا ہو۔“

(1) ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، ص ٧٢٩، حدیث: ١٧٦٩ ۔

کثرتِ رکوع و سجود افضل ہیں یا طویل قیام؟

"کون سی نماز افضل ہے؟" اس کے تحت **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی نماز کا کون سا رکن یا کون سی صفت افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارکانِ نماز آپس میں یکساں نہیں۔ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جس کا قنوت لمبا ہو۔) قنوت کے معنٰی اطاعت، عاجزی، نماز، دعا، خاموشی اور قیام ہے۔ یہاں یا عاجزی یا خشوع مراد ہے یا قیام۔ دوسرے معنٰی (یعنی قیام) زیادہ ظاہر ہیں۔ خیال رہے کہ بعض کے نزدیک سجدہ افضل ہے اور بعض کے ہاں قیام افضل، بعض کے خیال میں رات کی نماز میں لمبا قیام افضل اور دن کی نماز میں زیادہ سجدے بہتر مگر امام صاحب (امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) کے یہاں لمبا قیام بہتر ہے کیونکہ اس میں مشقت اور خدمت زیادہ ہے یعنی اگر ایک گھنٹہ نوافل پڑھنے ہیں تو بجائے چھوٹی بیس رکعتوں کے لمبی چار رکعتیں پڑھے۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے جن روایتوں میں زیادتیٔ سجدہ کو افضل کہا گیا ہے وہاں کوئی خاص سبب ہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1177

پسندیدہ روزے اور پسندیدہ نماز

عَنْ عَبْدِ اللہِ بنِ عَمْرِو بنِ العَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وسَلَّم قَالَ: اَحَبُّ الصَّلَاۃِ اِلَی اللہِ صَلَاۃُ دَاوُدَ وَاَحَبُّ الصِّیَامِ اِلَی اللہِ صِیَامُ دَاوُدَ کَانَ یَنَامُ نِصْفَ اللَّیْلِ وَیَقُوْمُ ثُلُثَہٗ وَیَنَامُ سُدُسَہٗ وَیَصُوْمُ یَوْمًا وَیُفْطِرُ یَوْمًا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی نماز ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرتِ داؤد

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۶۸۔

2 ... مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ...الخ، ص ۵۸۳، حدیث: ۲۷۳۹ بتغیر۔

عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے ہیں۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام آدھی رات آرام فرماتے، تہائی رات نماز پڑھتے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

صومِ داوٗد اور صلوٰۃِ داوٗد کے افضل ہونے کی وجہ:

حضرت سَیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے اور نماز کے پسندیدہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فقیہ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”چونکہ انسان پر نماز اور روزے کے علاوہ اور بھی فرائض عائد ہیں، مثلاً اہل و عیال کی پرورش، جہاد، حج وغیرہ، اور ہمیشہ رات بھر جاگنے اور مسلسل روزے رکھنے سے اِن چیزوں میں خلل واقع ہوگا اور کمزوری کے باعث ان کی ادائیگی نہیں ہو پائے گی، اس لئے صلوٰۃِ داوٗد اور صومِ داوٗد زیادہ محبوب ہوا۔ پابندی کے ساتھ اَعمال زیادہ محبوب ہیں بہ نسبت شروع کر کے چھوڑ دینے یا ناغے کے ساتھ کرنے کے اور ہمیشہ رات بھر جاگنے اور مسلسل روزے رکھنے میں مُداوَمت نہیں ہو پائے گی اس لئے صومِ داوٗد اور صلوٰۃِ داوٗد افضل ہے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں (حدیث پاک میں) نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور روزے سے نفلی روزے۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) بھی تہجد اور نفلی روزے ادا کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے یعنی دو تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے، اب بھی یہی چاہیے۔ اسی طرح نوافلِ تہجد اور نفلی روزوں کی محبوبیت کی چند وجوہ ہیں: ❀ ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی، تمام رات سونے، ہمیشہ افطار کرنے سے روح کا حق رہ گیا اور رات بھر جاگنے ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا۔ ❀ دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد و روزے نفس پر بھاری ہیں۔ لہٰذا ربّ کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس

[1] ...نزہۃ القاری، ۲/۶۷۸۔

طرح ہر روزے میں نئی لذّت محسوس ہوتی ہے۔ ❀ تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بحال رہتی ہے، گھٹتی نہیں۔ طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھے۔ کبھی یہ بھی کیا، کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے، کچھ میں مسلسل افطار تاکہ اُمّت پر آسانی ہو۔ نیز حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ابو الوقت ہیں، جو عمل کریں وہ افضل ہے۔ رات کی ہر ساعت کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روزے سے عزت ملی۔"[1]

ایک اِشکال اور اُس کا جواب:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں: "یہاں ایک اِشکال ہے کہ حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس فعل پر دائماً عمل پیرا نہ تھے تو پھر یہ عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کیسے بن گیا؟ اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محبوب ترین عمل کو کیسے ترک کرسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فعلِ مذکور کا محبوب تر ہونا بعض اعتبارات سے ہے، ہر لحاظ سے نہیں۔ وہ بعض اعتبارات یہ ہیں: ❀ یہ عمل اِعتدال کے زیادہ قریب اور حفظِ صحت کے لحاظ سے زیادہ مفید ہے۔ ❀ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں سونا تھکاوٹ و مشقت دور کرتا ہے اور رنگ کی زردی و شکستگی کی صورت میں عبادت کا اثر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ ❀ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فعل اَحوال واَوقات کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہوتا تھا اور بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہوتا جو آپ کی ذاتِ کریم اور آپ کی اُمّتِ مرحومہ سے تعلق رکھتی ہیں کیونکہ آپ کی اُمّت میں کمزور اور طاقتور ہر قسم کے لوگ ہیں۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۵۷۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، ۱/ ۵۵۹۔

مدنی گلدستہ
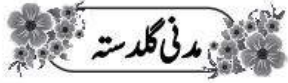
”قیام“ کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اوران کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) رات کی نماز میں لمبا قیام افضل ہے کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔

(2) حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتے۔

(3) حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا طریقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(4) حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فعل احوال واوقات کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہوتا اور بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہوتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رات میں طویل قیام اور صومِ داوٗد اور صلوٰۃِ داوٗد پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1178

ہر رات میں قبولیت کی ایک گھڑی

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ فِی اللَّیْلِ لَسَاعَۃً لَا یُوَافِقُھَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ یَسْاَلُ اللہَ تَعَالٰی خَیْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ وَذَالِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ۔ [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: بے شک رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں مسلمان بندہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیھا الدعاء، ص ٣٧٩، حدیث: ٧٥٧۔

رات میں قبولیت کا وقت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں رات میں قبولیت کی گھڑی کا ذکر ہے اور اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ رات میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں مسلمان بندہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: بعض علما نے فرمایا کہ روزانہ شب کی یہ ساعتِ قبولیت پوشیدہ ہے جیسے جمعہ کی ساعت مگر حق یہ ہے کہ پوشیدہ نہیں گزشتہ حدیثوں میں بتادی گئی ہے یعنی رات کا آخری تہائی خصوصًا اس تہائی کا آخری حصہ جو ساری رات کا آخری چھٹا حصہ ہے جو صبح صادق سے مُتَّصِل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت مومن کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی اگر قبولیت چاہتے ہو تو ایمان کامل کرو۔[1]

رات دن سے افضل ہے:

دلیل الفالحین میں ہے: "رات دن سے افضل ہے کیونکہ تجلیاتِ الٰہیہ ہر رات میں ہوتی ہیں کسی ایک رات کے ساتھ خاص نہیں۔ بخلاف دن کے کہ دن کی تجلیات جمعہ کے ساتھ خاص ہیں۔"[2]

بخشش کے جھونکے:

احیاء العلوم میں ہے: ایک شاگرد نے اپنے استاذ سے رات دیر تک جاگنے کی شکایت کی اور نیند لانے کی کوئی ترکیب پوچھی تو استاذ نے کہا: "اے بیٹے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس رات اور دن میں بخشش کے کچھ جھونکے ہیں جو بیدار دلوں کو پہنچتے ہیں اور سوئے ہوئے دلوں سے گزر جاتے ہیں، تم ان جھونکوں کو حاصل کرنے کے درپے رہو۔" شاگرد نے کہا: "یاسیدی! آپ نے مجھے اس حال میں چھوڑ دیا ہے کہ میں نہ رات کو سو سکتا ہوں نہ دن کو۔" جان لیجئے کہ رات کے وقت ان جھونکوں کی زیادہ امید ہوتی ہے کیونکہ قِیَامُ اللَّیْل میں دل کی صفائی ہوتی اور دنیاوی مشاغل دور ہوتے ہیں۔ رات میں قیام کرنے والوں کا مطلوب اس ساعت کا حصول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۵۶۔

2 ... دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل قیام اللیل، ۳/۲۳۶، تحت الحدیث: ۱۱۶۷۔

ہوتا ہے۔یہ ساعت پوری رات میں اس طرح پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح لَیْلَۃُ الْقَدْر پورے ماہِ رمضان میں پوشیدہ ہوتی ہے یا جس طرح جمعہ کے دن کی ساعت ہے کہ یہ بھی ان بخشش کے جھونکوں میں سے ہے۔[1]

مدنی گلدستہ
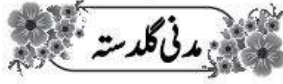
"نفل" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) ہر رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس ساعت میں مسلمان بندہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے۔

(2) رات میں قبولیت کا خاص وقت رات کا آخری چھٹا حصہ ہے جو صبح صادق سے ملا ہوتا ہے۔

(3) رات دن سے افضل ہے کیونکہ تجلیاتِ الٰہیہ ہر رات میں ہوتی ہیں جبکہ دن کی تجلیات جمعہ کے ساتھ خاص ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندوں کے صدقے ہمیں بھی رات میں خوب عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1179

رات میں نماز کی ابتدا کیسے ہو؟

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَفْتَتِحِ الصَّلَاۃَ بِرَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص رات میں نماز کے لئے کھڑا ہو تو پہلے دو مختصر رکعتیں پڑھے۔"

---

1 ... احیاء العلوم، ۱/ ۱۰۶۸، ۱۰۶۹ ملتقطا۔

2 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعا فی صلاۃ الیل وقیامہ، ص ۳۰۳، حدیث: ۱۸۰۷ بتغیر۔

حدیث نمبر: 1180

دو مختصر رکعتوں کی ادائیگی سنت ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کی نماز کے لئے جب کھڑے ہوتے تو پہلے دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔

نمازِ تہجد سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں اَحادیث مبارکہ میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ رات میں جب نمازِ تہجد کے لئے اٹھیں تو پہلے دو مختصر رکعتیں ادا کریں جیسا کہ پہلی حدیث پاک میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کام کا حکم ارشاد فرمایا جبکہ دوسری حدیث پاک میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے فعل مبارک کا ذکر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ تہجد کے لئے اٹھتے تو نیند کے اثر کو زائل کرنے اور کامل توجہ پیدا کرنے کے لئے پہلے دو رکعتیں ادا فرماتے۔ [2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ امر اِستحبابی ہے لہٰذا مستحب یہ ہے کہ تہجد سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضو ہلکی مگر کامل پڑھے اور تہجد دراز۔ [3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1181

تہجد کے بدلے دن میں بارہ رکعات

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ

---

1. . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ص ۳۰۳، حدیث: ۱۸۰۶ بتغیر۔
2. . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل قیام اللیل، ۳/ ۶۲۶، تحت الحدیث: ۱۱۷۸۔
3. . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۳۶۔

مِنْ وَجْعٍ اَوْغَيْرِهِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ اگر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی درد وغیرہ کی وجہ سے رات کی نماز رہ جاتی تو (اس کے بدلے) دن میں بارہ رکعات ادا فرماتے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر رات میں کسی عُذر کی وجہ سے نمازِ تہجد رہ جاتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے بدلے دن میں بارہ رکعات ادا فرماتے۔ اس حدیثِ پاک کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے: زوال سے پہلے پہلے (یہ بارہ رکعتیں پڑھتے) یا اس لئے پڑھتے کہ آپ پر نمازِ تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خصوصیت ہے۔ یہ (دن میں بارہ رکعتیں پڑھنا) اس لئے کہ جس کی تہجد رہ جائے اور وہ زوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پائے گا۔[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1182 رات کا وظیفہ رہ جائے تو کیا کریں؟

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَاَهُ فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَاَنَّمَا قَرَاَهُ مِنَ اللَّيْلِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص کا پورا وظیفہ یا اس کا کچھ حصہ سو جانے کی وجہ سے رہ جائے اور وہ فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے تو اس کے لئے وہ ہی ثواب لکھا جاتا ہے جو رات میں پڑھنے کا ثواب ہے۔"

فضلِ خداوندی:

اِمَام قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: یہ محض فضلِ خداوندی ہے کہ وہ اسے

1 ...مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ اومرض، ص ۲۹۳، حدیث: ۱۷۴۳۔

2 ...مرآۃ المناجیح، ۲/۲۷۱۔

3 ...مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ اومرض، ص ۲۹۳، حدیث: ۱۷۴۵۔

پورا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رات کے نوافل ووظائف دن کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ رات کے وقت نیند کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق اپنی کتاب ”مُؤَطَّا“ میں حدیث ذکر کرتے ہیں کہ ”جو شخص رات میں نماز پڑھنے کا عادی ہو پھر اس پر نیند کا غلبہ ہو اور وہ اپنی رات کی نماز پڑھے بغیر سو جائے تو اس کے لئے اس کی نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس کے لئے صدقہ ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال درجے کا فضل ہے اور بندے کی نیت کا صلہ ہے اور یہ فضیلت اس کے لئے ہے جس کی رات میں عبادت کرنے کی عادت ہو۔ حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے پورا ثواب ملے گا جیسا کہ نماز پڑھنے پر ملتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (اس پر نیند غالب فرما کر) اسے اس فعل سے روکا ہے۔[1]

دن اور رات ایک دوسرے کے خلیفہ ہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: بعض علماء نے فرمایا کہ اگر تہجد رہ گئی ہو تو دوپہر سے پہلے اُتنے نفل پڑھ لے تو اِنْ شَآءَ اللہ تہجد کا ثواب مل جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۲) (ترجمۂ کنز الایمان: جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی۔) لہٰذا رات کے اعمال دن میں ہوسکتے ہیں۔ نیز دن کے اول حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں اسی لیے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت ضحوۂ کبریٰ سے پہلے ہوسکتی ہے گویا اس نے رات سے ہی نیت کی اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا کرلے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے۔[2]

مدنی گلدستہ

”تہجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

1. ...اکمال المعلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل...الخ، ۳/ ۷۹، تحت الحدیث: ۷۴۷۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۵۔

(1) جو نمازِ تہجد کے لئے اٹھے تو نیند کے اثر کو زائل کرنے اور کامل توجہ پیدا کرنے کے لئے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرے پھر تہجد کی نماز پڑھے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو ان کے عمل سے زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔

(3) ممکن ہو تو رات کے وقت عبادت کی کثرت کرنی چاہیے کیونکہ رات کی عبادت دن کے مقابلے میں زیادہ فضیلت والی ہے۔

(4) پابندی سے تہجد پڑھنے والا اگر کسی روز تہجد ادا نہ کرسکے تو دوپہر ہونے سے پہلے اتنی تعداد میں نوافل پڑھ لے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تہجد کا ثواب پائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پابندی کے ساتھ ذِکر و اَذکار اور شب بیداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1183 میاں بیوی کا ایک دوسرے کو نماز کے لئے جگانا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰى وَاَیْقَظَ امْرَاَتَهُ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَهَا فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی زوجہ کو نماز کے لئے جگاتا ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو نماز کے لئے جگاتی ہے اگر وہ انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتی ہے۔"

[1] ... ابو داؤد، کتاب التطوع، باب قیام اللیل، ۲/۴۸، حدیث: ۱۳۰۸۔

حدیث نمبر: 1184

ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهُ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا اَوْ صَلَّى رَكْعَتَیْنِ جَمِیْعًا كُتِبَ فِی الذَّاكِرِیْنَ وَالذَّاكِرَاتِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ اور حضرت سَیِّدُنا ابو سعید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو جگائے اور وہ دونوں دو رکعت نماز ادا کریں یا دونوں مل کر دو رکعتیں ادا کریں تو انہیں ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں شمار کیا جائے گا۔"

مصطفٰے کریم صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی دعا:

مذکورہ دونوں احادیث میں رات میں نماز کے لئے خود بھی اٹھنے اور گھر والوں کو بھی اٹھانے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور فرمایا کہ ایسے شوہر وزوجہ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ رحم فرماتا ہے جو خود بھی رات میں نماز کے لئے اٹھے اور دوسرے کو بھی جگائے۔ حدیثِ پاک میں بیوی کا شوہر کے منہ پر پانی چھڑک کر اٹھانے کا ذِکر ہے۔ اس بارے میں مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: بیوی کا یہ پانی چھڑکنا خاوند کی نافرمانی یا اس کی بے ادبی نہیں بلکہ اسے نیکی کی رغبت دینا اور اس پر امداد کرنا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (پ۶، المائدہ: ۲) (ترجمۂ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔) اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے جبراً نیکی کرانا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔ خیال رہے کہ لوگ عوام کی بزرگوں کی مشائخ کی دعا لینے کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں۔ دوستو اگر جنابِ مصطفٰے صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی دعا لینی ہے تو خود بھی تہجد پڑھو اور اپنی بیویوں کو بھی پڑھاؤ۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ اس جوڑے کو ہرا بھرا رکھے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں میاں بیوی کا ایک دوسرے کو نماز کیلئے جگانے میں

---

1 ... ابو داود، کتاب التطوع، باب قیام اللیل، ۲/ ۴۹، حدیث: ۱۳۰۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۵۹۔

پانی چھڑکنے کا ذِکر ہے، واضح رہے کہ میاں بیوی یہ عمل کرنے سے پہلے ایک دوسرے کی طبیعت کا بھی لحاظ رکھیں کہ طبیعتوں کے فرق کی وجہ سے میاں بیوی میں اس عمل کے سبب جھگڑے کا بھی اندیشہ ہے۔

تہجد کی برکت سے پوری رات عبادت کا ثواب!

دوسری حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو جگائے اور وہ دونوں دو رکعت نماز ادا کریں، یا دونوں مل کر دو رکعتیں ادا کریں تو انہیں ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں شمار کیا جائے گا۔ "یعنی تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اوراس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زُمرے میں آجاتا ہے۔ حدیث شریف میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۳۵﴾ (پ ٢٢، الاحزاب: ٣٥) "ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"[1]
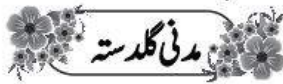
مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اوران کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اس میاں بیوی پر رحم فرماتا ہے جو رات میں ایک دوسرے کو نماز کے لئے جگاتے ہیں۔

(2) شوہر وزوجہ کا ایک دوسرے کو نماز کے لئے جگانے کی نیت سے منہ پر پانی چھڑکنا بے ادبی نہیں بلکہ نیکی پر مدد ہے البتہ اس عمل میں دونوں ایک دوسرے کی طبیعت کا بھی لحاظ رکھیں۔

(3) نمازِ تہجد پڑھنے والے کو پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(4) رات کے وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زُمرے میں آجاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں خود نمازِ تہجد پڑھنے اور گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

[1]... مرآۃ المناجیح، ٢/ ٢٦٢۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1185 غلبۂ نیند کی صورت میں نماز پڑھنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں اونگھ آجائے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ اس سے نیند (کا اثر) ختم ہو جائے کیونکہ تم میں سے جب کوئی اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھتا ہے تو ممکن ہے مغفرت طلب کرنے کی جگہ اپنے آپ کو بد دعا دے لے۔

حدیث نمبر: 1186 قرآن پڑھنے میں دشواری ہو تو کیا کرے؟

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ.(2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی رات کو قیام کے لئے اٹھے اور اس کی زبان پر قرآنِ پاک کی ادائیگی دشوار ہو اور اسے پتا نہ چلے کہ کیا کہہ رہا ہے تو اسے لیٹ جانا چاہیے۔"

اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر رات میں نیند کا غلبہ ہو اور قرآنِ پاک کی ادائیگی زبان پر دشوار ہو تو ایسی حالت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اس کی وجہ حدیثِ پاک میں یہ بتائی گئی کہ ممکن ہے غلبۂ نیند کی وجہ سے انسان کو پتا نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب امر من نعس فی صلاتہ او استعجم علیہ القرآن۔۔۔ الخ، ص ۳۰۸، حدیث: ۱۸۳۵۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب امر من نعس فی صلاتہ او استعجم علیہ القرآن۔۔۔ الخ، ص ۳۰۸، حدیث: ۱۸۳۶۔

بجائے اپنے لئے استغفار کرنے کے اپنے لئے بد دعا کر بیٹھے۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے کہ جس کی وجہ آگے آرہی ہے۔ مثلاً اونگھتے ہوئے بجائے اِغْفِرْلِیْ کے اِعْفِرْلِیْ کہہ جائے غفر کے معنیٰ ہیں بخشنا، عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا، ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہوجاتا ہے اس لئے بہت احتیاط چاہیے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیے، یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”دعا“ کے 3 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے۔

(2) اونگھتے ہوئے اور نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز پڑھنا اس لئے ممنوع ہے کہ ممکن ہے غلبۂ نیند کی وجہ سے انسان کو پتا نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور بجائے اپنے لئے استغفار طلب کرنے کے اپنے لئے بد دعا کر بیٹھے۔

(3) بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہو جاتا ہے اس لئے خود کو اور دوسروں کو بد دعائیں دینے سے بچے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تہجد گزار بنائے اور شب بیداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۶۴۔

باب نمبر:213

قیامِ رمضان (تراویح) کے اِستحباب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کس قدر عظیم اِحسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طفیل ماہِ رمضان جیسا مبارک مہینہ عطا فرمایا، اس ماہِ مکرّم میں جنت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اور نیکیوں کا اجر و ثواب خوب بڑھ جاتا ہے، رمضان المبارک میں ہمیں مختلف بدنی اور مالی عبادات کرنے کی سعادت ملتی ہے، انہیں عبادات میں سے ایک نمازِ تراویح بھی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود بھی تراویح ادا فرمائی اور اس کو خوب پسند بھی فرمایا، یہی وجہ ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت پر عمل کرنے کے لیے ہر عمر کے افراد ہمیں نمازِ تراویح میں نظر آتے ہیں، نمازِ تراویح سے رمضان المبارک کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے، نمازِ تراویح بیس رکعتیں ہیں، یہی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"قیامِ رمضان یعنی تراویح کے اِستحباب"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1187

پچھلے تمام گناہوں کی بخشش

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، ١ /٦٥٨، حدیث: ٢٠٠٩۔

حدیث نمبر:1188

حضور نمازِ تراویح کی ترغیب دیتے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّاْمُرَهُمْ فِیْهِ بِعَزِیْمَةٍ فَیَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قیامِ رمضان (یعنی تراویح) کی ترغیب دیتے تھے، تاکیداً اس کا حکم نہ دیتے اور فرماتے: "جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

صغیرہ گناہوں کی معافی:

مذکورہ اَحادیث میں قیامِ رمضان یعنی نمازِ تراویح کی فضیلت بیان کی گئی ہے، احادیث مبارکہ میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیامِ رمضان کرنے والے کے لئے فرمایا گیا کہ اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ "یعنی تراویح کی پابندی کی برکت سے سارے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوقُ العباد حق والے کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں۔ (اور دوسری حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قیامِ رمضان کی ترغیب دیتے تھے تاکیداً اس کا حکم ارشاد نہ فرماتے۔) یعنی (آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے) تراویح کو فرض یا واجب نہ قرار دیا لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ سُنَّتِ مُؤَکَّدہ بھی نہ ہوں۔" [2]

تراویح کا حکم اور مسائل:

بہارِ شریعت میں ہے: تراویح مرد و عورت سب کے لیے بالاجماع سُنَّتِ مُؤَکَّدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں۔ اس پر خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ نے مُداوَمت فرمائی اور نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ میری سنت اور سنت خلفائے راشدین کو اپنے اوپر لازم سمجھو اور خود حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم) نے

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ص ۲۹۸، حدیث: ۱۷۸۰۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۲۸۸۔

بھی تراویح پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا۔ پھر اس اندیشہ سے کہ اُمّت پر فرض نہ ہو جائے ترک فرمائی پھر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رمضان میں ایک رات مسجد کو تشریف لے گئے اور لوگوں کو مُتفرق طور پر نماز پڑھتے پایا کوئی تنہا پڑھ رہا ہے، کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا: میں مناسب جانتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دوں تو بہتر ہو، سب کو ایک امام اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ اکٹھا کر دیا، پھر دوسرے دن تشریف لے گئے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ فرمایا: "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" یہ اچھی بدعت ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور یہی احادیث سے ثابت، بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کی کہ لوگ فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور عثمان و علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے عہد میں بھی یوہیں تھا اور مُؤَطّا میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئس ۲۳ رکعتیں پڑھتے۔ بیہقی نے کہا اس میں تین رکعتیں وتر کی ہیں اور مولیٰ علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس ۲۰ رکعتیں پڑھائے۔ نیز اس کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ فرائض و واجبات کی اس سے تکمیل ہوتی ہے اور کل فرائض و واجب کی ہر روز بیس ۲۰ رکعتیں ہیں، لہٰذا مناسب کہ یہ بھی بیس ہوں کہ مکمل و مکمل برابر ہوں۔[1]

نمازِ تراویح میں حاضر ہونے والے فرشتے:

منقول ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے گرد "حَظِيْرَةُ الْقُدُس" نامی ایک جگہ ہے جو کہ نور کی ہے، اس میں اتنے فرشتے ہیں کہ جن کی تعداد اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی جانتا ہے، وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوتے، جب رمضان کی راتیں آتی ہیں تو وہ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور آقائے دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت کے ساتھ نمازِ تراویح میں حاضر ہوتے ہیں، اگر کوئی ان کو چھوئے یا وہ اس کو مَس کریں تو وہ ایسا سعادت مند ہو جائے گا کہ اس کے بعد کبھی بدبخت

1 ... بہار شریعت، ۱/ ۶۸۸، حصہ ۴ ملتقطاً۔

نہ ہوگا۔ جب امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ حدیث سنی تو ارشاد فرمایا: ہم اس فضل واجر کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ماہِ رمضان میں لوگوں کو باجماعت نمازِ تراویح کا حکم فرمایا۔[1]

مدنی گلدستہ
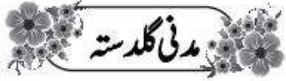
"تراویح" کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تراویح ادا بھی فرمائی، اسے پسند بھی فرمایا اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو پڑھنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہے۔

(2) تراویح مرد و عورت سب کے لیے بالاجماع سُنَّتِ مُؤَکَّدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں۔

(3) ایمان اور ثواب کی نیت سے نمازِ تراویح پڑھنے والے کے پچھلے تمام صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(4) باجماعت نمازِ تراویح کا اہتمام حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دور میں ہوا۔

(5) جمہور کے نزدیک تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔

(6) اصل تراویح سنتِ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے اور بیس رکعت پڑھنا، ہمیشہ پڑھنا، باجماعت پڑھنا سنتِ صحابہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ماہِ رمضان میں پابندی کے ساتھ باجماعت نمازِ تراویح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1]... حکایتیں اور نصیحتیں، ص ۸۹۔

باب نمبر:214

شبِ قدر کی فضیلت کا بیان

شب قدر میں عبادت کی فضیلت اور اس کا سب سے زیادہ اُمید والی رات ہونے کے بارے میں باب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت شبِ قدر بھی ہے کہ شبِ قدر اِس اُمّتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے، ہم سے پہلے یہ رات کسی کو نہ ملی۔ قدر کے معنی ہیں اندازہ لگانا، عزت وعظمت و تنگی۔ اس رات میں حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام اور کثیر ملائکہ زمین پر اترتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا﴾ (پ۳۰، القدر:۴) ترجمۂ کنز الایمان: "اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں۔" اس رات کی عزت وعظمت بہت زیادہ ہے، اس شب میں عبادت کرنے والا رب تعالیٰ کے ہاں عزت پاتا ہے لہٰذا اسے لَیْلَةُ الْقَدْر کہتے ہیں۔ یہ رات کب ہوتی ہے اس میں مختلف اقوال ہیں: ❁ رمضان شریف کی کسی رات میں ہوتی ہے۔ ❁ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔ ❁ آخری عشرہ کی طاق راتوں اکیسویں، تیئیسویں وغیرہ میں ہے۔ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ اِنْ شَآءَ اللہ شبِ قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لَیْلَةُ الْقَدْر میں 9 حروف ہیں، یہ لفظ سورۂ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے نو کو تین سے ضرب دیا جائے تو ستائیس ہوتے ہیں۔[1] ریاض الصالحین کا یہ باب "**شبِ قدر میں عبادت کی فضیلت اور اس کا سب سے زیادہ اُمید والی رات ہونے**" کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیات اور 7 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیات اور ان کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجیے۔

(1) قدر ومنزلت والی رات

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚۖ(۱) (پ۳۰، القدر:۱) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں اتارا۔

ایک ہزار مہینوں سے بہتر رات:

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں بیان ہوا کہ قرآنِ پاک شبِ قدر میں نازل کیا گیا یعنی قرآنِ مجید کو لوحِ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۰۳ ملخصاً۔

محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف یکبار گی (شبِ قدر میں نازل کیا گیا)۔ شبِ قدر شرف و برکت والی رات ہے اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اس کو شبِ قدر کہتے ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمالِ صالحہ مقبول ہوتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لئے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں۔ احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان و اِخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی، اللہ تعالیٰ اُس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے آدمی کو چاہیے کہ اس شب میں کثرت سے اِستغفار کرے اور رات عبادت میں گزارے۔[1]

(2) برکت والی رات

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (پ۲۵، الدخان: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے اُسے برکت والی رات میں اتارا۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں بیان ہوا کہ قرآنِ پاک برکت والی رات میں نازل کیا گیا ہے۔ ”اکثر مفسرین کے نزدیک برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے اور بعض مفسرین اس سے شبِ براءت مراد لیتے ہیں۔ اس رات میں مکمل قرآنِ پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اتارا گیا، پھر وہاں سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام 23 سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے اور اسے برکت والی رات اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرآنِ پاک نازل ہوا اور ہمیشہ اس رات میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے اور دعائیں (خصوصیت کے ساتھ) قبول کی جاتی ہیں۔“[2]

حدیث نمبر:1189

شبِ قدر میں قیام کی برکت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ: مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1... تفسیر خزائن العرفان، پ۳۰، القدر، تحت الآیۃ: ملخصاً۔ 2... تفسیر صراط الجنان، پ۲۵، الدخان، تحت الآیۃ: ۳، ۹/ ۱۷۸۔

3... بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب فضل لیلة القدر، ۱/ ۶۶۰، حدیث: ۲۰۱۴۔

وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے شبِ قدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

شبِ قدر پانے کیلئے کتنا قیام ضروری ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں شبِ قدر میں عبادت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی کہ جو مسلمان اس رات ثواب کی نیت سے قیام کرے گا اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ شبِ قدر کی اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے رات کا کتنا حصہ قیام کرنا ضروری ہے۔ اس کے متعلق عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: ”نمازِ عشا جماعت کے ساتھ پڑھنے اور نمازِ فجر بھی جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا پُختہ ارادہ ہونے کی صورت میں یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔“[1] یعنی جو شخص شب قدر میں عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور اس کی یہ پکی نیت ہو کہ نمازِ فجر بھی جماعت کے ساتھ ادا کرے گا تو اسے شب قدر کی فضیلت حاصل ہو جائے گی اور اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ البَارِی فرماتے ہیں: ”جس نے شبِ قدر میں ایمان اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کی نیت سے عبادت کی چاہے اسے معلوم ہو یا نہ ہو کہ یہ رات شبِ قدر ہے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے یعنی اس کے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور کبیرہ گناہ صغیرہ ہو جائیں گے اور اگر اس کے گناہ نہیں ہوں گے تو اس کے درجات بلند کیے جائیں گے۔“[2]

فرشتوں کا مسلمانوں کو سلام:

عَلَّامَه اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد صَاوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: روایت ہے کہ شبِ قدر میں سدرۃُ المنتہیٰ کے فرشتے اور حضرت جبرائیل عَلَیْهِ السَّلَام چار جھنڈوں کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور وہ ایک جھنڈا حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روضۂ انور پر، ایک جھنڈا بیت المقدس کی چھت پر، ایک جھنڈا کعبہ معظمہ کی چھت پر اور ایک جھنڈا طورِ سینا پر لہراتے ہیں اور پھر یہ فرشتے سب مسلمانوں کے گھروں میں تشریف لے جا

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل قیام لیلۃ القدر۔۔۔الخ، ۳/ ۶۵۳، تحت الحدیث: ۱۱۸۷۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصوم، الفصل الاول، ۴/ ۴۴۴، ۴۴۵، تحت الحدیث: ۱۹۵۸ ملخصاً۔

کر ہر مؤمن مرد و عورت کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں: سلام (سلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا صفاتی نام ہے) تم پر سلامتی بھیجتا ہے مگر جن گھروں میں شرابی یا خنزیر کا گوشت کھانے والا یا (بلاوجہ شرعی) رشتہ کاٹنے والا رہتا ہو ان گھروں میں یہ فرشتے داخل نہیں ہوتے۔[1]
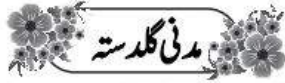
مدنی گلدستہ

"شب قدر" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) شبِ قدر میں عبادت کرنے والے کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(2) شبِ قدر کی فضیلت پانے کے لیے کم از کم اس رات عشا کی نماز جماعت سے ادا کرنا اور فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا پختہ اِرادہ ہونا ضروری ہے۔

(3) شبِ قدر کی فضیلت پانے کے لیے اِس بات کا علم ہونا ضروری نہیں کہ آج شبِ قدر ہے۔

(4) حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام شبِ قدر میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روضہ پر، بیت المقدس کی چھت پر، کعبہ معظمہ کی چھت پر اور طورِ سینا پر جھنڈا لہراتے ہیں۔

(5) شبِ قدر میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مسلمانوں کے گھر آتے ہیں اور ہر مؤمن مرد و عورت کو سلام کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شبِ قدر میں خوب عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1190

خواب میں شبِ قدر دکھائی گئی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رِجَالًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُرُوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ

[1] . . . تفسیر صاوی، پ ٣٠، القدر، تحت الآیۃ: ٤، ٦/ ٢٤٠١۔

فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا، فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چند صحابہ کو خواب میں شبِ قدر رمضان کی آخری سات راتوں میں دکھائی گئی تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے مطابق ہو گیا ہے تو جو شبِ قدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔“

حدیث نمبر: 1191　شبِ قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَيَقُوْلُ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے اور فرماتے: ”شبِ قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔“

حدیث نمبر: 1192　آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“

شبِ قدر کو تلاش کرنا چاہیے:

مذکورہ تینوں احادیثِ مبارکہ میں شبِ قدر کی تلاش کا ذکر ہے اور اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ شبِ

1 . . . بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر، ١/ ٦٦٠، حدیث: ٢٠١٥۔

2 . . . بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ١/ ٦٦٢، حدیث: ٢٠٢٠۔

3 . . . بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ١/ ٦٦١، حدیث: ٢٠١٧۔

قدر کو کن کن راتوں میں تلاش کیا جائے۔ پہلی حدیثِ پاک میں فرمایا کہ بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو خواب میں شبِ قدر رمضان کی آخری سات راتوں میں دکھائی گئی۔ ”مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے، کسی نے دیکھا کہ تیئسویں ہے، کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا ہے یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی تیئسویں سے انتیسویں تک اس لیے آخری ہفتہ ارشاد ہوا۔“ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اس خواب دیکھنے پر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے مطابق ہو گیا ہے: ”یعنی اے صحابہ تمہاری خوابیں شخصی تعیین میں تو مختلف ہیں مگر نوعی تعیین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا“ تو جو شبِ قدر تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کا خواب معتبر ہے خصوصاً جبکہ نبی کی تصدیق بھی ہو جائے، دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے، ایسے ہی یہ بھی ہے لہٰذا اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے۔“[1]

شبِ قدر رمضان ہی میں ہے:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں اور وہ بھی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شبِ قدر ہر سال ماہِ رمضان میں ہوتی ہے اور قرآنِ کریم بھی اس کی تائید فرما رہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۵) (ترجمۂ کنزالایمان: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا) جس سے معلوم ہوا کہ نزولِ قرآن ماہِ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ (پ۳۰، القدر: ۱) (ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا) جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جبکہ شبِ قدر رمضان میں ہو۔ خیال رہے کہ شبِ قدر کو رب تعالیٰ نے ہم سے چھپالیا تاکہ ہم

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۰۳، ۲۰۴ ملتقطاً۔

اس کی تلاش میں بہت راتوں میں عبادات کریں۔ تلاش کرنے سے مراد عبادتیں کرنا ہے، حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو شبِ قدر کا علم دیا مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی، اسمِ اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہذا یہ چھپانا ہمارے لیے بہتر ہے۔[1]

شبِ قدر کو پوشیدہ رکھنے کی حکمتیں:

اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شبِ قدر کو چند وجوہ کی بنا پر پوشیدہ رکھا ہے: اوّل یہ کہ جس طرح دیگر اشیا کو پوشیدہ رکھا، مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رضا کو نیکیوں میں پوشیدہ رکھا تاکہ بندے ہر نیک کام میں رغبت کریں، اپنے غضب کو گناہوں میں پوشیدہ رکھا تاکہ بندے ہر گناہ سے بچتے رہیں، اپنے ولی کو لوگوں میں پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ سب کی تعظیم کریں، قبولیت دعا کو دعاؤں میں پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ ہر دعا میں مبالغہ کریں، اسم اعظم کو اسما میں پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ سب اسما کی تعظیم کریں، صلاۃ وسطیٰ کو نماز میں پوشیدہ رکھا تاکہ بندے تمام نمازوں کی پابندی کریں، قبولیت توبہ کو پوشیدہ رکھا تاکہ بندہ توبہ کی تمام اقسام پر ہمیشگی اختیار کرے اور موت کا وقت پوشیدہ رکھا تاکہ بندہ ہر وقت موت سے ڈرتا رہے اسی طرح شب قدر کو بھی پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ رمضان المبارک کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔ دوسرا یہ کہ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ (اے انسان) اگر میں شب قدر کو مُعَیَّن کر (کے تجھ پر ظاہر فرما) دیتا اور یہ کہ میں گناہ پر تیری جرأت بھی جانتا ہوں تو اگر کبھی شہوت تجھے اس رات گناہ کی طرف لے آتی اور تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا تو تیرا اس رات کو جاننے کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی کے ساتھ گناہ کرنے سے بڑھ کر سخت ہوتا پس اس وجہ سے میں نے اسے پوشیدہ رکھا۔ تیسرا یہ کہ میں نے اس رات کو پوشیدہ اس لئے رکھا تاکہ بندہ اس کی طلب میں محنت کرے اور اس محنت کا ثواب بھی کمائے۔ چوتھا یہ کہ جب بندے کو شبِ قدر کا تعین حاصل نہ ہو گا تو وہ رمضان المبارک کی ہر رات میں عبادت کرنے کی کوشش کرے گا اس امید پر کہ ہو سکتا ہے یہی رات شبِ قدر ہو۔[2]

1 ... مرآۃ المناجیح، ٣/٢٠٣ ملخصا۔

2 ... تفسیر کبیر، پ ٣٠، القدر، تحت الآیۃ: ١، ١١/٢٢٩ ملخصا۔

شبِ قدر کی علامات:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ شبِ قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو لیکن شب قدر کون سی رات ہے یہ واضح طور پر نہیں بتایا گیا، اس رات کو پوشیدہ رکھنے میں ہزارہا حکمتیں ہیں، جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مسلمان ہر رات اسی رات کی جستجو (یعنی تلاش) میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں گزارنے کی کوشش کریں کہ نہ جانے کون سی رات شبِ قدر ہو۔[1] شبِ قدر کی کچھ علامات بھی احادیث میں بیان ہوئی ہیں: "یہ مبارک شب کھلی ہوئی، روشن اور بالکل صاف و شفاف ہوتی ہے، اس میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی بلکہ یہ رات معتدل ہوتی ہے گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہوتا ہے، اس پوری رات میں شیاطین کو آسمان کے ستارے نہیں مارے جاتے، اس رات کے گزرنے کے بعد جو صبح آتی ہے اس میں سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے اور وہ ایسا ہوتا ہے گویا کہ چودھویں کا چاند۔"[2] شبِ قدر کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس رات سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ،

سمندر کا پانی میٹھا ہوگیا:

حضرت عثمان بن ابی العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے غلام (جو کشتی بانی کرتے تھے) نے عرض کی: ہر سال ایک رات ایسی آتی ہے جس میں سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے، آپ نے غلام سے فرمایا: جب وہ رات آئے تو مجھے مطلع کرنا، جب رمضان کی ستائیسویں رات آئی تو غلام نے آپ سے عرض کی کہ آج سمندر کا پانی میٹھا ہو چکا ہے۔[3]

شبِ قدر ہمیں کیوں معلوم نہیں ہوتی؟

حدیثِ پاک کی شرح میں شب قدر کی کئی علامات بیان ہوئیں، ہمارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہماری عمر کے کافی سال گزرے ہر سال شب قدر آتی اور تشریف لے جاتی ہے مگر ہمیں آج تک اس کی علامات نظر نہیں آئیں؟ اس کے جواب میں علمائے کرام فرماتے ہیں: ان باتوں کا تعلق کشف و کرامت

---

1 . . . فیضان رمضان، ص۱۹۳ ملخصاً۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبادۃ بن الصامت، ۸ / ۴۱۴، حدیث: ۲۲۸۲۹ ملخصاً۔

3 . . . تفسیر کبیر، پ ۳۰، القدر، تحت الآیۃ: ۱، ۱۱ / ۲۳۰ ملخصاً۔

سے ہے، انہیں عام آدمی نہیں دیکھ سکتا صرف وہی دیکھ سکتا ہے جس کو بصیرت (یعنی قلبی نظر) کی نعمت حاصل ہو، ہر وقت معصیت کی نجاست میں لت پت رہنے والا گنہگار انسان ان نظاروں کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ [1]

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے　　دِیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

شب بیداری کس کے لیے جائز نہیں؟

فقیہِ اعظم حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شبِ قدر میں ایک شب کی عبادت ہزار مہینے کی عبادتوں سے بہتر ہے، یہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے مگر یہ اسی وقت ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو، بہت سے ریاکار جاہلوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ رات بھر جاگتے ہیں اور اول وقت فجر کی نماز پڑھ کر سو جاتے ہیں، فجر کی جماعت چھوڑ دیتے ہیں، کچھ کچھ ایسے بھی ہیں جو فجر کی نماز بھی نہیں پڑھتے اور قریب یہی حال ظہر کی نماز کا ہوتا ہے یا تو سوتے رہ جائیں گے ظہر کی نماز نہیں پڑھیں گے یا جماعت چھوڑ بیٹھیں گے یہ بہت بڑی محرومی ہے ایسے لوگوں کو شب بیداری جائز ہی نہیں۔ [2]

مدنی گلدستہ
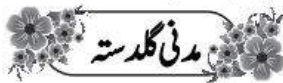
”جاگنے کی رات“ کے 10 حروف کی نسبت سے احادیث مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو رمضان کی آخری سات راتوں میں شب قدر دکھائی گئی۔

(2) شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بعض اہم ترین معاملات کو اپنی مشیت سے بندوں پر پوشیدہ رکھا ہے۔

(4) شبِ قدر کو پوشیدہ رکھنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ مسلمان شبِ قدر کی تلاش میں ہر رات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں گزاریں۔

---

1 . . . فیضان رمضان، ص ۱۹۳ ملخصا۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۳/ ۴۱۶۔

(5) اللہ تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شبِ قدر کا علم دیا مگر کچھ حکمتوں کے پیشِ نظر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی۔

(6) شبِ قدر کھلی ہوئی، روشن اور بالکل صاف و شفاف ہوتی ہے، اس میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی بلکہ یہ رات معتدل ہوتی ہے گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہوتا ہے۔

(7) شبِ قدر کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس رات سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔

(8) شبِ قدر کو عام آدمی نہیں دیکھ سکتا، صرف وہ دیکھ سکتا ہے جس کو بصیرت کی نعمت حاصل ہو۔

(9) شبِ قدر میں ایک شب کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

(10) جو لوگ شب بیداری کی وجہ سے فجر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں ان کے لیے شب بیداری جائز نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شبِ قدر کی تلاش میں ہر رات عبادت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1193 آخری عشرہ میں رات بھر عبادت کرتے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا، قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ، اَحْیَا اللَّیْلَ، وَاَیْقَظَ اَھْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو آپ ساری رات جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور (عبادت کے لیے) کمربستہ ہو جاتے۔

حدیث نمبر:1194 آخری عشرہ میں زیادہ عبادت فرماتے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَجْتَھِدُ فِیْ رَمَضَانَ مَا لَا یَجْتَھِدُ فِیْ غَیْرِہٖ، وَفِی

1 . . . مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ص ۹۲۴، حدیث: ۲۷۸۷ بتغیر۔

الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ، مَالَا یَجْتَهِدُ فِی غَیْرِهٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس قدر رمضان میں عبادت کے لیے کوشش فرماتے اتنی دوسرے مہینوں میں نہ فرماتے اور رمضان کے آخری دس دنوں میں (رمضان کے) دیگر ایام کے مقابلے میں زیادہ کوشش فرماتے تھے۔

عشا اور فجر جماعت سے پڑھنے کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیثِ مبارکہ میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی عبادت کا ذکر ہے اور اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ عبادت فرماتے اور گھر والوں کو بھی عبادت کے لئے جگاتے۔ مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذِکْرُ اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواجِ پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کیں، خیال رہے کہ یہاں (حدیث پاک میں موجود لفظ) اَحْیَا سے مراد ہے عبادت کے لیے جاگنا اور لَیْلَۃَ اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے لیے جاگتے، ہو سکتا ہے کہ (حدیث پاک میں موجود لفظ) لَیْلَۃَ مفعول بہ ہو (اس صورت میں یہ معنی ہو گا کہ) رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھے، جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مُردہ، جامع صغیر میں ہے کہ جو عشا کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شبِ قدر میں عبادت کی، طبرانی نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نمازِ عشا جماعت سے پڑھے وہ گویا آدھی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھ لے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔[2]

---

1. . . . مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شھر رمضان، ص ۶۲۲، حدیث: ۲۷۸۸ بتغیر، جامع الاصول، القسم الثانی من کتاب الصلاۃ، الباب الاول فی النوافل۔۔۔الخ، الفصل الخامس فی قیام شھر رمضان، ۶/ ۱۳۱، حدیث: ۴۲۱۵۔
2. . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۰۷ ملخصاً۔

آخری عشرہ میں زیادہ عبادت کرنے کی وجہ:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان کے آخری عشرہ میں بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے۔ فقیہِ اعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یعنی (آخری عشرہ میں) عبادت کے لئے کمربستہ ہو جاتے، خوب جد وجہد کرتے، جماع وغیرہ سے پرہیز کرتے، اَحْیَا الَّیْل سے مراد راتوں کو جاگ کر عبادت میں گزارنا ہے اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ پوری رات مکمل عبادت میں بسر کرتے دو ایک یا معدود چند راتیں پوری کی پوری عبادت میں بسر کرنے میں کوئی حرج نہیں یا یہ مراد ہے کہ رات کے اکثر حصوں میں مشغولِ عبادت رہتے۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی یا تو اس لیے کہ اس عشرہ میں شبِ قدر ہے یا اس لیے کہ مہمان جارہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے یا اس لیے کہ مہینہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو، بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کر کے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلتا وقت ہے جو ہو سکے کر لیں۔[2]
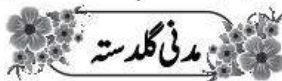
مدنی گلدستہ

"عبادت" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عام مہینوں کے مقابلے میں رمضان میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔

(2) رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی راتوں میں خود بھی جاگ کر عبادت کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے جگاتے تھے۔

(3) جو وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مُردہ۔

1 ... نزہۃ القاری، ۳/ ۴۱۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۰۷۔

(4) جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے شب قدر میں عبادت کی۔

(5) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آخری عشرہ میں زیادہ عبادت کرتے تھے یا تو اس لیے کہ اس میں شبِ قدر ہے یا اس لیے کہ مبارک مہینہ جارہا ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے یا اس لیے کہ مہینے کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ شب بیداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

شبِ قدر کی دعا

حدیث نمبر:1195

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْهَا؟ قَالَ: قُوْلِیْ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ فلاں رات شب قدر ہے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ ارشاد فرمایا: پڑھو: "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ" یعنی اے **اللہ**! تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے۔

شبِ قدر کو چھپانا سنت ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں شب قدر کی دعا ذِکر کی گئی ہے، حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کیا: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگر میں جان لوں کہ فلاں رات شب قدر ہے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟" یعنی اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے، فرشتوں کو اترتے، شب قدر کا نور پھیلتے، روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں جس سے معلوم کرلوں کہ یہی شب قدر ہے تو میں اس میں دعا کیا مانگوں؟ معلوم ہوا کہ بعض اولیا کبھی شب

1 ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۸۴، ۵/۳۰۶، حدیث: ۳۵۲۴۔

قدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے کہ شب قدر کو چھپانا سنت ہے" حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے جواب میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پڑھو "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی "یعنی اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ دعا مختصر ہے اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالیٰ نے بندے کو معافی دے دی تو سب کچھ دے دیا، خیال رہے کہ گنہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کار نیکی کرکے معافی کے خواست گار (طلبگار) ہوتے ہیں کہ خداوندا تیری بارگاہ کے لائق نیکی نہ ہو سکی تو معاف فرمانے والا ہے، معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دے دے، حضرت عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) رب تعالیٰ کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی۔"[1]

مدنی گلدستہ

"دعا" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہیے: "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی یعنی اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے۔"

(2) بعض اولیا کو شبِ قدر معلوم ہوتی ہے مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے کہ شبِ قدر کو چھپانا سنت ہے۔

(3) گناہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور صالحین نیکیاں کرکے معافی کے طلب گار ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں آخری عشرہ میں کثرت سے یہ دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۰۸ ملتقطاً۔

باب نمبر:215 مِسواک اور فِطری خَصائِل کی فضیلت کا بیان

مسواک فطرت سے ہے، فطرت انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ان سنتوں کو کہا جاتا ہے جن پر حضور تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی عامل رہے، مسواک کے علاوہ ختنہ کرنا، ناخن کاٹنا، مونچھیں کٹانا، داڑھی بڑھانا وغیرہ بھی فطری خصائل سے ہیں۔ ❁ مسواک ہمارے نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ مسواک کی احادیث میں نہ صرف فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، بلکہ اسے استعمال کرنے کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔ مسواک کے اُخروی فوائد یعنی اجروثواب کے علاوہ دُنیوی فوائد بھی ہیں: مسواک دانتوں کو مضبوط کرتی ہے، مسوڑھوں کیلئے مفید ہے، منہ کو صاف کرتی ہے، گندہ دہنی کی بیماری کو دور کرتی ہے، معدہ درست کرتی اور کھانا ہضم کرتی ہے، آنکھوں کی روشنی بڑھاتی ہے، زبان میں قوت پیدا کرتی ہے، دانتوں کو صاف رکھتی ہے، بلغم کو کاٹتی ہے، سَر کی رگوں کو مضبوط کرتی ہے، سر کا درد دُور کرتی اور حافظے کو مضبوط کرتی ہے۔[1] ❁ ختنہ ڈیڑھ سو بیماریوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ ❁ ناخن میں ایک زہریلا مادہ ہوتا ہے اگر ناخن کھانے یا پانی میں ڈبوئے جائیں تو وہ کھانا بیماری پیدا کرتا ہے اسی لئے اسلام میں ناخن کٹوانے کا حکم دیا گیا۔ ❁ اسی طرح مونچھوں کے بالوں میں زہریلا مادہ موجود ہوتا ہے اگر مونچھیں بڑی بڑی ہوں اور پانی پیتے وقت پانی میں ڈوب جائیں تو پانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوگا اسی لئے اسلام نے مونچھیں کاٹنے کا حکم دیا۔ ❁ داڑھی مرد کے چہرے کی زینت ہے اور منہ کا نور جیسے عورت کیلئے سر کے بال یا انسان کیلئے آنکھوں کے پلک اور بھویں زینت ہیں اسی طرح مرد کیلئے داڑھی، اگر عورت اپنے سر کے بال منڈادے تو بری معلوم ہوگی یا کوئی آدمی اپنی بھویں اور پلکیں صاف کرادے وہ بُرا معلوم ہوگا اسی طرح مرد داڑھی منڈانے سے بُرا معلوم ہوتا ہے۔"[2] ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"مسواک اور فطری خصائل کی فضیلت"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ

---

1 ... مسواک شریف کے مزید فوائد اور فضائل جاننے کے لئے شیخ طریقت، امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے 20 صفحات پر مشتمل رسالے "مسواک شریف کے فضائل" کا مطالعہ کیجئے۔

2 ... اسلامی زندگی، ص۹۱، ۹۲ ملتقطاً۔

اللہ القوی نے اس باب میں 10 احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1196

ہر نماز کے ساتھ مسواک

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ اَوْ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر مجھے اپنی اُمَّت پر یا (فرمایا) لوگوں پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“

مسواک کرنا کب سنت ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں مسواک کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ”شریعت میں مسواک وہ لکڑی ہے جس سے دانت صاف کئے جاتے ہیں، سنت یہ ہے کہ یہ کسی پھول یا پھل دار درخت کی نہ ہو، کڑوے درخت کی ہو، موٹائی چھنگلی کے برابر ہو، لمبائی بالشت سے زیادہ نہ ہو، دانتوں کی چوڑائی میں کی جائے نہ کہ لمبائی میں، بے دانت والا انسان اور عورتیں انگلی پھیر لیا کریں، مسواک اتنے مقام (ان مواقع) پر سنت ہے: وضو میں، قرآن شریف پڑھتے وقت، دانت پیلے ہونے پر، بھوک یا دیر تک خاموشی یا بے خوابی کی وجہ سے منہ سے بو آنے پر، احناف کے ہاں مسواک سنتِ وضو ہے نہ کہ سنت نماز لہٰذا باوضو آدمی نماز کے لیے مسواک نہ کرے۔“[2]

وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے:

حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا ”یعنی ان پر فرض کر دیتا کہ ہر نماز کے لیے وضو کریں، اس سے معلوم ہوا کہ حضور باذنِ الٰہی احکام کے مالک ہیں جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں حرام کہ فرماتے ہیں میں فرض کر دیتا نیز ہمارے ہاں نماز سے مراد وضو ہے یعنی ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ خیال

1 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک یوم الجمعۃ، ۱/ ۳۰۷، حدیث: ۸۸۷۔
2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۷۵۔

رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔“[1]

حدیث نمبر:1197

سو کر اُٹھنے کے بعد مسواک کرنا

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بھی نیند سے بیدار ہوتے تو دہن مبارک میں مسواک ملتے۔“

مسواک منہ کی صفائی کرتی ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی (نیند سے بیدار ہونے کے فوراً بعد) وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے (مسواک کرتے) پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ مسواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔“[3] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا ابنِ دقیق العید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے کیونکہ نیند میں معدہ کے بخارات منہ کی طرف بلند ہوتے ہیں جس سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور مسواک منہ کی صفائی کا آلہ ہے اس لیے سو کر اُٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے۔“[4] مگر یہ ذہن میں رہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دہن مبارک میں تو ہمیشہ خوشبو ہی خوشبو ہے۔

وہ دَہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۱/۲۷۵ ملخصاً۔
2. ... بخاری، کتاب الوضوء، باب السواک، ۱/۱۰۴، حدیث: ۲۴۵۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۱/۲۷۶۔
4. ... عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب السواک، ۲/۶۹۳، تحت الحدیث: ۲۴۵۔

حدیث نمبر:1198

مسواک اور وضو کا اہتمام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ فَيَبْعَثُهُ اللهُ مَا شَاءَ اَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے، رات میں جس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا آپ بیدار ہوتے، مسواک کرتے اور وضو کر کے نماز پڑھتے۔“

مسواک سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”یعنی ہم حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مسواک اور وضو کا پانی آپ کے سرہانے اول رات ہی میں رکھ دیتے تھے، معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے اور یہ خدمت بیوی کے ذمہ ہے۔“[2]

حدیث نمبر:1199

مسواک کی بہت زیادہ تاکید

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے تمہیں مسواک کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔“

مسواک کرنا فرض نہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے بیان

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل۔۔۔الخ، ص ۳۹۲، حدیث: ۱۷۴۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۷۰۔

3 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک یوم الجمعۃ، ۱/ ۳۰۸، حدیث: ۸۸۸۔

کئے اور کبھی دُنیوی نیز ہمیشہ اس پر عمل کر کے دکھایا تاکہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو، اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روشِ بیان (یعنی بیان کرنے کا طریقہ) کچھ اور ہوتا۔ ”[1]

حدیث نمبر:1200 گھر میں داخل ہو کر پہلے مسواک کرتے

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا شُرَیح بن ہانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ جب حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے؟ ارشاد فرمایا: ”مسواک۔“

حدیث نمبر:1201 مسواک کا کنارہ زبان اقدس پر

عَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ مسواک کا کنارہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان اَقدس پر تھا۔“

اہلِ خانہ کے ساتھ حُسنِ معاشرت:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر میں تشریف لاکر سب سے پہلے مسواک کرتے تھے، آپ کا یہ عمل شریف طبع مبارک کی کمال پاکیزگی اور اہل خانہ کے ساتھ حُسن معاشرت کی بنا پر ہوتا تھا، یہ عمل در حقیقت اُمّت کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حُسنِ معاشرت کی تعلیم ہے کہ اپنے گھر کے ماحول میں بھی نہایت پاکیزگی وطہارت میں رہیں اور بچوں اور عورتوں

1... مرآۃ المناجیح، ۱/۲۷۹۔

2... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ص ۱۲۴، حدیث: ۵۹۰۔

3... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ص ۱۲۴، حدیث: ۵۹۲۔

سے ملنے کے دوران بھی نظافت وصفائی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ مسواک سے ابتدا کرنے سے نمازِ نفل ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے نفل نماز ادا کرنے کے لیے وضو کرتے اور اس میں مسواک فرماتے۔"[1]

مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے:

حضرت سَیِّدُنا شریح بن ہانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی حدیث کے تحت **مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہیئے، مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک کے ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔"[2]

حدیث نمبر:1202

مسواک رب کی رضا کا سبب ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ.[3]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مسواک منہ کو صاف کرتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا سبب ہے۔"

دین ودنیا کی بھلائی:

مذکورہ حدیث پاک میں مسواک کرنے کی دینی اور دنیاوی فضیلت بیان کی گئی ہے "اس (مسواک کرنے) میں دِین و دنیا کی بھلائی ہے، خیال رہے کہ یہ فضیلت اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو عبادت کی نیت سے مسواک کرے، کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتاً مسواک اگرچہ منہ تو صاف کردے گی مگر رضائے الٰہی کا ذریعہ نہ بنے گی نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے یا تو اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا اس لیے کہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں، منہ کی

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ۱/ ۲۲۷ ملتقطاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۷۵۔

3 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب السواک الرطب والیابس للصائم، ۱/ ۶۳۷، تحت الباب، بتغیر قلیل۔

صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہو گیا پھر کیا کمی رہ گئی۔"[1] شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مسواک رب تعالیٰ کو راضی کرنے والی یا رب تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے کیونکہ مسواک وضو اور منہ کی پاکیزگی کی تکمیل کا موجب ہے اور منہ مناجات، تلاوت قرآن پاک اور ذکر الٰہی کا آلہ اور ذریعہ ہے۔"[2]

مِسواک کرنے کا طریقہ:

شیخِ طریقت، امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ 20 صفحات پر مشتمل رسالے "مسواک شریف کے فضائل" صفحہ 10 پر مسواک کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "دانتوں کی چَوڑائی میں مِسواک کیجئے ❁ جب بھی مِسواک کرنی ہو کم از کم تین بار کیجئے ❁ ہر بار دھو لیجئے ❁ مِسواک سیدھے ہاتھ میں اِس طرح لیجئے کہ چھنگلیا یعنی چھوٹی اُنگلی اس کے نیچے اور بیچ کی تین اُنگلیاں اُوپر اور انگوٹھا سِرے پر ہو، پہلے سیدھی طرف کے اوپر کے دانتوں پر پھر اُلٹی طرف کے اوپر کے دانتوں پر پھر سیدھی طرف نیچے پھر اُلٹی طرف نیچے مِسواک کیجئے ❁ مُٹھی باندھ کر مِسواک کرنے سے بواسیر ہو جانے کا اندیشہ ہے ❁ مِسواک وضو کی سنّتِ قبلیہ ہے (یعنی مسواک وضو سے پہلے کی سنّت ہے وُضو کے اندر کی سنّت نہیں لہٰذا وضو شروع کرنے سے قبل مسواک کیجئے پھر تین تین بار دونوں ہاتھ دھوئیں اور طریقے کے مطابق وضو مکمل کیجئے) البتّہ سنّتِ مُؤکَّدہ اُسی وقت ہے جبکہ منہ میں بدبو ہو۔"[3]

مِسواک کرنے کی 25 بَرَکتیں:

حضرتِ علّامہ سیِّد احمد طَحطاوی حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی "حاشِیَۃُ الطَّحْطاوی" میں مِسواک کے فوائد وفضائل یوں نقل فرماتے ہیں: "مِسواک شریف کو لازِم کرلو، اِس سے غفلت نہ کرو۔ اِسے ہمیشہ کرتے رہو کیونکہ اِس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوشنودی ہے ❁ ہمیشہ مِسواک کرتے رہنے سے روزی میں آسانی اور بَرَکت رہتی ہے ❁ دَردِ سر دُور ہوتا ہے ❁ بلغم کو دُور کرتی ہے ❁ نظر کو تیز کرتی ہے ❁ مِعدے کو دُرست رکھتی ہے ❁ جسم کو توانائی بخشتی ہے ❁ حافظہ (قُوتِ یادداشت) کو تیز کرتی ہے اور عقل کو بڑھاتی ہے ❁ دل کو

[1]...مرآۃ المناجیح، ۱/۲۷۷ ملخصاً۔ [2]...اشعۃ اللمعات، کتاب الطہارۃ، باب السواک، ۱/۲۳۰۔ [3]...فتاوی رضویہ، ۱/۸۳۷ ماخوذاً۔

پاک کرتی ہے ❁ نیکیوں میں اِضافہ ہوجاتا ہے ❁ فرشتے خوش ہوتے ہیں ❁ مسواک شیطان کو ناراض کردیتی ہے ❁ کھانا ہضم کرتی ہے ❁ بچوں کی پیدائش میں اضافہ ہوتا ہے ❁ بڑھاپا دیر میں آتا ہے ❁ بدن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت کے لیے قوت دیتی ہے ❁ پیٹھ کو مضبوط کرتی ہے ❁ نزع میں آسانی اور کلمۂ شہادَت یاد دلاتی ہے ❁ قیامت میں نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دِلاتی ہے ❁ پُل صراط سے بجلی کی طرح تیزی سے گزار دے گی ❁ حاجات پوری ہونے میں اُس کی اِمداد کی جاتی ہے ❁ قبر میں کشادگی کردی جاتی ہے ❁ اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ❁ دنیا سے پاک صاف ہوکر رخصت ہوتا ہے ❁ سب سے بڑھ کر فائدہ یہ ہے کہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"مسواک" کے 5 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اوران کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مسواک وہ لکڑی ہے جس سے دانت صاف کئے جاتے ہیں، سنت یہ ہے کہ یہ کسی پھول یا پھل دار درخت کی نہ ہو بلکہ کڑوے درخت کی ہو۔

(2) مسواک اور وضو کا پانی سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے اور یہ خدمت بیوی کے ذمہ ہے۔

(3) مسواک وضو سے پہلے کی سنّت ہے وُضو کے اندر کی سنّت نہیں لہٰذا وضو شروع کرنے سے قبل مسواک کی جائے۔

(4) مسواک کے ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔

(5) مسواک کا سب سے بڑھ کر فائدہ یہ ہے کہ اس سے رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسواک کی سنت پر پابندی سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطھارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ص ۶۹ ملخصا۔

حدیث نمبر:1203

پانچ فطری خصلتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَوْ خَمْسٌ مِّنَ الفِطْرَةِ: اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”فطرت پانچ باتیں ہیں یا (فرمایا) پانچ باتیں فطرت سے ہیں: (1) ختنہ کرنا (2) موئے زیرِ ناف مونڈنا (3) ناخن کاٹنا (4) بغلوں کے بال اُکھیڑنا (5) مونچھیں تراشنا۔“

حدیث نمبر:1204

دس فطری خصلتیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْیَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ. قَالَ الرَّاوِی: وَنَسِیْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ. قَالَ وَكِیْعٌ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاةِ: اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ یَعْنِی الْاِسْتِنْجَاء. [2]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”دس کام فطرت سے ہیں: مونچھیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مِسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، اُنگلیوں کے جوڑ دھونا، بغل کے بال دور کرنا، موئے زیرِ ناف مونڈنا، استنجا کرنا۔ راوی (اس حدیثِ پاک کے ایک راوی حضرت مصعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کہتے ہیں: میں دسواں کام بھول گیا شاید کلی کرنا ہو۔“ اس حدیثِ پاک کے ایک راوی حضرت سیدنا وکیع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اِنْتِقَاصُ الْمَاء یعنی استنجاء کرنا۔

حدیث نمبر:1205

مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللِّحٰی. [3]

1 . . . مسلم، کتاب الطھارة، باب خصال الفطرة، ص ۱۴۴، حدیث: ۵۹۷۔

2 . . . مسلم، کتاب الطھارة، باب خصال الفطرة، ص ۱۴۵، حدیث: ۶۰۴۔

3 . . . مسلم، کتاب الطھارة، باب خصال الفطرة، ص ۱۴۵، حدیث: ۶۰۰۔

ترجمہ: ”حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مونچھیں کٹواؤاور داڑھیاں بڑھاؤ۔“

فطرت سے مراد:

مذکورہ احادیث میں فطری خصلتیں بیان کی گئی ہیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فطرت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”فطرت کے لغوی معنیٰ ہیں پیدائش، رب فرماتا ہے: ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۱۱) (ترجمۂ کنز الایمان: آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔) مگر اصطلاح میں ان سنتِ انبیا کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) بھی عامل رہے۔“[1]

(1) ختنہ کرنا:

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ختنہ کے متعلق فرماتے ہیں: ”ختنہ سنت ہے اور یہ شعار اسلام میں ہے کہ مسلم وغیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اسی لیے عرف عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں۔ ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال کی عمر تک ہے اور بعض علما نے یہ فرمایا کہ ولادت سے ساتویں دن کے بعد ختنہ کرنا جائز ہے۔“[2]

(2) مونچھیں کترنا:

مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں۔[3]

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”مستحب یہ ہے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۷۶۔

2 ... بہار شریعت، ۳/ ۵۸۹، ۵۹۰، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔

3 ... بہار شریعت، ۳/ ۵۸۵، حصہ ۱۶۔

کہ مونچھوں کے بال کتروائے حتّٰی کہ ہونٹوں کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔ امام نووی (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے کہا: مونچھیں کتروانا سنت ہے۔ مستحب یہ ہے کہ پہلے دائیں طرف سے کتروانا شروع کرے خود کترے یا کسی سے کتروائے۔“[1]

(3) داڑھی بڑھانا:

صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی داڑھی بڑھانے کے متعلق فرماتے ہیں: ”داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، ہاں ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں۔ داڑھی چڑھانا یا اس میں گرہ لگانا جس طرح سکھ وغیرہ کرتے ہیں ناجائز ہے، اس زمانہ میں داڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش کی جاتی ہے، بعض داڑھی مونچھ کا بالکل صفایا کرا دیتے ہیں، بعض لوگ مونچھوں کی دونوں جانب مونڈ کر بیچ میں ذرا سی باقی رکھتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو مکھیاں بیٹھی ہیں، کسی کی داڑھی فرنچ کٹ اور کسی کی کرزن فیشن ہوتی ہے، یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب نصاریٰ کے اتباع و تقلید میں ہو رہا ہے۔“[2]

ایک مشت داڑھی واجب ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان داڑھی بڑھانے کے متعلق فرماتے ہیں: ”چار انگشت (یعنی ایک مشت) واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے، بہت زیادہ (بڑھانا) مکروہ، چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے، اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈا دے، خیال رہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشت کے بعد کٹوائے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سَیِّدُنا ابنِ عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کا طریقہ تھا (بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے: ﴿لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۹۴) (ترجمۂ کنز الایمان: نہ میری داڑھی پکڑو)

---

1 ... تفہیم البخاری، ۹/ ۱۴۱۔

2 ... بہار شریعت، ۳/ ۵۸۵، حصہ ۱۶۔

معلوم ہوا کہ ایک مشت داڑھی سنتِ انبیا ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہے۔"[1]

ایک مشت داڑھی کو سنت کہنے سے مراد:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "ایک مشت داڑھی رکھنا واجب وضروری ہے اور ایک مشت داڑھی کے لئے جو سنت کا لفظ مشہور ہے تو اس سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے یعنی ایک مشت داڑھی رکھنا دِینِ اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے یا اس وجہ سے داڑھی کو سنت کہا گیا ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت سے ثابت ہے جیسے نماز عید کو سنت کہا گیا ہے۔"[2]

(4) مسواک کرنا:

مسواک کرنے کے بارے میں تفصیلی بیان باب کی ابتدائی احادیث میں گزر چکا ہے۔

(5) ناک میں پانی ڈالنا:

ناک میں پانی چڑھانے سے مراد وضو کرتے ہوئے ناک صاف کرنے کے لئے اس میں پانی چڑھانا ہے۔[3]

(6) ناخن کاٹنا:

جمعہ کے دن ناخن کاٹنا مستحب ہے۔ ہاں اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرے۔ منقول ہے: "جو جمعہ کے روز ناخُن تَرشوائے (کاٹے) اللہ تعالیٰ اُس کو دوسرے جُمعے تک بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور تین دن زائد یعنی دس دن تک۔" ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو جمعہ کے دن ناخن ترشوائے تو رحمت آئیگی اور گُناہ جائیں گے۔ ہاتھوں کے ناخُن کاٹنے کے منقول طریقے کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شُروع کر کے ترتیب وار چھنگلیا (یعنی چھوٹی انگلی) سمیت ناخن کاٹیں مگر انگوٹھا چھوڑ دیجئے، اب اُلٹے ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے ترتیب وار انگوٹھے سمیت ناخن کاٹ لیجئے، اب آخِر میں سیدھے ہاتھ کے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ١/٢٧٦۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ١/٢٢٨۔

3 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ١/٢٢٨۔

انگوٹھے کا ناخن کاٹے جائیں۔ پاؤں کے ناخُن کاٹنے میں بہتر یہ ہے کہ سیدھے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرکے ترتیب وار انگوٹھے سَمیت ناخُن کاٹ لیجئے پھر اُلٹے پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیاں سمیت ناخن کاٹ لیجئے۔ دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے اور اس سے برص یعنی کوڑھ کے مرض کا اندیشہ ہے۔ جَنابت کی حالت (یعنی غُسل فرض ہونے کی صورت) میں ناخُن کاٹنا مکروہ ہے۔ ہر جمعہ کو اگر ناخن نہ ترشوائے تو پندرھویں دن ترشوائے اور اس کی انتہائی مدت چالیس (40) دن ہے اس کے بعد نہ ترشوانا ممنوع ہے۔ یہی حکم مونچھیں ترشوانے اور موئے زیرِ ناف دور کرنے اور بغل کے بال صاف کرنے کا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ ہونا منع ہے۔[1] ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے: ''ناخُن کاٹنے کے بعد ان کو دَفن کردیجئے اور اگر ان کو پھینک دیں تو بھی حَرَج نہیں۔ کٹے ہوئے ناخن بیتُ الخَلاء یا غسل خانے میں ڈال دینا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔''[2]

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے سوال کیا گیا کہ ایک حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی اور دوسری حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت آئی، ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''ناخن کاٹنے سے متعلق کسی دن کوئی ممانعت نہیں، اس لیے کہ دن کی تعیین میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں، البتہ بعض ضعیف حدیثوں میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے، لہٰذا اگر بدھ کا دن وجوب کا دن آجائے، مثلاً انتالیس دن سے نہیں تراشے تھے، آج بدھ کو چالیسواں دن ہے، اگر آج نہیں تراشا تو چالیس دن سے زائد ہو جائیں گے، تو اس پر واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے اس لیے کہ چالیس دن سے زائد ناخن رکھنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور اگر مذکورہ صورت نہ ہو تو بدھ کے علاوہ کسی اور دن تراشنا مناسب کہ جانبِ منع کو ترجیح رہتی ہے۔''[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . بہار شریعت، ۳/ ۵۸۴تا۵۸۵، حصہ ۱۶ ملخصا۔

2 . . . فتاوی ھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء۔۔۔ الخ، ۵/ ۳۵۸ ملخصا۔

3 . . . فتاویٰ رضویہ، ۲۲/ ۶۸۵ ملخصا۔

(7) اُنگلیوں کے جوڑ دھونا:

ساتویں چیز اُنگلیوں کے جوڑ دھونا اور انہیں پاک کرنا خصوصاً ان کی سلوٹیں جن میں میل کچیل جم جاتی ہے، ان لوگوں کے لیے خصوصاً یہ حکم ہے جن کی انگلیاں کام کاج کے سبب کھردری ہو جاتی ہیں نیز بدن کے وہ حصے اور جوڑ جن میں میل کچیل جمع ہو جانے کا گمان ہوتا ہے (جیسے ناف، کان اور بغل وغیرہ) ان کا بھی یہی حکم ہے (کہ ان کے دھونے میں خاص احتیاط کی جائے)۔"[1]

(8) بغل کے بال اُکھیڑنا:

آٹھویں خصلت بغل کے بال اکھیڑنا ہے، انہیں مونڈنا اور مخصوص پاؤڈر سے دور کرنا بھی جائز ہے اور جن لوگوں نے اکھیڑنے کی عادت بنا رکھی ہو ان کے لیے اکھیڑنا ہی زیادہ بہتر و مناسب ہے، خصوصیت سے بغل کے بال اکھیڑنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ اس جگہ بالوں کے مسام بند رہنے سے بخارات جمع رہتے ہیں جس سے یہاں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور اکھیڑنے سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں جس سے مسام مکمل کھل جاتے ہیں اور بدبو جاتی رہتی ہے اس کے برعکس مونڈنے سے بالوں کی جڑیں اور مضبوط ہوتی ہیں۔[2]
بغل کے بالوں کا اکھاڑنا سنت ہے اور مونڈنا بھی جائز ہے۔[3]

(9) موئے زیرِ ناف دور کرنا:

موئے زیر ناف دور کرنا سنت ہے، ہر ہفتہ میں نہانا، بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موئے زیر ناف دور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے اور پندرھویں روز کرنا بھی جائز ہے اور چالیس روز سے زائد گزار دینا مکروہ و ممنوع، موئے زیر ناف استرے سے مونڈنا چاہیے اور اس کو ناف کے نیچے سے شروع کرنا چاہیے اور اگر مونڈنے کی جگہ ہرتال چونا یا اس زمانہ میں بال اڑانے کا صابون چلا ہے (یونہی Hair Remove Cream یعنی بال صاف کرنے والی کریم)، اس سے دور کرے یہ بھی جائز ہے، عورت کو یہ بال اکھیڑ ڈالنا سنت ہے۔[4]

---

1 ... اشعة اللمعات، كتاب الطهارة، باب السواك، ۱/ ۲۲۹۔
2 ... اشعة اللمعات، كتاب الطهارة، باب السواك، ۱/ ۲۲۹۔
3 ... بہار شریعت، ۳/ ۵۸۵، حصہ ۱۶۔
4 ... بہار شریعت، ۳/ ۵۸۴، حصہ ۱۶۔

(10) استنجا کرنا:

پیشاب پاخانہ کا استنجا پانی سے کرنا سنت ہے اور اگر نجاست روپے (درہم) بھر سے زیادہ ہو تو فرض۔[1]

مدنی گلدستہ
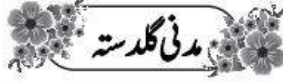
"شعارِ اسلام" کے 9 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) اِن سنتِ انبیا کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی عمل کیا۔

(2) ختنہ سنت اور شعارِ اسلام میں سے ہے کہ اس سے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اسی لیے عرف عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں۔

(3) مونچھیں کتروانا سنت ہے، مونچھوں کے بال کتروائے یہاں تک کہ ہونٹوں کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔

(4) داڑھی بڑھانا گزشتہ انبیاکرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے اور مونڈانا یا ایک مٹھی سے کم کرنا حرام ہے۔

(5) جمعہ کے دن ناخن کاٹنا مستحب ہے اور اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرے۔

(6) بغلوں کے بال اکھیڑنا سنت ہے اور مونڈنا بھی جائز ہے۔

(7) مُوئے زیر ناف دور کرنا سنت ہے، ہر ہفتہ میں نہانا، بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور مُوئے زیر ناف دور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے۔

(8) بغل کے بال اکھیڑنا اور موئے زیرِ ناف استرے سے مونڈنا بہتر ہے۔

(9) ناخن، مونچھیں، بغل کے بال اور موئے زیرِ ناف چالیس دن سے زیادہ نہ کاٹنا ممنوع ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فطری خصلتوں پر صحیح طریقے سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۷۶۔

باب نمبر:216

زکوٰۃ کی فرضیت وفضیلت کا بیان

زکوٰۃ کی فرضیت کی تاکید، زکوٰۃ کی فضیلت اور زکوٰۃ کے متعلق دیگر احکام کا بیان

زکوٰۃ دِینِ اسلام کا ایک بڑا فرض اور تیسرا اہم رکن ہے۔ زکوٰۃ کو "قَنْطَرَۃُ الْاِسْلَام" یعنی اسلام کا پُل قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر زکوٰۃ کا ذِکر فرمایا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کمالِ ایمان کی علامت ہے، زکوٰۃ سے مال میں برکت ہوتی ہے، زکوٰۃ مال کو پاک وصاف کرتی ہے، یہ انسان سے شر کو دور کرتی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے جبکہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کیلئے سخت عذاب کی وعید ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"زکوٰۃ کی فرضیت کی تاکید، زکوٰۃ کی فضیلت اور زکوٰۃ کے متعلق دیگر احکام"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 آیاتِ مقدسہ اور 9 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (پ۱، البقرۃ: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

(2) سیدھا دِین

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﳔ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِؕ(۵) (پ۳۰، البینۃ: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دِین ہے۔

(3) زکوٰۃ پاکیزگی کا ذریعہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ

تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (پ ۱۱، التوبة: ۱۰۳) تحصیل (وصول) کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔

مذکورہ آیات سے زکوۃ کی اہمیت وفضیلت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پہلی اور دوسری آیت میں مسلمانوں کو نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ تیسری آیت میں زکوۃ کی ادائیگی کو دِلوں کی پاکیزگی اور صفائی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ زکوۃ ادا کرنے سے مال آفات سے محفوظ رہتا ہے، اس میں برکت دے دی جاتی ہے اور چوری سے حفاظت رہتی ہے۔ زکوۃ کی ادائیگی میں دِین ودنیا کی بھلائیاں اور ادا نہ کرنے میں دارَین کا وبال ہے۔

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:1206

اَرکانِ اسلام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، بیتُ اللہ شریف کا حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔“

اِسلام کے پانچ ستون:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کا اسلام منہدم ہو جائے گا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمالِ ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفسِ ایمان موقوف، لہٰذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز، روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں اور جو

[1] ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام ودعائمه العظام، ص ۳۷، حدیث: ۱۱۳

ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔(توحید ورسالت کی گواہی) سے سارے عقائدِ اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو رسول ماننے کے یہ معنٰی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جائے۔ (تیسرا اور چوتھا رکن زکوۃ دینا اور حج کرنا) اگر مال ہو تو زکوۃ وحج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر ان کا ماننا بہر حال لازم ہے۔ "[1]

فلاح و کامرانی

حدیث نمبر:1207

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ، قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ، فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ، فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا طلحہ بن عُبَیْدُ اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں نجد کا ایک شخص حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، ہمیں اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سنائی دیتی تھی مگر سمجھ نہیں پارہے تھے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب ہوا اور اسلام کے بارے میں پوچھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنا۔" عرض کی: "کیا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز مجھ پر لازم ہے؟" ارشاد ہوا: "نہیں، ہاں! نفل پڑھنا چاہو تو تمہاری مرضی ہے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔" اس نے عرض کی: "کیا ان روزوں کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزہ ضروری ہے؟" فرمایا: "نہیں، مگر نفلی روزہ رکھنا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔" راوی کہتے ہیں: پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے زکوۃ کے بارے میں بتایا تو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۲۔

2 ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الصلوات التی ھی احد ارکان الاسلام، ص ۲۵، حدیث: ۱۰۰۔

اس نے کہا: ”کیا زکوۃ کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ مال فرض ہے؟“ فرمایا: ”نہیں، مگر نفلی صدقہ و خیرات کرنا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔“ پھر وہ یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم میں ان احکام میں کوئی کمی بیشی نہ کروں گا۔“ حضور نبی رحمت، مالک جنت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر یہ اپنی بات میں سچا رہا تو کامیاب ہو جائے گا۔“

روزے نجات کا ذریعہ ہیں:

حدیثِ مذکور میں نمازِ پنجگانہ، زکوۃ اور رمضان کے روزوں کو نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ان ارکان کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حسبِ موقع سائل کی حالت دیکھ کر جواب ارشاد فرمایا کرتے تھے، لہٰذا یہاں ان تین چیزوں کے بیان سے بقیہ احکامِ شرعیہ کی نفی نہیں ہوتی۔ شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اگر سوال ہو کہ حدیثِ مذکور میں نہ تو تمام فرائض وواجبات اور سُنَن کا بیان ہے نہ ہی سب ممنوعات کا تو پھر یہ قول کیسے درست ہوا کہ ”میں مذکورہ احکام پر کوئی کمی زیادتی نہ کروں گا؟“ اس سوال کے کئی جواب ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: ❁ اس وقت جو چیزیں فرض تھیں وہ بیان کر دی گئیں ان کے علاوہ کوئی اور چیز فرض نہ تھی جسے بیان کیا جاتا۔ ❁ یا پھر کمی زیادتی نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ میں فرائض و واجبات تو ادا کروں گا مگر زائد چیزیں مثلاً نوافل وغیرہ نہ پڑھوں گا اور بلا شبہ ایسا بندہ نجات پانے والا ہے اگرچہ سنتوں (یعنی سنتِ مؤکدہ) کے ترک سے اِساءت کا مرتکب ہو گا۔ ❁ یا پھر یہاں مشروع چیزوں میں کمی بیشی مراد ہے جیسے نماز کی مقررہ رکعتوں کو کم یا زیادہ کرنا وغیرہ۔ ❁ یا پھر یہ شخص کسی قوم کا قاصد تھا اس لئے قسم کھائی کہ میں پیغام پہنچانے میں کوئی کمی بیشی نہ کروں گا۔ ❁ ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اور طرح بھی مروی ہے جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت یوں ہے کہ ”حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے شریعتِ اسلامیہ سکھائی تو وہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ: ”بخدا! جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر فرض کی ہیں ان میں کمی زیادتی نہ کروں گا۔“ تو اس صورت میں اصلاً کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔[1]

[1] ... لمعات التنقیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ۱/ ۲۳۵، تحت الحدیث: ۱۴۔

فرضیتِ زکوٰۃ کی تعلیم کا حکم

حدیث نمبر:1208

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یمن بھیجا تو فرمایا: ''انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر یہ بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر انہی کے فقرا میں تقسیم کی جائے گی۔''

زکوٰۃ کا علیحدہ حکم:

حدیثِ مذکور میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے تین چیزوں کا حکم دیا، توحید و رسالت کا اقرار، نمازِ پنجگانہ اور زکوٰۃ۔ توحید و رسالت کے اقرار سے مراد تمام احکامِ اسلامیہ کو ماننا ہے، اگرچہ توحید و رسالت کے ضمن میں نماز و زکوٰۃ کا اقرار بھی موجود ہے مگر نماز و زکوٰۃ کی اہمیت و فضیلت کے پیشِ نظر انہیں علیحدہ سے بیان کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ اسلام میں نماز و زکوٰۃ کی بہت اہمیت ہے۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت مُعاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفسِ نفیس انہیں ''ثَنِيَّةُ الْوَدَاع'' تک پہنچانے گئے، حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ ''اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے۔'' جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے وہ تو پہلے ہی قبضہ

[1] ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ١/ ٤٧٦، حدیث: ١٣٩٥۔

میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر جا رہے تھے ۔ (اے معاذ! اگر اہلِ کتاب توحید و رسالت کا اقرار کرلیں) یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز کے احکام سناؤ سکھاؤ، چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادتِ بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اس لئے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذِکر فرمایا۔ (اگر نماز کا بھی اقرار کرلیں تو زکوۃ کے بارے میں بتانا کہ یہ مالداروں سے لے کر تمہارے ہی فقرا میں تقسیم کی جائے گی) یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوۃ وصول کرکے مدینۂ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے کہ تم یہ سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لئے ہے، بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوۃ لے کر تمہارے ہی فقرا کو دے دی جائے گی۔[1]

حدیث نمبر:1209

جان و مال کی حفاظت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَآءَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُم عَلَى اللهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں، اور جب تک وہ نماز قائم نہ کریں اور زکوۃ ادا نہ کریں۔ اور جب وہ ایسا کرلیں گے تو مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کرلیں گے مگر اسلام کا حق معاف نہ ہوگا اور (ان کے باطنی امور کا) حساب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی پر ہے۔"

زکوۃ ایمان کی علامت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں جان و مال کی حفاظت کو تین امور پر موقوف رکھا گیا

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲، ۳ ملتقطاً۔
2. ... بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ... الخ، ۱/ ۲۰، حدیث: ۲۵۔

ہے چونکہ اس زمانۂ مبارکہ میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے کلمہ ونماز اور زکوۃ ایمان کی علامت تھے جو ان کا پابند ہوتا اسے مسلمان سمجھا جاتا، اس دور میں کفار ہی ان اعمال سے دور رہتے تھے ورنہ ہر مسلمان ان کا پابند تھا۔ اس لئے ان تین اعمال کی ادائیگی پر جان و مال کی حفاظت کو موقوف رکھا گیا اور فرمایا گیا کہ جو یہ امور بجالائے گا اس کا جان ومال محفوظ ہوجائے گا اس سے جہاد نہ کیا جائے گا چونکہ وہ اب مسلمان ہوگیا اس لئے اس کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کیا جائے گا، مگر اسلام میں جرائم کی جو سزائیں مقرر ہیں وہ معاف نہ ہوں گی اگر کوئی اسلام لانے کے بعد کسی جرم کا مرتکب ہوا اور اس کا جرم ثابت ہوگیا تو اسے اس کے جرم کی سزا دی جائے گی۔ اگر کسی نے منافقانہ رَوِش اختیار کی اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے کلمہ بھی پڑھ لیا، نماز وزکوۃ کا بھی پابند ہوگیا مگر دلی طور پر وہ کافر ہی ہے تو اس کا معاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد ہے جو دلوں میں پیدا ہونے والے خیال بھی جانتا ہے، ہمیں یہی حکم ہے کہ ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اسے مسلمان ہی سمجھیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کریں۔

حدیث نمبر:1210

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر جہاد

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَبُو بَكْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَقُوْلُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّی مَالَهُ وَنَفْسَهُ اِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَی اللهِ. فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ: وَاللهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَاِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُوْنِی عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّوْنَهُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهِ. قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فَوَاللهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اللهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِی بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ. [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ جب حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا وصال مبارک ہوا اور سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ گروہ مرتد ہو گئے۔ (سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا تو) سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللهُ

[1]... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ۱/ ۴۷۲، حدیث: ۱۳۹۹، ۱۴۰۰۔

تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”آپ ان لوگوں سے کیسے جہاد کریں گے؟ جبکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ نہ کہہ لیں، تو جو یہ کہہ لے گا اس نے اپنا مال اور خون مجھ سے محفوظ کرلیا سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جس نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور لڑوں گا یقیناً زکوۃ مال کا حق ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک رسی بھی ایسی روکیں گے جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ مبارکہ میں بطورِ زکوۃ دیا کرتے تھے تو میں ضرور ان سے جہاد کروں گا۔“ یہ سن کر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہنے لگے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے جان لیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سینہ جہاد کے لئے کھول دیا ہے اور یہی حق ہے۔“

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت:

مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نِری کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں، جب تک تمام ضروریاتِ دین کا اقرار نہ کرے اور امیر المومنین فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں یہ خیال تھا کہ زکوۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے، کافر تو نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے، مگر جب معلوم ہو گیا تو فرماتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ وہی حق ہے، جو صدیق نے سمجھا اور کیا۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اسلام میں زکوۃ کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور جو اسے فرض تو مانے مگر شرائط پائی جانے کے باوجود ادا نہ کرے وہ سخت گناہ گار ہے۔ زکوۃ کی ادائیگی سے بظاہر مال کچھ کم ہوتا نظر آتا ہے مگر حقیقتاً مال بڑھتا ہے، جس طرح کنویں سے پانی نکلتا رہے تو وہ جاری رہتا ہے اور پانی بڑھتا رہتا ہے اسی طرح زکوۃ کی ادائیگی سے بھی مال میں برکت ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں مال چوری و ڈاکہ زنی اور دیگر آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۸۷۰، حصہ ۵۔

وَسَلَّم ہے: "اپنے مالوں کی زکوۃ دے کر انہیں مضبوط قلعوں میں محفوظ کرلو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ و خیرات سے کرو۔"[1] ایک اور جگہ فرمایا: "صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور بندہ کسی کا قصور معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھاتا ہے۔"[2]
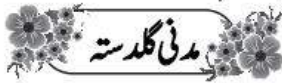
مدنی گلدستہ

"شعبان" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جب یمن کے لئے روانہ فرمایا تو انہیں غیب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جب تمہاری واپسی ہوگی تو ہمیں نہ پاؤ گے۔

(2) درست عقائد کے ساتھ نماز روزے و دیگر اعمالِ صالحہ کی پابندی کامل ایمان کی علامت ہے۔

(3) جو زکوۃ کی شرائط پائی جانے کے باوجود زکوۃ ادا نہ کرے تو سخت گناہ گار ہے۔

(4) نِری کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں، بلکہ تمام ضروریاتِ دین کا اقرار بھی ضروری ہے۔

(5) زکوۃ سے مال محفوظ رہتا ہے اور صدقہ خیرات کرنے سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں زکوۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1211

پانچ اعمال پر جنّت کا داخلہ

عَنْ اَبِیْ اَیُّوبَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ قَالَ: تَعْبُدُ اللہَ وَلَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلَاۃَ وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ.[3]

---

[1] ... مراسیل ابی داؤد مع سنن ابی داؤد، باب فی الصائم یصیب اھلہ، ص ٨۔

[2] ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص ١٠٧١، حدیث: ٦٥٩٢۔

[3] ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ١ / ٤٧١، حدیث: ١٣٩٦۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوایوب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "آقا! کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے؟" ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کر۔"

حدیث نمبر:1212

جنت کی طرف رھنمائی

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللهِ، دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: تَعْبُدُ اللهَ، لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَتُقِیمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِی الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ. قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ، لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا، فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس پر عمل پیرا ہو کر میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔" یہ سن کر وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں اِن اُمور پر کوئی شے زیادہ نہ کروں گا۔" نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو کسی جنّتی شخص کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔"

حدیث نمبر:1213

زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت

عَنْ جَرِیْرِ بن عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلَاةِ، وَاِیْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.[2]

حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

[1] ...بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ۱/ ۴۷۲، حدیث: ۱۳۹۷۔

[2] ...بخاری، کتاب الزکاۃ، باب البیعۃ علی ایتاء الزکاۃ، ۱/ ۴۷۳، حدیث: ۱۴۰۱۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے پر بیعت کی۔"

حدیث نمبر:1211، 1212میں جن چیزوں کی ادائیگی پر جنت کی بشارت دی گئی ان میں سے ایک زکوٰۃ بھی ہے۔ اسی طرح حدیث نمبر 1213 میں حضرت سیدنا جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جن تین باتوں پر بیعت کی ان میں سے ایک زکوٰۃ ہے۔ ان احادیث سے زکوٰۃ کی اہمیت وفضیلت خوب واضح ہوتی ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے فوائد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زکوٰۃ ایک اہم دینی فریضہ ہے۔ زکوٰۃ سے بے شمار دِینی ودُنیوی فوائد وابستہ ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مالداروں اور غریبوں کے درمیان دوریاں ختم ہوتی ہیں، باہمی تعاون، ہمدردی، مساوات اور اخوت وبھائی چارے کی فضا قائم ہوتی ہے۔ غریبوں، مسکینوں پر مال خرچ کرنے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔ حُبّ دنیا، حرص، غرور و تکبر، سرکشی اور فسق وفجور جیسے مہلک امراض سے بچاؤ میں مدد ملتی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والے پر رحمتِ الٰہی کی برسات ہوتی ہے۔ زکوٰۃ دینے سے تقویٰ وپرہیز گاری نصیب ہوتی ہے۔ قرآنِ پاک میں زکوٰۃ کی ادائیگی کو پرہیز گاروں کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ دینے والا کامیاب لوگوں کی فہرست میں شامل ہو جاتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد فرماتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنا مساجد آباد کرنے والوں کی صفت ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے غریبوں کی ضروریات پوری ہوتیں اور ان کے دل میں خوشی داخل ہوتی ہے۔ زکوٰۃ دینے سے لالچ و بخل جیسی بُری صفت سے چھٹکارا ملتا ہے اور سخاوت جیسا محبوب وصف پیدا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے اور دنیا وآخرت میں اس کا فائدہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

مال میں اضافہ:

مُفسّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے۔ تجربہ ہے کہ جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھرلیتا ہے۔ گھر کی رکھی بوریاں چوہے وغیرہ آفات سے ہلاک ہو جاتی

ہیں۔ جس مال میں سے صَدَقہ نکلتا رہے اُس میں سے خرچ کرتے رہو، اِنْ شَآءَاللہ بڑھتا ہی رہے گا، کُنویں کا پانی بھرے جاؤ، تو بڑھے ہی جائے گا۔“[1]

نوٹ: حدیث نمبر 1213 کی مزید وضاحت کیلئے فیضانِ ریاض الصالحین جلد 3، باب نمبر 22، حدیث نمبر 182 اور اس کی شرح کا مطالعہ کیجئے۔

حدیث نمبر: 1214

زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ، وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِيْنُهُ، وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ، اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَ اِمَّا اِلَى النَّارِ. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ؟ قَالَ: وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَاحِدًا، تَطَؤُهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا، فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ، تَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهُ بِاَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ، فَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ سِتْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ ظُهُوْرِهَا، وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ اَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۳۔

مَرْجٍ، اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وكُتِبَ لَهُ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ؟ قَالَ: مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۠﴾ (1)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس کے پاس سونا، چاندی ہو اور وہ اُن کا حق ادا نہ کرے تو قیامت کے دن سونے چاندی کے تختے بنا کر انہیں جہنم کی آگ میں گرم کرکے اس مالدار کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا جب وہ ٹھنڈے ہوں گے تو انہیں دوبارہ گرم کیا جائے گا اور وہ دن پچاس ہزار سال کا ہو گا، اسے یہ عذاب دیا جاتا رہے گا حتی کے بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف۔“ عرض کی گئی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اور اونٹوں کا کیا معاملہ ہو گا؟“ فرمایا: ”جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے گا اور پانی پلانے کے دن ان کا دودھ نکال کر ضرورت مندوں کو دینا بھی ان کا حق ہے، تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو ایک چٹیل میدان میں اُسے لٹا دیا جائے گا پھر اس کے سب اُونٹ لائے جائیں گے وہ اُن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ پائے گا اور وہ خوب موٹے تازہ ہوں گے، پھر وہ اُسے اپنے قدموں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے جب اُس پر سے گزر جائیں گے تو دوبارہ لائے جائیں گے، ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی، اسے یہ عذاب دیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا، پھر یہ جنت کی طرف جائے گا یا جہنم کی طرف۔“ عرض کی گئی: ”حضور! گائے بکریوں کا کیا معاملہ ہو گا؟“ فرمایا: ”جس نے گائے بکریوں کا حق ادا نہ کیا اسے بروزِ قیامت کھلے میدان میں لٹایا جائے گا پھر اُس کی گائے بکریاں لائی جائیں گی جن میں سے کوئی ایک بھی کم نہ ہو گی، نہ کوئی مڑے سینگ والی ہو گی، نہ بے سینگ والی، نہ ٹوٹے سینگ والی، وہ اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی اور پاؤں سے

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، ص ۳۸۲، حدیث: ۹۸۷ ۲۲۹۰۔

روندیں گی، جب بھی پہلا حصہ گزر جائے گا تو آخری حصہ لوٹا دیا جائے گا یہ معاملہ اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا، پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا جنت کی طرف جائے گا یا جہنم کی طرف۔" عرض کی گئی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! گھوڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟" ارشاد فرمایا: "گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں، کسی کے لئے یہ گناہ کا باعث ہیں کسی کے لئے آڑ اور کسی کے لئے ثواب، گناہ کا باعث تو وہ ہیں جنہیں ریا، تکبر اور اسلام کی مخالفت کے لئے باندھا گیا ہو، آڑ وہ ہیں جنہیں راہِ خدا میں باندھا گیا اور پھر ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کو نہ بھولا گیا، اور باعثِ اجر ثواب وہ گھوڑے ہیں جنہیں اہلِ اسلام کے لئے کسی باغ یا چراگاہ میں باندھا گیا وہ اس سے کچھ بھی کھائیں گے تو ان کے کھانے کے برابر ان کے مالک کو نیکیاں ملیں گی اور ان کے گوبر اور پیشاب کے برابر اسے نیکیاں دی جائیں گی اور اگر وہ اپنی رسی توڑ کر بھاگیں یا ایک دو ٹیلوں پر چڑھ جائیں تو ان کے قدموں اور گوبر کی تعداد کے برابر ان کے مالک کو نیکیاں ملیں گی اور اگر ان کا مالک انہیں کسی نہر کے پاس لے جائے اور وہ اس سے پانی پی لیں حالانکہ اس کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا تو ان کے پینے کی مقدار مالک کو ثواب ملے گا۔" عرض کی گئی: "گدھوں بارے میں کیا حکم ہے؟" فرمایا: "گدھوں کے بارے میں کوئی خاص حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا، سوائے اِس ایک جامع آیت کے: ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۞ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۞﴾ (پ٣٠، الزلزال: ٧، ٨) ترجمۂ کنزالایمان: "تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔"

جہنم کا عذاب بہت سخت ہے:

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "اے عزیز! کیا خدا و رسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کو یونہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس کی مدّت میں یہ جانکاہ مُصیبتیں جھیلنی سہل (آسان) جانتا ہے، ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کر کے بدن پر رکھ کر دیکھ، پھر کہاں یہ خفیف (ہلکی) گرمی، کہاں وہ قہر آگ، کہاں یہ ایک ہی روپیہ، کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال، کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں وہ ہزاردن برس کی آفت، کہاں یہ ہلکا سا چَہکا (معمولی سا داغ) کہاں

وہ ہڈیاں توڑ کر پار ہونے والا غضب۔ **اللہ** تعالٰی مسلمان کو ہدایت بخشے۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ جو مالدار اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا بروزِ قیامت اسے بہت سخت عذاب دیا جائے گا، اس کا جمع کیا ہوا مال وہاں کچھ کام نہ آئے گا بلکہ یہی مال اس کے لئے وبالِ جان بن جائے گا، اسی مال سے اسی کو سزا دی جائے گی، جی ہاں! جس نے سونے چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہوگی اس کے پہلو، پیٹھ اور پیشانی کو سونے چاندی سے داغا جائے گا وہ بھی جہنم کی آگ میں گرم کر کے۔ اسی طرح جس نے اپنے جانوروں کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہوگی اسے کھلے میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہی جانور اسے اپنے کُھروں سے کچلیں گے اور منہ سے کاٹیں گے، سارا دن وہ اس دردناک عذاب میں مبتلا رہے گا، وہ دن کوئی عام دن نہ ہوگا بلکہ پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر اس کے بعد کا معاملہ علیحدہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور اپنے غضب سے بچائے۔ آمین

پیشانی، پہلو اور پیٹھ کی تخصیص:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو جہنمی آگ میں گرم کئے ہوئے سونے چاندی سے داغا جائے گا۔ حضرت سیدنا ابو عبد **اللہ** محمد بن احمد ابو بکر قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ان تین اعضاء کو خصوصیت سے بیان کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ داغنے سے چہرہ بدنما و بدصورت ہو جائے گا اس طرح زکوٰۃ نہ دینے والے کی خوب تشہیر ہوگی اور وہ ذلیل و خوار ہوگا۔ پہلو اور پیٹھ میں باقی اعضاء کے مقابلے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس لئے انہیں داغا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سائل کو دیکھ کر منہ بگاڑنے اور اس سے چہرہ پھیر لینے کی وجہ سے چہرہ داغا جائے گا اور سائل سے پہلو تہی کرنے کی وجہ سے پشت و پہلو کو داغا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ مال و جاہ طلب کرنے کے جرم میں چہرے کو، فقیروں اور ناداروں سے اعراض کرنے کے جرم میں پہلو کو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرنے کے بجائے مال واسباب پر بھروسہ کرنے کے جرم میں پُشت کو داغا جائے گا۔"[2]

1 . . . فتاوی رضویہ، ۱۰/ ۱۷۵۔

2 . . . التذکرۃ باحوال الموتی وامور الاخرۃ، باب ماجاء فی عقوبۃ مانعی الزکاۃ۔۔۔الخ، ص، ۲۸۹ ملخصاً۔

زکوٰۃ نہ دینے کے نقصانات:

یاد رہے کہ جس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کے بے شمار دینی و دنیوی فوائد و ثمرات ہیں اسی طرح زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بے شمار دِینی و دُنیوی نقصانات اور سخت عذاب کی وعیدیں بھی ہیں۔ اِس ضمن میں چند فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ فرمایئے:

(1) ”خشکی و تری میں جو مال بھی ضائع ہوا وہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ضائع ہوا۔“[1] **(2)** ”جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔“[2] **(3)** ”جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بارش روک دیتا ہے اگر زمین پر چوپائے نہ ہوں تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرے۔“[3] **(4)** ”زکوٰۃ نہ دینے والے پر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لعنت فرمائی ہے۔“[4] **(5)** **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کنگنوں کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والی ایک خاتون سے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ قیامت کے دن **اللہ** تعالیٰ تمہیں ان کنگنوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے؟“ یہ سنتے ہی اس نیک خاتون نے فوراً وہ کنگن اتار دیئے اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے رکھتے ہوئے عرض کی: ”آقا! یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے ہیں۔“[5] **(6)** ”جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی بروزِ قیامت وہ پُرانا خبیث خونخوار اژدہا بن کر اُس کے پیچھے دوڑے گا، یہ ہاتھ سے روکے گا، وہ ہاتھ چبالے گا، پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا، اس کا مُنہ اپنے مُنہ میں لے کر چبائے گا (اور کہے گا) کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہُوں تیرا خزانہ پھر اس کا سارا بدن چباڈالے گا۔“ وَالْعِیاذُ بِاللہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن[6]

1... مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاۃ، ۳/۲۰۰، حدیث: ۴۳۳۵۔

2... معجم الاوسط، باب العین، من اسمه عبدان، ۳/۲۷۵، حدیث: ۴۵۷۷۔

3... ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴/۳۶۷، حدیث: ۴۰۱۹۔

4... ابن خزیمة، کتاب الزکاۃ، باب ذکر لعن لاوی الصدقة۔۔۔الخ، ۴/۸، حدیث: ۲۲۵۰۔

5... ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ماھو وزکاۃ الحلی، ۲/۱۲۷، حدیث: ۱۵۶۳۔

6... فتاوی رضویه، ۱۰/۱۵۳۔

مدنی گلدستہ
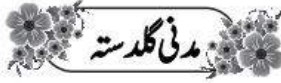
”زکوٰۃ ادا کرو“ کے 10 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) زکوۃ ادانہ کرنا سخت کبیرہ گناہ ہے اور زکوۃ کا انکار کفر ہے۔

(2) قیامت کا دن مجرموں کے لئے بہت طویل ہوگا اور نیکوں کے لئے بہت مختصر۔

(3) زکوۃ اور دیگر حقوقِ مالیہ ادا کرنے والا بخل جیسی مذموم صفت سے محفوظ رہتا ہے۔

(4) جو قوم زکوۃ ادا نہیں کرتی اسے قحط سالی میں مبتلا کردیا جاتا ہے اور ان پر برسات روک دی جاتی ہے۔

(5) جانوروں کی زکوۃ نہ دینے والوں کو بروزِ قیامت ان کے جانور اپنے کُھروں سے کچلیں گے اور سینگوں سے ماریں گے۔

(6) جس مال کی زکوۃ ادانہ کی گئی بروزِ قیامت وہ مال خونخوار اژدہا بن کر اپنے مالک کو ڈَسے گا۔

(7) زکوۃ نہ دینے والا ایسا بدنصیب ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

(8) زکوۃ ادا کرنے والے پر رحمتِ الٰہی کی برسات ہوتی ہے۔

(9) زکوۃ کی ادائیگی سے غریبوں کی مدد ہوتی اور غریب وامیر کے درمیان فاصلے کم ہوتے ہیں۔

(10) زکوۃ ادا کرنے والے کا مال بڑھتا رہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خوش دِلی سے زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، زکوۃ ادانہ کرنے کے وبال اور اس کی وعیدوں وعذابات سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:217

رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان

رمضان کے روزوں کی فرضیت وفضیلت اور اس کے متعلقہ مسائل کا بیان

خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا کروڑہا کروڑ اِحسان کہ اُس نے ہمیں ماہِ رَمَضَان جیسی عظیمُ الشّان نِعمت سے سَرفَراز فرمایا۔ ماہِ رَمَضَان کے فَیضَان کے کیا کہنے !اِس کی تو ہر گھڑی رَحمت بھری ہے۔اِس مہینے میں اَجر و ثَواب بہُت بڑھ جاتا ہے۔ نَفل کا ثواب فَرض کے برابر اور فَرض کا ثواب ستّرگُنا کر دیا جاتا ہے، بلکہ اِس مہینے میں تو روزہ دار کا سونا بھی عبادت میں شُمار ہوتا ہے۔ عَرش اُٹھانے والے فِرِشتے روزہ داروں کی دُعاء پر آمین کہتے ہیں۔ روزہ دار کیلئے دریا کی مچھلیاں اِفطار تک دُعائے مَغفِرت کرتی رہتی ہیں۔اِس مہینے میں خَرچ کرنا جہاد میں خَرچ کرنے کا دَرَجہ رکھتا ہے۔الغرض ماہِ رمضان سارے کا سارا خیر پر مشتمل ہے۔ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”رمضان کے روزوں کی فرضیت وفضیلت اور اس کے متعلقہ مسائل“** کے بارے میں ہے۔اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں سورۂ بقرہ کی 3 آیات اور 7 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیات اور ان کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

رمضان کے روزے فرض ہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ(۱۸۳) اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَؕ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۱۸۴) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں

الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۳ تا ۱۸۵)

کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے۔ شریعت میں روزہ یہ ہے کہ "صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچا جائے۔" اس آیت میں فرمایا گیا: "جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بہت قدیم عبادت ہے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض ہوتے چلے آئے ہیں اگرچہ گزشتہ امتوں کے روزوں کے دن اور احکام ہم سے مختلف ہوتے تھے۔ یاد رہے کہ رمضان کے روزے 10 شعبان 2 ہجری میں فرض ہوئے تھے۔ آیت کے آخر میں بتایا گیا کہ روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری کا حصول ہے۔ روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روک دیا جاتا ہے تو اس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے جس سے ضبطِ نفس اور حرام سے بچنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رکتا ہے۔ فرض روزے گنتی کے دن ہیں یعنی صرف رمضان کا ایک مہینہ ہے جو انتیس دن کا ہو گا یا تیس دن کا۔ لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ذہن میں رکھو کہ جس ربّ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں گیارہ ماہ کھلایا پلایا، وہ اگر ایک ماہ صرف دن کے وقت کھانے پینے سے منع فرمادے اور اس فاقے میں بھی تمہارے جسم و روح، ظاہر و باطن، دنیا و آخرت کا فائدہ ہو تو ضرور اس کی اطاعت کرو۔[1]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1215

روزے کی جزا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهُ اِلَّا الصِّيَامَ، فَاِنَّهُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا

[1] ... تفسیر صراط الجنان، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۳، ۱۸۴، ۱/ ۲۹۰، ۲۹۱ ملتقطاً۔

يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: اِنِّيْ صَائِمٌ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا، اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهٖ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ.[1]

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: يَتْرُكُ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ، وَشَهْوَتَهُ مِنْ اَجْلِيْ، اَلصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا.[2] وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ اَجْلِيْ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ، وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ.[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزہ کے کیونکہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے، تو جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو وہ نہ بے حیائی کی بات کرے نہ جھگڑا کرے، اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔" پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت کی اور ایک خوشی ربّ سے ملاقات کے وقت کی۔" ایک اور روایت میں ہے کہ "روزہ دار اپنے کھانے، پینے اور خواہش کو میری رضا کے لئے چھوڑتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔" اور مسلم کی روایت میں ہے کہ "ابن آدم کے ہر بھلے کام کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: "سوائے روزہ کے کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، وہ اپنے کھانے اور شہوت کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔" "روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت کی خوشی اور ایک اپنے ربّ سے ملاقات کی خوشی اور اس کے منہ کی بو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مشک کی

---

1 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب هل يقول: انی صائم اذا شتم، ۱ / ۶۲۸، حدیث: ۱۹۰۴۔

2 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان، ۱ / ۶۲۴، حدیث: ۱۸۹۴۔

3 . . . مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام، ص ۵۸۰، حدیث: ۲۷۰۷۔

خوشبو سے عمدہ ہے۔"

روزہ میرے لئے ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔" اگرچہ تمام اعمال و عبادات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے ہوتے ہیں مگر روزہ کو چند وجوہ سے امتیاز حاصل ہے اس لئے اسے بطورِ خاص بیان کیا گیا۔ فقیہِ اعظم مفتی محمد شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نماز مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص ارکان کی ادائیگی کا نام ہے جسے دیکھ کر ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ شخص نماز پڑھ رہا ہے، حج کا بھی یہی حال ہے بلکہ اس کے لئے سفر، گھر سے باہر رہنا اور مجمع عام میں اس کی ادائیگی سے ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ حج کرنے جا رہا ہے، حج ادا کر رہا ہے۔ زکوٰۃ فقرا و مساکین کو دی جاتی ہے اس پر بھی دوسرے کا مطلع ہو جانا لازم ہے، مگر روزہ ایسی عبادت ہے جس میں کوئی ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے لوگ اس پر مطلع ہوں، پھر تنہائی میں بہت سے ایسے مواقع ملتے ہیں کہ اگر آدمی کھا پی لے تو کسی کو خبر نہ ہو گی، اس لئے بہ نسبت اور عبادتوں کے روزے میں ریا کے شائبہ کا دخل نہیں۔ بندہ روزہ رکھتا ہے تو خاص **اللہ** کی رضا کے لئے رکھتا ہے، اسی کو فرمایا: "روزہ میرے لئے ہے میں اس کی جزا دوں گا۔" بادشاہ جب کسی کو کچھ دیتا ہے تو اپنی شان کے مطابق دیتا ہے وہ بھی جب کسی پسندیدہ کام پر خوش ہو کر دیتا ہے تو پھر اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔"[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: "دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے، جو اندر باہر کچھ نہ کھائے پیے وہ یقیناً مخلص ہی ہے، ریاکار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے۔ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہلِ حقوق چھین سکتے ہیں حتی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لے گا، مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا۔"[2]

---

1 ... نزہۃ القاری، ۳/ ۲۸۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۳۵۔

روزے کی جزا میں خود دوں گا:

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: "روزے کی جزا میں خود دوں گا۔" مر آۃ المناجیح میں ہے: "یعنی روزہ کا بدلہ میں براہِ راست خود دوں گا، میں دینے والا روزہ دار لینے والا جو چاہوں دوں اس کی جزا مقرر نہیں، یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا ربّ۔"[1] فیوض الباری میں ہے: "روزہ ایک پُر خلوص عبادت ہے، اس لئے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب بذریعہ ملائکہ دیا جاتا ہے، مگر روزہ کا ثواب میں عطا فرتا ہوں کیونکہ روزہ خالص میرے لئے رکھا جاتا ہے۔"[2]

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں:

"روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، افطار کے وقت کی خوشی اور رب سے ملاقات کی خوشی۔" مر آۃ المناجیح میں ہے: "سُبحَانَ الله! کیسا پیارا فرمان ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادت ادا ہوئی ربّ تعالیٰ راضی ہوا، سینہ میں نور، دل میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں ربّ تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور اِنْ شَآءَ الله مرتے وقت بھی بروزِ قیامت بھی ربّ تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے، وہ کریم فرمائے گا کہ دنیا میں جو میں نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کروں گا، اللّٰه تعالیٰ خیریت سے وہ وقت دکھائے۔"[3]

روزہ دار کے منہ کی بو:

"روزہ دار کے منہ کی بو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مشک سے بڑھ کر ہے۔" اس بو سے مراد وہ بو ہے جو بھوک کی حالت میں معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ شارحینِ حدیث نے اس فرمان کے کئی معانی بیان کئے ہیں۔ فیوض الباری میں ہے: ۞ "**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائے گا جو مشک سے زیادہ عمدہ ہوگی۔ ۞ قیامت میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو روزہ دار کے منہ سے

1 ... مر آۃ المناجیح، ۳/ ۱۳۵۔ 2 ... فیوض الباری، ۸/ ۱۸۔ 3 ... مر آۃ المناجیح، ۳/ ۱۳۵۔

ایسی خوشبو آئے گی جو مشک سے بھی بہتر ہوگی۔ ❁ دنیا ہی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس بو کی قدر مشک سے زیادہ ہے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"ماہِ رمضان" کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) روزہ ڈھال ہے، دنیا میں نفس و شیطان کے شر سے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

(2) بُری باتیں اور شور و غل شریعت میں ویسے بھی ممنوع ہیں مگر روزہ کی حالت میں اور زیادہ ممنوع لہٰذا روزہ دار کو ایسی تمام باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(3) اگر روزہ دار سے کوئی لڑے یا گالی دے تو روزہ دار کو چاہیے کہ عفو و درگزر سے کام لے اور کہہ دے کہ "میں روزہ دار ہوں" امید ہے یہ سن کر سامنے والا شرمندہ ہو کر اپنی حرکتوں سے باز آجائے گا۔

(4) ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک روزے دار کے منہ کی بو مشک سے بڑھ کر ہے۔

(6) بروزِ قیامت روزہ دار جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے منہ سے ایسی خوشبو آئے گی جو مشک سے بھی بہتر ہوگی۔

(7) تمام عبادات و اعمالِ صالحہ کی جزا فرشتوں کے ذریعے دلوائی جائے گی مگر روزہ وہ عظیم عبادت ہے کہ اس کا ثواب اللہ عَزَّوَجَلَّ خود عطا فرمائے گا۔

(8) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، افطار کے وقت روحانی و جسمانی خوشی اور بروزِ قیامت دیدارِ الٰہی کی عظیمُ الشّان خوشی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی روزے کی برکتیں نصیب فرمائے۔

---

1 . . . فیوض الباری، ۸/ ۱۸۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1216

جنت کے دروازے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ نُوْدِیَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ: یَا عَبْدَ اللّٰہِ! ھٰذَا خَیْرٌ، فَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلَاۃِ، وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجِھَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِھَادِ، وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ، وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصَّدَقَۃِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَۃِ، قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَۃٍ فَھَلْ یُدْعٰی اَحَدٌ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ کُلِّھَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے راہِ خدا میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے دروازوں سے یوں ندا دی جائے گی: ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے۔“ پس نمازی کو بابُ الصّلاۃ سے بلایا جائے گا اور جہاد کرنے والے کو بابُ الجہاد سے بلایا جائے گا۔ روزہ دار کو بابُ الرَّیان سے بلایا جائے گا اور صدقہ دینے والے کو بابُ الصَّدقہ سے بلایا جائے گا۔“ حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے ماں باپ آپ پر قربان! ویسے تو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ کسی کو تمام دروازوں سے بلایا جائے (مقصود دخولِ جنت ہے، وہ ایک دروازہ سے بھی حاصل ہو جائے گا) لیکن پھر بھی کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے ان سب دروازوں سے پکارا جائے گا؟“ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم انہی میں سے ہو۔“

روزہ دار کی عزت افزائی:

فیوض الباری میں ہے: ”اس حدیث میں روزہ دار کے فضل و شرف کا بیان ہے کہ اس کا اعزاز یہ ہو گا کہ جنت میں ایک خاص دروازے سے داخل ہو گا اور اِس کے ساتھ ساتھ امیرُ المومنین اَصدَقُ الصّادِقین،

[1] ... بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، ۱/ ۶۲۵، حدیث: ۱۸۹۷۔

امام الاتقیا سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی عظمت و بزرگی کا بیان بھی ہے کہ آپ تمام حسنات و خیرات کے جامع ہیں اور تقوٰی کے نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں اور آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو جنّت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ "[1]

راہِ خدا میں کسی چیز کا کوئی جوڑا خرچ کرنا:

"جس نے راہِ خدا میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔" مرآۃ المناجیح میں ہے: "یعنی ایک جنس کی دو چیزیں جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ اور ممکن ہے کہ (یہاں) زَوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا عَلانیہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو، ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں (جیسے) دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لئے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لئے خیرات، یعنی جس پر جو عبادت غالب ہو گی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے گا۔ عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستے سے جنت میں جائے گا۔ رَیّان رَیٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سرسبزی، سیرانی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالتِ روزہ خشک لب، تِشنہ دہن رہا اس لئے اس کے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لَبی کا عوض ہو جائے۔ جو شخص ساری عبادات میں اوّل نمبر ہو گا وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی اور چونکہ اے صدیق! تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو لہٰذا تم بھی ان ہی میں سے ہو گے۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ابو بکر صدیق رَضِیَ اللهُ عَنْهُ علم و عمل میں بعدِ انبیا ساری خَلق سے افضل ہیں کہ رَبّ تعالٰی نے انہیں "اَتْقٰی" فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیز گار اور نبی کریم صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے اپنے مرضِ وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالِم ہی کو بنایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور ربّ تعالٰی نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں جیسے حضورِ انور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو اپنے کندھے پر غارِ ثور تک لے

[1] ...فیوض الباری، ٨/ ٢٠۔

جانا، اپنے زانو پر سُلانا، اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ۔ جب قرآنِ کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآنِ کریم والے کی رِحل بنے وہ تمام خَلق سے افضل ہو گا۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر شخص کے ہر دُنیوی اُخروی حال سے واقف ہیں حتی کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائے گا اور کس دروازہ سے جائے گا؟ صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دِلانا یقین کے لئے ہوتا ہے۔ الفاظِ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمَّت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہوں گے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازں پر پڑے گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے رَضِیَ اللہُ عَنْہُ۔“[1]

حدیث نمبر:1217

روزہ داروں کا جنت میں داخلہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام رَیّان ہے، اس سے قیامت کے دن روزہ دار ہی داخل ہوں گے، کوئی اور داخل نہ ہو سکے گا۔ بروزِ قیامت کہا جائے گا: ”کہاں ہیں روزہ دار؟“ پس روزہ دار کھڑے ہوں گے اور ان کے سوا کوئی اور اس دروازے سے داخل نہ ہو گا، جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس سے کوئی داخل نہ ہو گا۔“

بابُ الرّیان سے جنت میں داخلہ:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ روزہ داروں کی بروزِ قیامت خاص عزت افزائی ہو گی اور وہ باب الریان نامی دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے، روزہ داروں کے علاوہ اس دروازے سے کوئی اور داخل نہ ہو سکے گا یہ روزہ داروں کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ جس دروازے سے روزہ دار داخلِ جنت ہوں گے اس سے متعلق کچھ

1... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۳، ۹۴ ملخصاً۔

2... بخاری، کتاب الصوم، باب الريان للصائمين، ۱/ ۶۲۵، حديث: ۱۸۹۶۔

مفید معلومات ملاحظہ فرمایئے۔ رَیَّان رَیٌّ سے بنا ہے، بمعنی تروتازگی، سیرابی و سبزی۔ چونکہ روزہ دار بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لئے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب، سبزہ، پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں، اِنْ شَآءَ اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمتِ خداوندی اور شفاعتِ مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہوجائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔"[1]

جنت کے دروازے:

جنت کے مشہور دروازے آٹھ ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی کئی اور دروازے ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری میں ہے: "❁ جنت میں آٹھ دروازوں کے علاوہ کچھ اور دروازے بھی ہیں، جیسے، بابُ الصَّلٰوۃ، بابُ الصَّدَقۃ، بابُ الجِہاد وغیرہ۔ ❁ حکیم ترمذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے نَوادِرُ الْاُصُول میں فرمایا کہ "جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بابِ محمد ہے اور یہ بَابُ الرَّحمۃ ہے اور یہی بابُ التَّوبۃ ہے اور جب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے یہ دروازہ کھلا ہوا ہے بند نہیں ہوا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو یہ دروازہ بند کردیا جائے گا پھر قیامت تک نہیں کھولا جائے گا۔ ❁ اور جنت کے باقی دروازے بھی دیگر نیک اعمال پر تقسیم ہیں جیسے، بابُ الزَّکوٰۃ، بابُ الحج، بابُ الْعمرہ وغیرہ۔ ❁ قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب نے فرمایا: "جنت میں ایک دروازے کا نام بابُ الْکاظِمِیْنَ الْغیظ ہے یعنی غصہ پینے والوں کا دروازہ۔ ❁ ایک بابُ الرَّاضی ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے والوں کا دروازہ۔ ایک بَابُ الْاَیمن ہے، اس دروازے سے وہ لوگ داخل ہوں گے جن سے حساب نہیں ہوگا۔" ❁ حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوجہان رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو بابُ الضُّحٰی کہا جاتا ہے پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی اعلان کرے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو ہمیشہ صلوٰۃُ الضُّحٰی یعنی چاشت کی نماز ادا کیا کرتے تھے؟ ان سے کہا جائے گا کہ یہ

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۳/۱۳۴۔

تمہارا دروازہ ہے اس سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔" ❁ حضرت سیدنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم ، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الفَرح کہا جاتا ہے، اس سے وہی داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے تھے۔ ❁ بعض ائمہ کے نزدیک بَابُ الذِّکر اور بَابُ الصَّابِرِیْن نامی دروازے بھی ہیں۔ ❁ حضرت سیدنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جنت میں ایک دروازہ ہے جس سے صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے کسی کی زیادتی کو معاف کیا ہو گا۔ علّامہ بدرالدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جنت کے یہ تمام دروازے ان آٹھ بڑے دروازوں میں داخل ہیں جن کی دو چوکھٹوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"بابِ ریّان" کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر شخص کے دُنیوی واُخروی حال سے واقف ہیں حتی کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائے گا اور کس دروازہ سے جائے گا، صحابہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہی عقیدہ تھا۔

(2) دنیا میں جس پر جو عبادت غالب ہو گی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے گا۔

(3) روزہ دار کا ہر بال اس کے لئے تسبیح کرتا ہے۔ بروزِ قیامت جب لوگ حساب وکتاب کی سختی میں گرفتار ہوں گے تو روزہ دار جنّتی نعمتوں سے محظوظ ہو رہے ہونگے۔

(4) جنتی دوازے رَیّان سے قیامت کے دن فقط روزہ دار ہی داخل ہو سکیں گے۔

(5) جنتی دروازے بَابُ الایمن سے وہ لوگ داخلِ جنت ہوں گے جن سے حساب نہیں ہو گا۔

(6) جنتی دروازے باب الفَرح سے وہی داخل ہوں گے جو دنیا میں بچوں کو خوش کرتے تھے۔

(7) ایک جنتی دروازے سے صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے کسی کی زیادتی کو معاف کیا ہو گا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان دروازوں میں سے داخلِ جنت فرمائے۔

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، ٨/١٦، تحت الحدیث: ١٨٩٦۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

عذابِ جہنم سے حفاظت

حدیث نمبر:1218

عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِی سَبِیْلِ اللہِ اِلَّا بَاعَدَ اللہُ بِذٰلِكَ الْیَوْمِ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے بدلے اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر برس کی مسافت دور کر دیتا ہے۔“

راہِ خدا میں روزہ رکھنے کی فضیلت:

دلیل الفالحین میں ہے: حدیثِ مذکور میں فرمایا گیا: ”جو راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھے۔“ یہاں راہِ خدا سے مراد یا تو جہاد ہے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری، یعنی جو حالتِ جہاد میں ایک روزہ رکھے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے ایک دن کا روزہ رکھے اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت دور کر دیا جاتا ہے۔“[2]

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”بندۂ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور **اللہ** قبول کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہو گا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔“[3]

روزوں کی فضیلت پر تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) ”جو ایک دن کا نفلی روزہ رکھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس کیلئے جنّت میں ایک ایسا دَرَخت لگائے گا جس کا پھل اَنار سے چھوٹا اور سَیب سے بڑا ہو گا وہ شہد جیسا میٹھا اور خوش ذائقہ ہو گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت روزہ دار کو اس دَرَخْت کا پھل کھلائے گا۔“[4] (2) ”زمین بھر سونا بھی ایک دن کے نفلی روزے کا عوض نہیں بن

---

1. ۔۔۔مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل اللہ۔۔۔الخ، ص۴۴۸، حدیث:۱۱۷۴۔
2. ۔۔۔دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی وجوب صوم رمضان۔۔۔الخ، ۴/۳۰، تحت الحدیث:۱۲۱۶۔
3. ۔۔۔مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۷۔
4. ۔۔۔معجم کبیر باب القاف، قیس بن زید الجھنی، ۱۸/۳۶۵، حدیث:۹۳۵۔

سکتا اس کا ثواب تو بروزِ قیامت ہی دیا جائے گا۔"[1] **(3)** سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت بلال سے فرمایا: "بِلال! آؤ ناشتہ کرو!" انہوں نے عرض کی: "حضور! میں روزے سے ہوں۔" ارشاد فرمایا: "ہم اپنا رِزق کھا رہے ہیں اور بِلال کا رزق جنّت میں بڑھ رہا ہے۔ اے بِلال! جتنی دیر تک روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے اس کی ہڈّیاں تسبیح کرتی رہتی ہیں اور ملائکہ اس کیلئے اِستِغفار کرتے رہتے ہیں۔"[2]

حدیث نمبر: 1219

سابقہ گناھوں کی معافی

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے ایمان اور ثواب کی اُمّید پر ماہِ رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ جو شخص ایک دن کا روزہ رکھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف فرما دیتا ہے مگر اس فضیلت کا حق دار وہی ہوگا جو ایمان والا ہو اور حصولِ ثواب کے لئے روزہ رکھے، کیونکہ عمل کی قبولیت کے لئے ایمان واخلاص شرط ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے: "جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان رکھتے ہوئے، اس کے احکام وفرامین کی بجاآوری کے لئے، اس کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے اجر وثواب کی امید پر ایک دن کا روزہ رکھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا۔"[4] مرآۃ المناجیح میں ہے: "جس روزہ کے ساتھ اِیمان اور اِخلاص جمع ہوجائیں اس کا نفع تو بے شمار ہے، دفعِ ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ اورحقوقُ اللہ معاف ہوجاتے ہیں۔ جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلبِ ثواب کے لیے تو

1. . . مسند ابی یعلی، مسند ابی ھریرۃ، ۵/ ۳۵۳، حدیث: ۶۱۰۲۔
2. . . ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب فی الصائم اذا اکل عندہ، ۲/ ۳۴۸، حدیث: ۱۷۴۹۔
3. . . بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا۔۔۔ الخ، ۱/ ۶۲۶، حدیث: ۱۹۰۱۔
4. . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، الفصل الاول، ۲/ ۷۷۔

کوئی ثواب نہیں۔"[1]

گناہوں کی معافی:

احادیثِ مبارکہ میں جہاں مختلف اعمال کی بجاآوری پر گناہوں کی مغفرت کی بشارت ہوتی ہے وہاں صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہوتی ہے، چنانچہ دلیل الفالحین میں ہے: "اعمالِ صالحہ کی برکت سے وہ صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو حقوقُ اللہ سے متعلق ہوں۔"[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: "اس طرح کے نیک اعمال سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور کبیرہ گناہ صغیرہ بن جاتے ہیں۔ اور جن بندوں کے گناہ ہی نہ ہوں ان کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ رمضان میں روزوں کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، تراویح کی برکت سے کبیرہ گناہ خفیف ہو جاتے ہیں اور شبِ قدر کی برکت سے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔"[3]

حدیث نمبر:1220

شیاطین قید کر دئیے جاتے ہیں

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "رمضان شریف میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور سے رمضان شریف کی قدر و منزلت معلوم ہوئی ہے کہ اس مبارک مہینے کی آمد پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ عام مُشاہدہ ہے کہ رمضان میں لوگوں کا ذوقِ عبادت بڑھ جاتا ہے، مسجدیں دن رات آباد رہتی ہیں،

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۳۴ ملتقطاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی وجوب صوم رمضان۔۔۔الخ، ۴/ ۳۰، تحت الحدیث: ۱۲۱۷۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۳۴ ملخصاً۔

4 . . . مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان، ص ۴۲۰، حدیث: ۲۴۹۵۔

گناہوں میں کمی آجاتی ہے اور معاشرے میں امن وسکون کی فضا قائم ہوجاتی ہے۔ الغرض یہ سارا مہینہ رحمت بھرا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صحت وعافیت کے ساتھ بار بار رمضان شریف کی بہاریں حرمین طیبین میں بھی دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جنت کے دروازے کُھلنے سے کیا مراد ہے؟

اشعۃ اللمعات میں ہے: حدیثِ مذکور میں یہ جو فرمایا گیا کہ "ماہِ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔" اس سے مراد یہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں رحمتِ الٰہی کا مسلسل نزول ہوتا ہے، اعمال بِلا رکاوٹ آسمانوں کی طرف بلند ہوتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اس طرح بندوں کو مال خرچ کرنے کی توفیق ملتی ہے اور ان کے اعمال قبول کئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس مہینے میں روزہ دار بُری باتوں سے بچے رہتے ہیں، گناہ پر اُبھارنے والے اسباب سے چھٹکارا ملتا ہے، نفسانی خواہشات میں کمی آجاتی ہے۔ شیاطین کو زنجیروں میں جکڑنے سے مراد یہ ہے کہ شیاطین لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے اور وسوسہ ڈالنے سے روک دیئے جاتے ہیں۔[1]

تفہیم البخاری میں ہے: "جنت کے دروازے کھلنا اور بند ہونا حقیقتاً ہوسکتا ہے کیونکہ دروازوں کا کھلنا اور بند ہونا رمضان کے مہینہ کے داخل ہونے کی علامت ہے اور اس کی حُرمت کی تعظیم ہے۔ شیطانوں کو زنجیروں میں اس لئے جکڑا جاتا ہے کہ وہ مومنوں کو اذیت پہنچانے اور ان کو پریشان کرنے سے رک جائیں۔ نیز مجازی معنی بھی مراد ہوسکتا ہے اور اس میں کثرتِ ثواب کی طرف اشارہ ہے اور شیطانوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کمی آجاتی ہے اور وہ مسلمانوں کی مثل ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے خیر کی راہیں کھول دیتا ہے وہ اس مہینہ میں نیک اعمال کرتے ہیں جو عموماً دوسرے مہینوں میں نہیں کرتے، جیسے روزے رکھنا، صدقات وخیرات کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ تمام (افعال) جنت میں داخل ہونے کے اسباب اور دروازے ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی رمضان شریف میں گناہ زیادہ واقع ہوتے ہیں اگر شیطان زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں تو گناہ سرزد کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، الفصل الاول، ۲/۷۷۔

جواب یہ ہے کہ یہ ان روزہ داروں کے لئے ہے جو روزہ کی شرائط کی پابندی کرتے ہیں اور اس کے آداب کی رعایت کرتے ہیں۔ بعض علمانے کہا کہ صرف سرکش شیطان جکڑے جاتے ہیں تمام شیطان نہیں جکڑے جاتے۔ مشاہدہ ہے کہ رمضان مبارک کے مہینہ میں شُرور میں کمی آجاتی ہے اور شیطانوں کے جکڑے جانے کو یہ لازم نہیں کہ گناہ واقع ہی نہ ہوں کیونکہ گناہوں کے اسباب شیطانوں کے علاوہ بھی ہیں جیسے خبیث نفس، بُری عادات اور انسانی شیطان یہ بھی تو انسان کو گناہ پر آمادہ کرتے ہیں۔"[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: "روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قربِ الٰہی زیادہ کرتا ہے۔ نیز یہ (رمضان کا مہینا) **اللہ** کی رحمت، محبت، ضمان، امان اور نور لے کر آتا ہے اس لئے رمضان کہلاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ماہِ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے **اللہ** کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنّتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غِلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آ گیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ ماہِ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذابِ قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں ابلیس مع اپنی ذُرّیتوں کے قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفسِ امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے۔"[2]

حدیث نمبر: 1221

رمضان کا چاند

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غَبِیَ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِیْنَ.[3] وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِم: فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا.[4]

---

1 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۱۹۰۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۳۳۔

3 ... بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الھلال فصوموا۔۔۔ الخ، ۱/ ۶۳۰، حدیث: ۱۹۰۹۔

4 ... مسلم، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الھلال۔۔۔ الخ، ص ۴۲۲، حدیث: ۲۵۱۴۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کرو، اگر چاند تم پر مخفی رہے توشعبان کی گنتی پوری تیس کرلو۔“ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ”اگر تم پر بادل چھا جائیں تو تیس دن روزے رکھو۔“

اِسلام میں چاند کی اہمیت:

فیوض الباری میں ہے: ”اکثر عباداتِ اسلامی کا مدار چاند پر ہے، اس لئے ہر مہینے کا چاند دیکھنے کا اہتمام ہونا چاہیے خصوصاً شبِ براءت، رمضان، شوال، عید الاضحیٰ کے چاند کے لئے تو خاص اہتمام ہونا چاہیے۔ مطلبِ حدیث یہ ہے کہ جب رمضان یا شوال کا چاند ثابت ہو جائے تب روزہ رکھو اور عید مناؤ، شک وشبہ کی بنیاد پر نہ روزہ رکھو نہ عید مناؤ اور اگر اَبر و غبار کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو مہینے کا اندازہ کرلو یعنی تیس دن پورے کرلو کیونکہ قمری مہینہ 29 دن سے کم اور 30 دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ واضح ہو کہ شعبان کی 29 تاریخ کو چاند کی تلاش وَاجِبٌ عَلَی الْکِفَایَہ ہے، اگر چاند نظر آجائے روزہ رکھ لیں ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کرکے روزہ رکھیں۔ اسی طرح اگر 29 رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو 30 روزے پورے کرکے عید کریں۔“[1] بہارِ شریعت میں ہے: پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا، واجبِ کفایہ ہے: ”(1) شعبان (2) رمضان (3) شوال (4) ذیقعدہ (5) ذی الحجہ۔ شعبان کا اس لئے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت اَبر یا غبار ہو تو یہ تیس پورے کرکے رمضان شروع کریں اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے اور شوال کا روزہ ختم کرنے کے لیے اور ذیقعدہ کا ذی الحجہ کے لئے اور ذی الحجہ کا بقر عید کے لیے۔“[2]

مدنی گلدستہ
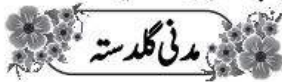
”بارھویں“ شریف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 12 مدنی پھول

(1) روزہ بہت قدیم عبادت ہے، حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر ہماری شریعت تک تمام شریعتوں میں روزے فرض تھے، اگرچہ احکام میں فرق تھا۔

1... فیوض الباری، ۸/ ۲۲ ملخصاً۔ 2... بہارِ شریعت، ۱/ ۹۷۴، حصہ ۵۔

(2) بروزِ قیامت روزہ دار جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے منہ سے ایسی خوشبو آئے گی جو مشک سے بھی بہتر ہو گی۔

(3) تمام عبادات و اَعمالِ صالحہ کی جزا فرشتوں کے ذریعے دِلوائی جائے گی مگر روزہ وہ عظیم عبادت ہے جس کا ثواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خود ہی عطا فرمائے گا۔

(4) امامُ الاَتقیاحضرت سیدنا صِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام حَسنات و خیرات کے جامِع ہیں اور تقوے کے انتہائی مرتبے پر فائز ہیں آپ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔

(5) جنت کے بَابُ الضُّحٰی نامی دروازے سے وہی لوگ داخل ہوں گے جو نمازِ چاشت کے پابند تھے۔

(6) جو مسلمان ایک دن کا نفلی روزہ رکھے وہ جہنم سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دیا جاتا ہے۔

(7) بروزِ قیامت روزہ دار کو ایسا جنتی پھل کھلایا جائے گا جس کی مٹھاس اور ذائقہ شہد جیسا ہو گا۔

(8) اَعمالِ صالحہ کی برکت سے وہ صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو حُقُوقُ اللہ سے متعلق ہوں۔

(9) رمضان شریف میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

(10) رمضان میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، اس مہینے میں جو بھی گناہ ہوتے ہیں وہ نفسِ اَمّارہ کی شرارت سے ہوتے ہیں نہ کے شیطان کے بہکانے سے۔

(11) روزے سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں جبکہ نیکوں کے درجات بڑھتے ہیں۔

(12) شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، ان پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجِبٌ عَلَی الْکِفَایَہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:218

ماہِ رمضان میں نیکیاں کرنے کا بیان

ماہِ رمضان المبارک میں سخاوت کرنے، نیک کام کرنے اور بھلائیوں میں کثرت کرنے اور آخری عشرہ میں ان اعمال میں اضافہ کرنے کا باب

رمضان المبارک میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رحمتِ الٰہی کی چھما چھم برسات ہوتی ہے جس کی برکت سے لوگوں کے دل نرم ہو جاتے ہیں، وہ نیکیوں سے قریب اور بُرائیوں سے دور ہو جاتے ہیں، ان میں صدقات وخیرات کا رجحان بڑھ جاتا ہے، عام مہینوں کے مقابلے میں رمضان المبارک میں نیکیوں کا اجر وثواب بھی بڑھا دیا جاتا ہے، اسی لیے رمضان المبارک میں راہِ خدا میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”ماہِ رمضان المبارک میں سخاوت کرنے، نیک کام کرنے اور بھلائیوں میں کثرت کرنے اور آخری عشرہ میں اِن اَعمال میں اضافہ کرنے“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1222

رمضان میں سخاوتِ مصطفٰے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ، فَلَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ”رسولِ کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت اس وقت اور بڑھ جاتی جب رمضان میں جبریل امین عَلَيْهِ السَّلَام آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے ملتے اور وہ ماہِ رمضان کی ہر رات میں آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے ساتھ قرآنِ پاک کا دَور کرتے تھے۔ جبریل امین عَلَيْهِ السَّلَام سے ملاقات کے وقت آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم بھلائیاں عطا کرنے میں تیز ہواؤں سے بھی زیادہ سخی ہوا کرتے تھے۔“

[1] . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر۔۔۔ الخ، ص ٩٧٢، حدیث: ٢٠٠٩ بتغیر۔

رمضان شریف میں صدقہ وخیرات کی کثرت:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے ہے کہ نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سخاوت عظیم ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ماہِ رمضان میں کثرت سے صدقہ وخیرات کرنا مستحب ہے۔ صالحین کی ملاقات کے وقت اور جدائی کے وقت سخاوت و بھلائی کے کاموں میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ ملاقات کا اثر باقی رہے، دورِ قرآن کہ دو بندوں کا ایک دوسرے کو باری باری زبانی قرآن سنانا مستحب ہے۔“[1]

مخلوق میں سب سے بڑے سخی:

مرآۃ المناجیح میں ہے: (نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے بڑے سخی تھے) ہمیشہ ہی مال کی، اعمال کی، علم کی، ہر رحمتِ الٰہیہ کی سخاوت کرتے تھے۔ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کرسکتا ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم **اللہ** کی صفتِ جوّاد کے مظہرِ اَتم ہیں، قرآن کریم نے حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا۔ ماہِ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے، جنت مانگنے والوں کو جنت، رحمت کے سائلوں کو رحمت، خود حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے حضور کو مانگنے والوں کو اپنی توجہِ کرم، مال مانگنے والوں کو مال، اعمال، کمال، لقائے ذُوالجلال غرضکہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا۔ بعض عُشّاق اب بھی رمضان میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہر چیز مانگتے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیے کہ یہ سنّتِ رسولُ اللہ ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ (نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے) یعنی جیسے ہوا کی سخاوت پر عالَم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے، ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچاتی ہے ایسے ہی حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ملاقاتِ جبریل کے موقعہ پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے۔ خیال رہے کہ ربّ تعالٰی رمضان میں بہت جُود و کرم فرماتا ہے، اس سُنَّتِ اِلٰہِیَّہ کے مطابق حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب جوده صلی اللہ علیه وسلم، ٨/ ٢٩، الجزء الخامس عشر ملخصا۔

تھے، ہوئے جو ربّ تعالیٰ کے مَظْہَرِ اَتَمّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔[1]

رمضان میں قرآن پاک کا دَور:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ہر رمضان میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت جبریل (عَلَیْہِ السَّلَام) کے ساتھ اوّل سے آخر تک سارا قرآن دور فرماتے تھے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ رمضان میں قرآن کا دورہ کرنا سنتِ رسول بھی ہے اور سنتِ جبریل بھی۔ ❁ دوسرے یہ کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اوّل ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں، نزولِ قرآن تو اُمّت پر اَحکام جاری کرنے کیلیے ہوا، کیونکہ ہر رمضان میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں، حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا، نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی۔"[2]

حدیث نمبر: 1223

رمضان میں عبادت کی کثرت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَى اللَّيْلَ وَ اَيْقَظَ اَهْلَهُ وَ شَدَّ الْمِئْزَرَ.[3]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسولِ کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری رات عبادت میں گزارتے اور گھر والوں کو بیدار کرتے اور کمر بند کَس لیتے۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصی طور پر ذِکر و عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونا اور اپنے اہل و عیال کو بھی عبادت کی طرف توجہ دلانا باعثِ برکت و مُوجِبِ رحمت ہے۔

کمر بند کسنے سے کیا مراد ہے؟

"رمضان کے آخری عشرہ میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کمر بند کَس لیتے۔" مرآۃ المناجیح میں

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۱۲۔ 2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۱۳ ملخصاً۔

3 . . . بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ۱/ ۲۶۳، حدیث: ۲۰۲۴ بتغیر۔

ہے: ”ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لئے تیار ہو جاتے، جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کمر کیا بیٹھا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس زمانہ میں ازواجِ پاک سے قطعًا علیحدہ رہتے، اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔ (آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان کے آخری عشرہ میں ساری رات عبادت کرتے) یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریبًا تمام رات جاگتے تھے تلاوتِ قرآن، نوافل، ذِکْرُاللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواجِ پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”رمضان“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ماہِ رمضان میں کثرت سے صدقہ وخیرات کرنا مستحب ہے۔

(2) بزرگوں سے ملاقات کے وقت نیکیوں اور صدقہ وخیرات کی کثرت کرنی چاہیے۔

(3) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے بڑھ کر سخی ہیں اور رمضان میں تو آپ کی سخاوت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

(4) دیگر مہینوں کے مقابلے میں رمضان میں زیادہ عبادت کرنی چاہیے اور آخری عشرے میں تو اور بھی زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔

(5) رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصی طور پر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونا اور اپنے اہل وعیال کی عبادت کی طرف توجہ دلانا باعثِ برکت و مُوجِبِ رحمت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی رمضان المبارک میں سخاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۳/۲۰۷۔

باب نمبر:219 قبل رمضان نفلی روزوں کی مُمَانعَت کا بیان

بعدِ نصف شعبان قبل رمضان نفلی روزے رکھنا ممنوع ہے سوائے اس کے جو پہلے سے روزے رکھ رہا ہو یا جس کی پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی عادت ہو اور پندرہ شعبان کے بعد والا روزہ انہیں دنوں میں آجائے تو اس کیلئے بھی روزہ رکھنا جائز ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نفلی روزوں کا بڑا اجر و ثواب بیان فرمایا گیا ہے، نفلی روزے روحانیت میں اِضافے کا سبب ہیں، ان سے قربِ خُداوندی نصیب ہوتا ہے، نفلی روزے جہنم سے نَجات دلاتے ہیں، نفلی روزے رکھنے والوں کی ضیافت جنّتی پھلوں سے کی جائے گی۔ نفلی روزہ کسی بھی دن رکھا جاسکتا ہے مگر بعض اَیّام ایسے ہیں جن میں نفلی روزے رکھنے کی ممانعت ہے، پھر ممانعت کی نوعیت مختلف ہے، کبھی حرام، کبھی مکروہِ تحریمی اور کبھی مکروہِ تنزیہی۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"بعدِ نصف شعبان قبل رمضان نفلی روزے رکھنا ممنوع ہے سوائے اس کے جو پہلے سے روزے رکھ رہا ہو یا جس کی پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی عادت ہو اور پندرہ شعبان کے بعد والا روزہ انہیں دنوں میں آجائے تو اس کیلئے بھی روزہ رکھنا جائز ہے۔"** اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1224 قبل رمضان روزہ رکھنے کی ممانعت

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر جو اِس روزے کا عادی ہو وہ اِس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔"

تفہیم البخاری میں ہے: "جس شخص کی عادت ہو کہ وہ جمعرات کو مثلاً روزہ رکھا کرتا ہے اور اتفاق ایسا ہوا کہ وہی دن شعبان کا آخری دن تھا یا اس نے نذر مانی کہ وہ اس دن روزہ رکھے گا یا اس کے ذمہ قضا تھی اور وہ اس دن ادا کرنا چاہتا ہے یا اس دن کفارہ کا روزہ رکھتا ہے جائز ہے اور روزہ رکھنے میں کراہت نہیں۔ البتہ

[1] ... بخاری، کتاب الصوم، باب لا یتقدمن رمضان بصوم یوم ولا یومین، ۱ / ۶۳۱، حدیث: ۱۹۱۴۔

رمضان کے روزہ کی نیت سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ ہے۔"[1]

حدیث نمبر:1225

چاند دیکھ کر روزہ رکھو!

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُوْمُوا قَبْلَ رَمَضَانَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَيَايَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو اور اگر بادل چھا جائیں تو تیس دن پورے کرلو۔"

حدیث نمبر:1226

نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھو

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوْا.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب نصف شعبان رہ جائے تو روزے نہ رکھو۔"

یہ ممانعت کن لوگوں کیلئے ہے؟

مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لئے ہے جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لئے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں پندرھویں شعبان کے بعد بلا وجہ مسلسل روزے شروع کردیں۔ لہٰذا یہ حدیث اُن اَحادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سارے ماہِ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔"[4]

حدیث نمبر:1227

یومِ شک کے روزے کی مُمانَعَت

عَنْ اَبِی الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِیْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا

---

1 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۲۰۲۔ 2 ... ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء ان الصوم لرؤیۃ الهلال والافطار له، ۲/ ۱۵۸، حدیث: ۶۸۸۔

3 ... ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراهیۃ الصوم ۔۔۔الخ، ۲/ ۱۸۳، حدیث: ۷۳۸۔ 4 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۴۷۔

اَلْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو یقظان عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ "جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔"

یومِ شک کی وضاحت:

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ "جس نے یومِ شک کا روزہ رکھا اس نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔" یومِ شک سے مراد تیس شعبان کا دن ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: "اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں: ❁ ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے صرف شک کے دن بلاوجہ نفلی روزہ رکھے۔ ❁ دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے۔ ❁ تیسرے یہ کہ اس روزہ میں مُتَرَدِّد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے تو یہ روزہ نفلی ہے، یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بُری کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے۔"[2] صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: ❁ "یومُ الشّک یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کو نفلِ خالص کی نیّت سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور نفل کے سوا کوئی اور روزہ رکھا تو مکروہ ہے، خواہ مُطلق روزہ کی نیّت ہو یا فرض کی یا کسی واجب کی، خواہ نیّت معیّن کی کی ہو یا تَرَدُّد کے ساتھ یہ سب صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر رمضان کی نیّت ہے تو مکروہِ تحریمی ہے، ورنہ مقیم کے لئے تنزیہی، اور مسافر نے اگر کسی واجب کی نیّت کی تو کراہت نہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو مقیم کے لیے بہر حال رمضان کا روزہ ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ شعبان کا دن تھا اور نیّت کسی واجب کی کی تھی تو جس واجب کی نیت تھی وہ ہوا اور اگر کچھ حال نہ کُھلا تو واجب کی نیّت بے کار گئی اور مسافر نے جس کی نیّت کی بہر صورت وہی ہوا۔ ❁ اگر تیسویں تاریخ ایسے دن ہوئی کہ اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا تو اُسے روزہ رکھنا افضل ہے، مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کا روزہ رکھا کرتا ہے اور تیسویں اسی دن پڑی تو رکھنا افضل ہے۔ یوہیں اگر چند روز پہلے سے رکھ رہا تھا تو اب یوم الشک میں کراہت نہیں۔ کراہت اُسی صورت میں ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھا جائے یعنی صرف تیس

---

[1] ... ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراھیۃ صوم یوم الشک، ۲/۱۵۷، حدیث: ۶۸۶ بتغیر۔ [2] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۴۷۔

شعبان کو یا انتیس اور تیس کو اور اگر نہ تو اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا نہ کئی روز پہلے سے روزے رکھے تو اب خاص لوگ روزہ رکھیں اور عوام نہ رکھیں۔ خواص سے مراد یہاں علما ہی نہیں بلکہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ یوم الشک میں اس طرح روزہ رکھا جاتا ہے وہ خواص میں ہے ورنہ عوام میں۔"[1]

یوم شک میں روزے کی ممانعت کی وجہ:

تفہیم البخاری میں ہے: "بعض علمانے شعبان کے آخر میں ایک دوروزے رکھنے کو مکروہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی کہ آدمی کو رمضان سے پہلے آرام کرنا چاہیے تاکہ اس کو رمضان کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو جائے اور اسے بوجھ نہ ہو۔ بعض علما یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ شعبان کے آخر کے روزے رکھنے نفل ہیں اور یہ روزے رکھنے سے فرض اور نفل خلط ملط ہو گا اس سے لوگوں میں شک پیدا ہونے کا امکان ہے، نیز سید عالم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور اس کو رؤیتِ ہلال سے مُقَیَّد کیا گویا کہ رؤیتِ ہلال کو رمضان کے روزہ کی علت قرار دیا اور جس نے ایک دو دن پہلے روزہ رکھا اس نے علت میں طعن کی اور یہ سخت مکروہ ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ
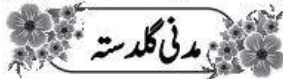
"صدیق" کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) پورا شعبان روزہ نہ رکھنا صرف یومِ شک یعنی تیسویں شعبان کو بلاوجہ نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

(2) اگر تیسویں شعبان اس دن ہو جس میں وہ روزہ رکھنے کا عادی ہے تو اب اس دن کا روزہ رکھنا افضل ہے۔

(3) نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا عبادت ہے۔

(4) ایسی نفلی عبادت جو فرائض وواجبات کی ادائیگی میں رکاوٹ بنے شرعاً ممنوع ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے مطابق روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 ... بہار شریعت، ۱/ ۹۷۲، حصہ ۵ ملتقطاً۔

2 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۲۰۲۔

باب نمبر:220

نیا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دُعا، اللہ ربُّ العزت جَلَّ وَعَلَا سے مناجات کرنے، اس کی قُربت حاصل کرنے، اس کے فضل وانعام کے مستحق ہونے اور بخشش و مغفرت کا پروانہ حاصل کرنے کا نہایت آسان اور مجرب ذریعہ ہے۔اسی طرح دعا پیارے مصطفےٰ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی متوارث سنت، اللہ کریم کے پیارے بندوں کی متواتر عادت، در حقیقت عبادت بلکہ مغزِ عبادت اور گنہگار بندوں کے حق میں اللہ کریم کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت و سعادت ہے۔ دُعا کی اہمیت اور وقعت کا اندازہ قرآن پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس ارشاد سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:﴿ اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾(پ ۲۴، المؤمن: ۶۰) ترجمۂ کنز الایمان: ”مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔“ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:﴿ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: ”دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔“ دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والد گرامی رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن اِرشاد فرماتے ہیں: ”اے عزیز! دعا ایک عجیب نعمت اور عمدہ دولت ہے کہ پروردگار تَقَدَّسَ وَتَعَالٰی نے اپنے بندوں کو کرامت فرمائی اور اُن کو تعلیم کی، حلِ مشکلات میں اِس سے زیادہ کوئی چیز مؤثر نہیں اور دفعِ بلا و آفت میں کوئی بات اِس سے بہتر نہیں۔“[1]

مختلف مواقع پر مختلف دعائیں کرنا احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے، مثلاً قدرتِ الٰہی کے ظہور کے وقت دعا کرنا، سورج گرہن، چاند گرہن کے وقت دعا کرنا، ستاروں کو دیکھ کر دعا کرنا، کھانا کھاتے وقت دعا کرنا، سفر میں دعا کرنا، مریض کی عیادت کے وقت دعا کرنا، الغرض سنتِ نبوی ہر معاملے میں ہماری رہنمائی فرماتی ہے کہ کس وقت کیا کرنا چاہیے، کونسی دعا کرنی چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”نیا چاند دیکھنے کی دعا“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

[1] ... فضائل دعا، ص ۳۱۔

حدیث نمبر:1228

امن وسلامتی کی دعا

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللهُ هِلَالُ رُشْدٍ وَخَيْرٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا طلحہ بن عُبَیْدُ اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب پہلی رات کا چاند دیکھتے تو یوں دعا کرتے: "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللهُ هِلَالُ رُشْدٍ وَخَيْرٍ یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس چاند کو ہم پر امن وایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ اے چاند! میرا اور تیرا ربّ اللّٰہ ہے، یہ ہدایت اور بھلائی کا چاند ہے۔"

دعا کے مضامین:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مہینے کا چاند پہلی مرتبہ دیکھتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ یہ دعا کئی اُمور پر مشتمل ہے، مثلاً خالقِ کائنات کی تعریف، مَصائب سے امن و حُصُولِ منفعت کا سوال، توحید کا اظہار، مشرکین کا ردّ، تَوَکُّل عَلَی اللہ کی دعوت، تعلیمِ اُمّت وغیرہ۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مہینے کا چاند پہلی مرتبہ دیکھتے تو یوں دعا کرتے: "اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس چاند کو امن وایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔" اس دعا میں امن و ایمان کا ذِکر کر کے ہر نقصان سے حفاظت اور سلامتی و اسلام کا ذکر کر کے ہر طرح کی منفعت طلب کی گئی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چاند سے فرمانا کہ "میرا اور تیرا ربّ اللّٰہ ہے۔" اس جملے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی شریک نہیں اور اُن مشرکین کا ردّ ہے جو چاند، سورج جیسی چیزوں کو اپنا معبود جانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حالات کی تبدیلی اور آیاتِ الٰہیہ کے ظہور کے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔"[2] اشعۃ اللمعات میں ہے: "اِس دعا سے مراد یہ ہے کہ اے اللّٰہ

1 . . . ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول عند رؤیۃ الھلال، ۵/ ۲۸۱، حدیث: ۳۴۶۲ بتغیر۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۵/ ۲۸۳، تحت الحدیث: ۲۴۲۸۔

عَزَّوَجَلَّ! اس مہینے میں ہمیں نفس کی آفتوں اور حوادثِ زمانہ کی خوفناک چیزوں سے امن عطا فرما، ایمان کی پختگی میں اضافہ فرما، ہمارے دلوں کی سلامتی اور اسلام کو مزید عروج عطا فرما، ہمیں اَحکامِ الٰہیہ پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ چاند ان تمام خوبیوں کے ساتھ ہم پر چمکتا رہے۔"[1]

فیض القدیر میں ہے: "اس دعا میں خالقِ کائنات کی تعریف ہے کہ چاند کو اس عجیب وغریب طریقے سے لانے اور لے جانے پر خدائے واحد وقہار کے سوا کوئی قادر نہیں۔ "اے چاند! تیرا اور میرا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔" اس فرمانِ عالی میں اس بات کی تعلیم ہے کہ جب حالات میں تبدیلی رونما ہو یا آیاتِ الٰہیہ کا ظہور ہو تو اسباب کے بجائے خالقِ اسباب کی طرف توجہ ہونی چاہیے، ربّ کی طرف دھیان ہونا چاہیے نہ کہ مخلوق کی طرف۔"[2]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حالات کی تبدیلی اور آیاتِ الٰہیہ کے ظہور کے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔

(2) ہر شے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تاثیر عطا فرماتا ہے کسی بھی شے میں بذاتِ خود کوئی تاثیر نہیں۔

(3) اس جہاں میں عقل مندوں کے لئے قدم قدم پر ایسی نشانیاں ہیں جو ربّ تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔

(4) حالات کی تبدیلی کے وقت توجہ اَسباب کے بجائے خالقِ اسباب کی طرف ہونی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیا چاند دیکھ کر دعا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... اشعة اللمعات، كتاب اسماء الله تعالى، باب الدعوات في الاوقات، ۲/ ۲۹۲۔

[2] ... فيض القدير، باب (كان) وهى الشمائل الشريفة، ۵/ ۱۷۲، تحت الحديث: ۶۶۹۳، ۶۶۹۴ ملخصاً۔

باب نمبر:221

سَحَرِی کی فضیلت کا بیان

سحری کی فضیلت اور جب تک طلوعِ فجر کا ڈر نہ ہو سحری میں تاخیر کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! روزے کیلئے سحری کرنا سنتِ مُستحبہ ہے، سحری کرنے کے دُنیوی واُخروی دونوں طرح کے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، سحری روزہ رکھنے میں بھرپور معاونت کرتی ہے کہ اس سے روزہ دار کو جسمانی قوت حاصل ہوتی ہے اور وہ خوب دلجمعی کے ساتھ عبادات کی ادائیگی کرتا ہے، سحری بھوک پیاس کے احساس کو یا تو ختم کردیتی ہے یا بہت کم کردیتی ہے جس سے روزہ دار کو کم سے کم نقاہت ہوتی ہے اور وہ عبادات کے ساتھ ساتھ دیگر اُمور کو بھی بطریقِ اَحسن سرانجام دیتا ہے، سحری کو اس وجہ سے بھی بہت اہمیت حاصل ہے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے میں سحری ہی کا فرق ہے، الغرض احادیث میں نہ صرف سحری کے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں بلکہ اس کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"سحری کی فضیلت اور جب تک طلوعِ فجر کا ڈر نہ ہو سحری میں تاخیر کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1229

سَحَرِی میں برکت ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً."[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سحری کرو بے شک سحری میں برکت ہے۔"

سحری مبارک کھانا ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان فرمایا گیا کہ سحری میں برکت ہے، اس میں ہمارے لئے ترغیب ہے کہ ہم بغیر سحری روزہ نہ رکھیں، کیونکہ سَحَری میں بہت سی حکمتیں ہیں اُن میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ روزہ رکھنے پر قوت حاصل ہو۔ علامہ ابنِ منذر کہتے ہیں کہ اس بات پر علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ سحری کرنا

[1] . . . بخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب، ۱ / ۶۳۳، حدیث: ۱۹۲۳۔

مستحب ہے، اس کے چھوڑنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ سرکار عَلَیْہِ السَّلَام نے سحری کرنے کی ترغیب دلائی ہے تاکہ روزہ رکھنے والوں کو قوت حاصل ہو جائے۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "سحری کھا کر روزے پر اور قیلولہ کر کے رات کے قیام پر مدد حاصل کرو۔" حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سحری کو مبارک کھانا فرمایا۔[1] **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ حکم اِستحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لیے سحری مُسْتَحَب ہے واجب یا فرض نہیں۔ صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے۔ سحری کا کھانا مبارک ہے اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ علما سے روشنائی، دوپہری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے تو دنیا دِین ہو جاتی ہے تو حضرات انبیا و اولیا سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شبِ قدر مبارک، ماہِ رمضان مبارک ہے کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے متعلق فرمایا تھا: وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا مجھے **اللہ** نے مبارک بنایا، یہ حضرات بذاتِ خود مبارک ہیں اور اُن کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔"[2]

مدنی گلدستہ
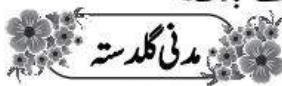
"رحمت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصیام، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب۔۔۔ الخ، ۴/۴۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۱۔

(1) سحری میں برکت ہے۔

(2) سحری میں کئی حکمتیں ہیں ان میں سے ایک روزہ پر قوت حاصل کرنا بھی ہے۔

(3) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سحری کو مبارک کھانا فرمایا۔

(4) حضرات انبیا و اولیا سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سحری کی برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1230

سَحَری میں تاخیر کرنا

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ثُمَّ قُمْنَا اِلَی الصَّلَاۃِ قِیْلَ: کَمْ کَانَ بَیْنَہُمَا؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سحری کی پھر ہم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، پوچھا گیا کہ نماز اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ فرمایا: ”پچاس آیات پڑھنے کا۔“

سحری میں تاخیر کی حکمت:

شرح ابنِ بطال میں ہے: ”علامہ مُہَلَّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث تاخیر سے سحری کرنے پر دلالت کرتی ہے تاکہ روزہ رکھنے پر قوت حاصل ہو سکے۔“[2] اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں سحری کو فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے تک مُؤخر کرنے پر اُبھارا گیا ہے۔“[3]

مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سحری دیر کر

---

1 . . . مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ واستحباب تاخیرہ وتعجیل الفطر، ص ۴۲۷، حدیث: ۲۵۵۲ بتغیر۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصیام، باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر، ۴/ ۴۴۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ۔۔۔الخ، ۴/ ۲۰۸، الجزء السابع۔

کے طلوعِ فجر کے وقت کھانی مستحب ہے، احناف کے یہاں فجر میں اِسفار (اُجالا ہوا) اگرچہ رمضان میں بھی مستحب ہے مگر یہ حدیث اس کے مُعارِض نہیں اس لئے کہ اَوّل وقت بھی فجر کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ سحری کھانے کے بعد سونے سے غفلت کی نیند آجاتی ہے جس میں جماعت بلکہ بعض اوقات نماز کے چھوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے اور آج مسلمانوں کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے اس لئے اس خادم نے اپنے یہاں اسی حدیث کے مطابق اَوّل وقت میں نمازِ فجر پڑھنی رائج کی ہے۔"[1]

سحری میں تاخیر مستحب ہے:

شیخ طریقت امیر اہلسنت مولانا محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: "سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور دیر سے سحری کرنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ مگر اتنی تاخیر بھی نہ کی جائے کہ صبحِ صادق کا شُبہ ہونے لگے! یہاں ذِہن میں یہ سُوال پیدا ہوتا ہے کہ "تاخیر" سے مُراد کونسا وقت ہے؟

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں کہ اِس سے مُراد رات کا چھٹا حِصّہ ہے۔ پھر سُوال ذِہن میں اُبھرا کہ رات کا چھٹا حصہ کیسے معلوم کیا جائے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ غُروبِ آفتاب سے لیکر صُبحِ صادِق تک رات کہلاتی ہے۔ مثلاً کسی دِن سات بجے شام کو سُورج غُروب ہوا اور پھر چار بجے صُبحِ صادِق ہوئی۔ اِس طرح غروبِ آفتاب سے لیکر صُبحِ صادِق تک جو نو گھنٹے کا وَقفہ گُزرا وہ رات کہلایا۔ اب رات کے اِن نو گھنٹوں کے برابر برابر چھ حِصّے کر دیجئے۔ ہر حِصّہ ڈیڑھ گھنٹے کا ہوا اب رات کے آخری ڈیڑھ گھنٹے (یعنی اڑھائی بجے تا چار بجے) کے دوران صُبحِ صادِق سے پہلے پہلے جب بھی سحری کی وہ تاخیر سے کرنا ہوا۔ سحری واِفطار کا وَقت عموماً روزانہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ بیان کیے ہوئے طریقے کے مطابِق جب بھی چاہیں رات کا چھٹا حصّہ نِکال سکتے ہیں اگر رات سحری کرلی اور روزہ کی نِیّت بھی کرلی۔ بلکہ عَوامی اِصطِلاح میں "روزہ بند" بھی کر لیا پھر بھی بقیہ رات میں جب چاہیں کھا پی سکتے ہیں۔ نئی نِیّت کی حاجت نہیں۔"[2]

---

1. ... نزہۃ القاری، ۲/ ۲۵۸۔
2. ... فیضان رمضان، ص۱۰۹۔

مدنی گلدستہ
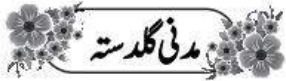
”نبی“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

(2) سحری کھانے کے بعد سونا نہیں چاہیے کیونکہ سحری کھانے کے بعد سونے سے غفلت کی نیند آجاتی ہے جس میں جماعت یا مَعَاذَ اللہ نماز کے چھوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

(3) دیر سے سحری کرنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے مگر اتنی تاخیر بھی نہ کریں کہ صبحِ صادق کا شبہ ہونے لگے۔

رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مستحب وقت میں سحری کرنے اور پابندی کے ساتھ فرض روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1231

سحری کا آخری وقت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ: بِلَالٌ وَابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ“ قَالَ: وَلَمْ یَکُنْ بَیْنَہُمَا اِلَّا اَنْ یَنْزِلَ ہٰذَا وَیَرْقٰی ہٰذَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دو مؤذن تھے، ایک حضرت بلال اور دوسرے ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”بلال رات میں اذان دیتے ہیں تم لوگ اُس وقت تک کھا پی لیا کرو جب تک کہ ابنِ اُمِّ مکتوم اذان نہ دے دیں۔“ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں میں بس اتنا وقفہ ہوتا تھا کہ وہ (یعنی حضرت بلال) نیچے اُترتے تھے اور یہ (یعنی ابنِ اُمِّ مکتوم) اوپر چڑھتے تھے۔

[1] ... مسلم، کتاب الصیام، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر... الخ، ص ۵۴۲، حدیث: ۲۵۳۸۔

فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا کیسا؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہے کہ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فجر کی اذان وقت سے پہلے دے دیا کرتے تھے اس حدیث سے امام اوزاعی، عبد اللہ بن مبارک، امام مالک، امام شافعی اور دیگر ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام یہ استدلال کرتے ہیں کہ فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وقت سے پہلے اذان دیا کرتے تھے۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضرت سیدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو اذان رات میں فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے دیا کرتے تھے وہ نماز کے لئے نہیں ہوتی تھی بلکہ اس لئے ہوتی تھی تاکہ سونے والے اُٹھ جائیں روزہ رکھنے والے سحری کرلیں۔ اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو حضرت بلال کی اذان کھانے پینے سے نہ روکے (یعنی حضرت بلال کی اذان سن کر کھانے پینے سے مت رکو) کیونکہ وہ اس لئے اذان دیتے ہیں تاکہ تم میں سے جو غائب ہے وہ لوٹ آئے اور جو سویا ہوا ہے وہ جاگ جائے۔''[1]

سحری کب تک کی جاسکتی ہے؟

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''اس باب سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ روزہ دار کے لئے صبح صادق تک کھانا جائز ہے جیسے ہی صبح صادِق طلوع ہو جائے تو روزہ دار کھانے سے رُک جائے۔ یہی قول جمہور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین کا ہے۔''[2]

دونوں اذانوں کا درمیانی فاصلہ:

حضرت بلال اور حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی اذانوں میں بس اتنا وقفہ ہوتا تھا کہ وہ (بلال) نیچے اُترتے تھے اور یہ (ابنِ اُمِّ مکتوم) اوپر چڑھتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اذان

---

1. ...عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب اذان الاعمی اذا کان لہ من یخبرہ، ۴/ ۱۸۲، ۱۸۳، تحت الحدیث: ۶۱۷۔
2. ...عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یمنعنکم... الخ، ۸/ ۶۴، تحت الحدیث: ۱۹۱۸۔

دینے کے فوراً بعد حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم اذان دینے کھڑے ہو جاتے تھے بلکہ ان کے درمیان کافی وقفہ ہوتا تھا جیسا کہ علامہ محمد بن علان شافعی فرماتے ہیں: ”علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فجر کے وقت سے پہلے اذان دیتے تھے اور پھر اذان کے بعد دعا وغیرہ کے لئے ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ فجر کا وقت قریب آجاتا، پس جیسے ہی طلوعِ فجر قریب ہوتی تو آپ اترتے اور ابنِ اُمِّ مکتوم کو خبر دیتے، ابنِ اُمِّ مکتوم وضو کرتے اور پھر فجر کی اذان دینا شروع کرتے۔“[1]

اذان نماز کے ساتھ خاص نہیں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ❁ اذان صرف نماز کے لئے خاص نہیں اور مقاصد کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ دیکھو سیدنا بلال کی یہ اذان سحری کو جگانے کے لئے ہوتی تھی۔ ❁ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی۔ دیکھو سیدنا بلال کی اذان پر اکتفا نہ کی گئی، امام اعظم کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کے ہاں اذانِ فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے، اسی حدیث کی بنا پر مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ دوبارہ اذان کی کیا ضرورت تھی۔ ❁ نابینا کو اذان کے لیے مقرر کر سکتے ہیں جب کہ اسے وقت بتانے والا کوئی ہو۔ ❁ سحری کو جگانے کے لیے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہو گا جب لوگ اس اذان سے شبہ میں نہ پڑ جائیں ورنہ ہر گز نہ دی جائے۔ ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھا سکے گا یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کرلے گا اس لیے اب ہر گز اس پر عمل نہ کیا جائے۔ بہت سی چیزیں عہدِ صحابہ میں درست تھیں اب ممنوع ہیں۔ دیکھو اُس زمانہ میں جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور مع جوتے نماز پڑھنا مُرَوَّج تھا اب ممنوع ہے۔ پختہ مکان بنانے منع تھے، اب جائز ہے۔ کھیتی باڑی سے لوگوں کو روکا گیا تھا اب ضروری ہے۔ زکوۃ کے مَصرف آٹھ تھے اب سات ہیں۔ حالات بدل جانے سے ہنگامی اَحکام بدل جاتے ہیں۔[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فضل السحور، ۴/ ۱۴، تحت الحدیث: ۱۲۲۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۲۲۔

مدنی گلدستہ
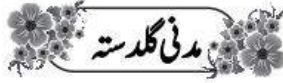
”سَحَری“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کسی بھی نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔

(2) صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پہلے روزہ دار کھا پی سکتا ہے۔

(3) حضرت سیدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اذان سحری کو جگانے کے لئے ہوتی تھی۔

(4) حالات بدل جانے سے ہنگامی اَحکام بدل جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن وحدیث کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1232

اَہل کتاب اور ہمارے روزے میں فرق

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”فَصْلُ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ اَھْلِ الْکِتَابِ اَکْلَۃُ السَّحَرِ.“[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں جو فرق ہے وہ سحری کھانا ہے۔“

سحری اِس اُمّت کا خاصہ:

علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سحری اس اُمّت کا خاصہ ہے۔[2] اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب

1 . . . مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابه واستحباب تاخیره وتعجیل الفطر، ص ۲۷ ۴، حدیث: ۲۵۵۰۔

2 . . . الدیباج، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابه۔۔۔الخ، ۳/ ۱۹۷، تحت الحدیث: ۱۰۹۶۔

کے روزے میں فرق و پہچان کرنے والی جو چیز ہے وہ سحری ہے کیونکہ وہ لوگ سحری نہیں کرتے اور ہمارے لئے سحری کو مستحب کر دیا گیا ہے۔[1]

سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (حدیث پاک میں لفظ) اُکْلَہ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے بمعنٰی لقمے یا نوالے اور الف کے زبر سے بمعنٰی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمان اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں **اللہ** کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ۔ اُکْلَہ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں۔[2]

مدنی گلدستہ

"عُمَر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اہلِ کتاب اور ہم مسلمانوں کے روزوں میں فرق سحری کرنا ہے۔

(2) سحری اِس اُمّت کا خاصہ ہے۔

(3) سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے اتنی زیادہ کھانا کہ بد ہضمی ہو جائے بہتر نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزہ و سحری وغیرہ میں کفار اور مشرکین کی مخالفت کرنے اور سنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ۔۔۔ الخ، ۴/۲۰۷، الجزء السابع۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۱۔

باب نمبر:222

جلدی اِفطار کرنے کی فضیلت کا بیان

جلدی افطار کرنے کی فضیلت، جن چیزوں سے افطار کیا جاتا ہے ان چیزوں اور افطار کے بعد کہے جانے والے کلمات کے بارے میں باب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سحری کرکے روزہ رکھنے کے بعد روزہ اِفطار کرنا بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بڑی نعمت ہے، نیز افطار کا وقت ہونے کے بعد کسی بھی وقت روزہ افطار کیا جاسکتا ہے لیکن روزہ جلدی افطار کرنے کی احادیث میں بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ اِسی طرح روزہ کسی بھی چیز سے افطار کیا جاسکتا ہے لیکن اَحادیث میں بعض چیزیں ایسی بھی بیان فرمائی گئی ہیں جن سے روزہ افطار کرنا سنت اور افضل ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"جلدی اِفطار کرنے کی فضیلت، جن چیزوں سے اِفطار کیا جاتا ہے اُن چیزوں اور اِفطار کے بعد کہے جانے والے کلمات"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 7 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1233

اِفطار جلدی کرنے میں بھلائی ہے

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: "لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ."[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔"

اِفطار میں تاخیر کرنا فساد کی علامت ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں جلدی اِفطار کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اگر لوگ جلدی (یعنی غروبِ آفتاب کے بعد بلا تاخیر) اِفطار کرلیں گے تو بھلائی میں رہیں گے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث میں اس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے تو افطار میں جلدی کی جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اُمَّت جب تک اِس سنت پر عمل پیرا رہے گی وہ ہمیشہ خیر اور

[1] ... بخاری، کتاب الصوم، باب تعجیل الافطار، ۱/ ۶۴۵، حدیث: ۱۹۵۷۔

بھلائی میں رہے گی اور جب یہ اِفطار میں تاخیر کریں گے تو یہ اُن میں فساد پیدا ہونے کی علامت ہے۔“[1]

صحابۂ کرام اِفطار میں جلدی کرتے:

شرح ابنِ بطال میں ہے: علامہ مہلب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے جلدی افطار کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ روزے کے وقت میں رات کی کوئی گھڑی شامل نہ ہو، کیونکہ پھر یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرض کردہ وقت پر زیادتی ہوگی۔ (اور یہ جلدی افطار کرنا) اِس لئے بھی بہتر ہے کہ یہ روزہ دار کے لئے نرمی کا باعث ہے اور روزے پر قوت دینے والا ہے۔ حضرت عَمرو بن مَیمون فرماتے ہیں: صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کیا کرتے تھے۔[2]

افطار کے مختلف اوقات کی تفصیل:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں: **(1)** ایک یہ کہ افطار نمازِ مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں اِفطار کرنا اِس حدیث کے خلاف ہے۔ **(2)** دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہو جانے پر اِفطار کر لیا جائے پھر دیر نہ لگائی جائے۔ خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں: وقتِ مستحب، وقتِ مباح اور وقتِ مکروہ۔ وقتِ مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے۔ وقتِ مباح تارے گتھنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گتھ جانے پر افطار کرنا مکروہ۔ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطار کرتے ہیں، اِس میں اُن سے مشابہت ہے اور جلدی اِفطارنے میں اپنے عجز بندگی کا اِظہار بھی ہے اور **اللہ** کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ مرقات میں ہے کہ بعض علما نے فرمایا: نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشا کو ملانے کے لیے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ سنتِ رسولُ اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی۔ ہمیشہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے، نفس کُشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ۔۔۔ الخ، ۴/ ۲۰۸، الجزء السابع۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصیام، باب تعجیل الافطار، ۴/ ۱۰۴۔

بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع میں ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

''افطار'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اگر لوگ جلدی افطار کرتے رہیں گے تو بھلائی میں رہیں گے۔

(2) افطار میں تاخیر کرنا فساد پیدا ہونے کی علامت ہے۔

(3) جلدی افطار کرنا روزہ دار کے لئے نرمی اور آسانی کا باعث ہے۔

(4) سنتِ رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہے۔

(5) نفس کشی کے لئے سنت کی مخالفت کرنا نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت پر عمل کرتے ہوئے جلدی افطار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1234

جلدی افطار طریقۂ احمدِ مُختار

عَنْ اَبِی عَطِیَّةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فَقَالَ لَہَا مَسْرُوْقٌ: رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِلَاہُمَا لَا یَاْلُو عَنِ الْخَیْرِ، اَحَدُہُمَا یُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ وَالْاٰخَرُ یُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ، فَقَالَتْ: مَنْ یُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ قَالَ: عَبْدُ اللہِ یَعْنِی ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَتْ: ہٰکَذَا کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت مسروق اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اُن سے حضرت مسروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دو صحابی ہیں جو کہ بھلائی کے کاموں میں کمی نہیں

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۱۔ 2 ... مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ۔۔۔الخ، ص۴۲۸، حدیث: ۲۵۵۷۔

کرتے، ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے تھے اور دوسرے مغرب کی نماز اور افطار میں تاخیر کرتے تھے۔ تو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: "مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟" جواب دیا: "**عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔" تو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: "رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہی طریقہ تھا۔"

مذکورہ حدیثِ پاک سے پتا چلا کہ افطار میں تاخیر کرنا سنّت نہیں بلکہ جلدی کرنا سنّت ہے جیسا کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بتایا کہ نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہی طریقہ تھا کہ آپ افطار اور نمازِ مغرب میں جلدی کیا کرتے تھے۔ جو صحابی افطار میں جلدی کیا کرتے تھے وہ حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے اور جو کچھ تاخیر کرتے تھے وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔

جلدی افطار کرنا سنتِ مستحبہ:

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (حضرت ابوعطیہ اور مسروق) یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں، ان میں نمازِ مغرب اور افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لیے اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس حاضر ہوئے کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں۔ نماز سے مراد نمازِ مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل مُتَّصِل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطًا دیر لگانا ہے نہ کہ تارے گتھ جانے تک کی تاخیر۔ لہٰذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رخصت پر۔ حضرت اُمُّ المؤمنین نے جناب **عبداللّٰہ** کے عمل کو سنتِ مُسْتَحَبَّہ کے موافق بتایا اور قدرے تاخیر کو مستحب قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ جناب اُمُّ المؤمنین مزاج شناسِ رسول ہیں اور اَحوال دانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابو موسیٰ اَشعری کو پہنچی ہو گی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کرلی ہو گی، صحابہ سے یہ توقع ہو سکتی ہی نہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عمل سے واقف ہو کر اُس کے خلاف کام کریں۔[1]

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۷۔

مدنی گلدستہ

"صَوم" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بڑی فقیہہ عالِمہ تھیں کہ تابعین حضرات آپ کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لئے آتے تھے۔

(2) اِفطار میں جلدی کرنا حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا طریقہ ہے۔

(3) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہمیشہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عمل کی مُوافقت کیا کرتے تھے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1235

اللّٰہ کے پسندیدہ بندے

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: اَحَبُّ عِبَادِی اِلَیَّ اَعْجَلُھُمْ فِطْرًا۔"[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "میرے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں۔"

سنت کی اتباع میں محبتِ خدا:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: شاید **اللّٰہ** تعالیٰ کی اس محبت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سنّت کی اتباع، بدعت سے دوری اور اہلِ کتاب کی مخالفت ہے۔ اس حدیث میں اِس اُمّت کی افضلیت کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ (جلدی افطار کرنے میں) حدیث کی اتباع ہے اور حدیث کی اتباع **اللّٰہ** تعالیٰ کی محبت کی موجب ہے کیونکہ

[1] ... ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی تعجیل الافطار، ۲/ ۱۶۴، حدیث: ۷۰۰۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾(پ۳، آل عمران: ۳۱)(ترجمۂ کنز الایمان:"اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔) یہ دین ہر باطل سے جدا ہے، اس میں نرمی وسہولت ہے، اس میں کوئی سختی نہیں رکھی گئی تاکہ اس (کے احکامات) پر عمل کرنا اور ہمیشگی اختیار کرنا آسان رہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ دین کی آسانیوں کو لازم پکڑ لو، برخلاف اہلِ کتاب کے کہ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی ان پر سختی کی لہٰذا وہ مغلوب ہوگئے اور اپنے دین پر قائم نہ رہ سکے۔[1] دلیل الفالحین میں ہے:"یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں میں سب سے زیادہ اس سے راضی ہوتا ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے اور وہ رب تعالیٰ سے اتنا قریب ہو گا جتنا ایک محب اپنے محبوب کے قریب ہوتا ہے۔"[2]

جلدی اِفطار کرنا سنتِ انبیا ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے:یعنی یہود و نصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمانِ اہلِ سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے کیونکہ جلدی افطار سُنَّتِ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور سنتِ صحابہ بلکہ سنتِ انبیا عَلَیْہِمُ السَّلَام ہے اور جلدی افطار میں ربّ تعالیٰ کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجت مندی کا اظہار ہے۔[3]

مدنی گلدستہ
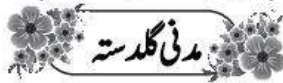
"حسن" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جو افطار میں جلدی کرتے ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ بندے ہیں۔

(2) حدیث کی اتباع ربّ تعالیٰ کی محبت کی مُوجب ہے۔

(3) جو افطار میں جلدی کرتا ہے وہ اللہ سے اتنا قریب ہو گا جتنا مُحِبّ اپنے محبوب کے قریب ہوتا ہے۔

1 . . . مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم، باب في السحور، ۴/ ۸۴، تحت الحديث: ۱۹۸۹۔

2 . . . دليل الفالحين، كتاب الفضائل، باب في فضل تعجيل الفطر، ۴/ ۵۴، تحت الحديث: ۱۲۳۳۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۵۴۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنّتوں کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1236

افطار کس وقت کیا جائے؟

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب رات اِس (یعنی مشرق کی) طرف سے آ رہی ہو اور دن اُس (یعنی مغرب کی) طرف جا رہا ہو اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کرے۔“

مذکورہ حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ ”جب رات اس طرف سے آ رہی ہو اور دن اس طرف جا رہا ہو“ شارحین نے فرمایا کہ رات سے مراد رات کی تاریکی اور ”اس طرف“ سے مراد مشرق ہے اور دن سے مراد دن کی روشنی اور ”اس طرف“ سے مراد مغرب ہے اور سورج کے غروب ہونے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے، جب یہ سب چیزیں ہو جائیں اس کے بعد روزہ دار تاخیر نہ کرے بلکہ فوراً افطار کرلے۔

مکمل سورج غروب ہونے پر افطار کرے:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: (رات اس طرف سے آجائے) رات سے مراد رات کی تاریکی ہے یعنی جب رات کی تاریکی مشرق کی طرف سے آجائے۔ اور (دن اس طرف چلا جائے) یعنی دن کی روشنی مغرب کی جانب چلی جائے۔ اس کے بعد حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”غَرَبَتِ الشَّمْسُ“ (یعنی سورج غروب ہو جائے) یہ جملہ سورج کے مکمل طور پر غروب ہونے کو بیان کرنے کے لئے فرمایا تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ سورج کے بعض حصے کے غروب ہونے پر افطار کرنا جائز ہے۔[2]

1 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم، ۱/ ۶۴۴، حدیث: ۱۹۵۴۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقۃ من کتاب الصوم، ۴/ ۱۷۹، تحت الحدیث: ۱۹۸۵۔

شرح ابنِ بطال میں ہے: علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے تو اب روزہ دار کے لئے افطار کرنا جائز ہو گیا، کیونکہ یہ دن کا اختتام اور رات کا آغاز ہے۔[1] شرح مسلم میں امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب رات آجائے دن چلا جائے سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کا روزہ مکمل ہو گیا اب اُسے روزہ دار نہیں کہا جائے گا کیونکہ سورج کے غروب ہوتے ہی دن چلا گیا اور رات آگئی اور رات روزہ کا وقت نہیں۔[2]

مدنی گلدستہ

”عمر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) رات کی تاریکی مشرق کی جانب اور دن کی روشنی مغرب کی جانب سمٹ جائے اور سورج مکمل طور پر غروب ہو جائے تو اس وقت روزہ دار افطار کرے۔

(2) سورج کے بعض یا آدھا غروب ہونے پر افطار کرنا جائز نہیں۔

(3) روزہ کا وقت دن ہے رات نہیں، اس لئے رات کے شروع ہوتے ہی روزہ ختم ہو گیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح وقت پر افطار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ستو کے ساتھ افطار

حدیث نمبر:1237

عَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْم عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ: یَا فُلَانُ! اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللهِ! لَوْ اَمْسَیْتَ؟ قَالَ: اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، قَالَ: اِنَّ عَلَیْكَ نَهَارًا، قَالَ: اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ، فَشَرِبَ

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصیام، باب متی یحل فطر الصائم، ۴/۱۰۲۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصیام، باب بیان وقت انقضاء الصوم، ۴/۲۰۹، الجزء السابع۔

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: اِذَا رَاَیْتُمُ اللَّیْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.وَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوابراہیم **عبدالله** بن اَبو اَوفی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ہم **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے اور آپ عَلَیْهِ السَّلَام روزے سے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے ایک شخص سے فرمایا: ”اے فلاں! اُٹھو اور ہمارے لئے ستّو گھولو۔“ اُس نے عرض کی: **یارسولَ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! شام ہونے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ”اتر کر ہمارے لئے ستّو گھولو۔“ اُس نے عرض کی: **یارسولَ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! ابھی تو دن باقی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا: ”اتر کر ہمارے لئے ستّو گھولو۔“ پھر وہ اُترا اور ستّو گھولے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ستو نوش فرمانے کے بعد فرمایا: ”جب دیکھو کہ رات اِدھر سے آگئی ہے تو روزہ افطار کرلو (یہ کہتے ہوئے) آپ نے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔“

اس حدیث میں غروبِ آفتاب کے بعد بلا تاخیر افطار کرنے کی ترغیب ہے کہ جس وقت سورج غروب ہوتا ہے اس وقت مغرب کی طرف کافی دیر تک روشنی سی رہتی ہے لیکن جانبِ مشرق اندھیرا چھا جاتا ہے حدیث میں اِسی طرف اشارہ ہے کہ جب تم دیکھو کہ رات مشرق کی طرف سے آگئی ہے یعنی مشرق کی طرف اندھیرا چھا گیا ہے تو سمجھ لو کہ سورج غروب ہو گیا ہے اب افطار میں تاخیر نہ کرو۔

روزہ جلدی افطار کرنا مستحب ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں روزہ جلدی افطار کرنے کے مستحب ہونے کا بیان ہے اور اس میں روزے کے آخری وقت کا بیان ہے اور اس آخری وقت پر اجماع ہے۔ حضرت ابو عمر (اِسْتِذْکار میں) فرماتے ہیں کہ علمائے کرام کا اِس بات پر اِجماع ہے کہ جب مغرب کی نماز کا وقت ہو جائے تو اس وقت افطار کرنا حلال ہو جاتا ہے۔“[2]

1 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم، ۱/ ۶۴۴، حدیث: ۱۹۵۵۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والافطار، ۸/ ۱۳۳، تحت الحدیث: ۱۹۴۱۔

صحابیِ رسول کے تامُّل کرنے کی وجہ:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اصحاب روزے سے تھے اور یہ رمضان کا مہینہ تھا، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کسی کو ستّو گھولنے کا حکم دیا تاکہ روزہ افطار کیا جاسکے، جسے حکم دیا انہوں نے دیکھا کہ دن کی روشنی اور سرخی جو سورج غروب ہونے کے بعد آتی ہے وہ ابھی موجود ہے تو انہوں نے گمان کیا کہ روزہ اس روشنی کے جانے کے بعد کھولتے ہیں اس لئے انہوں نے عرض کی کہ کچھ دیر رُک جائیے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس روشنی کو دیکھا نہیں تو انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یاد دلانے کے لئے ایسا کہا۔ اس بات کی تائید اُن صحابی کا یہ قول اِنَّ عَلَیْکَ نَہَارًا بھی کرتا ہے کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ روشنی (جو غروبِ آفتاب کے بعد مغرب کی طرف کچھ دیر رہتی ہے) وہی روشنی ہے جس میں روزہ فرض ہوتا ہے، اسی لئے انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی کہ کچھ دیر رُک جائیے یہاں تک کہ رات داخل ہو جائے اور بار بار اس جملے کو دہرانے کی وجہ ان کا یہ غالب اعتقاد تھا کہ ابھی دن باقی ہے اور روزے کی حالت میں دن میں کھانا پینا حرام ہوتا ہے۔"[1]

دلیل الفالحین میں ہے: شاید یہ فتحِ مکہ کی بات ہے جب آٹھویں سال نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان کے مہینے میں نکلے تھے۔ جب سورج کی ٹکلی مکمل طور پر غروب ہو گئی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ستو گھولنے کا حکم دیا، ان صحابی نے عرض کی کہ یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگر کچھ دیر اور رک جائیں تو اچھا ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ آسمان بالکل صاف ہونے کی وجہ سے انہیں روشنی زیادہ لگ رہی ہو تو انہوں نے گمان کیا ہو کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا، ہو سکتا ہے کہ وہاں کوئی پہاڑ وغیرہ ہو یا پھر بادل ہوں جس کی وجہ سے سورج کے غروب ہونے کا پتا نہ چل رہا ہو۔ اور جو راوی نے کہا کہ "جب سورج غروب ہو گیا۔" تو یہ اُن کا اپنا خیال تھا، ورنہ اگر اُن صحابی کو سورج کے غروب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم ماننے میں تَوَقُّف نہ کرتے۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم نے ستو پیا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ

[1] ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب الصیام، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار، ٤/٢١٠، الجزء السابع۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وضاحت سننے کے لئے خاموشی سے بیٹھ گئے پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: جب تم جان لو کہ رات مشرق کی طرف سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کرے۔[1]

حدیث سے معلوم ہونے والے مسائل:

❁ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ ❁ اس شخص کے لئے سفر میں روزہ نہ رکھنے سے روزہ رکھنا افضل ہے جسے کوئی ظاہری مشقت والا کام نہ کرنا ہو۔ ❁ مُطلقاً سورج کے غروب ہونے سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ ❁ جلدی روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔ ❁ کھجور سے افطار کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر کوئی کھجور سے افطار نہ کرے تو جائز ہے۔ ❁ کھجور کے بعد پانی سے روزہ افطار کرنا افضل ہے۔[2]

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) غروبِ آفتاب کے بعد بلا تاخیر روزہ افطار کرنا چاہیے۔

(2) اس بات پر علما کا اتفاق ہے کہ غروبِ آفتاب روزے کا آخری وقت ہے۔

(3) حالتِ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے مگر روزہ رکھنا افضل ہے۔

(4) کھجور سے افطار کرنا واجب و ضروری نہیں۔

(5) کھجور کے بعد افضل پانی سے افطار کرنا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سفر و حضر ہر صورت میں فرض روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل تعجیل الفطر وما یفطر علیه۔۔۔الخ، ۴/۶۲، تحت الحدیث: ۱۲۳۵۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصیام، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار، ۴/۲۱۱، الجزء السابع۔

حدیث نمبر:1238

کس چیز سے افطار کیا جائے؟

عَنْ سَلْمَانَ بِنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَاِنَّهُ طَهُوْرٌ۔[1]

ترجمہ: صحابی رسول حضرتِ سَیِّدُنا سلمان بن عامر ضبی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ حضور نبیِ کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے اگر کھجور نہ ملے تو پھر پانی سے افطار کرے بے شک وہ پاکیزہ ہے۔“

مذکورہ حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کھجور سے روزہ افطار کرنا چاہیے اگر کھجور میسر نہ ہو تو پھر پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی پاکیزہ شے ہے۔

میٹھی چیز کھانا مفید ہے:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ”چھوارے سے روزہ افطار نا چونکہ حضورِ انور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنت ہے صحابۂ کرام کی سنت ہے، نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا تندرستی، خصوصاً نظر کے لئے بہت مفید ہے اس لئے یہ عمل دِین و دُنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے۔ پانی جیسے جسم کو پاک کرنے والا ہے ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک و صاف کرنے والا ہے نیز پانی میں حرام ہونے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے کہ کنوئیں کا پانی جنگل کا شکار اصل میں مباح ہے دوسری چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کمائی سے حاصل کی گئی ہوں، روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے یہ امر (یعنی حکم) اِستحبابی ہے۔“[2]

کھجور کے فوائد:

حدیث میں فرمایا گیا کہ ”جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کھجور سے افطار کرے۔“ یہ حکم استحبابی ہے (یعنی لازم و ضروری نہیں کہ کھجور یا پانی سے افطار کیا جائے ہاں بہتر ہے) کہ کھجور سے اِفطار کیا جائے اصلِ سنّت پر اِکتفا کرتے ہوئے کیونکہ کھجور برکت والی اور کثیر فوائد والی چیز ہے۔ ہو سکتا ہے

---

[1] ... ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء مایستحب علیه الافطار، ۲/۱۶۲، حدیث: ۶۹۵۔ [2] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۴۔

کہ کھجور سے افطار کرنے میں یہ حکمت ہو کہ میٹھی چیز تیزی سے طاقت بحال کرتی ہے اور اس میں ایمان کی حلاوت (مٹھاس) اور گناہوں کی کڑواہٹ کے زائل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں: کھجور سے افطار کرنے میں بہت ثواب اور برکت ہے۔ علامہ ابنِ ملک کہتے ہیں کہ کھجور سے اِفطار کرنے کی حکمت شارِع عَلَیْهِ السَّلَام پر چھوڑدی جائے بہر حال اس کی حکمت سمجھ میں جو آتی ہے وہ یہ ہے کہ کھجور میٹھی غذا ہے جبکہ انسان کا نفس بھوک کی سختی کی وجہ سے تھک چکا ہوتا ہے لہٰذا شارع عَلَیْهِ السَّلَام نے اس تھکن کو دور کرنے کے لئے ایسی چیز کا حکم دیا جو کہ میٹھی بھی ہے اور غذا بھی۔ ابنِ حجر کہتے ہیں کہ کھجور کی خاصیت یہ ہے کہ جب وہ معدہ میں پہنچتی ہے تو اگر معدہ خالی ہو تو اس سے غذا حاصل ہوتی ہے وگرنہ معدہ میں جو باقی ماندہ خوراک ہوتی ہے اسے ہضم کر دیتی ہے۔ [1]

مدنی گلدستہ
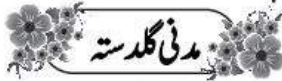
"فاروق" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کھجور سے روزہ افطار کرنا چاہیے اس میں جہاں دینی فوائد ہیں وہیں دنیاوی فوائد بھی ہیں۔

(2) کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے۔

(3) اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے روزہ افطار کرنا چاہیے۔

(4) پانی جس طرح جسم کو پاک کرنے والا ہے اسی طرح دل و دماغ کو بھی پاک کرنے والا ہے۔

(5) کھجور کی خاصیت یہ ہے کہ اگر معدہ خالی ہو تو اس سے غذا حاصل ہوتی ہے اور اگر معدہ بھرا ہوا ہو تو کھجور اس خوراک کو ہضم کرتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور عَلَیْهِ السَّلَام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الصوم، باب فی السحور، ۴/ ۴۸۵، تحت الحدیث: ۱۹۹۰۔

حدیث نمبر:1239

خُشک کھجور سے اِفطار

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ یُصَلِّیَ عَلٰی رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَیْرَاتٌ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تُمَیْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز ادا کرنے سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ملتیں تو خشک کھجوروں سے افطار فرماتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ملتیں تو چند گھونٹ پانی نوش فرمالیتے۔

روزہ جلدی اِفطار کرنا مستحب ہے:

مذکورہ حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ روزہ جلدی افطار کرنا چاہیے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ مغرب پڑھنے سے پہلے افطار فرماتے تھے۔عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ مغرب پڑھنے سے پہلے اِفطار فرماتے تھے اِس حدیث میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ جلدی اِفطار کرنا مستحب ہے۔“[2]

ترکھجور سے افطار کرنا اچھا ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے: **(1)** ایک یہ کہ روزہ دار اِفطار پہلے کرے، نمازِ مغرب کے بعد اِفطار کرنا سُنَّت کے خلاف ہے۔ **(2)** دوسرے یہ کہ چند کھجوریں اِفطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ، بعض روایات میں تین خُرموں کا ذِکر ہے۔ اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطار کرنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، ہمارے رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔[3]

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب کا نام ”جلدی افطار کرنے کی فضیلت، افطار کس چیز سے کیا

---

1 . . . ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء مایستحب علیہ الافطار، ۲/۱۶۲، حدیث:۶۹۶۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصوم، باب فی السحور، ۴/۴۸۶، تحت الحدیث: ۱۹۹۱۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۵ بتغیر قلیل۔

جائے اور افطار کے بعد کیا کہا جائے؟" رکھا۔ اس میں سے پہلی دو چیزوں کے بارے میں تو احادیث بیان فرمادیں، تیسری چیز کہ "افطار کے بعد کیا کہا جائے؟" اِس بارے میں حدیثِ پاک بیان نہ فرمائی چنانچہ اس بارے میں حدیثِ پاک ملاحظہ کیجئے۔

اِفطار کے بعد کہے جانے والے کلمات:

حضرت سیدنا مُعاذ بن زُھرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب افطار کرتے تو اس کے بعد یہ کہتے: "اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ یعنی اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا۔"[1]

نوٹ: افطار کی دعا عموماً قبل از افطار پڑھنے کا رواج ہے مگر امامِ اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَنَّان نے فتاویٰ رضویہ، ج10، ص631 میں اپنی تحقیق پیش کی ہے کہ دعا افطار کے بعد پڑھی جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ

"عمر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) روزہ جلدی اِفطار کرنا مستحب ہے۔

(2) اِفطار کے وقت چند کھجوریں کھانا مسنون ہے۔

(3) تر یعنی تازہ کھجور سے روزہ افطار کرنا اچھا ہے اگر تازہ نہ ملے پھر خشک کھجور سے اِفطار کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اِسلامی اَحکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . ابو داود، کتاب الصوم، باب القول عند الافطار، ۲/۴۴۷، حدیث: ۲۳۵۸ بتغیر۔

باب نمبر:223

بحالتِ روزہ زبان کی حفاظت کا بیان

بحالتِ روزہ زبان اور دیگر اعضا کو ممنوعاتِ شرعیہ اور گالی گلوچ وغیرہ سے بچانے کا بیان

روزے کا ایک بڑا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری کا حصول ہے، روزے کی حالت میں جس طرح کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے بچنا ضروری ہے اسی طرح اپنے تمام اعضا کو برائیوں سے بچانا بھی ضروری ہے، جو روزے کی حالت میں صرف کھانے پینے سے پرہیز کرے مگر زبان کو غیبت چغلی گالی گلوچ اور جھوٹ وغیرہ سے نہ بچائے تو اگرچہ شرعاً اس کا روزہ پورا ہو جائے گا مگر روزے کی نورانیت نہ پا سکے گا کہ روزے کے مقصدِ اصلی یعنی حصولِ تقویٰ سے دور ہو جائے گا، اس لئے روزہ دار کو چاہیے کہ اپنی زبان کو برائیوں سے بچائے، تمام اعضا کو نیکیوں میں مصروف رکھے اور نفسانی خواہشات اور حرام و مکروہ اَفعال سے کوسوں دور بھاگے تاکہ روحانیت و نورانیت کے ساتھ ساتھ رضائے الٰہی جیسی عظیم نعمت بھی نصیب ہو۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی "**بحالتِ روزہ زبان اور دیگر اعضا کو ممنوعاتِ شرعیہ اور گالی گلوچ وغیرہ سے بچانے**" کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1240

بحالتِ روزہ لڑائی سے بچنے کا نسخہ

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَائِمٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے، نہ ہی شور و غل کرے، تو اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔"

روزہ دار لڑائی جھگڑے سے بچے:

علامہ ابنِ کمال پاشا حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص روزہ دار کو گالی دے کر یا لڑائی جھگڑا کر کے اسے بھی لڑائی یا گالی گلوچ میں ملوث کرنا چاہے تو روزہ دار اُس سے اِعراض کرتے ہوئے کہہ

[1] ... بخاری، کتاب الصوم، باب هل یقول انی صائم اذا شتم، ۱/ ۶۲۸، حدیث: ۱۹۰۴ بتغیر

دے کہ ”میں روزے سے ہوں، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا میرے لئے جائز نہیں۔“ بعض نے کہا کہ وہ دل میں یہ کہے کہ ”میں روزے سے ہوں میرے لئے غیض وغضب، بری باتیں اور گالی گلوچ جائز نہیں۔“ ایک قول یہ ہے کہ فرض روزے میں زبان سے کہے اور نفل میں دل سے کہے کیونکہ یہ ریاکاری سے دور ہے۔ خیال رہے کہ فحش گوئی، جہالت، اور لڑائی جھگڑا ہر حالت میں ممنوع ہے مگر روزے کی حالت میں بالخصوص اِن برائیوں سے بچنا چاہیے کہ روزہ دار کو ان سے بچنے کی خاص تاکید ہے۔[1]

روزہ دار نہ بیہودہ باتیں کرے نہ شوروغل:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضا کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے۔ (جب کوئی روزہ دار سے جھگڑے تو روزہ دار کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں) لہٰذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں، اس پر اِنْ شَآءَ اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہوجائے گا، یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا ربّ کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر وریا کے لیے نہ ہو۔“[2]

تفہیم البخاری میں ہے: ”حدیث کا بیان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روزے دار سے جھگڑا یا گالی گلوچ کرے تو وہ مُقاتِل اور شاتِم (جھگڑا کرنے والے اور گالی گلوچ کرنے والے) کو سنا کر یہ کہے کہ میں تجھے کیا کہہ سکتا ہوں میں تو روزے دار ہوں وہ سن کر غالباً رک جائے گا۔ یا اِس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ دِلی خیالات کی طرف متوجہ ہوجائے تاکہ اس سے جھگڑا نہ کرے اور نہ ہی اس کو گالی گلوچ کا جواب دے سکے، ویسے بھی تو فضول جھگڑا اور سبّ وشتم (گالی گلوچ) ممنوع ہیں مگر روزہ کی حالت میں سخت ممنوع ہیں۔ سبّ وشتم کرنا اور غیبت وچغلی وغیرہ کرنا اگرچہ حرام ہیں مگر ان سے روزہ اِفطار نہیں ہوتا البتہ اس کا ثواب کم ہوجاتا ہے۔“[3]

حدیث نمبر: 1241

رب تعالٰی بے نیاز ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ

---

1 ... الفوائد المترعة الحیاض، کتاب الفضائل، باب فی بیان وجوب...الخ، ۵/ ۳۳۰، تحت الحدیث: ۱۲۱۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۳۶۔ 3 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۱۸۴۔

بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو جھوٹی بات اور بُرے کام نہ چھوڑے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی پرواہ نہیں۔“

جھوٹی بات اور بُرے کام کے معنیٰ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے، اور بُرے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا، چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضا کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا۔ یہ حدیث بہت جامع ہے۔ دو جملہ میں ساری چیزیں بیان فرمادیں اگرچہ بُرے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی بُرے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ بُرے کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور ماہِ رمضان کی بے ادبی ہے اس لئے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا، ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک مگر مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے، کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے۔ یہاں (حدیثِ مذکور میں لفظ) حاجت بمعنیٰ ضرورت نہیں کیونکہ **اللہ** تعالیٰ ضرورتوں سے پاک ہے بلکہ بمعنیٰ توجہ، اِلتفات، پرواہ، یعنی **اللہ** تعالیٰ ایسے شخص کا روزہ قبول نہیں فرماتا، قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فاقہ بن جاتا ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعًا تو درست ہو جائے گا کہ فرض ادا ہو جائے گا مگر قبول نہ ہو گا شرائطِ جواز تو صرف نیت ہے اور کھانا پینا، صحبت چھوڑ دینا، مگر شرائطِ قبول میں (بُری) باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے۔ روزہ کا منشاء نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوٹے تو معلوم ہوا نفس نہ مرا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیے، صرف حلال چیزوں یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ و غیبت کو بھی چھوڑو، مرقات نے فرمایا کہ ایسے بے باک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملے گا اور ان

[1] . . . بخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم، ۱/۶۲۸، حدیث: ۱۹۰۳۔

چیزوں کا گناہ۔"[1] اشعۃ اللّمعات میں ہے: "مراد یہ ہے کہ جو جھوٹ اور بُرے کاموں سے باز نہ آئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اِس بات کی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ انسان صرف کھانا پینا ترک کر دے بلکہ روزے سے مقصود شہوات کو توڑنا اور نفسانیت کی آگ بجھانا ہے تاکہ نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ بنایا جائے۔ مشائخ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ روزہ تین طرح کا ہوتا ہے: **(1)** عوام کا روزہ: کھانے پینے اور جماع سے رکنا **(2)** خواص کا روزہ: اپنے تمام اعضاء کو لذتوں اور حرام و مکروہ باتوں سے روکنا **(3)** اَخَصُّ الخواص کا روزہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا سب سے دور رہے اور اس کے سوا کسی کی طرف توجہ اور التفات نہ کرے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"روزہ دار" کے 7 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) فضول جھگڑا، گالی گلوچ اور بُرے کام ہر حال میں ممنوع ہیں مگر روزہ کی حالت میں سخت ممنوع ہیں۔

(2) شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضا کو گناہوں سے بچانے کا۔

(3) اگر کوئی روزہ دار سے لڑے یا اسے گالی بکے تو روزہ دار کو چاہیے کہ جوابی کاروائی ہرگز نہ کرے بلکہ اس سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں، اس جملے کی برکت سے دونوں لڑائی سے باز رہیں گے۔

(4) جھوٹ، غیبت چغلی، گالی گلوچ، بہتان وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔

(5) جو روزہ دار جھوٹ اور بُرے کام سے باز نہ آئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔

(6) روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیے کہ تمام اعضا کو بُرائیوں سے بچایا جائے۔

(7) روزے کا منشا نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر وقت بالخصوص روزے کی حالت میں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۸۔

[2] ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب تنزیہ الصوم، ۲/۹۰۔

باب نمبر: 224

روزے کے مسائل کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! روزہ بہت عمدہ عبادت ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں جس طرح روزوں کے فضائل مذکور ہیں اسی طرح روزوں کے مسائل کا ذِکر بھی موجود ہے۔ ہر عاقل و بالغ مرد وعورت کے لئے روزے کے مسائل سیکھنا ضروری ہے۔ آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد روزے کے ضروری مسائل سے ناواقف ہے۔ مثلاً دِینی تعلیم سے دوری کے سبب بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، اسی طرح بعض ناواقف فجر طلوع ہونے کے بعد بھی اذان کے انتظار میں کھاتے پیتے رہتے ہیں اور اس طرح ان کا روزہ شروع ہی نہیں ہوتا، لہٰذا ضروری ہے کہ ہر مسلمان روزے کے ضروری مسائل سیکھے۔[1] ریاض الصالحین کا یہ باب **"روزے کے مسائل"** کے بیان میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس باب میں 4 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر: 1242

بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا نَسِیَ اَحَدُكُمْ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لے تو اسے روزہ پورا کرنا چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔"

بھول، خطا اور عمداً کھانے پینے میں فرق:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کی

[1]... روزوں کے تفصیلی مسائل سیکھنے کیلئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ صدرالشریعہ، بدرالطریقہ، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی کی مایہ ناز تصنیف بہارِ شریعت، جلد اول، حصہ 5 اور شیخ طریقت، امیر اہلسنت مولانا محمد الیاس قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ العَالِیَہ کی مایہ ناز تالیف فیضانِ رمضان کا مطالعہ کیجیے۔

[2]... بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم اذا اکل اوشرب ناسیا، ۱/ ۶۳۶، حدیث: ۱۹۳۳۔

شرح میں فرماتے ہیں:

❁ ”یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لیے ہے کہ ان میں بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔

❁ بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ۔

❁ خطا (غلطی) یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے کفارہ نہیں۔

❁ عَمَد (جان بوجھ کر) یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی اِرادۃً ہو اس میں قضا بھی ہے کفارہ بھی، جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کرلے تو بھی روزہ نہیں جائے گا، یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔

❁ (حدیث میں لفظ) فَلْیُتِمَّ (بھول کر کھاپی لینے والے کو چاہیے کہ روزہ پورا کرے اس) امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کردینے سے فرض ہوجاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔ یہ بھول ربّ تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھاپی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہوجائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر سے ہے۔[1]

صَدْرُالشَّرِیْعَه، بَدْرُالطَّرِیْقَه، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا روزہ فاسد نہ ہوا۔ خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزہ کی نیّت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں، مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو اب فاسد ہوجائے گا، بشرطیکہ یاد دلانے کے بعد یہ اَفعال واقع ہوئے ہوں مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں۔ کسی روزہ دار کو ان افعال میں (یعنی بھول کر کھاتے پیتے) دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے، یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا، مگر جب کہ وہ روزہ دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہوگا اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کرلے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کرلے گا تو اس صورت میں یاد نہ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۶۰۔

دلانا بہتر ہے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1243 روزے کی حالت میں ناک میں پانی چڑھانا

عَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ: اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا لقیط بن صَبِرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! مجھے وضو کے متعلق بتائیے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کامل وضو کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی ڈالو جبکہ روزہ دار نہ ہو۔"

روزہ دار ناک میں پانی ڈالتے وقت احتیاط کرے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: "اعضا پورے دھوؤ اور تین تین بار دھوؤ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو، اگر پاؤں کی انگلیاں چپٹی ہوئی ہوں کہ بغیر خلال ان میں پانی نہ پہنچے تو خلال ضروری ہے، ورنہ سنت۔ حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہیے، اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے کافی ہے۔ ناک میں پانی بانسے تک پہنچانا ضروری ہے حتّٰی کہ غسل میں فرض ہے اور اگر حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔"[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ناک میں پانی پہنچانے کی حد یہ ہے کہ ناک کے بانسے تک پانی پہنچائے اور اس میں مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بھی آگے لے جائے مگر بحالتِ روزہ وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے کہ اس

---

1. ... بہار شریعت، ۱/ ۹۸۱، حصہ ۵۔
2. ... ابو داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الاستنثار، ۱/ ۸۰، حدیث: ۱۴۲۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۸۸ ملخصاً۔

سے روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔"[1]
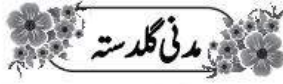
صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مدنی گلدستہ

"روزہ" کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) روزہ دار اگر بھول کر کھا پی لے یا جماع کر لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(2) بھول کر کھانے سے مراد یہ ہے کہ روزہ دار ہونا یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادے سے ہو۔

(3) کسی کو روزہ ہونا یاد ہو اور بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس روزہ کی قضا لازم ہو گی مگر کفارہ لازم نہ ہو گا۔

(4) کسی روزہ دار کو بھول کر کھاتے پیتے دیکھا تو یاد دلانا واجب ہے، یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا، مگر جبکہ وہ روزہ دار بہت کمزور ہو تو یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کے مطابق روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1244 روزہ دار کا حالتِ جنابت میں صبح کرنا

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُدْرِکُہُ الْفَجْرُ وَھُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَھْلِہٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ وَیَصُوْمُ.[2]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "حضور نبی کریم رءُوْف

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الطھارۃ، باب سنن الوضوء، ۱/ ۲۳۹۔

2 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبا، ۱/ ۶۳۳، حدیث: ۱۹۲۶ بتغیر۔

رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جماع کے سبب حالتِ جنابت میں صبح کرتے پھر غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔"

جُنبی کا روزہ رکھنا

حدیث نمبر:1245

عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَتَا: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ غَیْرِ حُلُمٍ ثُمَّ یَصُوْمُ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ اور اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "ایسا بھی ہوتا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم احتلام کے بغیر جنابت کی حالت میں صبح کرتے پھر روزہ رکھتے۔"

روزہ میں جُنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "(کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حالت جنابت میں صبح فرماتے) اس طرح کہ نمازِ تہجد کے بعد اپنی ازواجِ مُطَہَّرات سے مُقارَبت فرماتے اور فوراً غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نمازِ فجر کے وقت پو پھٹنے کے بعد کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نمازِ تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصاً رمضان شریف میں۔ تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاءِ کرام کو خواب سے اِحتلام نہیں ہو سکتا کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں بلکہ جو بیبیاں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا، ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں اِنزال ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتیِ منی کے باعث۔ حق یہ ہے کہ وہ حضرات اِس سے بھی محفوظ ہیں۔ یہاں حضرت اُمُّ المؤمنین کا (حدیث میں) مِنْ غَیْرِ حُلُمٍ فرمانا یہ بتانے کے لیے ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جنابت مُقارَبت سے ہوتی تھی یہ مَنْشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے۔ حضرت اُمُّ المؤمنین کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ

[1] ... بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبا، ۱ / ۶۳۴، حدیث: ۱۹۲۶۔

عَلَیْہِ وَسَلَّم مُخالطت(میل ملاپ) سے ہی جُنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں۔ اس (حدیث) سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل، یہ قول صحیح ہے۔"[1]

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جنابت کی حالت میں صبح کی بلکہ اگرچہ سارے دن جنب رہا روزہ نہ گیا مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ و حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا کہ جنب جس گھر میں ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"شبِ قدر" کے 5 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نمازِ تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے۔

(2) تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو خواب سے احتلام نہیں ہو سکتا کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے۔

(3) جو بیبیاں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نکاح میں آئیں انہیں بھی کبھی احتلام نہیں ہوا۔

(4) روزہ دار نے جنبی ہونے کی حالت میں صبح کی یا سارا دن جنبی رہا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(5) جنبی کا اتنی دیر تک جان بوجھ کر غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ و حرام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اَحکامِ شرعیہ سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۹۔

2 ... بہار شریعت، ۱/ ۹۸۴، حصہ ۵۔

باب نمبر:225

محرم،شعبان کے روزوں کی فضیلت کا بیان

محرم،شعبان اور دیگر حرمت والے مہینوں کے روزوں کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شعبانُ المعظّم، محرمُ الحرام اور دیگر حُرمت والے مہینوں کے روزے رکھنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ شعبان المعظم کا مہینہ تو ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مہینہ ہے جس میں آپ کثرت سے روزے رکھتے، اسی طرح محرم الحرام بھی بہت ہی عظمت وبرکت والا مہینہ ہے جو ہمیں صبر اور ایثار کا درس دیتا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں عبادت کرنے اور روزہ رکھنے کے بارے میں متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں، نیز اسی ماہ میں یومِ عاشورہ ہے جس کے روزے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ ماہِ رجب میں روزہ رکھنے والے کو رجب نامی جنتی نہر سے سیراب کیا جائے گا جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔[1] حضرت سَیِّدُنا ابو قلابہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”رجب کے روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک محل ہے۔“[2] ذوالحجۃ الحرام کے روزوں کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے خصوصاً ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کا ایک روزہ تو سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔[3] ہمیں چاہیے کہ ہم شعبان المعظم اور حرمت والے مہینوں میں کثرت سے روزے رکھیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلائیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”محرم،شعبان اور دیگر حرمت والے مہینوں کے روزوں کی فضیلت“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1246

رمضان کے بعد افضل روزے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ.[4]

1 . . . شعب الایمان، باب فی الصیام، تخصیص شهر رجب بالذکر، ۳/ ۳٦۷، حدیث: ۳۸۰۰۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی الصیام، تخصیص شهر رجب بالذکر، ۳/ ۳٦۷، حدیث: ۳۸۰۲۔

3 . . . ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر، ۲/ ۱۹۲، حدیث: ۷۵۸۔

4 . . . مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، ص ۵٩٢، حدیث: ۲۷۵۵۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حُضور تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "رمضان کے بعد افضل روزے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے مہینے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔"

اللّٰہ کا مہینا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیث مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہِ محرم ورنہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہوچکے ہیں آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ کی قبولیت، نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنے فرزند یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی نجات، ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی شفا، یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادتِ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو **اللّٰہ** کا مہینہ فرمایا گیا یعنی **اللّٰہ** کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو **اللّٰہ** کے بندوں کا ہو جائے وہ **اللّٰہ** کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہٰذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت بہتر ہے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

رات کی نماز کی افضلیت کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "فرض کے بعد رات کی نماز افضل اس لئے ہے کہ اس میں ریاکاری سے دوری ہے، اخلاص سے قریب تر ہے، اس کے سبب بغیر رکاوٹ کے بارگاہِ

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۳/۱۷۹۔

الٰہی میں حضوری ہوتی ہے، یہ تجلیاتِ الٰہیہ کا وقت ہے اور اس وقت فیوضِ ربّانیہ بانٹے جاتے ہیں۔"[1]
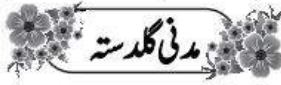
مدنی گلدستہ

"محرم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) رمضان کے بعد افضل روزہ عاشورہ کا ہے۔

(2) جن دِنوں میں کوئی دینی نعمت ملے ان میں عبادت زیادہ کرنی چاہیے۔

(3) فرائض، واجبات اور سُنَنِ مُؤَکَّدہ کے بعد نمازِ تہجد کا درجہ ہے۔

(4) نمازِ تہجد کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ریا سے دور اور اخلاص سے قریب ہوتی ہے اس کے سبب بغیر رکاوٹ بارگاہِ الٰہی میں حضوری نصیب ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

شعبان کے روزے

حدیث نمبر: 1247

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ.[2] وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيْلًا.[3]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ نہ رکھا کرتے بلکہ پورے شعبان ہی کے روزے رکھ لیا کرتے

---

1 . . . دليل الفالحين، كتاب الفضائل، باب في فضل صوم المحرم وشعبان والاشهر الحرم، ۴/ ۵۴، تحت الحديث: ۱۲۴۴۔

2 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، ۱/ ۶۴۸، حديث: ۱۹۷۰۔

3 . . . مسلم، كتاب الصيام، باب صيام النبي صلى الله عليه وسلم في غير رمضان۔۔۔الخ، ص ۵۰۴، حديث: ۲۷۴۲۔

تھے۔“ایک روایت میں ہے:”تھوڑے دنوں کے علاوہ سارے شعبان کے روزے رکھتے۔“

شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی وجہ:

حضرت سَیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:”میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں دیکھتا ہوں کہ جس طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شعبان میں روزے رکھتے ہیں اس طرح کسی بھی مہینے میں نہیں رکھتے۔ ارشاد فرمایا:”یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان میں ہے، لوگ اس سے غافل ہیں، اس میں لوگوں کے اَعمال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور مجھے یہ محبوب ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔“[1]

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:”آپ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے۔ کُل شعبان سے مراد قریباً کل ہے چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لیے وہ بھی حُرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضانی عبادات کی تیاری کرنا چاہیے، اس لیے اس ماہ میں نفلی نماز روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1248

حُرمت والے مہینوں کے روزے

عَنْ مُجِیْبَۃَ الْبَاھِلِیَّۃِ عَنْ اَبِیْھَا اَوْ عَمِّھَا: اَنَّہُ اَتَی رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاہُ بَعْدَ سَنَۃٍ وَقَدْ تَغَیَّرَتْ حَالُہُ وَھَیْئَتُہُ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اَمَا تَعْرِفُنِی؟ قَالَ: وَمَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: اَنَا الْبَاھِلِیُّ الَّذِی جِئْتُکَ عَامَ الْاَوَّلِ. قَالَ: فَمَا غَیَّرَکَ وَقَدْ کُنْتَ حَسَنَ الْھَیْئَۃِ! قَالَ: مَا اَکَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُکَ اِلَّا بِلَیْلٍ. فَقَالَ رسولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَذَّبْتَ نَفْسَکَ! ثُمَّ قَالَ: صُمْ شَھْرَ الصَّبْرِ وَیَوْمًا مِنْ کُلِّ شَھْرٍ قَالَ: زِدْنِی

[1] ... نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ٣٨٧، حدیث: ٢٣٥٤۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ٣/١٨٧ ملخصاً۔

فَاِنَّ بِیْ قُوَّۃً قَالَ: صُمْ یَوْمَیْنِ قَالَ: زِدْنِیْ قَالَ: صُمْ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ قَالَ: زِدْنِیْ قَالَ: صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ وَقَالَ بِاَصَابِعِہِ الثَّلَاثِ فَضَمَّھَا ثُمَّ اَرْسَلَھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتنا مجیبہ باہلیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنے والد یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر چلے گئے ایک سال کے بعد دوبارہ حاضر ہوئے تو اُن کی حالت اور صورت بدل چکی تھی۔ پس اس نے کہا: یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم کون ہو؟“ عرض کی: ”میں باہلی ہوں گذشتہ سال حاضرِ خدمت ہوا تھا۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کس چیز نے تمہاری حالت بدل دی، تم تو ایک حسین آدمی تھے۔“ عرض کی: ”میں نے آپ سے جدا ہونے کے بعد صرف رات کے کھانے پر اِکتفا کیا(یعنی کثرت سے روزے رکھے)۔“ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تو نے اپنی جان کو تکلیف میں رکھا۔“ پھر فرمایا: ”ماہِ صبر (یعنی رمضان) کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک روزہ رکھو۔“ عرض کی: ”زیادہ کیجئے، مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔“ ارشاد فرمایا: ”دو دن کے روزے رکھو۔“ عرض کی: ”بڑھا دیجئے۔“ فرمایا: ”تین دن کے روزے رکھو۔“ عرض کی: ”زیادہ کیجئے۔“ فرمایا: ”حُرمت والے مہینوں میں کچھ دن روزے رکھو اور کچھ دن چھوڑ دو، حُرمت والے مہینوں میں کچھ دن روزے رکھو اور کچھ دن چھوڑ دو، حُرمت والے مہینوں میں کچھ دن روزے رکھو اور کچھ دن چھوڑ دو۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا، ان کو ملایا اور پھر چھوڑ دیا۔

حُرمت والے مہینے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حرمت والے مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں۔ بار بار فرمانا تاکید اور ان مہینوں کے شرف کی وجہ سے ہے۔ تین انگلیوں کو ملانے اور پھر چھوڑ دینے سے مراد حُرمت والے مہینوں میں تین دن روزے رکھ کر پھر ناغہ کرنا

[1] ... ابو داود، کتاب الصوم، باب فی صوم اشہر الحرم، ۲/ ۴۷۴، حدیث: ۲۴۲۸۔

ہے۔ ناغہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب آدمی کسی نیکی کا عادی ہو جائے تو نفس کو اس سے الفت پیدا ہو جاتی ہے اور مشقت ختم ہو جاتی ہے اسی وجہ سے تین دن کے بعد ناغہ کرنے کا کہا گیا ہے کیونکہ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے انسان روزوں کا عادی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے روزے رکھنے میں مشقت نہیں ہوتی البتہ درمیان میں ناغہ کر کے روزہ رکھنے میں مشقت ہوتی اور جس کام میں مشقت ہو اس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے لہٰذا تین دن کے بعد ناغہ کرنے کا فرمایا۔ نیز حدیث پاک میں ماہ رمضان کو ماہ صبر کہا گیا کیونکہ صبر کا معنٰی رکنا ہے اور روزے میں چونکہ نفس کو دن میں کھانے پینے اور ہمبستری سے روک دیا جاتا ہے اس لیے ماہِ رمضان کو ماہِ صبر کہا گیا ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”حرم“ کے 3 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے اور یہ وہی مہینہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔

(2) رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام حرمت والے مہینے ہیں۔

(3) صبر کا معنٰی رکنا ہے اور روزے میں نفس کھانے پینے اور ہمبستری سے رُک جاتا ہے اس لئے ماہِ رمضان کو ماہِ صبر کہا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شعبان المعظم اور حُرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل صوم المحرم وشعبان والاشھر الحرم، ۴/۵۷، تحت الحدیث: ۱۲۴۲ ملخصاً

باب نمبر:226

ذُوالحِجّہ کے روزوں کی فضیلت کا بیان

ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں روزہ رکھنے اور دیگر نیک کام کرنے کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ذوالحجہ حُرمت والے مہینوں میں سے ہے اور اسی ماہ میں ایامِ حج بھی ہیں۔ اس کے ابتدائی دنوں میں روزہ رکھنے اور دیگر نیک اعمال کرنے کے بہت فضائل ہیں۔ ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں نیک اعمال بجالانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بہت محبوب ہے۔ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اعمالِ صالحہ کرنے کا بہترین وقت ہے، ان دنوں میں عمل صالح کرنا جنت میں لے جانے والے اعمال میں سے ہے۔ نیک اعمال جب بھی کئے جائیں ان پر اجروثواب ضرور ملتا ہے مگر فضیلت والے ایام میں نیک اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں خوب نیک اعمال کریں، دن روزوں میں اور رات شب بیداری میں گزاریں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں روزہ رکھنے اور دیگر نیک کام کرنے کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:1249

ذُوالحِجّہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھَا اَحَبُّ اِلَی اللہِ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ یَعْنِی اَیَّامَ الْعَشْرِ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللہِ وَلَا الْجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللہِ قَالَ: وَلَا الْجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللہِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِکَ بِشَیْءٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ان (ذوالحجہ کے ابتدائی) دس دنوں سے زیادہ دیگر دنوں میں سے کسی دن کا نیک عمل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو محبوب نہیں۔" صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں؟" فرمایا: "راہِ خدا میں جہاد بھی نہیں سوائے اس شخص کہ جو اپنے جان ومال کے ساتھ جائے پھر ان میں سے کچھ واپس نہ لائے۔"

[1] ... ابوداود، کتاب الصوم، باب فی صوم العشر، ۲/۴۷۸، حدیث: ۲۴۳۸۔

افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بقر عید کے پہلے عشرہ میں ربّ تعالیٰ کو بندوں کے نیک عمل بہت پیارے ہیں جن پر بہت ثواب دے گا کیونکہ یہ زمانہ حج کا ہے اور اسی عشرہ میں عرفہ کا دن ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے ماہِ رمضان کی آخری دس راتوں میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانہ اعتکاف کا ہے اور اس میں شبِ قدر ہے، ربّ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝۲﴾ (پ ۳۰، الفجر: ۲) دس راتوں کی قسم۔ خیال رہے کہ دن تو بقر عید کے اوّل عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل، اسی لیے یہاں (یعنی حدیثِ پاک میں) اَیَّام فرمایا گیا اور قرآن شریف میں لَیَالٍ، لہٰذا قرآن وحدیث مُتعارِض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے، اسی لیے شبِ معراج، شبِ بَراءَت، شبِ میلاد میں عبادات افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔ بقر عید کے پہلے عشرہ کے اعمال دوسرے زمانہ کے جہاد سے افضل ہیں، ہاں یہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کر دے یہ اس عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہو گا۔“[1]

سال کا افضل دن اور رات:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مختار مذہب یہ ہے کہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے دن رمضان کے آخری عشرہ کے دنوں سے افضل ہیں کیونکہ انہی دنوں میں یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) بھی ہے اور رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی راتوں سے افضل ہیں کیونکہ انہی راتوں میں شبِ قدر ہے لہٰذا یوم عرفہ سال کا افضل دن ہے اور شبِ قدر سال کی افضل رات ہے۔“[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”عشرۂ ذوالحجہ کا آخری دن قربانی کا دن ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ قربانی کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں لہٰذا عشرۂ ذوالحجہ میں قربانی کا دن چھوڑ کر بقیہ ۹ دن روزہ رکھا جائے۔“[3]

---

❶ . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۷۰۔ ❷ . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب فی الاضحیۃ، ۳/ ۵۹۲، تحت الحدیث: ۱۴۶۰۔

❸ . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی فضل الصوم وغیرہ فی العشر الاول من ذی الحجۃ، ۴/ ۵۷، تحت الباب۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت پر تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "اللہ عَزَّوَجَلَّ کو عَشَرۂ ذُوالحجہ سے زیادہ کسی دن میں اپنی عِبادت کیا جانا پسند نہیں اِس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر شب کا قِیام شبِ قَدْر کے برابر ہے۔"[1] **(2)** "9 ذوالحجۃ الحرام کا روزہ ہزار روزوں کے برابر ہے۔"[2] **(3)** "عشرۂ ذوالحجہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ، اَللّٰہُ اَکْبَراور ذِکْرُاللہ کی کثرت کرو، اس عشرہ کا ایک روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں عمل کا ثواب سات سو گُنا تک ہے۔"[3]

مدنی گلدستہ

"کعبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) رمضان کی آخری دس راتوں میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانۂ اعتکاف ہے اور اس میں شبِ قدر ہے۔

(2) دنوں میں افضل ذوالحجۃ الحرام کے ابتدائی دس دن ہیں جبکہ راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل ہیں اسی طرح یوم عرفہ سال کا افضل دن ہے اور شب قدر سال کی افضل رات۔

(3) افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے، اسی لیے شبِ معراج، شبِ بَرَاءَت، شبِ میلاد میں عبادت افضل ہے کہ یہ افضل راتیں ہیں۔

(4) ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں نیک عمل کا ثواب سات سو گُنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں خوب خوب عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ۔۔۔ ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر، ۲/ ۱۹۲، حدیث: ۷۵۸۔
2. ۔۔۔ شعب الایمان، الباب الثالث والعشرون۔۔۔الخ، تخصیص یوم عرفۃ بالذکر، ۳/ ۳۵۷، حدیث: ۳۷۶۴۔
3. ۔۔۔ شعب الایمان، الباب الثالث والعشرون۔۔۔الخ، تخصیص ایام العشر من ذی الحجۃ۔۔۔الخ، ۳/ ۳۵۶، حدیث: ۳۷۵۸ ماخوذاً۔

باب نمبر:227

یومِ عرفہ، عاشورا اور نو محرم کے روزے کی فضیلت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یومِ عَرَفہ، نو اور دس محرم الحرام کے روزوں کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ 9ذوالحجۃ الحرام کو نیکی اور بھلائی کے کاموں کا بہت ثواب ہے خصوصاً اس دن روزہ رکھنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔اس دن خوش نصیب حجاج کرام عرفات میں وقوف کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں اور روتے گڑگڑاتے ہیں اس لئے حاجیوں کواس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے تاکہ خوب دل جمعی سے عبادت و ریاضت کر سکیں۔ زمانۂ رسالت میں مدینہ منورہ کے یہودی صرف 10 محرم کا روزہ رکھتے تھے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں کو ان کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے 10 محرم الحرام کے ساتھ 9 محرم کا بھی روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی۔ریاض الصالحین کا یہ باب **"یوم عرفہ،عاشورا اور نو محرم الحرام کے روزے کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1250

یومِ عَرَفہ کے روزے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَۃَ قَالَ: یُکَفِّرُ السَّنَۃَ الْمَاضِیَۃَ وَالْبَاقِیَۃَ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سُلطانِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یوم عرفہ یعنی 9 ذوالحجۃ الحرام کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: "عَرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔"

گناہوں کی معافی سے کیا مراد ہے؟

شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "عرفہ کا ایک روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے یعنی جو گناہ اس نے اس سال کیے وہ مٹا دیئے جائیں گے اور آنے والے سال

[1] . . . مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب ثلاثۃ ایام من کل شھر ۔۔۔ الخ، ص ۵۹۰، حدیث: ۲۷۴۶۔

گناہوں سے محفوظ رہے گا یا اگر بالفرض آنے والے سال میں گناہ سرزد ہو بھی گئے تو ان روزوں کی برکت سے بخش دیئے جائیں گے۔"[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ذی الحجہ کی نو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہِ صغیرہ نہ ہوں تو درجے بلند کر دیتا ہے، گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق ادا کئے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنٰی یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لیے ہے حاجی کے لیے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔"[2]

یومِ عرفہ یومِ محمدی ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یومِ عرفہ کے روزے کی فضیلت میں ہے کہ اس میں دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے کیونکہ یہ یومِ محمدی ہے جبکہ عاشورہ (جس میں ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے) یومِ مُوسوی ہے نیز یومِ عرفہ سَیِّدُ الایام ہے لہٰذا اس میں کیا جانے والا عمل باقی دوسرے دنوں میں کیے جانے والے عمل پر فضیلت کا تقاضا کرتا ہے۔"[3]

حاجی کے لیے یومِ عرفہ کے روزے کی ممانعت:

یومِ عرفہ کے روزے کی فضیلت غیر حاجی کے لیے ہے جبکہ حاجی کے لیے اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 419 صفحات پر مشتمل کتاب "مدنی پنج سورہ" کے صفحہ 352 پر امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: "حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے اسے عرفہ (یعنی ۹ ذوالحجۃ الحرام) کے دن روزہ مکروہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابن خزیمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی کہ حضور پُرنور،

---

1. ... اشعة اللمعات، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، ۲/۱۰۷۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۴ ملخصاً۔
3. ... دليل الفالحين، كتاب الفضائل، باب فى فضل صوم يوم عرفة وعاشوراء وتاسوعاء، ۴/۵۹، تحت الحديث: ۱۲۵۰۔

شافعِ یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عَرَفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔"[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: "حاجی کو نویں بقر عید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ حاجی اس دن دعا مانگنے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں، یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ
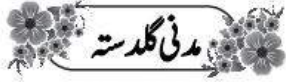
"عرفہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ذی الحجہ کی نو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹاتا ہے اور اگر گناہ نہ ہوں تو درجے بلند کرتا ہے۔

(2) گناہِ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

(3) حاجی کے لیے عرفات میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

(4) یومِ عرفہ یومِ محمدی ہے جبکہ عاشورہ یومِ موسوی ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یومِ عرفہ کا روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1251

عاشورا کے روزے کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَامَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ.[3]

❶ ... ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب ذکر خبر روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النھی عن صوم یوم عرفۃ، ۳/۲۹۲، حدیث: ۲۱۰۱۔

❷ ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۹۱۔

❸ ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: وھل اتاک حدیث موسی ... الخ، ۲/۴۳۸، حدیث: ۳۳۹۷۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دس محرم الحرام کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔

عاشورا کے روزے کا استحباب:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْرحَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان عاشورہ کے روزے کے متعلق فرماتے ہیں: "پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بعدِ ہجرت یہودِ مدینہ کو روزہ رکھتے پایا ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالٰی نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے فرمایا: نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ بمقابلہ تمہارے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) استحباباً خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے۔"[1]

تنہا عاشورا کا روزہ رکھنا:

عَلَّامَہ بَدْرُالدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "بعض فقہا نے تنہا عاشورا کا روزہ رکھنا مکروہ قرار دیا ہے اور اکثر فقہا نے کہا ہے کہ مکروہ نہیں کیونکہ یہ فضیلت والے دنوں میں سے ہے۔ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عاشورا کا روزہ رکھنا سنت ہے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1252

گزشتہ سال کے گناہوں کا کفّارہ

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ قَالَ: یُکَفِّرُ السَّنَۃَ الْمَاضِیَۃَ.[3]

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۸۰۔
2. ... عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ۸/ ۲۲۲، ۲۲۳، تحت الباب ملتقطاً۔
3. ... مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب ثلاثۃ ایام من کل شھر...الخ، ص ۴۵۵، حدیث: ۲۷۴۶۔

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عاشورا کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ''عاشورا کا روزہ پچھلے ایک سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''عاشورے کے روزے سے نویں بقر عید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا مگر عاشورہ کا دن عرفہ کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے۔''[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1253

محرم کا روزہ رکھنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نویں محرم کا روزہ بھی روزہ رکھوں گا۔''

نویں محرم کا روزہ اور اہل کتاب کی مخالفت:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ محرم کی صرف نویں تاریخ کو یا نویں اور دسویں دونوں تاریخوں کو روزہ رکھوں گا۔ دوسرا معنٰی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں اہل کتاب سے مخالفت کا اظہار پایا جاتا ہے مگر حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آئندہ محرم تک دنیا میں تشریف فرما نہ رہے بلکہ اسی سال کے ماہِ ربیع الاول شریف میں وصال فرما گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ محرم کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنا سنت ہے اگرچہ خود حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس دن کا روزہ نہ رکھ سکے مگر آپ نے اس کا ارادہ کر لیا تھا پھر محرم شریف کے روزوں

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۴۔

2 ... مسلم، کتاب الصیام، باب ای یوم یصام فی عاشوراء، ص ۴۴۲، حدیث: ۲۶۶۷۔

کے تین مرتبے ہیں سب سے افضل مرتبہ یہ ہے کہ محرم کی نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں تاریخوں کو روزے رکھے۔ امام احمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی حدیث میں اسی طرح آیا ہے اور محدث بزار نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نویں دسویں کا اور صرف دسویں کا روزہ بھی روایت کیا ہے۔''[1]

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''فقہا فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے، سنتِ قولی تو صراحۃً ہے اور سنتِ فعلی ارادۃً۔''[2]

مدنی گلدستہ

''محرم'' کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا پھر رمضان کے روزوں سے اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔

(2) علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عاشورا کا روزہ رکھنا سنت ہے۔

(3) عاشورے کے روزے سے 9ذی الحجہ کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے جبکہ 9ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ۔

(4) افضل یہ ہے کہ محرم کی نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں تاریخوں کو روزے رکھے جائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرض روزوں کے ساتھ ساتھ نفلی روزے رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، ۲/۱۰۵ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۱۔

باب نمبر: 228

شوال کے 6 روزوں کے اِستِحْبَاب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے قربان کہ اس نے ہمیں رحمتِ عالَمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت میں پیدا فرمایا، یہ اتنی عظیم نعمت ہے کہ عمر بھر کی عبادت سے بھی اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، ذرا اندازہ توکیجئے کہ اِس اُمَّت کے لئے چھوٹے چھوٹے اعمال پر کیسا عظیم اجر رکھا گیا ہے۔ مثلاً جو رمضان المبارک کے روزوں کے بعد شوال المکرم کے چھ روزے بھی رکھ لے تو یہ عمر بھر کے روزوں کی طرح ہے۔ سُبْحَانَ اللہ یہ اس ربِّ کریم کا ہم پر اِحسانِ عظیم ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں خوب خوب نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے، ریاض الصالحین کا یہ باب **"شوال المکرم کے 6 روزوں کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر: 1254

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ایوب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو ایسا ہے جیسے دہر (یعنی عمر بھر) کے روزے رکھے۔"

شوال کے چھ روزے کب رکھے جائیں؟

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شوال کے چھ روزوں کے متعلق فرماتے ہیں: "بہتر یہ ہے کہ یہ روزے متفرق (یعنی شوال کے مختلف دنوں میں) رکھے جائیں اور عید کے بعد لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لیے، جب بھی حرج نہیں۔"[2] حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد

1 ۔۔۔ مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال۔۔۔الخ، ص ۵۹۲، حدیث: ۲۷۵۸۔

2 ۔۔۔ بہار شریعت، ۱/ ۱۰۱۰، حصہ ۵، حاشیہ نمبر ۴۔

خلیل خان قادِری برکاتی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”یہ روزے عید کے بعد لگاتار رکھے جائیں تب بھی مضایقہ نہیں اور بہتر یہ ہے کہ متفرق (دنوں میں) رکھے جائیں یعنی ہر ہفتہ میں دو روزے اور عید الفطر کے دوسرے روز ایک روزہ رکھ لے اور پورے ماہ میں رکھے تو اور بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔“[1] اَلْغَرَض عید الفطر کا دن چھوڑ کر سارے مہینے میں جب چاہیں شش عید کے روزے رکھ سکتے ہیں۔

شوال کے چھ روزوں کے فضائل پر دو فرامینِ مصطفٰے:

(1) ”جس نے عید الفطر کے بعد (شوال میں) چھ روزے رکھ لیے تو اس نے پورے سال کے روزے رکھے کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی۔“[2] **(2)** ”جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“[3]

مدنی گلدستہ

”عید“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) رمضان کے بعد شوال میں چھ روزوں کا ثواب ایسا ہے جیسے عمر بھر کے روزوں کا ثواب۔

(2) جس عملِ خیر میں جتنی زیادہ مشقت ہوتی ہے اس کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

(3) بہتر یہ ہے کہ شوال المکرم کے چھ روزے عید الفطر کے بعد مختلف دنوں میں رکھیں اور اگر لگاتار رکھ لئے تو بھی کوئی مضایقہ نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کے روزوں کے بعد شوال المکرم کے چھ روزے رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . سنی بہشتی زیور ص ۳۴۷۔ 2 . . . ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام ستۃ ایام من شوال، ۲/ ۳۳۳، حدیث: ۱۷۱۵۔

3 . . . معجم الاوسط، من اسمہ مسعود، ۶/ ۲۳۴، حدیث: ۸۶۲۲۔

باب نمبر:229 پیر وجمعرات کے روزوں کے اِستحبَاب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پیر شریف اور جُمعرات کو بار گاہِ خُداوندی میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اپنی رَحمت سے مسلمانوں کی مغفِرت فرما دیتا ہے۔ پیر شریف اور جُمعرات کو ہمارے میٹھے میٹھے آقا صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: ”یہ میرا یومِ ولادت ہے۔“[1] گویا سرکار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر پیر شریف کو روزہ رکھ کر اپنا یومِ ولادت منایا کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع کرتے ہوئے پیر شریف اور جمعرات کا روزہ رکھیں اوران ایام میں خوب نیکیاں کمائیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”پیر اور جمعرات کے روزوں کے مستحب ہونے“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَكَرِيَّا يَحْيٰى بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1255

پیر شریف کا روزہ

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ: ذٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْ اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ”اِسی دن میری ولادت ہوئی اوراسی دن مبعوث کیا گیا (یا فرمایا:) اوراسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔“

نعمت کا شکرانہ:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”یہاں پیر شریف

[1] ... مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر۔۔۔ الخ، ص٥٩٥، حدیث: ٢٧٤٧ ملخصا۔

[2] ... مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر۔۔۔ الخ، ص٥٩٥، حدیث: ٢٧٤٧ ملخصا۔

کے روزے کے مستحب ہونے کا سبب حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وجودِ مسعود اور دِین و شریعت کی نعمت کے شکرانے کو قرار دیا گیا ہے۔"[1]

پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں:

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پیر کے دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔" **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں: ایک میری تشریف آوری اور دوسری نزولِ قرآن کی ابتدا کہ غارِ حرا میں پہلی وحی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ﴾ پیر کے دن ہی آئی لہٰذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

❁ ایک یہ کہ وقت اور جگہ اَشرف واقعات کی وجہ سے اَشرف ہو جاتے ہیں۔

❁ دوسرے یہ کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادتِ کریمہ **اللہ** تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، ربّ تعالیٰ نے صرف اس نعمت پر مَنّ فرما کر اِحسان جتایا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (پ ۴، آل عمران: ۱۶۴) (ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر)

❁ تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے۔

❁ چوتھے یہ کہ یادگار میں کھیل کود نہ ہونا چاہیے بلکہ عبادتیں ہوں اس سے میلاد شریف، عیدِ معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے۔

❁ پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِیْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، ۲/۱۰۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۴ ملخصاً۔

پیر شریف کے دن ولادتِ باسعادت کی وجہ:

علّامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن الحاج مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی پیر شریف کے دن حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت کی وجہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دنیا میں تشریف آوری رمضان، شعبان کی پندرھویں شب یا جمعہ کی شب کو ہوتی تو ان فضیلت والے ایام کے ضمن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فضیلت سمجھی جاتی مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادتِ باسعادت ماہِ ربیع الاول میں پیر شریف کے دن ہوئی تو اس ماہ اور دن کو آپ کی وجہ سے فضیلت ملی اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کسی سے فضیلت نہیں پاتے بلکہ کائنات میں جسے کوئی فضیلت ملتی ہے وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ملتی ہے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1256 **پیر اور جمعرات کے دن اَعمال کا پیش ہونا**

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔"

ہفتے میں دو بار اَعمال کی پیشی:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے پورے ہفتہ کے اعمال ان دو دنوں میں ربّ تعالٰی کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر

1 . . . مدخل، فصل فی المولد، ۱/ ۲۶۲ تا ۲۶۸ ملخصاً۔

2 . . . ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، ۲/ ۱۸۷، حدیث: ۷۴۷۔

پہنچانا اور ہے اور ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ دن میں دو بار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دو بار ہوتی ہے لہٰذا یہ حدیث اُس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذِکر ہے۔"[1]

عرشی اور فرشی سال:

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اُس وقت پیش ہو کہ جب میں روزہ دار ہوں۔" اس کے تحت **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "تاکہ روزے کی برکت سے رحمتِ الٰہی کا دریا جوش مارے۔ خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ غرضیکہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتدا محرم سے انتہا بقر عید پر، عرشی سال کچھ اور۔"[2]

یاالٰہی نامۂ اَعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستّارِ خطا کا ساتھ ہو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1257

پیر اور جمعرات کے روزے کی پابندی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.[3]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیر شریف اور جمعرات کے روزے کا خاص اہتمام فرماتے۔

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، ۴/۵۵۵، تحت الحدیث: ۲۰۵۶ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۹۔

3 ... ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، ۲/۱۸۶، حدیث: ۷۴۵۔

پیر و جمعرات کے دن تمام مسلمانوں کی مغفرت:

شارِحِ حدیث علّامہ عبد الرءوف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیر شریف اور جمعرات کو قصداً روزہ رکھتے یا ان دنوں میں روزہ رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ان دو دنوں میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ ان دنوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان کی مغفرت فرمادیتا ہے مگر وہ دو شخص جنہوں نے باہم جدائی کرلی ہو۔"(1)
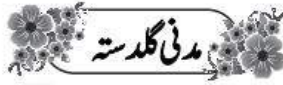
مدنی گلدستہ

"روزہ" کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں: **(1)** حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دنیا میں تشریف آوری **(2)** نزولِ قرآن کی ابتدا۔

(2) حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ولادتِ کریمہ **اللہ** تعالیٰ کی بہت ہی بڑی نعمت ہے، کائنات میں جو بھی فضیلت پاتا ہے وہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے پاتا ہے۔

(3) پیر اور جمعرات کے دن بندوں کے اَعمال ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سال کے شروع کا مہینہ رمضان اور آخری مہینہ شعبان ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پیر شریف اور جمعرات کا روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

(1) ۔۔۔ فیض القدیر، حرف الکاف، ٥/ ٢٥٥، تحت الحدیث: ٦٩٢٥۔

باب نمبر:230

ہر ماہ تین دن روزہ رکھنے کا اِستِحبَاب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر ماہ تین دن روزے رکھنے کی بہت فضیلت ہے۔اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"افضل یہ ہے کہ ہر مہینے تین دن ایام بیض کے روزے رکھے جائیں۔ایام بیض چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔"[1] ہر ماہ تین دن روزہ رکھنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ نفس کو روزے کا عادی بنایا جائے تاکہ روزہ رکھنے میں مشقت نہ ہو۔رمضان کے روزوں کے ساتھ ہر مہینے تین دن روزے رکھنا ساری عمر کے روزوں کی طرح ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ رمضان شریف کے روزوں کے ساتھ ساتھ ایام بیض کے روزے بھی رکھیں۔ریاض الصالحین کا یہ باب **"ہر ماہ تین دن روزہ رکھنے کے مستحب ہونے"** کے بارے میں ہے۔اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 7 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1258

تین چیزوں کی نصیحت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَیِ الضُّحٰى وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:"مجھے میرے **خلیل** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین چیزوں کی نصیحت فرمائی: **(1)** ہر مہینے تین دن روزے رکھنا **(2)** دو رکعت نمازِ چاشت پڑھنا اور **(3)** سونے سے پہلے وتر ادا کرنا۔"

حدیث نمبر:1259

زندگی بھر تین چیزوں پر عمل

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِیْ حَبِیْبِیْ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ: بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحٰى وَبِاَنْ لَا اَنَامَ حَتّٰى اُوْتِرَ.[3]

---

1 . . . ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب استحباب صوم ثلاثة ایام من کل شهر، ص ۳۲۹۔

2 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب صیام ایام البیض۔۔۔الخ، ۱/ ۶۵۱، حدیث: ۱۹۸۱۔

3 . . . مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب صلاة الضحی۔۔۔الخ، ص ۳۸۴، حدیث: ۱۶۷۵۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”مجھے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین چیزوں کی نصیحت فرمائی، میں جب تک زندہ رہوں گا انہیں نہ چھوڑوں گا: (1) ہر مہینے تین روزے رکھنا (2) چاشت کی نماز ادا کرنا اور (3) سونے سے پہلے وِتر پڑھنا۔“

ہر ماہ تین روزوں سے مراد:

ہر مہینے تین دن روزے رکھنے کے متعلق مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔“[1]

مذکورہ نصیحتوں کو خاص کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”ہر مہینے تین روزے رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ نفس کو روزوں کا عادی بنایا جائے اور چاشت کی نماز میں حکمت یہ ہے کہ نفس کو نماز کا عادی بنایا جائے۔ سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی نصیحت میں اس طرف اشارہ ہے کہ وتر پابندی سے پڑھے جائیں اور اس بات کا بیان ہے کہ وتر واجب ہیں اور اس کا وقت رات ہے کیونکہ رات کا وقت غفلت، نیند، سُستی اور آرام کا وقت ہے اس لیے خاص طور پر رات کو سونے سے پہلے وتر ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔“[2]

حدیث نمبر:1260

عمر بھر کے روزوں کی مانند

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صَوْمُ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَھْرٍ صَوْمُ الدَّھْرِ كُلِّہٖ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنا ساری عمر کے روزں کی مانند ہیں۔“

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۲۷۳۔

2 . . . عمدۃ القاری، ابواب التطوع، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ۵/۵۵۰، تحت الحدیث: ۱۱۷۸ ملخصاً۔

3 . . . بخاری، کتاب الصوم، باب صوم داود علیہ السلام، ۱/۶۵۱، حدیث: ۱۹۷۹ بتغیر۔

ایک نیکی کا بدلہ دس گنا:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے تو ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہو گا، بہتر یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو رکھے جائیں۔“[1] مزید فرماتے ہیں: ”ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے رکھ لیے جائیں اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (پ۸، الانعام: ۱۶۰) (ترجمۂ کنز الایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں) جب ایک کا دس ملتا ہے تو اِنْ شَآءَ اللہ تین روزوں میں تیس کا ثواب ملے گا اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقے سے ہیں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔“[2]

حدیث نمبر: 1261

بلا تخصیص ہر مہینے تین روزے

عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ يَصُوْمُ.[3]

ترجمہ: حضرت معاذہ عدویہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا سے روایت ہے کہ انہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا: ”کیا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے؟“ فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے عرض کی: ”مہینے کے کون سے حصے میں روزے رکھتے تھے؟“ فرمایا: ”اس کی پرواہ نہ فرماتے تھے کہ کس حصہ میں روزہ رکھیں۔“

بلا تعیین ہر ماہ تین روزے:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ ہر ماہ تین روزے جس دن

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۸۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۴۔

3 ... مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شھر...الخ، ص ۵۴۳، حدیث: ۲۷۴۴ بتغیر۔

بھی رکھے جائیں کفایت کریں گے ، تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کی کوئی قید نہیں تاہم اکثر احادیث وآثار ان ہی تاریخوں کے بارے میں وارد ہیں لہٰذا ان تاریخوں میں روزہ رکھنا زیادہ محبوب وافضل ہے۔اور ہر ماہ میں کوئی سے بھی تین دن روزے رکھنا بھی بزرگوں سے منقول ہے۔"[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:"چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لیے سرکار کے حالات زیادہ تر اُمُّ المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے۔خیال رہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مہینوں میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے،اکثر تیرھویں، چودھویں،پندرھویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی لہٰذا یہ حدیث اُس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔"[2]

حدیث نمبر:1262

مختلف تاریخوں کے روزے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثًا فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَۃَ وَاَرْبَعَ عَشْرَۃَ وَخَمْسَ عَشْرَۃَ .[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:"جب تم مہینے کے تین روزے رکھو تو تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ میں رکھو۔"

ایامِ بیض کے روزوں کی افضلیت:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"ان تین ایام کو اَیَّامِ بِیض کہتے ہیں یعنی وہ دن جن کی راتیں روشن وتاباں ہوتی ہیں۔پہلے یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ مہینے کے کوئی سے تین دن روزہ رکھ لے تو ٹھیک ہے مگر ان تین دنوں میں روزہ رکھنا افضل ہے کہ اس بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں، بعض

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، ۲/۱۰۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۱۸۵۔

3 . . . ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثۃ من کل شھر، ۲/ ۱۹۳، حدیث: ۷۶۱۔

روایات میں وہ دن جن کی راتیں تاریک ہوتی ہیں یعنی ستائیسویں، اٹھائیسویں اور انتیسویں کے روزوں کا ذکر بھی آیا ہے۔“[1]

حدیث نمبر:1263

ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُنَا بِصِیَامِ اَیَّامِ الْبِیضِ: ثَلَاثَ عَشْرَۃَ وَاَرْبَعَ عَشْرَۃَ وَخَمْسَ عَشْرَۃَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا قتادہ بن ملحان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ایام بیض (یعنی چاند کی) تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔“

حدیث نمبر:1264

سفر میں بھی ایام بیض کے روزے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُفْطِرُ اَیَّامَ الْبِیْضِ فِی حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر اور سفر میں بھی ایام بیض کے روزے نہ چھوڑتے تھے۔

ایام بیض کی وجہ تسمیہ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”ایام بیض کے متعلق امام زین الدین عراقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے نو (9) قول بیان فرمائے ہیں جن میں سے زیادہ قوی یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایامِ بیض اس لیے کہتے ہیں کہ ان ایام کی راتیں (چاند کی روشنی کے سبب) روشن ہوتی ہیں یا اس لیے کہ ان کے روزے دلوں کو نورانی اور روشن کرتے ہیں یا اس لیے کہ جنت سے دنیا میں آنے کے بعد حضرت سیدنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رنگت میں تبدیلی آگئی تو ربّ تعالیٰ نے انہیں ان تین روزوں کا حکم دیا ہر

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، ۲/۱۱۱۔

2 . . . ابوداود، کتاب الصوم، باب فی صوم الثلاث من کل شہر، ۲/۴۸۲، حدیث: ۲۴۴۹۔

3 . . . نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی ہو وامی۔۔۔الخ، ص۳۸۶، حدیث: ۲۳۴۲۔

روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا حتی کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین و جمیل ہو گیا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"جنتِ فردوس" کے 8 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔

(2) چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو ایامِ بیض کہا جاتا ہے۔

(3) حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے۔

(4) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی سفر و حضر میں ایامِ بیض کے روزے ترک نہ فرماتے۔

(5) ایامِ بیض کے روزوں سے جسم میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اعضاء روشن ہو جاتے ہیں۔

(6) کوئی ایامِ بیض میں روزے نہ رکھ سکے تو مہینے کے کسی بھی تین دنوں میں روزے رکھ لے کافی ہے۔

(7) سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اسی لئے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے شب و روز کے بارے میں انہیں سے زیادہ پوچھا جاتا تھا۔

(8) اس اُمّت کو چھوٹے چھوٹے اَعمال پر جو بہت زیادہ اجر و ثواب دیا جاتا ہے وہ سب اس رحمت والے نبی کا صدقہ ہے جو محبوب ربّ العالمین ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایام بیض کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، ۴/۵۲۶، ۵۲۷، تحت الحدیث: ۲۰۴۰ ملخصاً۔

باب نمبر:231 روزہ اِفطار کرانے کی فضیلت

روزہ دار کو افطار کرانے کی فضیلت اور جس روزہ دار کے پاس کھایا جائے اس کی فضیلت اور کھانا کھانے والے کا کھلانے والے کے لیے دعا کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! روزہ افطار کرنا ہمارے پیارے آقا مدینے والے **مصطفےٰ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنت اور بذاتِ خود یہ ایک اجر وثواب والا کام ہے مگر کسی کو روزہ افطار کرانے کی بھی احادیث میں بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ مروی ہے کہ "رمضان میں جو کوئی کسی روزہ دار کو افطار کرائے، اُس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے اور افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔"[1]

کسی کو روزہ افطار کرانے سے باہم محبت بھی بڑھتی ہے۔ کھانا کھلانا جنت میں لے جانے والا عمل ہے اور اس کے ذریعے معاشرے کے غریب ونادار لوگوں کی مدد بھی ہوتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی روزہ داروں کو افطار کرائیں اور بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"روزہ دار کو افطار کرانے کی فضیلت اور جس روزہ دار کے پاس کھایا جائے اس کی فضیلت اور کھانا کھانے والے کا کھلانے والے کے لیے دعا کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں **3** احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1265 روزہ دار کو اِفطار کرانے کا ثواب

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا کَانَ لَہُ مِثْلُ اَجْرِہٖ غَیْرَ اَنَّہُ لَا یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَیْءٌ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا زید بن خالد جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ... شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شهر رمضان، ٣/ ٣٠٥، حدیث: ٣٦٠٨۔

2 ... ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل من فطر صائما، ٢/ ٢١٥، حدیث: ٨٠٧۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اُس کے لیے روزہ دار جیسا ثواب ہے اور روزہ دار کے ثواب سے بھی کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔“

نیکی پر تعاون:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(افطار کرانے والے کے لیے روزہ دار کی طرح ثواب ہے) اس لیے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (پ۶، المائدۃ: ۲) (ترجمۂ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔) چونکہ روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے اس لیے اسے (ایک حدیث میں) غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ مل جائے گا مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا، وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور۔“[1]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:1266

فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں

عَنْ اُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ اِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ: كُلِيْ فَقَالَتْ: اِنِّيْ صَائِمَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا وَرُبَّمَا قَالَ: حَتّٰى يَشْبَعُوْا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ عمارہ انصاریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: ”سَیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم بھی کھاؤ۔“ انہوں نے عرض کی کہ میں روزے سے ہوں تو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تک روزہ دار کے سامنے کچھ کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس

1 ...مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۶۔

2 ...ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل الصائم اذا اکل عندہ، ۲/۲۰۵، حدیث: ۷۸۵۔

کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ کھانے والے فارغ ہو جائیں۔" اور (کسی روایت میں یہ) فرمایا کہ "کھانے والے جب تک پیٹ نہ بھر لیں۔" (اُس وقت تک فرشتے روزہ دار کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔)

روزہ دار مہمان کی تواضع کھانے سے کرسکتا ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی خاطر تواضع کھانے سے کر سکتا ہے، ہاں رمضان میں روزہ توڑوں اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھلائے نہ ان کے لیے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (پ۶، المائدۃ: ۲) (ترجمۂ کنزالایمان: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔) دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کر دے۔ (فرشتے روزہ دار کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں) کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے ایک روزہ، دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر، اس لیے اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع میں۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔"[1]

فضیلت سن کر عمل میں رغبت بڑھتی ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "جب روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے تو اس کا دل کھانے کی خواہش کرتا ہے جس کے سبب اُس کے لیے روزہ بڑا سخت ہو جاتا ہے لہٰذا اس سختی اور مشقت کے عوض فرشتے اُس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سامنے یہ فضیلت بیان فرمانے میں حکمت یہ تھی کہ وہ اپنا روزہ خوش دِلی سے پورا کریں۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۰۲ ملخصاً۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصوم، باب فی الافطار من صیام التطوع، ۴/ ۵۷۸، تحت الحدیث: ۲۰۸۱ ملخصاً۔

حدیث نمبر: 1267

میزبان کو کھانے کے بعد دعا دینا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَزَیْتٍ فَاَکَلَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تناول کیا پھر ارشاد فرمایا: ”تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا اور فرشتوں نے تمہارے لیے رحمت کی دعا کی۔“

تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی خدا کرے تمہارے کھانے سے روزہ دار افطار کیا کریں تمہارا کھانا اس راہ میں خرچ ہوا کرے کیونکہ اس وقت حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا نہ تو روزہ تھا نہ یہ وقت افطار کا تھا، بعض شارحین نے فرمایا کہ حضورِ انور کا (نفلی) روزہ تھا جو حضرت سعد کی خاطر توڑ دیا گیا مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ روزہ توڑنے کو افطار نہیں کہتے۔“[2]

”تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا“:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یا یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی خدا کرے تمہارا کھانا ہمیشہ نیک لوگ ہی کھائیں یا خبر ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نیکوں کے سردار ہیں کہ نیکی کا وصف آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں بدرجۂ اَتَم موجود ہے۔ بہر حال حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علاوہ

---

1 ... ابوداود، کتاب الاطعمۃ، باب ما جاء فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ، ۳/ ۵۱۴، حدیث: ۳۸۵۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۱۔

دیگر لوگوں کی نسبت یہ دعا ہی ہے کہ اپنے آپ کو نیک حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی فرما سکتے ہیں کسی دوسرے کو ایسا کہنا جائز نہیں۔"[1]

فرشتوں نے تمہارے لیے رحمت کی دعا کی:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہ بھی دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے ہمیشہ تمہارے لیے فرشتے دعائیں کرتے رہیں یا ہمارے کھانے سے فرشتوں نے تمہارے لیے دعائیں کیں۔ معلوم ہوا کہ حضورِ انور (صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا کسی کا کھانا ملاحظہ فرمانا فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"افطار" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کسی کو روزہ افطار کرانا بہت بڑی نیکی اور نیکی پر مدد کرنا ہے۔

(2) روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے۔

(3) روزہ افطار کرانے والے کو روزے کا ثواب ملتا ہے مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا الگ بات ہے اور فرض ادا ہونا الگ۔

(4) جو بِلا عُذرِ شرعی رمضان کا روزہ نہ رکھے اسے دن میں کھانے کو کچھ نہ دیا جائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے۔

(5) حضورِ انور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کسی کے ہاں کھانا تناول فرمانا فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دوسروں کو افطار کرانے اور افطار کرانے والوں کو دعا دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، ۸/ ۸۷، تحت الحدیث: ۴۲۴۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۱۔

کتاب الاِعتکاف

باب نمبر:232 رمضان میں اِعتکاف کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اعتکاف بہت ہی پیاری عبادت ہے۔ امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی مایۂ ناز تصنیف "**فیضانِ سنت**" کے باب "**فیضانِ رمضان**" میں فرماتے ہیں: "یوں تو اعتِکاف کے بے شُمار فضائل ہیں مگر عُشّاق کیلئے تو اتنی ہی بات کافی ہے کہ آخِری عَشَرہ کا اِعتِکاف سُنّت ہے۔ یہ تصوُّر ہی ذَوق اَفزا ہے کہ ہم پیارے سرکار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک پیاری پیاری سُنّت ادا کر رہے ہیں۔ آقا کی سنّتوں کے دیوانو! ہو سکے تو ہر برس ورنہ زندگی میں کم از کم ایک بار تو رَمضان المبارَک کے آخِری عَشَرہ کا اعتِکاف کر ہی لینا چاہئے اور یوں بھی مسجِد میں پڑا رہنا بَہُت بڑی سَعادَت ہے اور مُعتَکِف کی تو کیا بات ہے کہ رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ پانے کیلئے اپنے آپ کو تمام مشاغِل سے فارِغ کر کے مسجِد میں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "اعتِکاف کی خوبیاں بالکل ہی ظاہِر ہیں کیونکہ اس میں بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصل کرنے کیلئے کُلِّیَّۃً (یعنی مکمل طور پر) اپنے آپ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں منہمک کر دیتا ہے اوران تمام مشاغِلِ دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اور مُعتکِف کے تمام اوقات حَقِیْقَۃً یا حکماً نَماز میں گزرتے ہیں۔ (کیونکہ نَماز کا انتِظار کرنا بھی نَماز کی طرح ثواب رکھتا ہے) اور اعتِکاف کا مقصودِ اصلی جماعت کے ساتھ نَماز کا انتِظار کرنا ہے اور مُعتکِف ان (فرشتوں) سے مُشابَہَت رکھتا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں، اوران کے ساتھ مُشابَہَت رکھتا ہے جو شب و روز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح (پاکی) بیان کرتے رَہتے ہیں اوراس سے اُکتاتے نہیں۔"[1] رَمضانُ المبارَک میں اِعتِکاف کرنے کا سب سے بڑا مقصد شبِ قَدْر کی تلاش ہے۔ اور راجح (یعنی غالب) یہی ہے کہ شبِ قَدْر رَمَضانُ المبارَک کے آخِری دس دنوں کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو شبِ قَدْر کی سعادت حاصِل کرنے کیلئے آخِری عَشَرہ کے اِعتِکاف کی ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ مُعتکِف دس دن مسجِد میں

[1] . . . فتاوی ھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ۱ / ۲۱۲۔

ہی پڑا رَہتا ہے اور ان دس دنوں میں کوئی بھی ایک رات شبِ قدر ہوتی ہے لہٰذا وہ یہ شب مسجد میں گزارنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔"[1] ہمیں بھی اگر ہر سال نہ سہی کم از کم زندگی میں ایک بار ادائے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ادا کرتے ہوئے اِعتِکاف کرلینا چاہیے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"رمضان المبارک میں اعتکاف کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں **3** اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:1268 **رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن **عمر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا **فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔"**

اعتکاف کی تعریف:

مسجد میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کیلئے بہ نیّتِ اِعتِکاف ٹھہرنا اِعتِکاف ہے۔ اس کیلئے مسلمان کا عاقل ہونا اور جَنابت اور حَیض ونِفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بُلوغ شرط نہیں نابالغ بھی جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّتِ اعتِکاف مسجد میں ٹھہرے تو اُس کا اعتِکاف صحیح ہے۔[3]

اعتکاف کی اقسام:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "اعتکاف بڑی پُرانی عبادت ہے ربّ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم واسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام سے فرمایا تھا:

---

1. . . . فیضان رمضان، ص ۲۲۹، ۲۳۲ ملتقطا۔
2. . . . بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر۔۔۔الخ، ۱ / ۶۶۴، حدیث: ۲۰۲۵۔
3. . . . فتاوی ھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ۱ / ۲۱۱ ملتقطا۔

اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے۔) (پ۱، البقرۃ: ۱۲۵)[1]

بہارِ شریعت میں ہے: "اعتکاف تین قسم ہے:

(1) واجب کہ اعتکاف کی منّت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہو گا۔

(2) سنت مؤکدہ کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انیتس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیّت اعتکاف کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہو گا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ۔

(3) ان دو ۲ کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ **مستحب و سنت غیر مؤکدہ** ہے۔ اعتکافِ مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیّت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہو گیا۔ یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیّت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے، اسے تو نہ کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیّت کر لو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انہیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لیے یاد دہانی ہو۔ اعتکافِ سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔"[2]

اُمَّہَاتُ المُؤْمِنِین کا اعتکاف

حدیث نمبر: 1269

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۱۲۔

[2] ... بہار شریعت، ۱/ ۱۰۲۱، حصہ ۵۔

حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وفاتِ ظاہری تک رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے رہے پھر اس کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات بھی اعتکاف فرماتی رہیں۔"

اُمہات المؤمنین نے گھروں میں اعتکاف کیا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے اور چونکہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کا حکم اُمَّت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لیے حکم دینا ضروری ہے، لہٰذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے، پھر سارے مدینۂ منورہ میں صرف حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں، مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا، اعتکاف کے لیے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اکھڑوا دیئے تھے۔"[2]

عورت کو مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے:

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اور عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کرلے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ

1 . . . بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر۔۔۔ الخ، ۱/ ۶۶۴، حدیث: ۲۰۲۶۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۱۲۔

کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کرلے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1270

بیس دن کا اِعتکاف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے وصال کے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔"

بیس روز اعتکاف فرمانے کی وجہ:

شارح بخاری علّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وفات پانے کے سال بیس روز اعتکاف اس لئے کیا کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ اس سال وفات پائیں گے اس لئے نیک عمل کا اضافہ کیا تاکہ آپ کی امت آخر عمر میں نیک عمل کرنے میں کوشش کرے اور اچھے اعمال کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں۔ بعض علما کہتے ہیں کہ ان بیس دنوں میں جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام آپ سے قرآن کا دور کرتے رہے اس لئے آپ اعتکاف میں رہے۔ ابن عربی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی) نے کہا: آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے آخری عشرہ میں اعتکاف چھوڑ دیا تھا کیونکہ آپ کی بیبیوں نے مسجد میں اعتکاف کے لئے خیمے نصب کرلئے تھے۔ اس لئے آپ نے شوال میں اس کا بدل دس دن اعتکاف کیا پھر اس کے بعد والے رمضان میں بیس دن اعتکاف کیا تاکہ دس دن کی قضا رمضان میں پوری ہو۔ بعض علما کا یہ کہنا ہے کہ اس سے پہلے رمضان میں آپ مسافر تھے اس لئے اعتکاف نہ کرسکے تھے پھر دوسرے رمضان میں اس کی قضا کی۔ ابنِ بطال مالکی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا: سید عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اعتکاف پر ہمیشگی کرنا اس پر

[1] ... بہار شریعت، ۱/۱۰۲۱، حصہ ۵۔

[2] ... بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان، ۱/۶۷۱، حدیث: ۲۰۴۴۔

دلالت کرتا ہے کہ اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے۔ ابنِ منذر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی نے کہا: عطاء خراسانی نے روایت کی کہ وہ کہتے تھے معتکف کی مثال اس غلام جیسی ہے جو اپنے آپ کو اپنے مالک کے آگے ڈال دے پھر یہ کہے میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا حتّٰی کہ وہ مجھے معاف کر دے اور میرا گناہ بخش دے۔"[1]

اعتکاف کی تاکید:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے" اس میں دلیل ہے کہ اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس پر ہمیشگی فرمائی لہٰذا مسلمانوں کو اعتکاف کرنے میں اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا کرنی چاہیے۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ شہاب زہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: "مجھے مسلمانوں پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے اعتکاف ترک کر دیا حالانکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینۂ منورہ میں تشریف لانے کے بعد کبھی اعتکاف ترک نہ فرمایا۔"[2]

اعتکاف کے فضائل پر 4 فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "جس نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا وہ ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔"[3]

(2) "معتکف گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔"[4]

(3) "جس نے ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے اعتکاف کیا اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"[5]

---

1 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۳۱۰، ۳۱۱ ملتقطاً۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان، ۴/ ۱۸۱۔

3 ... شعب الایمان، الرابع والعشرون من شعب الایمان وھو باب فی الاعتکاف، ۳/ ۴۲۵، حدیث: ۳۹۶۶۔

4 ... ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب فی ثواب الاعتکاف، ۲/ ۳۶۵، حدیث: ۱۷۸۱۔

5 ... جامع صغیر، حرف المیم، ص ۵۱۶، حدیث: ۸۴۸۰۔

(4) ”جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی کیلئے ایک دن کا اعتِکاف کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے اور جہنّم کے درمیان تین خَندَقیں حائل فرما دے گا جن کی مَسافَت مشرِق و مغرِب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوگی۔“[1]

مدنی گلدستہ

”رمضان“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد کبھی اعتکاف ترک نہ فرمایا۔

(2) رَمَضانُ الْمُبارَک میں اِعتِکاف کرنے کا سب سے بڑا مقصد شبِ قَدر کی تلاش ہے اور شبِ قَدر رَمَضانُ المبارَک کے آخری دس ۱۰ دنوں کی طاق راتوں میں ہے۔

(3) اعتکاف کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں نابالغ بھی جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّتِ اعتِکاف مسجِد میں ٹھہرے تو اُس کا اعتِکاف صحیح ہے۔

(4) رمضان کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا۔

(5) عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجِدِ بیت کہتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شعب الایمان، الرابع والعشرون من شعب الایمان وھو باب فی الاعتکاف، ۳/ ۴۲۵، حدیث: ۳۹۶۵۔

کتاب الحج

باب نمبر:233 حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن اور اہم فریضہ ہے۔ احادیث میں اس کے بہت فضائل ہیں اور جو قدرت کے باوجود حج نہ کرے اُس کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ حج کی حقیقت خدا کی رحمتیں اور برکات پانے کی خاطر کعبۂ معظمہ میں حاضری دینا، حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح خدا کی دعوت پر لبیک کہنا، حضرت سَیِّدَتُنا بی بی ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی سنت کو ادا کرنا اور حضرت سیدنا ابراہیم واسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کی عظیم الشان قربانی کی رُوح کو زندہ کرنا ہے۔ یہی ملتِ ابراہیمی اور یہی حقیقی اسلام ہے، یہی وہ باطنی اِحساس اور جذبہ ہے جس کو حاجی ان بزرگوں کے مقدس اَعمال اور قدیم دستور کے مطابق حج میں اپنے عمل اور کیفیت سے مجسم کر کے ظاہر کرتے ہیں۔ تمدن کے ابتدائی دور کی طرح حاجی ایامِ حج میں بن سلے اور سادہ کپڑے پہنتے ہیں یوں وہ اپنے آپ کو حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح خدا کے حضور میں نذر کرنے جاتے ہیں۔ احرام کی حالت میں بال نہ منڈواتے ہیں نہ ترشواتے ہیں۔ دنیا کے عیش وعشرت اور تکلف کی زندگی سے پرہیز کرتے ہیں یعنی نہ خوشبو لگاتے ہیں نہ سلے کپڑے پہنتے ہیں نہ سر ڈھانپتے ہیں نہ شکار کرتے ہیں اور نہ بیوی سے ہم بستر ہوسکتے ہیں اور اسی والہانہ انداز سے جس طرح حضرت سَیِّدُنا ابراہیم واسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام دور دراز کا سفر کر کے خدا کے گھر آئے تھے۔ جس طرح حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پکار پر لبیک کہا تھا وہی ہزاروں برس پرانا ترانہ حاجی کے لبوں پر ہوتا ہے: "میں حاضر ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں حاضر ہوں، (ہاں) میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک تمام خوبیاں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور تیرا ہی ملک بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔" ریاض الصالحین کا یہ باب **"حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیت کریمہ اور 14 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیتِ مبارکہ کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فرضیتِ حج اور استطاعت کی شرط

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ (پ۴، آل عمران: ۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے حدیث شریف میں سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تفسیر زاد و راحلہ سے فرمائی زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہئے راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی۔“[1]

حدیث نمبر: 1271

حج اسلام کا ایک اہم رکن

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلَاۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکَاۃِ وَحَجِّ الْبَیْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (1) اس بات کی گواہی دینا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں (2) نماز قائم کرنا (3) زکوۃ دینا (4) حج ادا کرنا اور (5) رمضان کے روزے رکھنا۔“

---

1 . . . تفسیر خزائن العرفان، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۹۷۔

2 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم، ۱ / ۱۴، حدیث: ۸۔

حج کی تعریف اور وقت:

صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا اور اس کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے۔۹ ہجری میں فرض ہوا، اس کی فرضیت قطعی ہے، جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ جب حج کے لیے جانے پر قادر ہو حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اُسی سال میں اور اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے۔ حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک ہے کہ اس سے پیشتر حج کے افعال نہیں ہو سکتے، سوا احرام کے کہ احرام اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگرچہ مکروہ ہے۔“[1]

ارکانِ اسلام میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہو گا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو رسول ماننے کے یہ معنٰی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔ اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔“[2]

حج مالی اور بدنی عبادت ہے:

شارحِ بخاری علّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”روزہ

❶... بہار شریعت، ۱/ ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، حصہ ۶ ملتقطاً۔ ❷... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۷، ۲۸ ملتقطاً۔

اور نماز بدنی عبادتیں ہیں اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور حج مالی اور بدنی سے مرکب عبادت ہے۔ کلمۂ شہادت کے بغیر انسان مؤمن نہیں ہوتا اس لئے اسے سب سے پہلے ذکر کیا اس کے بعد نماز کو ذکر کیا کیونکہ یہ دین کا ستون ہے اس کے بعد زکوٰۃ ذکر کی کیونکہ یہ نماز کا ساتھی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: ”جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے جنگ کروں گا۔“یعنی نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں کوئی فرق نہیں۔اس کے بعد حج کا ذکر کیا کیونکہ اس میں سخت تغلیظات وارد ہیں کہ جو کوئی حج فرض ہونے کے بعد قصداً حج نہ کرے اس کی شہادت قبول نہیں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حج ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس کی فرضیت قطعی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے اور یہ عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔

(2) حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک ہے اس سے پہلے حج کے افعال ادا نہیں ہو سکتے۔

(3) جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں۔

(4) حج مالی اور بدنی عبادت ہے۔حج فرض ہونے کے بعد جو قصداً حج نہ کرے اس کی گواہی قبول نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بار بار حج بیتُ اللہ کی سعادت اور رَوْضَۂ رَسُولُ اللہ کی باادب حاضری نصیب فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1272

کثرتِ سوال کے سبب ہلاکت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَااَیُّهَا النَّاسُ قَدْ

[1] ... تفہیم البخاری، ۱/ ۸۱۔

فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ: اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ: ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ.[1]

ترجمہ: ”حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: ”اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا حج کرو۔“ ایک شخص نے عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خاموشی اختیار فرمائی حتّٰی کہ اُس شخص نے تین بار یہی پوچھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا۔“ پھر فرمایا: ”جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو، اگلے لوگ کثرتِ سوال اور پھر انبیا کی مخالفت سے ہلاک ہوئے، لہٰذا جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اُس پر عمل کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اُسے چھوڑ دو۔“

اَحکامِ شرعیہ کے مالک:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(وہ سوال) عرض کرنے والے حضرت اَقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقر عید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہو گی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت **اللّٰہ** شریف پہنچنا بہت مشکل ہو گا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تا کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔ اس سوال پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال سے باز آجائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک

[1] ... مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، ص ۶۹۳، حدیث: ۳۲۵۷۔

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اَحکامِ شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے۔ ❀ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔"[1] اشعۃ اللمعات میں ہے:"اس حدیث پاک کا ظاہر یہ ہے کہ شرعی اَحکام حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوالے کردیئے گئے ہیں یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو کچھ فرمائیں وہی شرعی حکم بن جاتا ہے۔"[2]

بعثتِ نبوی کا مقصد:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمانِ عالی"جب تک میں کوئی بات بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو۔" کے تحت فرماتے ہیں:"یعنی مجھ سے یہ سوال نہ کرو کہ کتنا ہے اور کیوں ہے جب تک میں اس کی تفسیر میں نہ جاؤں اور میں خود بیان نہ کروں کہ کتنا ہے اور کیوں ہے یعنی جو میں کہوں بس اس پر عمل کرو۔ اگر میں مطلق حکم دوں بغیر کسی قید کے تو اس کے مطابق عمل کرو اور اگر میں یہ کہوں کہ اتنی بات کرو یا اس طرح کرو تو پھر اس کے مطابق کرو کیونکہ مجھے شرعی اَحکام بیان کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے جو حکم ہو گا میں خود اسے بیان کردوں گا، تمہارے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"[3]

سوال کب ممنوع تھا؟

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"چونکہ اصل اشیاء میں اِباحت ہے اس لیے جب تک کسی چیز سے منع نہیں کیا گیا تھا وہ جائز تھی اب کسی نے پوچھا اور اس کا حکم بیان کردیا گیا کہ یہ حرام ہے جس کی وجہ سے لوگ تنگی میں پڑگئے اس لیے عہد رسالت میں مناسب یہی تھا کہ کسی چیز کے بارے میں لوگ پوچھتے نہیں جب تک ممانعت نہ ہوتی اس پر عمل کرتے رہتے لیکن آج

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۸۶ملتقطا۔
2. ... اشعۃ اللمعات، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۲/ ۱۹۰۔
3. ... اشعۃ اللمعات، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۲/ ۲۰۰۔

جبکہ دین مکمل ہو چکا حرام و حلال متعین ہو چکے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ پوچھ پوچھ کر فرائض وواجبات کو جانے تاکہ اس پر عمل ہو سکے اور حرام وناجائز باتوں کو معلوم کرکے بچ سکے اسی لیے علما نے فرمایا کہ ضروریاتِ دین اور فرائض کا سیکھنا فرض ہے اور واجبات کا سیکھنا واجب اور سنتوں کا سیکھنا سنت اور مستحبات کا سیکھنا مستحب۔اس کے بالمقابل حرام قطعی کا جاننا فرض اور مکروہ تحریمی کا واجب، سیکھنے کے لیے بہر حال پوچھنا ضروری ہے۔البتہ ایسی باتوں کے بارے میں سوال کرنا ممنوع ہے جو نہ مامور ہوں نہ منہی عنہ ہوں نہ اس پر عمل کرنا یا اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہو مثلاً حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے جنت میں سب سے پہلے کیا چیز کھائی؟ دنیا میں تشریف لائے تو سب سے پہلے کیا کھایا؟ کیا لباس استعمال کیا؟ کیسا گھر بنایا وغیرہ وغیرہ یا ایسی باتوں کے بارے میں پوچھنا جس کا واقع ہونا متعذر (مشکل) ہو۔"[1] فتح الباری میں ہے: عَلَّامَه اَبُو مُحَمَّد حُسَیْن بِنْ مَسْعُوْد بَغَوِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "سوال کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ دین کا کوئی مسئلہ کسی شخص کو سمجھ نہ آئے تو وہ اس کے متعلق سوال کرے، یہ سوال کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (پ۱۴، النحل: ۴۳) (ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔) اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اَنفال اور کَلالہ وغیرہما کے متعلق جو سوال کیا تھا وہ اسی پر محمول ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی شخص ہٹ دھرمی سے اور کج بحثی سے سوال کرے اور حدیث میں جو زیادہ سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہی قسم ہے۔"[2]

جوامعُ الکلم حدیث:

اِمَام حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فرمایا: "یہ حدیث جوامِعُ الْکَلِم اور قواعدِ اسلام سے ہے۔اس میں بہت سے احکام داخل ہیں مثلاً نماز کے کسی رکن یا شرط پر قادر نہ ہو تو حسب مقدور واستطاعت بجالائے جیسے وضو، ستر عورت اور بعض سورۂ فاتحہ کا یاد

1 . . . نزہۃ القاری، ۵/ ۹۲۳۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ۔۔۔الخ، ۱۴/ ۲۲۵، تحت الحدیث: ۷۲۸۸۔

ہونا وغیرہ۔ ایسے بے شمار اَحکام پر یہ حدیث مشتمل ہے۔“[1]
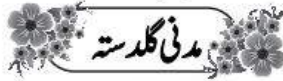
مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے۔

(2) حدیث میں جو زیادہ سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ہٹ دھرمی سے اور کج بحثی سے سوال کرے۔

(3) ضروریات دین اور فرائض کا سیکھنا فرض ہے اور واجبات کا سیکھنا واجب اور سنتوں کا سیکھنا سنت اور مستحبات کا سیکھنا مستحب۔

(4) اب ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ پوچھ پوچھ کر فرائض وواجبات کو جانے تاکہ اس پر عمل ہو سکے اور حرام وناجائز باتوں کو معلوم کرکے بچ سکے۔

(5) بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بے جا اور فضول سوالات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1273

حج مبرور

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.[2]

1 . . . فتح الباری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ۔۔۔الخ، ۱۴ / ۲۲۴، تحت الحدیث: ۷۲۸۸۔

2 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان هو العمل، ۱ / ۲۱، حدیث: ۲۶۔

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔" عرض کی گئی: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: "راہِ خُدا میں جہاد کرنا۔" پوچھا گیا: پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا: "حج مبرور۔"

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مبرور وہ حج ہے جس میں حاجی کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو۔"[1]

بنیادی عمل:

شارحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانا بنیادی عمل ہے جس کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں۔ جہاد یعنی کفار سے جنگ کرنا اللہ تعالٰی کا دین بلند کرنے کے لئے ہے یہ دوسرے اعمال سے اس لئے افضل ہے کہ اس میں اللہ کی راہ میں جانیں قربان ہوتی ہیں اس کے بعد حج افضل ہے کیونکہ یہ مالی اور بدنی عبادتوں سے مرکب ہے۔"[2]

افضل سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(یہاں) افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا، نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعالِ قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت و قبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔ اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

---

1 ... ریاض الصالحین، کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضلہ، ص ۲۴۲۔

2 ... تفہیم البخاری، ۱/ ۱۳۴۔

جنگ شاہاں فتنہ وغارت گری است جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

(بادشاہوں کی جنگ فتنہ وغارت گری ہے جبکہ مومن کی جنگ پیغمبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔)

چونکہ حج بدنی ومالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول ومبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ وریا سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔"[1]

حج مبرور کی نشانی:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "زیادہ صحیح یہ ہے کہ حج مبرور سے وہ حج مراد ہے جو خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے اور اگرچہ قبولیت حج کا سبب وہی ہے جو علما نے بیان فرمایا ہے کہ ممنوعات سے بچے لیکن خدا کا فضل بہت وسیع ہے وہ کبھی بندے کی نیکی قبول کرلیتا ہے اور اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمادیتا ہے۔ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حج مبرور کی نشانی یہ ہے کہ حج سے واپس آنے کے بعد اُس کی عملی حالت پہلے سے بہتر ہو چکی ہو اور آخرت کی طرف رغبت بڑھ چکی ہو، دنیا سے بے رغبتی میں اضافہ ہو چکا ہو اور گناہوں کی طرف جانے کا خیال دوبارہ اُس میں نہ آئے۔"[2]

حج افضل ہے یا جہاد:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث کے سیاق سے ثابت کہ جہاد حج سے افضل ہے لیکن یہ بھی مطلقاً نہیں جہاد اگر فرض عین ہو جائے مثلاً دشمن ہجوم کرکے کسی آبادی کو گھیر لیں تو بلاشبہ حج سے افضل ہے۔ اس عہد مبارک کی عمومی حالت یہی تھی ورنہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ حج جہاد سے افضل ہو۔ مثلاً جہاد فرض عین نہیں یا ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جہاد فرض ہی نہ ہو اور ایک شخص پر حج فرض ہو چکا ہے تو اس کے لیے حج ہی افضل ہو گا۔ مختصر یہ کہ اعمال

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۸۷۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۲/ ۳۲۰۔

میں فضیلت کی ترتیب کلی اور قطعی نہیں مقرر کی جاسکتی۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1274

حج مبرور کا ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ كَیَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: "جو حج کرے اور فحش کلامی نہ کرے، نہ فسق کی باتیں کرے تو ایسا لوٹے گا جیسے اُس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔"

رفث اور فسق سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حج کے بیان میں رَفَث سے مراد ہوتا ہے بیوی سے صحبت یا صحبت کے اَسباب پر عمل یا صحبت کی گفتگو اور فسق سے مراد ہوتا ہے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا یعنی جو رضائے الٰہی کے لیے حج کرے اور حج کو فحش باتوں، لڑائی جھگڑوں سے پاک و صاف رکھے تو گناہ صغیرہ سے تو یقیناً اور کبیرہ سے احتمالاً بالکل پاک وصاف ہوجائے گا حقوق العباد تو ادا ہی کرنا پڑیں گے۔ حق یہ ہے کہ تاجر حاجی کو بھی ثواب ملے گا مگر مخلص حاجی سے کم۔"[3]

صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی مغفرت:

امام حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "جو حج میں فحش کلامی اور فسق کی باتیں نہ کرے تو حج سے اس طرح واپس ہوگا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو یعنی اس کا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا۔ اِس کا ظاہری معنٰی یہ ہے کہ اس کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی اور گناہوں سے ایسا پاک وصاف

1 ... نزہۃ القاری، ۱/ ۳۳۶۔

2 ... بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، ۱/ ۵۱۲، حدیث: ۱۵۲۱۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۸۷۔

ہو جائے گا جیسے اس دن تھا جب پیدا ہوا تھا۔"[1]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حج مبرور اور جنت

حدیث نمبر:1275

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَیْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔"

عمرہ سنت ہے:

شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: "عمرہ کا لغوی معنیٰ زیارت ہے اور شریعت مطہرہ میں اس کا معنیٰ شروط مخصوصہ کے ساتھ بیت اللّٰہ کی زیارت کرنا ہے۔ احناف کا مذہب ہے کہ عمرہ سنت ہے۔ حج کے افعال کرنے کے بعد عمرہ کرنا مستحب ہے۔ سید عالم صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد کہ عمرہ سے عمرہ تک درمیان کے سب گناہوں کا کفارہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دوسرے عمرہ سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے کیونکہ گناہوں کے وجود کے بعد ہی ان کا کفارہ مناسب ہے لہٰذا پہلے عمرہ سے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا کیونکہ ابھی تک گناہوں کا وجود ہی نہیں تو کفارہ کس کا ہوگا۔"[3]

گناہِ کبیرہ کی معافی کی قوی اُمید:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "علما فرماتے ہیں کہ دو عمروں کے درمیان کے گناہِ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج مقبول میں گناہ کبیرہ کی معافی

1 . . . فتح الباری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، ۴/ ۳۲۰، تحت الحدیث: ۱۵۲۱ ملتقطا۔

2 . . . بخاری، کتاب العمرۃ، باب العمرۃ وجوب العمرۃ وفضلها، ۱/ ۵۸۶، حدیث: ۱۷۷۳۔

3 . . . تفہیم البخاری، ۳/ ۸۸۔

کی بھی قوی امید ہے۔ حج مقبول کی جزا تو یقیناً ہے اس کے علاوہ دنیا میں غنا، دعا کی قبولیت بھی عطا ہو جائے تو ربّ کا کرم ہے حصر ایک جانب میں ہے۔"[1]

گناہوں سے توبہ کی توفیق:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالی "حجِ مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔" کا یہ معنیٰ ہو سکتا ہے کہ جسے حجِ مبرور کی توفیق مل جائے اسے ہر گناہ سے توبہ کی توفیق ملتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے باقی عمر گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے اور یوں وہ کامیاب ہو کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1276

افضل جہاد

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللہِ! نَرَی الْجِہَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ، اَفَلَا نُجَاہِدُ؟ فَقَالَ: لٰکِنْ اَفْضَلُ الْجِہَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.[3]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "لیکن افضل جہاد حجِ مبرور ہے۔"

حج کو جہاد کہنے کی وجہ:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مبرور کا معنیٰ مقبول ہے اس کا معنیٰ یہ بھی کیا جاتا ہے جس میں کوئی گناہ نہ ملا ہو۔ سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عورتوں کے لیے حج مقبول کو افضل جہاد قرار دیا، ابن ماجہ نے اُمُّ المؤمنین عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت کی انہوں نے کہا، میں نے عرض کیا: **یارسولَ**

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/۸۸۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الحج، باب فی فضل الحج، ۴/۵۷، تحت الحدیث: ۱۲۷۳ ملخصاً۔

3 . . . بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، ۱/۵۱۲، حدیث: ۱۵۲۰۔

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "ہاں ان پر جہاد ہے مگر اس میں قتل وغارت (نہیں) اور وہ حج وعمرہ ہے۔" اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے کہا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "حج ہر کمزور شخص کا جہاد ہے۔" حج کو جہاد اس لیے کہا گیا ہے کہ حاجی شہوات نفسانیہ کو روک کر نفس سے جہاد کرتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے حج کرنا افضل جہاد ہے اسی لیے سَیِّدُنَا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ازواج مطہرات کو حج کرنے کی اجازت دی۔"[1]

جہاد کو افضل عمل سمجھنے کی توجیہ:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا یہ فرمانا کہ "ہم جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں" اس کی وجہ یہ ہے ابتدائے اسلام میں جہاد کرنے والوں کی قلت تھی اور ہر شخص پر جہاد فرضِ عَین تھا لیکن جب اسلام ہر جگہ پھیل گیا تو پھر جہاد فرض کفایہ ہو گیا اور بعض لوگوں کے جہاد کرنے سے دیگر مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو گئی اور حج جہاد سے افضل ہو گیا اسی وجہ سے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: "عورتوں کے لیے افضل جہاد حج ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ
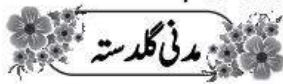
"پنج تن پاک" کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) راہِ خدا میں جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔

(2) حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حاجی کے عمل میں بہتری آئے اور آخرت کی طرف رغبت بڑھ جائے۔

(3) جو رضائے الٰہی کے لیے حج کرے اور فحش باتوں اور لڑائی جھگڑے سے بچے تو وہ گناہوں سے پاک

1 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۵۶۴ ملتقطا۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، ۱/ ۱۹۰۔

ہو جاتا ہے۔

(4) عمرہ سنت ہے اور حج کے افعال کرنے کے بعد عمرہ کرنا مستحب ہے۔

(5) حج کو جہاد اس لیے کہا گیا ہے کہ حاجی شہوات نفسانیہ کو روک کر نفس سے جہاد کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حج مبرور کی سعادت مرحمت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1277

یوم عرفہ کی فضیلت

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللہُ فِیْہِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ.[1]

ترجمہ: اُمُّ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یوم عرفہ (یعنی نویں ذی الحجہ) سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد کرے۔“

تمام دنوں سے زیادہ گناہ گاروں کی بخشش:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ عبد کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ اس دن حاجیوں کے علاوہ اور بندوں کو بھی بخشتا ہے اسی لیے غیر حجاج کے لیے اس دن روزہ سنت ہے۔ اس دن **اللہ** کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے اور ربّ تعالیٰ فرشتوں پر حاجیوں کی افضلیت، ان کی شرافت و کرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! تم نے کہا تھا کہ انسان خونریزی و فساد کرے گا تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر پردیسی بن کر، پریشان بال، کفن پہنے لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ کی

[1] ... مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، ص ۵۴۰، حدیث: ۳۲۸۸۔

صدائیں لگاتا عرفات کے میدان میں بھی آئے گا، بتاؤ ان حاجیوں نے سوا میری رضا کے اور کیا چاہا ہے، صرف مجھے راضی کرنے کے لیے یہ لوگ ان میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں یہ شرف نہ ملائکہ کو حاصل ہے نہ جنات کو صرف ان ہی کا حصہ ہے۔"[1]

حدیث نمبر:1278

رمضان میں عمرہ کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً اَوْ حَجَّةً مَعِي.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا (فرمایا) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔"

وقت کی شرافت سے عمل کا ثواب زیادہ:

شارحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "رمضان مبارک میں عمرہ کا ثواب حج کے ثواب کے برابر ہے کیونکہ اس میں تمام علما کا اتفاق ہے کہ عمرہ حج کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ ابن خزیمہ نے کہا: "کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک شے کسی اور شے کے بعض وجود میں مشابہ ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اس کو اس کی مثل کہا جاتا ہے۔" امام ترمذی نے اسحاق بن راہُوَیہ سے نقل کیا کہ اس حدیث کا معنٰی ایسا ہے جیسے حدیث میں وارد ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ابن عربی نے کہا: عمرہ کی یہ حدیث صحیح ہے کہ رمضان مبارک کی برکت سے عمرہ حج کا مقام پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عنایت اور فضل وکرم ہے۔ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضورِ قلب سے کسی عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح وقت کی شرافت زیادہ ہونے سے اس وقت میں عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔"[3]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ماہ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۱۴۰۔
2 ... مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان، ص ۵۰۵، حدیث: ۳۰۳۹۔
3 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۹۳۔

رمضان میں کسی وقت عمرہ دن یا رات میں اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔ معلوم ہوا کہ جگہ اور وقت کا اثر عبادت پر پڑتا ہے۔ اعلیٰ جگہ اور اعلیٰ وقت میں عبادت بھی اعلیٰ ہوتی ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سارے عمرہ ذیقعدہ میں ہوئے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"عمرہ" کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اوران کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گناہ گار بخشے جاتے ہیں۔

(2) غیر حاجی کے لیے نویں ذی الحجہ کا روزہ سنت ہے۔

(3) رمضان مبارک میں عمرہ کا ثواب حج کے ثواب کے برابر ہے۔

(4) جس طرح حاضر قلبی کے ساتھ عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح وقت کی شرافت کی زیادتی سے بھی عمل کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک میں عمرہ اور میٹھے مدینے میں آخری عشرہ رمضان کا اعتکاف نصیب فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حج بدل

حدیث نمبر:1279

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ اِمْرَاَۃً قَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَایَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ؟ قَالَ: نَعَمْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو بندوں پر حج

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴/۸۸۔

[2] ... بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضلہ، ۱/۵۱۰، حدیث: ۱۵۱۳۔

فرض ہے وہ میرے بوڑھے والد پر فرض ہو گیا ہے لیکن وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے تو کیا میں اُن کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟" آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ہاں۔"

بڑھاپے میں حج فرض ہونے سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے یا اس طرح کہ اسلام میں فرضیتِ حج کا حکم جب آیا تو بڈھے تھے یا اس طرح کہ ان کے پاس مال بڑھاپے میں ہی آیا ہے، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے حج نہ کیا حتّٰی کہ بڈھا ہو گیا۔"[1]

عبادت میں نیابت کا حکم:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب کوئی شخص معذور ہو جائے اور فریضہ حج ادا نہ کر سکے تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی حج کرے تو جائز ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا: اصل یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنے اعمال نماز، روزہ، صدقات وخیرات کا ثواب اپنے غیر کو نذرانہ کر دے اس پر اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کیونکہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دو مینڈھے قربانی کیے ایک اپنی ذات سِتُودَہ صفات کی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے لیے ذبح کیا۔ عبادت کی تین اقسام ہیں: ❁ **ایک** محض مالی عبادت جیسے زکوۃ اس میں کسی کو نائب بنانا جائز ہے کہ اس کی طرف سے زکوۃ ادا کر دے۔ ❁ **دوسری** عبادت محض بدنی ہے جیسے نماز اس میں کسی حال میں نیابت (نائب بنانا) جائز نہیں۔ ❁ **تیسری** عبادت جو دونوں سے مرکب ہو جیسے حج مالی اور بدنی عبادت سے مرکب ہے اس میں نیابت اس وقت صحیح ہے جب مناب عنہ (جس کی طرف سے نائب بنایا گیا) کو چلنے کی قدرت نہ ہو مگر شرط یہ ہے کہ موت تک وہ چلنے سے عاجز رہے۔ بظاہر حدیث سے یہی سمجھ آتا ہے کہ مناب عنہ کا حج ادا ہو جاتا ہے۔ کسی مریض نے نائب کو حج کرنے بھیجا پھر وہ تندرست ہو گیا تو اس کا حج ادا نہ ہو گا اور اس پر حج کرنا فرض ہے اور اگر وہ تندرست نہ ہو اور مر جائے تو اس کا فریضۂ حج ادا ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کہا کہ اگر کسی نے حج نہ کیا ہو اور وہ کسی کی طرف سے حج کرنا چاہے تو جائز ہے اور مذکور حدیث اس کی دلیل واضح ہے کیونکہ سید عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۸۹۔

وَسَلَّم نے عورت سے یہ دریافت نہ فرمایا کہ تونے پہلے حج کیا ہے یا نہیں اور اس کو باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت دے دی۔"[1]

حجِ بدل کی شرائط:

حجِ بدل کے لیے کچھ شرائط ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ صَدْرُالشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حجِ بدل کے لیے چند شرطیں ہیں: **(1)** جو حجِ بدل کراتا ہو اس پر حج فرض ہو یعنی اگر فرض نہ تھا اور حجِ بدل کرایا تو حج فرض ادا نہ ہوا، لہٰذا اگر بعد میں حج اس پر فرض ہوا تو یہ حج اس کے لیے کافی نہ ہوگا بلکہ اگر عاجز ہو تو پھر حج کرائے اور قادر ہو تو خود کرے۔ **(2)** جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ عاجز ہو یعنی وہ خود حج نہ کر سکتا ہو اگر اس قابل ہو کہ خود کر سکتا ہے، تو اس کی طرف سے نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد میں عاجز ہو گیا، لہٰذا اس وقت اگر عاجز نہ تھا پھر عاجز ہو گیا تو اب دوبارہ حج کرائے۔ **(3)** وقتِ حج سے موت تک عذر برابر باقی رہے اگر درمیان میں اس قابل ہو گیا کہ خود حج کرے تو پہلے جو حج کیا جا چکا ہے وہ ناکافی ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسا عذر تھا، جس کے جانے کی امید ہی نہ تھی اور اتفاقاً جاتا رہا تو وہ پہلا حج جو اس کی طرف سے کیا گیا کافی ہے مثلاً وہ نابینا ہے اور حج کرانے کے بعد انکھیارا ہو گیا تو اب دوبارہ حج کرانے کی ضرورت نہ رہی۔ **(4)** جس کی طرف سے کیا جائے اس نے حکم دیا ہو بغیر اس کے حکم کے نہیں ہو سکتا۔ ہاں وارث نے مورث کی طرف سے کیا تو اس میں حکم کی ضرورت نہیں۔ **(5)** مصارف اُس کے مال سے ہوں جس کی طرف سے حج کیا جائے، لہٰذا اگر مامور نے اپنا مال صرف کیا حجِ بدل نہ ہوا یعنی جب کہ تبرّعاً ایسا کیا ہو اور اگر کُل یا اکثر اپنا مال صرف کیا اور جو کچھ اس نے دیا ہے اتنا ہے کہ خرچ اس میں سے وصول کرلے گا تو ہو گیا اور اتنا نہیں کہ جو کچھ اپنا خرچ کیا ہے وصول کرلے تو اگر زیادہ حصہ اس کا ہے جس نے حکم دیا ہے تو ہو گیا ورنہ نہیں۔[2]

حدیث نمبر:1280

باپ کی طرف سے حج وعمرہ

عَنْ لَقِيْطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا

---

1 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۵۵۹، ۵۶۰ ملتقطا۔ 2 ... بہار شریعت، ۱/ ۱۲۰۱، حصہ ۶۔

يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعَنَ ؟ قَالَ : حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا لقیط بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں میں حاضر ہوکر عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے والد بہت بوڑھے ہیں نہ حج کی طاقت رکھتے ہیں نہ عمرہ کی اور نہ ہی سوار ہونے کی۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنے باپ کی طرف سے حج وعمرہ کر۔"

بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: "میرے والد زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہ توحج وعمرہ کے ارکان ادا کرسکتے ہیں طواف سعی وغیرہ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں جو مکہ معظمہ تک پہنچائے۔ غالبًا ان کے والد پر پہلے سے حج فرض تھا کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کیا تھا ورنہ ایسے بوڑھے پر اگر اس کمزوری میں مال آئے تو حج فرض نہیں۔ خیال رہے کہ حج بدنی ومالی عبادات کا مجموعہ ہے لہٰذا بوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کرسکتا ہے یعنی حج بدل مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہوگا، محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے اور محض مالی عبادت میں مطلقاً جائز لہٰذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کرسکتا اور زکوۃ قربانی بہرحال ادا کرسکتا ہے اس کی اجازت سے۔ خیال رہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے لہٰذا احادیث میں دونوں کا حکم دینا استحبابًا ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی باپ کی طرف سے ادا کرو۔"[2]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جب کوئی شخص معذور ہوجائے اور فریضہ حج ادا نہ کرسکے تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی حج کرے تو جائز ہے۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب الحج، باب: ۸۷، ۲/ ۲۷۲، حدیث: ۹۳۱۔ 2 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۹۷ ملتقطا۔

(2) انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنے اعمال نماز، روزہ، صدقات وخیرات کا ثواب اپنے غیر کو نذرانہ کر دے اس پر اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے۔

(3) بدنی عبادات میں نیابت مطلقًا ناجائز ہے اور مالی عبادت میں مطلقًا جائز لہٰذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کر سکتا اور زکوٰۃ قربانی بہر حال ادا کر سکتا ہے۔

(4) اگر مریض نے کسی کو اپنا نائب بنا کر حج کے لے بھیجا پھر تندرست ہو گیا تو اس کا حج ادا نہ ہو گا اور اس پر حج کرنا فرض رہے گا اور اگر وہ مرنے تک تندرست نہ ہوا تو اس کا فریضۂ حج ادا ہو گیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صحت وتندرستی کی حالت میں بار بار حج کی سعادت نصیب فرمائے اور ہمارے حج کو حج مبرور فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1281

چھوٹی عمر میں حج

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سائب بن یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حجۃ الوداع کے موقع پر مجھے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ حج کرایا گیا، اس وقت میری عمر سات سال تھی۔“

نابالغ کا حج:

شارحِ بخاری علامہ سیِّد محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”واضح ہو کہ نابالغ کی عبادت کا شریعت نے اعتبار کیا ہے یعنی ان کا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا وغیرہ صحیح ہے لیکن چونکہ وہ نابالغ ہیں اس لیے ان کی عبادت نفل قرار پاتی ہے اور ان کا ثواب ان کے والدین کو ملتا ہے بچپن میں اگر کسی نے حج کیا اور بالغ ہونے کے بعد اگر حج کی شرائط پائی گئیں تو پھر دوبارہ حج کرنا پڑے گا کیونکہ بحالت نابالغی جو

[1] . . . بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج الصبیان، ۱/ ۲۱۲، حدیث: ۱۸۵۸۔

حج کیا ہے وہ نفل قرار پائے گا۔"[1] شارِحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "بچہ اگر حج کرے تو اس کا ثواب اس کے والدین کو پہنچے گا اور بالغ ہونے کے بعد فریضۂ حج ادا کرنا اس پر واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، ابو یوسف، محمد اور امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کا یہی مذہب ہے۔ انہوں نے کہا: عدم بلوغ کی حالت میں بچے کا حج کافی نہیں وہ نفل ہو گا جیسے عدم بلوغ کی حالت میں بچے کی نماز ہو جاتی ہے مگر وہ نفل ہوتی ہے۔ اگر بچے نے نابالغی میں حج فاسد کر دیا تو امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس پر قضا واجب نہیں اور نہ ہی اس پر فدیہ واجب ہے جبکہ وہ بحالتِ احرام شکار کرے جیسے بچہ نماز فاسد کر دے تو اس کی قضا اس پر واجب نہیں۔"[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث پاک سے نابالغ بچے کے حج یا مناسکِ حج کی ادائیگی کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ تمیز دار ہو تاکہ اسے عبادت کی عادت پڑے اور بلوغت کے بعد بھی وہ اس سے مانوس رہے۔"[3]

شیر خوار بچے کا حج

حدیث نمبر: 1282

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوْا: الْمُسْلِمُوْنَ. قَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللہِ. فَرَفَعَتِ امْرَاَۃٌ صَبِیًّا فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مقامِ رَوحا میں ایک قافلے سے ملے تو فرمایا: "یہ کون لوگ ہیں؟" انہوں نے عرض کی: ہم مسلمان ہیں، پھر انہوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: "میں **اللّٰہ** کا رسول ہوں۔" یہ سن کر کسی عورت نے ایک بچے کو آپ کی طرف اٹھایا اور عرض کی: کیا اس کا بھی حج ہے؟ ارشاد فرمایا: "ہاں! اور تجھے اس کا ثواب ملے گا۔"

---

1 ... فیوض الباری، ٧/٩٦۔ 2 ... تفہیم البخاری، ٣/١٥٧ ملتقطاً۔

3 ... دلیل الفالحین، کتاب الحج، باب فی فضل الحج، ٣/٨٠، تحت الحدیث: ١٢٧٩۔

4 ... مسلم، کتاب الحج، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ، ص ٥٣٥، حدیث: ٣٢٥٣۔

نابالغ کے حج سے فرض حج ادا نہ ہوگا:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”روحا مدینہ منورہ سے چھتیس۳۶ یا چالیس میل دور مکہ مُعَظَّمہ کے راستہ پر ایک منزل ہے، یہاں ہی حضرت آمنہ خاتون (رَضِیَ اللہُ عَنْہا) کا انتقال ہوا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے جارہے تھے ادھر سے کوئی اور قافلہ بھی حج کے لیے آرہا تھا کہ ملاقات ہوگئی اور یہ سوال وجواب واقع ہوئے۔ غالبًا یہ بچہ شِیر خوار تھا اس (کی والدہ) نے عرض کیا کہ اگر میں اس کا احرام بندھوادوں اور اسے گود میں لے کر سارے ارکانِ حج ادا کروں تو کیا میرے حج کے ساتھ اس کا حج بھی ہو جائے گا۔ (ارشاد ہوا) بچہ کو بھی حج کا ثواب ملے گا حج کرنے کا اور تجھے بھی اس کے حج کا ثواب ملے گا حج کرانے کا۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگرچہ نابالغ بچہ کا حج ثواب کے لحاظ سے تو ہو جائے گا مگر اس سے حَجَّۃُ الْاِسلام (فرض حج) ادا نہ ہو گا، بالغ ہونے پر پھر حج کرنا پڑے گا لیکن اگر فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حَجَّۃُ الْاِسلام (فرض حج) ادا ہو جائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں کہ ہر شخص مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کا ہی مانا جاتا ہے، مکہ کا فقیر یا غلام حجِ اسلام کر سکتا ہے مگر معظمہ کے چھوٹے بچوں کے حج سے حَجَّۃُ الْاِسلام (فرض حج) ادا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو بھی ملتا ہے لہٰذا انہیں نماز روزہ کا پابند بناؤ۔“[1]

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُالطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نابالغ نے حج کیا یعنی اپنے آپ جبکہ سمجھ وال ہو یا اُس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہو جب کہ ناسمجھ ہو، بہر حال وہ حج نفل ہوا، حَجَّۃُ الْاِسْلَام یعنی حجِ فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوفِ عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حَجَّۃُ الْاِسْلَام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ کیا تو حَجَّۃُ الْاِسْلَام ہوا۔“[2]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۸۸۔

2 ... بہار شریعت، ۱/ ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، حصہ ۶۔

مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نابالغ کی عبادت کا شریعت نے اعتبار کیا ہے کہ ان کا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور دیگر نیک اعمال کرنا صحیح ہے لیکن چونکہ وہ نابالغ ہیں اس لیے ان کی عبادت نفل قرار پاتی ہے۔

(2) نابالغ بچہ اگر حج کرے تو اس کا ثواب اس کے والدین کو پہنچے گا اور بالغ ہونے کے بعد شرائط پائے جانے پر فریضۂ حج ادا کرنا اس پر واجب ہوگا۔

(3) نابالغ بچہ نماز فاسد کردے تو اس کی قضا اس پر واجب نہیں۔

(4) فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حَجَّةُ الْاِسْلَام ادا ہو جائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مرشد کے ساتھ مع اہل و عیال حج کی سعادت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سواری پر حج

حدیث نمبر:1283

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ وَکَانَتْ زَامِلَتَہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کجاوے پر (سوار ہو کر) حج فرمایا اور یہی (کجاوہ) آپ کے سامان کے لیے بھی تھا۔"

سواری پر اور پیدل حج کی فضیلت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حج کے سفر میں سوار ہونا اور پیدل چلنا

[1] ... بخاری، کتاب الحج، باب الحج علی الرحل، ۱/ ۵۱۲، حدیث: ۱۵۱۷۔

دونوں مباح ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ بعض علما نے سوار ہونے کو افضل کہا کیونکہ اس میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع ہے اور اس میں خرچ کرنے کی فضیلت بھی ہے کیونکہ سفر حج میں خرچ کرنا راہِ خدا میں خرچ کرنے جیسا ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سات سو گُنا بڑھاتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جس نے پیدل حج کیا حتّٰی کہ پیدل ہی واپس ہوا تو اس کے ہر قدم کے عوض حرم کی نیکیوں سے سات سو نیکی لکھی جاتی ہے اور حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے پیدل چالیس حج کیے۔ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم و حضرت سَیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام نے پیدل حج کیا۔ اسی طرح حضرت سَیِّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پچیس حج پیدل کیے۔“[1]

کفایت شعاری اور سادگی کا سبق:

فقیہِ اعظم، شارحِ بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”رحل (کجاوہ) یہ اونٹ کے لیے ویسے ہی ہے جیسے گھوڑے کے لیے زین، زَامِلَہ وہ اونٹ جس پر سامان لادا جائے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ حج واجب ہونے کے لیے عالیشان آرام دہ سواری شرط نہیں بلکہ معمولی سواری کافی ہے۔“[2] شارحِ بخاری سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) جس اونٹ پر سوار تھے حضور کا سامان بھی اسی پر تھا یہ نہ تھا کہ سواری کے لیے الگ سواری ہو اور سامان کے لیے الگ ہوں، تمام اَحادیث میں کفایت شعاری و سادگی کا سبق ہے اور کرّوفرّ (شان و شوکت) اور دھوم دھام سے بچنے کی ہدایت۔“[3]

سواری پر حج کرنے کے فضائل پر 3 فرامینِ مصطفےٰ:

(1) ”جو خانۂ کعبہ کے قصد سے آیا اور اُونٹ پر سوار ہوا تو اُونٹ جو قدم اُٹھاتا اور رکھتا ہے، **اللہ** تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور خطا کو مٹاتا ہے اور درجہ بلند فرماتا ہے۔“[4] **(2)** ”حج کے دوران خرچ

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالی: یاتوک رجالا۔۔۔الخ، ۷/۱۵، تحت الحدیث: ۱۵۱۴۔ 2 . . . نزہۃ القاری، ۳/۴۳۔

3 . . . فیوض الباری، ۶/۱۱۵۔ 4 . . . شعب الایمان، الخامس والعشرون۔۔۔الخ، باب فضل الحج والعمرۃ، ۳/۴۷۸، حدیث: ۴۱۱۵۔

کرنے کا ثواب راہِ خدا میں خرچ کرنے کی طرح ہے ایک درہم سات سو کے برابر ہے۔“[1] **(3)** ”حج اور عمرہ کرنے والے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مہمان ہیں اگر کچھ سوال کریں تو انہیں عطا کیا جاتا ہے اور اگر دعا کریں تو قبول کی جاتی ہے اور اگر ایک درہم خرچ کریں تو انہیں اس کا بدلہ ایک درہم کے دس لاکھ کی صورت میں دیا جاتا ہے۔“[2]

حدیث نمبر:1284

حج کے دنوں میں تجارت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجِنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوا اَنْ يَتَّجِرُوْا فِی الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ فِی مَوَاسِمِ الْحَجِّ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ”عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز دورِ جاہلیت کے (مشہور) بازار تھے، صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے حج کے دنوں میں ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو اس پر موسمِ حج کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۹۸) (ترجمۂ کنز الایمان: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔)

حج کے دنوں میں تجارت کی اجازت:

شارحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ذوالمَجاز مِنٰی میں ایک جگہ ہے جہاں جاہلیت کے زمانہ میں خرید و فروخت کرتے تھے۔ اسی طرح عُکاظ مکہ کے ایک طرف منڈی کی جگہ ہے جہاں عرب ہر سال جمع ہوتے اور مہینہ بھر خرید و فروخت کرتے رہتے تھے اور فاخرانہ اَشعار کہا کرتے تھے جب اسلام آیا تو سب کو ختم کر دیا گیا۔ ابو داوٗد نے ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت کی کہ لوگ حج کے زمانہ میں تجارت اور خرید و فروخت کرنے سے ڈرتے تھے اور کہتے تھے یہ ایام **اللہ** تعالیٰ کے ذِکر کے ہیں۔ یعنی اِحرام سے پہلے اور اِحرام کھول دینے کے بعد خرید و فروخت میں حرج نہیں۔“[4] فقیہِ اعظم، حضرت

---

1 . . . معجم الاوسط، من اسمه محمد، ۴/۷۸، حدیث: ۵۲۷۴۔

2 . . . شعب الایمان، الخامس والعشرون۔۔۔الخ، باب فضل الحج والعمرۃ، ۳/۴۷۶، حدیث: ۴۱۰۵۔

3 . . . بخاری، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ تعالی: فاذا قضیت الصلاۃ۔۔۔الخ، ۲/۵، حدیث: ۲۰۵۰ بتغیر۔

4 . . . تفہیم البخاری، ۳/۸۵۔

علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "مَجِنّہ مکہ مُعَظَّمہ سے ایک بَرِید (بارہ میل) کے فاصلے پر مَرُّ الظَّہران کے اَطراف میں لگتا تھا۔ یہ شامہ اور طفیل دو پہاڑوں کے درمیان ہے، بہت پُر فضا باغوں سے بھری ہوئی جگہ ہے۔ یہ (بازار) پہلی ذوالحجہ سے آٹھ تک لگتا اس کے بعد لوگ حج کے لیے چل دیتے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ اَیّامِ حج صرف عبادت کے لیے ہے ان ایام میں عرفات اور مکہ معظمہ کے قریب سوائے عبادت کے تجارت وغیرہ نہیں کرنی چاہیے یہ رَہبانیت تھی اس لیے ارشاد فرمایا گیا کہ مال اور ضروریاتِ زندگی اللہ کا فضل ہے۔ ان ایام میں اور ان مقامات میں اللہ کا فضل حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"سفرِ حج" کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادیث مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) سفرِ حج میں خرچ کرنا راہِ خدا میں خرچ کرنے جیسا ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سات سو گُنا بڑھاتا ہے۔

(2) پیدل حج کرنے والے کے لیے ہر قدم کے عوض حرم کی نیکیوں سے سات سو نیکی لکھی جاتی ہے اور حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔

(3) حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے چالیس جبکہ حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پچیس حج پیدل کیے۔

(4) انسان کو کفایت شعاری وسادگی سے کام لینا چاہیے کہ یہ عظیم لوگوں کا طریقہ ہے۔

(5) مال اور ضروریاتِ زندگی اللہ کا فضل ہے۔ اَیّامِ حج میں بھی اللہ کا فضل حاصل کرنے کی ممانعت نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِخلاص کے ساتھ بار بار حج وعمرہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... نزہۃ القاری، ۳/۱۹۹۔

کتاب الجهاد

باب نمبر:234 جہاد کی فرضیت کا بیان

جہاد اسلام کا ایک اہم رکن اور فریضہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین کو سربلند کرنے اور شعائرِ اسلام کا اظہار کرنے کے لیے اپنی جان ومال کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کرنا جہاد کہلاتا ہے۔ اسلام میں جہاد کا حکم اس وقت نازل ہوا جب حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکۂ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے۔ اس وقت کفارِ قریش نے جنگی یورشوں کے ساتھ مسلمانوں کو ستانا شروع کردیا چنانچہ ان لوگوں کے مقابلے اور ان کے شر کے دفع کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جہاد کا حکم دیا۔ قرآنِ مجید اور اَحادیث میں جہاد کا کئی مقامات پر حکم دیا گیا ہے۔ جہاد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسنِ ظن اور قوتِ یقین کی علامت ہے۔ اِعلائے کَلِمَۃُ اللہ کے لئے جو جہاد ہے اس میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہے، شرک اور اس کے ایوانوں کی تباہی ہے۔ جہاد میں دلوں کا خلوص اور نفوس کا امتحان ہے اگر جہاد نہ ہوتا تو شر خوب جڑ پکڑ لیتا اور زمین میں فساد پھیل جاتا۔ شہید ربّ کے ہاں زندہ ہے اور اسے رِزق دیا جاتا ہے۔ جہاد زمین میں امن کا باعث ہے۔ جہاد میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور شیطان اور اس کے لشکر کی ذِلَّت و رسوائی ہے۔ مومن کا افضل کسب جہاد کی غنیمتیں ہیں۔ دشمنوں سے جہاد کرنے میں مؤمنوں کے دلوں کی شفا ہے اور ان کے دلوں سے غیظ کو لے جانا ہے۔ جہاد کی بدولت بندہ جنت کے اعلیٰ درجوں تک پہنچتا ہے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے قریب ہو جاتا ہے۔ کوئی عمل جِهَاد فِیْ سَبِیْلِ اللہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ بات ضروری ہے کہ بندہ اپنے رب سے ہمیشہ یہ سوال کرے کہ مجھے شہادت کے مرتبے سے سرفراز فرمائے۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں: **(1)** فرضِ عین اور **(2)** فرضِ کفایہ۔ اسلام کی تبلیغ کے لیے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے اور اگر اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرضِ عین ہے اور اگر اس شہر کے مسلمان اپنا دفاع نہ کر سکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرضِ عین ہو جائے گا وہ بھی دفاع نہ کر سکیں تو اس سے قریب والے علیٰ ہٰذا القیاس۔[1]

1 . . . ردالمحتار، کتاب الجهاد، مطلب: المرابط لا یسال فی القبر کالشهید، ۶/ ۱۹۶، ۲۰۲۔

ریاض الصالحین کا یہ باب **"جہاد کی فرضیت"** کے بارے میں ہے۔اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 6 آیاتِ مقدسہ اور 68 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیات اور اُن کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) مشرکین سے متحد ہو کر جنگ کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةًؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ(۳۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ **اللہ** پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ (پ۱۰، التوبۃ:۳۶)

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی مشرکین سے مُتَّحِد ہو کر جنگ کرو جس طرح وہ متحد ہو کر تم سے جنگ کرتے ہیں۔ معنٰی یہ ہے کہ مشرکین کے خلاف جنگ کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون اور مدد کرو اور ان کے خلاف جنگ میں بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہ کرو اور نہ ہی پَسپائی اختیار کرو اور اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندو! اپنے دشمن مشرکین کے خلاف جنگ کرنے میں متحد اور متفق ہو جاؤ۔ بیشتر مفسرین کے نزدیک اِس آیت سے حرمت والے مہینوں میں کفار سے جنگ کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے اب چاہے حرمت والے مہینے ہوں یا اِن کے علاوہ ہر مہینے میں مشرکین سے جنگ کی جائے گی۔"[1]

(2) جہاد فرضِ عین کب ہوتا ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَ عَسٰۤى

ترجمۂ کنز الایمان: تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری

[1] ...تفسیر خازن، پ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ:۳۶، ۲/۲۳۷۔

اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـٴًـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠ (۲۱۶) (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۶)

لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر ”صراط الجنان“ میں ہے: ”جہاد فرض ہے جب اس کے شرائط پائے جائیں اور اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر حملہ کردیں تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے ورنہ فرضِ کفایہ۔ فرمایا گیا کہ تم پر جہاد فرض کیا گیا اگرچہ یہ تمہیں طبعی اعتبار سے ناگوار ہے اور تمہارے اوپر شاق ہے لیکن تمہیں طبعی طور پر کوئی چیز ناگوار ہونا اس بات کی علامت نہیں کہ وہ چیز ناپسندیدہ اور نقصان دہ ہے جیسے کڑوی دوائی، انجکشن اور آپریشن طبعی طور پر ناپسند ہوتے ہیں لیکن نقصان دہ نہیں بلکہ نہایت فائدہ مند ہیں۔ یونہی کسی چیز کا تمہیں پسند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اچھی اور مفید ہے۔ بچے کو پڑھائی کی جگہ ہر وقت کھیلتے رہنا پسند ہوتا ہے، شوگر کے مریض کو مٹھائی پسند ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں یہ چیزیں اس کیلئے مفید بھی ہیں بلکہ نقصان دہ ہیں۔ لہٰذا اے مسلمانو! اچھا یا برا ہونے کا مدار اپنی سوچ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا وہ بہر حال ہمارے لئے بہتر ہے اور جس سے منع فرمایا وہ بہر حال ہمارے لئے بہتر نہیں ہے۔“[1]

(3) اللہ کی راہ میں لڑو جان اور مال سے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ (پ ۱۰، التوبۃ: ۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے۔

اس آیت کے تحت تفسیر ”صراط الجنان“ میں ہے: ”چاہے تم اس حالت میں ہو کہ جہاد کرنا تم پر آسان ہے یا اس حالت میں ہو کہ جہاد کرنا تم پر بھاری ہے بہر حال کوچ کرو۔ مفسرین نے آیت میں لفظ ”خِفَافًا“ اور ”ثِقَالًا“ کے بہت سے معنیٰ بیان فرمائے ہیں: (1) تمہارے لئے نکلنے میں آسانی ہو یا مشقت۔ (2) اہل و عیال کم ہوں یا زیادہ۔ (3) اسلحہ کم ہو یا زیادہ۔ (4) سوار ہو کر نکلو یا پیدل۔ (5) جوان ہو یا بوڑھے۔

[1] ... تفسیر صراط الجنان، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۱۶، ۱/ ۳۳۱۔

(6) طاقتور ہو یا کمزور۔ **(7)** بہادر ہو یا بزدل۔ **(8)** صحت مند ہو یا مریض۔ **(9)** خوشی سے نکلو یا ناخوشی سے۔ **(10)** مالدار ہو یا فقیر۔ **(11)** فارغ ہو یا کسی کام میں مصروف، خلاصہ یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب اور جن مسلمانوں کو جہاد کے لئے بلائیں تو انہیں جہاد میں جانا ضروری ہے چاہے وہ کسی بھی حال میں ہوں۔"[1] شارِحِ بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ غزوۂ تبوک کا موقعہ تھا چونکہ مقابلہ دنیا کی سب سی بڑی طاقت قیصرِ روم سے تھا، اس پر نفیرِ عام کا حکم تھا کہ ہر شخص اس میں شریک ہو کسی کو بھی اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ گھر بیٹھ رہے، فرمایا گیا: "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا" "تم ہلکے بدن کے ہو یا بھاری بدن کے، تنگ دست ہو یا فارغُ البال (خوش حال)، جوان ہو یا ادھیڑ عمر کے، مالدار ہو یا فقیر، تمہارے پاس سواری ہو یا نہ ہو، ہتھیار تمہارے پاس کم ہوں یا زیادہ، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، بہر حال سب کو اس غزوہ میں شریک ہونا ہے۔ سدی نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں پر بہت شاق گزرا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرما دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: ﴿لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (پ۱۰، التوبۃ: ۹۱) (ترجمہ) کمزوروں اور بیماروں اور جو لوگ خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتے ان پر کوئی حرج نہیں جب اللہ اور اسکے رسول کے لئے خیر خواہ ہوں۔"[2]

(4) جنت کا سودا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو

[1] ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۱، ۴/ ۱۳۰۔ [2] ... نزہۃ القاری، ۴/ ۶۵۔

بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ(۱۱۱) (پ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱)

خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "(یہ) راہِ خدا میں جان و مال خرچ کرکے جنّت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل (مثال) ہے جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالَم نے انہیں جنّت عطا فرمانا، ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا، یہ کمال عزّت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو، جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی، جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔"[1]

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: "جب انصار نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شبِ عقبہ بیعت کی تو حضرت عبدُاللہ بن رَواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی کہ یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اور اپنے لئے کچھ شرط فرمالیجئے جو آپ چاہیں۔ ارشاد فرمایا: "میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لئے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ "ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟" ارشاد فرمایا: "جنت۔" (یہ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے توریت اور انجیل اور قرآن میں) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ جس طرح قرآن میں موجود ہے اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی تھا۔ (خوشیاں مناؤ) یعنی تم بے حد خوشیاں مناؤ کیونکہ تم نے فنا ہو جانے والی چیز کو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز کے بدلے میں بیچ دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔[2] نعمت ملنے پر خوشی کا اظہار کرنا اچھا ہے۔"

(5) بے عذر بیٹھے رہنے والے اور جہاد والے برابر نہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

---

❶ ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۱، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۱۔ ❷ ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۱، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۱، ۴/ ۲۴۵ ملتقطاً۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةًؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًاۙ(۹۵) دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةًؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۠(۹۶) (پ۵، النساء: ۹۵، ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: ”اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کے لیے بڑے درجات و ثواب ہیں اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے یا ناطاقتی یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے جبکہ اچھی نیت رکھتے ہوں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب اس آیت کا پہلا حصہ نازل ہوا کہ مجاہدین اور غیر مجاہدین برابر نہیں تو حضرت **عبد اللہ** بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو نابینا صحابی تھے عرض کرنے لگے کہ **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نابینا ہوں، جہاد میں کیونکر جاؤں اس پر آیت ”غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ“ نازل ہوئی یعنی معذوروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔[1] اور بخاری شریف میں ہی حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت) فرمایا: ”کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کسی گھاٹی یا آبادی میں نہیں چلتے مگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، انہیں عذر نے روک لیا ہے۔“[2]

---

1 ... بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ تعالی: لا یستوی القاعدون ... الخ، ۲/ ۲۶۳، حدیث: ۲۸۳۲۔

2 ... بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من حبسہ ... الخ، ۲/ ۲۶۵، حدیث: ۲۸۳۹، تفسیر صراط الجنان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۹۵، ۹۶، ۲/ ۲۸۰۔

(6) دردناک عذاب سے بچانے والی تجارت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

(پ۲۸، الصف: ۱۰ تا ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو کیا میں بتادوں وہ سودا گری جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے محبوب مسلمانوں کو خوشی سنادو۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیر نور العرفان میں اِس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”مؤمنوں نے کہا تھا کہ اگر ہم جانتے کہ ربّ کو کون سا عمل پسند ہے تو وہ ہی کرتے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں ایسی تجارت کی طرف رہبری کی گئی جس میں گھاٹے اور خسارے کا احتمال نہیں نفع ہی نفع ہے۔ یہ نیک اعمال رب سے تجارت ہیں جیسے مالی تجارتوں میں نفع کی امید ہوتی ہے ایسے ہی ان اعمال میں بڑے نفع کی قوی امید ہے۔ مجاہد کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں حتّٰی کہ حقوقُ العباد بھی کہ ربّ تعالیٰ اس حق والے کو جنت دے کر راضی کردے گا اور حق معاف کرادے گا۔ بڑی کامیابی یہ ہے کہ تم دنیا میں نیکیاں کرکے جنت اور وہاں کی نعمتوں کے مستحق ہو جاؤ، یہاں امیر یا وزیر بن جانا بڑی کامیابی نہیں۔“[1]

---

1 ... تفسیر نور العرفان، پ۲۸، الصف، تحت الآیۃ: ۱۰ تا ۱۳۔

اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مذکورہ آیات کے علاوہ بھی جہاد کی فضیلت واہمیت کے بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں، اسی طرح بے شمار احادیثِ مبارکہ میں جہاد کی فضیلت بیان ہوئی ہے، یہاں چند احادیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر: 1285

ایمان کے بعد افضل عمل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: کونسا عمل افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔“ عرض کیا گیا: پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا: ”راہِ خُدا میں جہاد کرنا۔“ پوچھا گیا: پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا: ”حجِ مبرور (مقبول)۔“

جہاد کی افضلیت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض ربّ کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگِ مؤمن سنتِ پیغمبری اَست جنگِ شاہاں فتنہ وغارت گری اَست

(بادشاہوں کی جنگ فتنہ وغارت گری ہے جبکہ مومن کی جنگ پیغمبر صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔)

حجِ مقبول و مَبْرُور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ و رِیا سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰه اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے، دیکھو حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے غزوۂ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضا فرمادیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔“[2]

---

[1] . . . بخاری، کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان ھو العمل، ١/ ٢١، حدیث: ٢٦۔ [2] . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۸۷ ملتقطاً۔

شارِحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جہاد یعنی کفار سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ کا دِین بلند کرنے کے لئے ہے یہ دوسرے اعمال سے اس لئے افضل ہے کہ اس میں اللہ کی راہ میں جانیں قربان ہوتی ہیں اس کے بعد حج افضل ہے کیونکہ یہ مالی اور بدنی عبادتوں سے مُرکب (مل کر پورا ہوتا) ہے۔“[1]

دو افضل ترین عمل:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”دو عمل افضل ترین ہیں: (1) ایمان جو تمام اَعمال کی اصل ہے اور اِس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں، یہ دل کا عمل ہے اور دل انسان کے وجود کا خلاصہ ہے۔ (2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں دشمنانِ دِین سے جنگ کرنا، کیونکہ یہ دِینِ اسلام کی قوت اور مسلمانوں کے غلبے کا سبب ہے، اس اعتبار سے جہاد افضل ترین عمل ہے اگرچہ دیگر وجوہ کے اِعتبار سے نماز اور روزہ افضل ہیں۔“[2]

حدیث نمبر: 1286

پسندیدہ عمل

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللہِ تَعَالٰی؟ قَالَ: اَلصَّلَاۃُ عَلٰی وَقْتِھَا قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون سا عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کو زیادہ پیارا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”وقت پر نماز پڑھنا۔“ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا: ”ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا۔“ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا: ”راہِ خدا میں جہاد کرنا۔“

ماں باپ کے ساتھ بھلائی:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی ان کے ساتھ نیکی کرنا، ان کی خدمت کرنا، ان کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی سے بچنا وغیرہ یہ سب بھلائی میں داخل ہیں۔ راہِ خدا میں جہاد سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دِین کو سربلند

1 . . . تفہیم البخاری، ۱/ ۱۳۴۔ 2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب العتق، الفصل الاول، ۳/ ۲۰۲۔

3 . . . بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتھا، ۱/ ۱۹۶، حدیث: ۵۲۷ بتغیر۔

کرنے اور شعائرِ اسلام کا اظہار کرنے کے لیے اپنی جان ومال کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کرنا ہے۔ اس حدیث میں تین کاموں کو اَفضل اَعمال میں شمار کیا گیا ہے: (1)وقت پر نماز پڑھنا (2)ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا اور (3)راہِ خدا میں جہاد کرنا۔ ان تین اعمال کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے جو شخص نماز میں سُستی کرے گا وہ باقی احکام پر عمل کرنے میں زیادہ سُستی کرے گا اور جو شخص ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا باقی حقوق کی ادائیگی میں اس کی کوتاہی زیادہ متوقع ہے اور جو جہاد نہ کرے گا دیگر نیک اعمال کی بجا آوری بھی نہیں کرے گا۔ نیک اعمال ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض جگہ کھانا کھلانے کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے جبکہ ایک حدیث میں پابندی سے کئے جانے والے عمل کو افضل قرار دیا گیا ہے اور حدیثِ مذکور میں وقت پر پڑھی جانے والی نماز کو سب سے اچھا عمل قرار دیا گیا ہے۔ ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر سائل کو اس کی حاجت اس کے حال یا موجودہ حالات کے پیشِ نظر جواب مرحمت فرماتے۔"[1] فیوض الباری میں ہے: "اس حدیث میں وقت پر نماز کی ادائیگی، والدین کے ساتھ نیک سلوک، راہِ خدا میں جہاد کو افضل الاعمال فرمایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں باقی تمام طاعات اور اَعمالِ خیر کا عنوان اور بنیاد ہیں، ظاہر ہے کہ جو نماز جیسی فضل وشرف والی عبادت کی بِلا عُذرِ شرعی نگہداشت نہیں کرے گا وہ باقی امورِ خیر میں غفلت اور لاپرواہی سے کام لے گا۔ اسی طرح جو والدین کے ساتھ باوجود ان کے سخت اِستحقاق (حق دار اور مستحق ہونے) کے اچھا سلوک نہیں کرتا اس سے دوسروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے؟ اسی طرح جو دِینِ اسلام کے سخت وشدید دشمن کافروں سے جہاد نہیں کرتا وہ فُسّاق وفُجّار سے ترکِ تعلق کیسے کرے گا؟"[2]

حدیث نمبر: 1287

راہِ خدا میں جہاد افضل عمل ہے

عَنِ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِاللهِ وَالْجِهَادُ

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتها، ۴/ ۱۹، ۲۰، تحت الحدیث: ۵۲۷ ملخصاً۔

2 . . . فیوض الباری، ۱۲/ ۱۵۲۔

فِیْ سَبِیْلِہٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون سا عمل افضل ہے؟" ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانا اور راہِ خدا میں جہاد کرنا۔"

افضل ایمان کونسا ہے؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں۔"[2]

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: "جہاد کو ایمان کے ساتھ اس لیے ذکر کیا کہ (زمانۂ رسالت میں) لوگوں پر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ضروری تھا تاکہ اللہ کا دِین غالب ہو اور اُس وقت جہاد سب اعمال سے افضل تھا۔"[3]

حدیث نمبر: 1288

دُنیا وَمَا فِیْھَا سے بہتر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَوْ رَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صبح یا شام گزارنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔"

دنیا کی نعمتوں سے افضل:

تفہیم البخاری میں ہے: "مقصد یہ ہے کہ آخرت میں تھوڑا سا وقت اور چھوٹا سا مکان دنیا میں طویل

1 . . . بخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، ۲/۱۵۰، حدیث: ۲۵۱۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۱۸۱۔ 3 . . . تفہیم البخاری، ۴/۲۷۔

4 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ۔۔۔ الخ، ۲/۲۵۱، حدیث: ۲۷۹۲۔

زمانہ اور بہت بڑے مکان سے بدرجہا بہتر افضل ہے۔ اس سے دنیا میں عدمِ رغبت دلانا مقصود ہے اور جہاد کی ترغیب دلانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مجاہد کو تھوڑا سا جہاد کرنے کے عوض آخرت میں اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے تو جو شخص جہاد میں اپنی جان و مال صَرف کر دے اس کے اجر و ثواب کی کوئی حد نہیں۔ بعض علما نے یہ معنیٰ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی ساری دنیا کا مالک ہو جائے اور جہاد کے سوا دنیا کی ہر شے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ تھوڑا سا جہاد کرنے کو نہیں پہنچ سکتا اور جہاد میں تھوڑا چلنے سے جو ثواب حاصل ہوتا ہے وہ دنیا کی ہر شے اللہ کی راہ میں خرچ کر دینے سے افضل ہے یعنی اللہ کی راہ میں ہر قدم دنیا کی نعمتوں سے افضل ہے۔“[1]

دلیل الفالحین میں ہے: ”یہ ثواب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صبح یا شام میں سے ہر ایک پر مُرتَّب ہوتا ہے اور اَحادیث میں وارد ہوا کہ جنت کا کم سے کم درجہ جسے ملے گا وہ دنیا سے دس گُنا زیادہ ہو گا، پھر درمیانی درجے کا کیا مقام ہو گا پھر اِس اعتبار سے سب سے اعلیٰ مرتبہ کا کیا کہنا۔ دنیا اور ثوابِ آخرت کے درمیان فضیلت اس اعتبار سے ہے کہ لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت ہوتی ہے اور وہ اسے اچھا سمجھتے ہیں ورنہ دنیا اور آخرت کے عظیم ثواب کے درمیان کوئی مناسبت نہیں کیونکہ ثواب باقی رہنے والا اور دنیا فانی ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہماری حالت کا اعتبار کرتے ہوئے مثال بیان فرمائی۔“[2]

حدیث نمبر:1289

لوگوں میں سب سے افضل

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ یُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللہَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: لوگوں میں افضل کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ”وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرے۔ اس نے عرض کی: پھر کون؟ ارشاد فرمایا: ”وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت

1... تفہیم البخاری، ۴/ ۳۵۳۔ 2... دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۸۸، تحت الحدیث: ۱۲۸۶۔

3... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب افضل الناس مؤمن مجاهد... الخ، ۲/ ۲۴۹، حدیث: ۲۷۸۶۔

کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔"

یہاں افضل ہونے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: "یہاں بیان ہوا کہ "وہ مؤمن افضل ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرے۔" اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے افضل ہے کیونکہ تمام لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جو صدیقین کے مرتبے پر فائز ہو اور وہ لوگوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام اور نبی صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرائے۔ درحقیقت اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ افضل لوگوں میں سے ہے کیونکہ ممکن ہے ایسے افراد بھی موجود ہوں جو دینداری اور علم و فضل میں اس سے بڑھ کر ہوں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے میں اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو پھر گوشہ نشینی افضل ہے اور جب فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے۔ اَحادیث میں لوگوں سے اِحتراز اور ان سے الگ ہو کر رہنے کے وقت پہاڑوں کی گھاٹیوں کا ذکر ہے کیونکہ فتنہ و فساد کے وقت عموماً لوگ ایسی جگہوں کی طرف نکل جاتے ہیں ورنہ ہر وہ جگہ جو لوگوں سے بعید ہو وہ اس معنیٰ میں داخل ہے جیسے مساجد اور رہائشی مکان وغیرہ۔"[1]

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "واضح ہو کہ جہاد عام حالات میں فرضِ کفایہ اور جب دشمن مملکتِ اسلامیہ کے کسی شہر پر حملہ کر دے تو فرضِ عین ہے۔ دونوں قسم کے جہادوں میں حصہ لینے والا مسلمان افضل و اعلیٰ مسلمان ہے۔ جہاد جان کا نذرانہ پیش کر کے تو ہوتا ہی ہے مگر جو جہاد کی طاقت نہ رکھے یا جس کے پاس سامانِ حَرب وضَرب نہ ہو وہ مجاہدین کی مال سے ہر قسم کی ضرورت کو پوری کرنے والا بھی فضیلت والا مسلمان قرار پاتا ہے اور مال سے جہاد کرنے والا بھی مجاہد قرار پاتا ہے۔ اسی طرح وہ مسلمان بھی صاحبِ فضیلت ہے جو ایسے دور میں ہو جہاں خلافِ اسلام کاموں سے بچنا ممکن نہ رہے اور زبان و قلم اور عمل سے برائی کو روکنے کی طاقت ہی نہ رہے اور وہ ایمان و تقویٰ کے ساتھ کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے بغیر پہاڑ کی کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو جائے۔"[2]

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجهاد، باب افضل الناس مؤمن مجاهد ۔۔۔ الخ، ۵/ ۷تا ۹ ملخصاً۔ 2 . . . فیوض الباری، ۱۱/ ۱۵۹۔

مدنی گلدستہ

”جہاد“ کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا باقی حقوق کی ادائیگی میں اس کی کوتاہی زیادہ متوقع ہے اور جو جہاد میں تقصیر کرے گا دیگر نیک اعمال میں اس کی تقصیر زیادہ متوقع ہے۔

(2) ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ مجاہد کو تھوڑا سا جہاد کرنے کے عوض آخرت میں اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے تو جو شخص جہاد میں اپنی جان و مال صَرف کر دے اس کے اجر و ثواب کی کوئی حد نہیں۔

(4) لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے میں اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو پھر گوشہ نشینی افضل ہے اور جب فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں اپنی جان و مال قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1290

اِسلامی سرحد کی حفاظت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ تَعَالٰى اَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دن راہِ خدا میں اسلامی سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے

1 . . . بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، ۲ / ۲۷۹، حدیث: ۲۸۹۲۔

بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کے کوڑے رکھنے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے اور بندے کا صبح یا شام راہِ خدا میں نکلنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔"

رِباط کی وضاحت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "(رِباط) شریعت میں بہ نیتِ جہاد گھوڑا پالنے کو بھی کہتے ہیں اور اسلامی سرحد باڈر پر کفار کے مقابل رہنے کو بھی جب کہ سرحد پر ہر وقت خطرہ ہو اور یہ مقابلۂ کفار کے لیے ہر وقت وہاں تیار رہے، یہاں رباط کے معنیٰ دونوں بن سکتے ہیں۔"[1]

کوڑے برابر جگہ سے مراد:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے یعنی جنت کی تھوڑی سی اور معمولی جگہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ کوڑے کا ذِکر عربوں کی اس عادت کے مطابق ہے کہ سوار جب کسی جگہ اترنا چاہتا تو اپنا کوڑا پھینک دیتا تاکہ اس کی نشانی رہے اور دوسرا شخص وہاں نہ اترے۔"[2]

حدیث نمبر: 1291

قبر کے فتنہ سے حفاظت

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ شَہْرٍ وَقِیَامِہٖ وَاِنْ مَاتَ جَرٰی عَلَیْہِ عَمَلُہُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ وَاُجْرِیَ عَلَیْہِ رِزْقُہُ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ.[3]

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور پُرنور، شافِعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "ایک دن اور ایک رات راہِ خدا میں اسلامی سرحد پر پہرا دینا ایک مہینہ دن بھر روزہ رکھ کر رات کو عبادت کرنے سے افضل ہے اور اگر وہ اسی حالت میں مرجائے تو اس کا وہ نیک عمل اور رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کے فتنے سے امن میں رہے گا۔"

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۳۔ 2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب صفۃ الجنۃ واھلھا، ۳/ ۳۲۴۔

3 . . . مسلم، کتاب الجھاد، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، ص ۸۱۶، حدیث: ۴۹۳۸۔

منکر نکیر، شیطان اور دجال کے فتنوں سے حفاظت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سُبْحٰنَ اللہ! کیا کرم نوازی ہے کہ مُرابِط (اسلامی سرحد پر پہرا دینے والا) جو جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے اس کا ہر عمل جاری بن جاتا ہے۔ شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا۔ مُرابِط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا یا محفوظ رکھا جائے گا، بڑے فتنہ سے مراد حسابِ قبر کا فتنہ و آزمائش ہے اور فتنہ گری یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے، منکر نکیر یا دجال اور شیطان ہیں۔ مُرابِط حسابِ قبر عذابِ قبر سے بھی محفوظ ہے، دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے گا، نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مُرابِط سے حسابِ قبر بھی نہیں ہو گا اور تنگیٔ قبر و حسابِ قبر سے محفوظ رہے گا، اس فقہی فرمان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔“[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”راہِ خدا میں ایک دن رات کا پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے کیونکہ سرحدوں پر پہرہ دینے کا نفع عام اور دوسروں تک پہنچتا ہے جبکہ روزوں اور قیام کا نفع اپنی ذات تک محدود ہے۔ اگر پہرہ دینے والا پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے تو اس کا عمل جاری رہتا ہے۔ یعنی اس کا وہ عمل جاری رہتا ہے جو وہ دورانِ پہرہ کیا کرتا تھا اور اسے پہرہ دینے کا ثواب بھی دیا جاتا ہے نیز اس پر اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے، چنانچہ اسے جنتی رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ ان شُہدا کو دیا جاتا ہے جن کی روحیں پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں اور وہ جنتی پھل کھاتی ہیں۔ وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے، اس سے یہ اِستدلال کیا گیا ہے کہ سرحدوں پر پہرہ دینے والے سے قبر میں کوئی سوال نہ ہو گا جیسا کہ شہید کا معاملہ ہے۔ شیخ ولی الدین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے فرمایا: قبر کے فتنہ سے مراد منکر نکیر کے سوالات ہیں۔ یہ احتمال بھی ہے کہ منکر نکیر اس کے پاس آئیں گے ہی نہیں، اس سے بالکل سوال ہی نہ ہو گا، اس کا بالکل بھی امتحان نہ لیا جائے گا اور راہِ خدا میں سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے موت آجانا ہی اس کے ایمان کی دلیل ہو گی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۳، ۴۱۴ ملتقطا۔

منکر نکیر اس کے پاس آئیں مگر وہ ان سے اُنسیّت پائے گا اس طرح کہ وہ اسے نہ کوئی نقصان پہنچائیں گے نہ ہی اسے ڈرائیں گے اور ان کے آنے سے صاحبِ قبر کو کوئی فتنہ درپیش نہ ہو گا۔ "[1]

حدیث نمبر:1292

قیامت تک عمل کا بڑھنا

عَنْ فَضَالَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: کُلُّ مَیِّتٍ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِہٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِی سَبِیْلِ اللہِ فَاِنَّہٗ یُنْمٰی لَہٗ عَمَلُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَیُؤَمَّنُ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا فضالہ بن عبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر میت کا عمل ختم ہو جاتا ہے لیکن راہِ خدا میں اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والے کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔"

اِحیائے دِین:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والے کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے۔" یہاں قیامت تک عمل بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ہر لمحہ اسے نیا اجر ملتا ہے کیونکہ اس نے دشمنانِ اسلام کے خلاف اپنی جان کو اس چیز کے لیے قربان کیا ہے جس کا نفع تمام مسلمانوں کو پہنچتا ہے اور وہ اِحیائے دین ہے اور اس اجر کے ساتھ ساتھ وہ عذابِ قبر سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس صدقۂ جاریہ کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ "انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: (1) صدقۂ جاریہ (2) ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے اور (3) نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔"[3]

قیامت تک عمل بڑھنے کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان** نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "قیامت تک اسے ہر گھڑی وہ ہی ثواب ملتا رہتا ہے جو

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الجہاد، باب فی فضل الجہاد، ۴/ ۱۹، تحت الحدیث: ۱۲۸۹۔

2 . . . ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطا، ۳/ ۲۳۲، حدیث: ۱۶۲۷۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، الفصل الثانی، ۷/ ۳۸۷، تحت الحدیث: ۳۸۲۳۔

زندگی میں ملتا تھا اس کا رباطِ فِیْ سَبِیْلِ اللہ صدقۂ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان اس کے رباط سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔"[1]

حدیث نمبر:1293

ہزار دن کی حفاظت سے افضل

عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ یَوْمٍ فِیْمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَنَازِلِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "راہِ خدا میں ایک دن اسلامی سرحد کی حفاظت کرنا دیگر مقامات کی ہزار دن حفاظت کرنے سے افضل ہے۔"

افضلیت کی صورت:

"اسلامی سرحد کی ایک دن کی حفاظت دیگر مقامات کی ہزار دن کی حفاظت سے افضل ہے۔" یہ افضلیت اس صورت میں ہے کہ جہاد فرضِ عین ہو چکا ہو یا اسلامی سرحد پر بہت خطرہ ہو، وہاں سے مسلمانوں کے ہٹ جانے سے اسلامی ملک خطرہ میں پڑ جائے، امن و سکون کے حالات میں دوسری منازل اس سے افضل ہو سکتی ہیں لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار اور مسجد میں حاضری کی پابندی یہ رباط ہے یہ رباط ہے۔[3]

ثواب کا مختلف ہونا:

امام بیہقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ایسی اور اس جیسی روایات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ راہِ خدا میں پہرا دینے والے کا ثواب دوسروں سے دُگنا ہے اور ثواب کا یہ فرق لوگوں کی حالتوں میں نیتوں اور اخلاص کے اختلاف کے سبب مختلف ہوتا ہے۔ یونہی اوقات کے اختلاف کے سبب بھی ثواب مختلف ہوتا ہے۔"[4]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۳۔ 2 ... ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل المرابط، ۳/ ۲۵۲، حدیث: ۱۶۷۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۸۔

4 ... دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۹۳، تحت الحدیث: ۱۲۹۱۔

مدنی گلدستہ
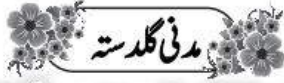
”رباط“ کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اسلامی سرحد کی حفاظت کرنا صدقہ جاریہ ہے کہ مسلمان اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

(2) اسلامی سرحد پر پہرا دینے والا اگر اسی حالت میں مر جائے تو جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے اور اس کا ہر عمل جاری بن جاتا ہے نیز شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا۔

(3) راہِ خدا میں اسلامی سرحد پر پہرہ دینے والا منکر نکیر کے سوالات اور عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(4) اسلامی سرحد کی ایک دن کی حفاظت کرنا دیگر مقامات کی ہزار دن کی حفاظت سے افضل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں جہاد اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1294

رب تعالیٰ کی ضمانت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَضَمَّنَ اللہُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِہٖ لَا یُخْرِجُہُ اِلَّا جِہَادٌ فِیْ سَبِیْلِیْ وَاِیْمَانٌ بِیْ وَتَصْدِیْقٌ بِرُسُلِیْ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَیَّ اَنْ اُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ اَوْ اُرْجِعَہُ اِلٰی مَنْزِلِہِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْہُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَۃٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا مِنْ کَلْمٍ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ کُلِمَ لَوْنُہُ لَوْنُ دَمٍ وَرِیْحُہُ رِیْحُ مِسْكٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِیَّۃٍ تَغْزُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَبَدًا وَلٰکِنْ لَا اَجِدُ سَعَۃً فَاَحْمِلُھُمْ وَلَا یَجِدُوْنَ سَعَۃً وَیَشُقُّ عَلَیْھِمْ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنِّیْ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ اَغْزُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَاُقْتَلُ ثُمَّ اَغْزُوْ فَاُقْتَلُ ثُمَّ اَغْزُوْ فَاُقْتَلُ. [1]

---

1 . . . مسلم، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، ص ٨٠٣، حدیث: ٤٨٥٩۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کی نیت سے گھر سے نکلے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا ضامن ہوتا ہے کہ اسے میری راہ میں جہاد کے جذبے، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے نکالا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ضمانت دیتا ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا یا اسے ثواب یا غنیمت کے ساتھ گھر واپس لوٹائے گا۔ (پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:) اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی جان ہے! جب راہِ خدا میں لگنے والے زخم کو قیامت کے دن لایا جائے گا تو اس کا رنگ خون جیسا اور بو مشک جیسی ہوگی اور اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جان ہے! اگر مجھے مسلمانوں کے مشقت میں پڑجانے کا خوف نہ ہوتا تو میں راہِ خدا میں لڑنے والے کسی لشکر سے کبھی پیچھے نہ رہتا لیکن میرے پاس اتنی وُسعت نہیں ہے کہ سب کو سواری دوں اور نہ سب مسلمانوں کے پاس سواریاں ہیں کہ وہ میرے ساتھ جاسکیں اور مجھ سے پیچھے رہ جانا بھی انہیں گراں گزرتا ہے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جان ہے! میں چاہتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کروں اور شہید کردیا جاؤں پھر جہاد کروں پھر شہید کردیا جاؤں پھر جہاد کروں پھر شہید کردیا جاؤں۔“

حدیث کا مقصد:

شارحِ بخاری علّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکلے **اللہ** تعالٰی کا ذمہ ہے کہ وہ ہر حال میں خیر پائے گا اگر وہ شہید ہوگیا تو جنت میں داخل ہوگا یا صرف ثواب لے کر واپس آئے گا یا ثواب اور غنیمت دونوں حاصل کرے گا۔ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا محبت و مُوَدَّت کرنا مودت ترغیب ہے یعنی سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُمَّت کو جہاد کرنے اور اس میں شہید ہونے کی ترغیب دلائی ہے۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکلتا ہے اور **اللہ** تعالٰی پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق بھی کرتا ہے تو اس کا جہاد کے لیے خُروج ایمان ہے۔“[1]

[1]... تفہیم البخاری، ۱/ ۱۶۲۔

شُہدا کی تخصیص کی وجہ:

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”راہِ خدا میں جہاد کرنے والے مومن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جنت کی ضمانت دے دی ہے، اس پر سوال ہے کہ عام مؤمنوں سے بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے پھر شہدا کی اس میں کیا تخصیص ہے؟ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ راہِ خدا میں لڑنے والے کو مرتے ہی جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے جیسا کہ شہدا کے متعلق قرآنِ مجید میں ہے: ﴿اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۶۹) (ترجمۂ کنز الایمان: وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔) جبکہ دوسرے مسلمان قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ شہدا قیامت کے دن مقربین کے ساتھ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور ان سے کوئی حساب وکتاب نہیں ہو گا اور شہادت ان کے گناہوں کا کفارہ ہو گی کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”راہِ خدا میں شہید ہونے والے کا ہر گناہ مٹا دیا جاتا ہے سوائے قرض کے۔“[1]

محشر میں فضیلت کا اِظہار:

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث پاک میں ہے کہ شہید قیامت کے دن اسی حال میں آئے گا جس حال میں شہید ہوا تھا، اس میں حکمت یہ ہے کہ طاعتِ الٰہی میں جان قربان کرنے والے کی فضیلت دوسروں کو معلوم ہو اور اس کا بہتا ہوا زخم ظالم کے خلاف گواہ ہو اور میدانِ محشر میں شہید کے زخم سے مشک کی پاکیزہ خوشبو آنے کا فائدہ یہ ہو گا کہ اہلِ محشر کے سامنے اس کی فضیلت ظاہر ہو گی۔“[2]

حدیثِ مذکور سے ماخوذ فوائد ومسائل:

(1) حدیثِ مذکور میں جہاد اور راہِ خدا میں شہید ہونے کی فضیلت کا بیان ہے۔ **(2)** اچھی نیت کی ترغیب ہے۔ **(3)** حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنی اُمَّت پر شفقت اور نرمی کا بیان ہے۔ **(4)** راہِ خدا میں شہادت طلب کرنا مستحب ہے۔ **(5)** جس نیکی کا حُصُول بظاہر ممکن نظر نہ آتا ہو اس کے حُصُول کی

[1] ... عمدة القاری، کتاب الایمان، باب الجهاد من الایمان، ۱/ ۳۴۳، تحت الحدیث: ۳۶۔

[2] ... دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۹۵، تحت الحدیث: ۱۲۹۴۔

نیت بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ ”مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔“ **(6)** جب دو مصلحتوں میں تعارض ہو تو اہم یا راجح مصلحت اختیار کی جائے، یونہی فساد کی وجہ سے کسی مصلحت کو ترک کیا جاسکتا ہے۔ **(7)** حدیثِ مذکور میں شہادت کی تمنا کا جواز اور اس پر اجرِ عظیم کا بیان ہے۔ **(8)** غنیمت لینے سے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی کیونکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے۔[1] **(9)** مسلمانوں سے تکلیف اور مشقت دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ **(10)** باغیوں کے خلاف جنگ کرنا یا اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے لیے لڑنا بھی راہِ خدا میں شامل ہے۔[2]

حدیث نمبر:1295

زخم سے مشک کی خوشبو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَكْلُوْمٍ یُكْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَكَلْمُهُ یَدْمَی: اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ مِسْكٍ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کو راہِ خدا میں زخم آئے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ خون جیسا اور بو مشک جیسی ہوگی۔“

مجاہد ہونے کی نشانی:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”اس کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا مگر اس دن تکلیف نہ ہوگی۔ یہ خون جاری ہونا اس کے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی جس سے تمام محشر والے اس کی عزت کریں گے۔ وہ خون نہ تو نجس ہوگا نہ بدبودار بلکہ اس کی مہک سے محشر والے تعجب کریں گے اور اس شخص کا احترام کریں گے، جب زخمی کا یہ حال ہے تو راہِ خدا میں شہید ہونے والے کا کیا پوچھنا، یہ خوشبو عبادت کے اثر سے ہوگی

1 . . . التوضیح، کتاب الایمان، باب الجهاد من الایمان، ۳/۱۸، ۱۹، تحت الحدیث: ۳۶۔

2 . . . عمدة القاری، کتاب الایمان، باب الجهاد من الایمان، ۱/۳۲۳، تحت الحدیث: ۳۶۔

3 . . . بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب المسک، ۳/۵۶۶، حدیث: ۵۵۳۳ بتغیر۔

جیسے روزہ دار کے منہ کی خوشبو رب تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔"[1] شرح عمدۃ الاحکام میں ہے:"راہِ خدا میں زخمی ہونے والا بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہتا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ اس میں دو اَمر ہیں: پہلا اس بات کی گواہی کہ اسے ظلماً قتل کیا گیا تھا۔ دوسرا اہلِ محشر پر اس کا شرف ظاہر ہو۔"[2]

حدیث نمبر:1296 زعفرانی رنگ اور مُشک کی خوشبو

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ.[3]

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:"جس مسلمان نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اونٹنی کے دو دفعہ دوہنے کی مقدار جتنا بھی جہاد کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کوئی زخم یا تکلیف پہنچی تو وہ زخم قیامت کے دن اس سے زیادہ چمکدار ہوگا جیسا کہ تھا، اس کا رنگ زعفرانی اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔"

دودھ دوہنے کی مقدار:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"شارِحین کہتے ہیں اس وقفے سے مراد یا تو صبح و شام دوہنے کا درمیانی وقفہ ہے کیونکہ اونٹنی کا دودھ ان دو وقتوں میں دوہا جاتا ہے یا ایک وقت میں دو مرتبہ دوہنے کا درمیانی وقفہ مراد ہے کیونکہ عادت یہ ہے کہ ایک مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ تھنوں میں دودھ اتر آئے پھر دوبارہ دوہتے ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ یہی دوسرا مطلب مراد ہے، اسی میں مُبالغہ ہے۔"[4]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۳۱۸ملتقطاً۔ 2 . . . احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، کتاب الجهاد، ۴/۵۱۵، تحت الحديث: ۴۰۱۔

3 . . . ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فیمن یکلم فی سبیل اللہ، ۳/۲۴۷، حدیث: ۱۶۶۲۔

4 . . . اشعة اللمعات، کتاب الجهاد، الفصل الثانی، ۳/۳۶۲۔

اَوَّل ہی سے جنت میں داخلہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** (جس مسلمان نے اونٹنی کے دو دفعہ دوہنے کی مقدار جتنا بھی راہِ خدا جہاد میں کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی) "ربّ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرمالیا کہ اسے اَوَّل ہی سے جنت میں داخل فرمائے گا گناہوں کی سزا کے لیے اسے دوزخ میں نہ رکھے گا کیونکہ اس کے گناہ اس جہاد کی برکت سے معاف ہوچکے، جب پل بھر کے جہاد کا یہ درجہ ہے تو غور کرو کہ جو ہمیشہ جہاد میں رہے اس کا مرتبہ کیا ہوگا۔ (حدیثِ پاک کے الفاظ) جَرَاحت (اللہ کی راہ میں زخمی کیے جانے) سے مراد وہ زخم ہے جو کفار کے ہاتھوں غازی کو پہنچے اور نُکْبَت (تکلیف دیے جانے) سے مراد وہ زخم ہے جو گھوڑے سے گر جانے یا اپنا ہتھیار لگ جانے سے غازی کو پہنچے۔ (اور زخم چمکدار ہونے سے مراد ہے) یعنی تازہ زخم جتنا سرخ تھا اس سے زیادہ سرخ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ جب جہاد میں اتفاقی لگی ہوئی چوٹ کا یہ درجہ ہے تو کفار کے ہاتھوں لگے ہوئے زخم یا قتل کا کیا مرتبہ ہوگا۔"[1]

خون کی رنگت زعفرانی ہونے سے مراد:

حدیثِ پاک میں جو یہ فرمایا گیا کہ شہید کے زخم کا خون زعفرانی ہوگا اس کی شرح میں "مرآۃ المناجیح" میں ہے: "اس طرح کہ زخم کی سرخی میں زعفرانی زردی جھلکتی ہوگی جس سے اس کا حسن زیادہ ہوگا اور اس کی خوشبو سے وہ میدان مہکتا ہوگا جہاں جہاں یہ غازی کھڑا ہوگا۔ یہ قیامت میں ہوگا اس علامت سے غازی پہچانا جائے گا اور اس کا احترام کیا جائے گا۔"[2]

مدنی گلدستہ

"حجرِ اسود" کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر حال میں خیر پاتا ہے شہید ہوجائے تو جنت

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۴۴۔ 2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۴۴۔

کا حقدار واپس آئے تو غازی۔

(2) راہِ خدا میں شہید ہونے والے کا قرض کے سوا ہر گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

(3) شہید بروزِ قیامت مُقَرَّبِین کے ساتھ بِلا حساب و کتاب سب سے پہلے داخلِ جنت ہوگا اور شہادت اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

(4) راہِ خدا میں شہادت کی طلب مستحب کام ہے۔

(5) جس نیکی کا حصول بظاہر ممکن نہ ہو اس کی بھی نیت کی جاسکتی ہے کہ ”مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“

(6) جب دو مصلحتوں میں تعارُض ہو تو اہم یا راجح مصلحت اختیار کی جائے۔

(7) بروزِ قیامت راہِ خدا میں شہید ہونے والے کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا مگر ان میں تکلیف نہ ہوگی۔ یہ خون جاری ہونا اس کے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی جس سے تمام محشر والے اس کی عزت کریں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1297 گھر میں ستر سال نماز ادا کرنے سے بہتر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِیْهِ عُیَیْنَةٌ مِّنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِیْ هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مُقَامَ اَحَدِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ سَبْعِیْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَیُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ اُغْزُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ.[1]

---

[1] . . . ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل الله، ۳/ ۲۳۵، حدیث: ۱۶۵۶ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک صحابی کا ایسی گھاٹی سے گزر ہوا جس میں میٹھے پانی کا چشمہ تھا اسے وہ پسند آیا تو کہنے لگا اگر میں لوگوں سے الگ ہو کر اس گھاٹی میں ٹھہر جاؤں (تو کیسا ہے)؟ لیکن میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس نے بارگاہِ رسالت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو کیونکہ راہِ خدا میں تمہارا کھڑا ہونا گھر میں ستر سال نماز ادا کرنے سے بہتر ہے، کیا تمہیں پسند نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرو، جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اونٹنی کے دو دفعہ دوہنے کی مقدار جتنا بھی جہاد کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔“

گھاٹی سے مراد:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”گھاٹی پہاڑ کے شگاف کو کہتے ہیں خواہ آر پار ہو یا آگے سے بند عرب میں ایسی جگہ بہت ہی قدر کی نظر سے دیکھی جاتی ہے جہاں سبزہ بھی ہو اور میٹھے پانی کا چشمہ بھی اور جگہ محفوظ بھی۔ (اُن صحابی کا) دل چاہا کہ مدینہ منورہ چھوڑ کر اپنی بکریاں بھیڑیں لے کر یہاں آن بسیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ تاکہ اطمینان سے عبادتِ الٰہی کرتا اور لوگوں کے اِختلاط (میل جول) سے بچ جاتا، یہ اختلاط ہزارہا غفلتوں گناہوں کا سبب ہے ان کا یہ ارادہ بھی نیت خیر سے تھا۔ (نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو کیونکہ راہِ خدا میں تمہارا کھڑا ہونا گھر میں ستر سال نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔) اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ بمقابلہ دیہات کے شہر میں رہنا بہتر ہے کہ شہر میں بعض وہ عبادات نصیب ہو جاتی ہیں جو گاؤں میں مُیَسَّر نہیں ہوتیں، ستر سال فرمانا بہت زیادہ کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا کہ صفِ جہاد یا صفِ نماز میں کھڑا ہونا اللہ کے نزدیک ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔“[1]

فرض چھوڑ کر نفل میں مصروف ہونا گناہ ہے:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”یہ حدیث اس بات

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۷، ۴۳۸ ملتقطاً۔

کی دلیل ہے کہ گوشہ نشینی کی نسبت لوگوں کے ساتھ رہنا افضل ہے خصوصاً حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ سعادت میں، ہاں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ مبارکہ کے بعد بعض اوقات فتنے اور آزمائش وامتحان کے خوف سے گوشہ نشینی افضل قرار پاتی ہے۔"[1] معلوم ہوا کہ گوشہ نشینی ہر حال میں ممنوع نہیں بلکہ اس کے کچھ احکام ہیں بعض صورتوں میں گوشہ نشینی اختیار کرنے کا حکم ہے اور بعض صورتوں میں لوگوں سے میل جول کا، چنانچہ یہاں خَلْوَت وگوشہ نشینی کے بعض احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

خَلْوت وگوشہ نشینی کے اَحکام:

(1) مُطلقاً خَلْوَت رِضائے الٰہی پانے، خود کو نیکیوں میں لگانے، گناہوں سے بچانے اور جنت میں لے جانے والا کام ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ رضائے الٰہی کے حصول اور عبادات میں پختگی حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ وقت خَلْوَت اختیار کرے، البتہ مختلف اَفراد کے مختلف اَحوال کی وجہ سے اس کے اَحکام بھی مختلف ہیں، بعض کے لیے خلوت افضل اور بعض کے لیے جَلْوَت (یعنی لوگوں میں رہنا) افضل۔ **(2)** ایسا عالِمِ دِین جس سے لوگ علمِ دِین حاصل کرتے ہوں اور اگر یہ خَلْوَت اختیار کرلے تو لوگ شرعی مسائل سے محروم ہو کر گمراہی میں جا پڑیں گے تو ایسے عالِم کے لیے کلیۃً خَلْوَت اِختیار کرنا ناجائز وممنوع ہے البتہ ایسا صاحبِ علم شخص جس کے پاس اپنی ضرورت کا علم موجود ہے اور اس کے خَلْوَت اختیار کرنے سے لوگوں کا بھی کوئی نقصان نہیں تو ایسے شخص کے لیے خَلْوَت اختیار کرنا جائز ہے۔ **(3)** ایسا شخص جو ضروریاتِ دِین (فرائض وواجبات وسُنَنِ مؤکدہ) سے ناواقف ہو، اگر علم حاصل نہ کرے گا تو نفس وشیطان کے بہکاوے میں آکر گمراہی کے گڑھے میں گر جائے گا ایسے شخص کے لیے خلوت اختیار کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ فرض علوم کو حاصل کرے۔ **(4)** اگر کسی شخص کو اچھی صحبت میسر نہیں ہے اور وہ خلوت اختیار نہیں کرے گا تو گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ حقوقُ اللہ وحقوقُ العباد کی ادائیگی کرتے ہوئے بقدرِ ضرورت خَلْوَت اختیار کرے اور خود کو گناہوں سے بچا کر عبادت میں مصروف ہو جائے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: صوفیائے کرام (رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام) فرماتے ہیں کہ "اب اس زمانہ میں جلوت (لوگوں میں

[1] . . . لمعات التنقیح، کتاب الجهاد، الفصل الثانی، ۶/ ۵۶۷، ۵۶۸، تحت الحدیث: ۳۸۳۰۔

رہنے) سے خلوت افضل، بری صحبت سے تنہائی افضل۔"[1] برے لوگوں کی صحبت سے خلوت افضل اور خلوت سے اچھے لوگوں کی صحبت افضل۔ **(5)** اگر خلوت اختیار کرنے میں کسی بھی طرح حقوقُ اللہ یا حقوقُ العباد کی تلفی ہوتی ہو تو ایسی خَلْوَت اختیار کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر اس طرح ذِکر و اَذکار وعبادت وغیرہ میں مصروف ہو جائے کہ جماعت بھی ترک کردے، جمعہ و عیدَین میں بھی سُستی ہو جائے، کسبِ حلال ترک کر دے اور اسے یا اس کے گھر والوں کو اس خلوت کی وجہ سے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے تو ایسی خلوت ناجائز و حرام ہے۔[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "مسلمان دو قسم کے ہیں: ایک وہ جنہیں خلوت بہتر ہے، بعض وہ جن کے لیے جلوت افضل، ان دونوں میں جلوت والے افضل ہیں کیونکہ خلوت والے صرف اپنی اِصلاح کرتے ہیں اور جلوت والے دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں۔ حضرت علی (کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) فرماتے ہیں کہ تم دنیا میں اپنے دوست زیادہ بناؤ کہ کل قیامت میں مومن دوست شفاعت کریں گے اور کفارِ مکہ اپنے لیے شفیع اور دوست نہ ملنے پر افسوس کریں گے، مگر خیال رہے کہ بعض لوگوں کے لیے بعض حالات میں بعض مقامات پر خلوت افضل ہوتی ہے، اگر جلوت میں خود اپنے آپ کے گناہوں میں مشغول ہو جانے کا اندیشہ ہو تو خلوت بہتر۔ حضرت وہب (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) فرماتے ہیں کہ حکمت دس حصے ہیں: نو خاموشی میں، ایک خلوت میں۔ بہتر یہ ہے کہ کبھی خلوت اختیار کرے کبھی جلوت، خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا (سب سے بہتر کام میانہ روی والا ہوتا ہے)، عربی میں تنہائی کو عُزْلَۃ کہتے ہیں، عارفین فرماتے ہیں کہ عُزْلَۃ میں اگر علم کا "عین" نہ ہو تو ذلت ہے اور اگر زُہد کی "ز" نہ ہو تو نِری عِلَّت ہے یعنی خلوت وہ اختیار کرے جس کے پاس علم بھی ہو زُہد بھی۔"[3] اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ اِمام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے جب خلوت نشینی کے متعلق سوال ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: "آدمی تین قسم کے ہیں: (1) مُفِید (2) مُسْتَفِید (3) مُنْفَرِد۔ مفید وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے، مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے، منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۷۔ [2] ... نجات دلانے والے اعمال کی معلومات، ص ۱۴۴۔ [3] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۴۷ ملتقطا۔

حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔ مفید اور مستفید کو عُزلت گزینی (یعنی خلوت) حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ ”[1]

مدنی گلدستہ

”شبِ قدر“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اگر گوشہ نشینی اختیار کرنے میں کسی بھی طرح حقوق اللہ یا حقوق العباد تلف ہوتے ہوں تو ایسی گوشہ نشینی شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

(2) عالمِ دِین جس سے لوگ علم دِین حاصل کرتے ہوں اگر یہ خلوت اختیار کرلے تو لوگ شرعی مسائل سے محروم ہو کر گمراہی میں جا پڑیں گے تو ایسے عالم کو بالکل گوشہ نشین ہو جانا ناجائز و ممنوع ہے۔

(3) بُرے لوگوں کی صحبت سے خلوت افضل اور خلوت سے اچھے لوگوں کی صحبت افضل ہے۔

(4) بروزِ قیامت مومن ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے جبکہ کفار اپنے لیے کوئی شفیع اور دوست نہ پائیں گے۔

(5) گوشہ نشینی اختیار کرنے والا صرف اپنی اِصلاح کرتا ہے جبکہ لوگوں میں رہنے والا اپنے ساتھ دوسروں کی بھی اصلاح کا باعث بنتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

راہِ خدا میں جہاد کی مثال

حدیث نمبر:1298

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ مَا یَعْدِلُ الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ؟ قَالَ: لَا

[1] ... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۳۷۳۔

تَسْتَطِیْعُوْنَهُ فَاَعَادُوْا عَلَیْهِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ یَقُوْلُ:لَا تَسْتَطِیْعُوْنَهُ! ثُمَّ قَالَ:مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِاٰیَاتِ اللهِ لَا یَفْتُرُ مِنْ صِیَامٍ وَّلَا صَلَاةٍ حَتّٰى یَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ.[1] وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.وَفِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیْ:اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَارَسُوْلَ اللهِ دُلَّنِیْ عَلٰى عَمَلٍ یَّعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ: لَا اَجِدُهُ ثُمَّ قَالَ :هَلْ تَسْتَطِیْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ؟ فَقَالَ: وَمَنْ یَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ؟[2]

ترجمہ:حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم!کون سا عمل راہِ خدا میں جہاد کے برابر ہے؟“ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا:”تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔“صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے دو یا تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس جیسی ہے جو دن میں روزہ دار اور رات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات کے ساتھ قیام کرنے والا ہو۔نہ روزے سے تھکے نہ نماز سے حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والا لوٹ آئے۔“ یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:”یارسولَ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم!مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتایئے جو جہاد کے برابر ہو؟“ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا:”میں ایسا عمل نہیں پاتا۔“پھر فرمایا:”کیا تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ جب مجاہد گھر سے نکلے اور تم مسجد میں داخل ہو کر عبادت کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور کمی نہ کرو اور روزے رکھو اور افطار نہ کرو۔“اس شخص نے عرض کی:اس کی طاقت کون رکھے گا؟

مجاہد کے ہر کام بلکہ آرام پر بھی ثواب:

شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں:”جب مجاہد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کے لیے گھر سے نکلتا ہے اور پھر جہاد کر کے واپس آتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس دوران وہ ہر وقت جہاد میں مصروف

[1] . . . مسلم، کتاب الجہاد، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالی، ص ۸۰۲، حدیث: ۴۸۶۹۔

[2] . . . بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الجہاد والسیر، ۲/ ۲۲۹، حدیث: ۲۷۸۵ بتغیر۔

نہیں رہتا بلکہ اس کے اوقات کا کچھ حصہ جہاد سے خالی بھی گزرتا ہے کہ جس میں وہ کھانے، سونے اور ایسے ہی دوسرے کاموں میں مصروف ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس شخص کے حکم میں ہے جس کی عبادت میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا اور مجاہد کی ہر حرکت اور آرام پر ہمیشہ ثواب لکھا جاتا ہے۔"[1]

مجاہد فی سبیل اللہ کی شان:

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مجاہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اللہ کی اطاعت میں اس طرح مشغول ہو کہ وہ ہمیشہ روزہ میں رہے کبھی افطار نہ کرے اور ہمیشہ نماز میں رہے کبھی نماز سے باہر نہ ہو ظاہر ہے کہ اس شان سے عبادات میں مشغولیت کی طاقت بہت مشکل ہے لیکن مجاہدِ فِی سَبِیْلِ اللہ کی شان یہی ہے کہ وہ ہمہ وقت چوکنا رہتا ہے اور دشمن کے حیلے بہانوں اور جنگی چالوں کی ہر ممکن طریقہ سے خبر رکھتا ہے اور یہ بات مجاہد کی خصوصیات سے ہے اور بہت فضیلت رکھتی ہے۔"[2] نُزہۃُ القاری میں ہے: "اس (حدیث) کا مفاد یہ ہے کہ مجاہد جس وقت اپنے گھر سے جہاد کرنے کے لئے نکلتا ہے، ہر آن ہر لحظہ اللہ کی عبادت میں رہتا ہے، اس کا سونا جاگنا، کھانا پینا سب عبادت ہے، یہاں تک کہ گھوڑے کو کھلانا پلانا اسے چَرانا، اس کی لید اٹھانا سب عبادت ہے، حتّٰی کہ گھوڑا چلنے کے لئے جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم پر مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس لئے مجاہد کے برابر وہی ہو سکتا ہے جو چوبیس گھنٹے نمازیں پڑھتا رہے، یا کوئی بھی عبادت کرتا رہے، ایک آن کے لئے دم نہ لے اور اس کی کوئی استطاعت نہیں رکھ سکتا اس لئے جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں۔"[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1299

لوگوں میں بہتر زندگی والا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ

1 ... لمعات التنقیح، کتاب الجهاد، الفصل الاول، ۶ / ۵۳۳، تحت الحدیث: ۳۷۸۸۔

2 ... فیوض الباری، ۱۱ / ۱۵۹۔ 3 ... نزہۃ القاری، ۴ / ۳۲۔

وَالْمَوْتَ مَظَانَّهُ اَوْ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ فِي رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذَا الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِي خَيْرٍ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں میں سب سے بہتر زندگی والا وہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہے جب دشمن کی طرف سے شور یا خطرناک آواز سنتا ہے تو گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اُڑتا ہوا وہاں پہنچتا ہے جہاں موت یا قتل کا گمان ہو، یا وہ شخص (بہتر زندگی والا ہے) جو بکریوں میں رہے پہاڑ کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی میں یا جنگلوں میں سے کسی جنگل میں رہے نماز قائم کرے، زکوٰۃ دیتا رہے اور اپنے ربّ کی عبادت کرتا رہے حتّٰی کہ اسے موت آجائے تو یہ لوگ خیر ہی میں ہیں۔“

اسلام کا فدائی:

” ویسے تو (ایسا شخص) لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے۔ یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمتِ اسلام و مُسلمین میں قتل ہو جانا یا مر جانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانباز ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے (جو کسی پہاڑ پر بکریاں چرائے، نماز و زکوٰۃ ادا کرے اور عبادت میں مشغول رہے)۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعۂ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر

[1] . . . مسلم، کتاب الجھاد، باب فضل الجھاد والرباط، ص ۸۰۸، حدیث: ۴۸۸۹ بتغیر۔

فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لیے کوئی چیز پنشن، جانور، زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمانِ عالی میں داخل ہے۔ اگرچہ عبادات میں نماز وزکوۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز وزکوۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔ اس حدیث کی بناپر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاءِ کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدَیْن نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اِختلاط (میل جول) کی تکالیف پر صبر نہ کرسکے۔"[1]

حاصِلِ حدیث:

اس حدیث کا حاصل دِین کے دشمنوں کے خلاف جہاد، نفس وشیطان کے مقابلہ کے لیے مجاہدہ، خواہشوں اور لذتوں میں ڈوب جانے سے اِعراض کی ترغیب اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ اگر لوگوں سے میل جول رکھے تو دین کی تائید اور شریعت کی تقویّت کے لیے رکھے ورنہ علیحدگی اختیار کرے اور گوشہ نشین ہوجائے۔ اس حدیث میں میل جول کی نسبت گوشہ نشینی کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن دونوں صورتوں میں اصل دارومدار فوائد اور نقصانات پر ہے۔[2]

مدنی گلدستہ

"جنت" کے 3 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے لیے اس کے ہر کام پر بلکہ آرام پر بھی ثواب لکھا جاتا ہے۔

(2) مسلمانوں کی امداد کرنا انہیں خوف سے امن میں رکھنا ان کے کام آنا انہیں مشکلات سے بچانا بہادر اور متقی لوگوں کا کام ہے۔

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۴، ۴۱۵ملتقطاً۔ 2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الجہاد، الفصل الاول، ۶/ ۵۳۹، تحت الحدیث: ۳۷۹۶۔

(3) لوگوں سے میل جول دین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لیے ہونا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بہتر زندگی والا بنائے اور اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1300

مُجَاہِدین کے لیے جنت کے سو درجات

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ اَعَدَّھَا اللہُ لِلْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ مَا بَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے اور دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین جتنا فاصلہ ہے۔“

جنت کے بہت سے درجات ہیں:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اہلِ ایمان نمازی اور روزے دار ضرور جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ کی آگ سے نجات پائیں گے لیکن جنت کے بہت سے دوسرے درجات اور فضائل ہیں جو جہاد اور راہِ خدا میں شہادت سے حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا جہاد کے ذریعے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرو۔“[2]

مجاہدین سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ترمذی میں ہے کہ (جنت کا) ہر درجہ اتنا وسیع ہے کہ ان میں سے ایک درجہ میں عالمین جمع ہو جائیں تو سب کو کافی ہو جاوے۔ (یہاں) مجاہدین سے مراد نمازی حاجی اور نفس سے مجاہدہ کرنے والے سب ہی ہیں بشرطیکہ یہ کام

1 . . . بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللہ۔۔۔الخ، ۲/ ۲۵۰، حدیث: ۲۷۹۰۔

2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الجہاد، الفصل الاول، ۶/ ۲۳۵، تحت الحدیث: ۳۷۸۷۔

رضائے الٰہی کے لیے ہوں جیسا کہ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ سے معلوم ہوا۔ (زمین وآسمان کے درمیان) پانچ سو سال کی راہ یہ سو درجے مجاہدین فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ کے لیے خاص ہیں لہٰذا مجاہدہ کرو تا کہ یہ درجہ پاؤ۔“[1]

حدیث نمبر:1301

سو درجات کی بلندی

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ فَعَجِبَ لَہَا اَبُوْ سَعِیْدٍ فَقَالَ: اَعِدْہَا عَلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَعَادَہَا عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ: وَاُخْرٰی یَرْفَعُ اللّٰہُ بِہَا الْعَبْدَ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ قَالَ: وَمَا ہِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَلْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، اَلْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، حضرت محمد صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ حدیث مجھے دوبارہ سنائیے۔ رسولِ پاک صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دوبارہ یہ بشارت سنائی پھر ارشاد فرمایا: ”دوسری چیز بھی ہے جس کی برکت سے اللّٰہ تعالیٰ بندے کے سو درجے جنت میں بلند فرماتا ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ عرض کی: یارسولَ اللّٰہ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ چیز کیا ہے؟ فرمایا: راہِ خدا میں جہاد، راہِ خدا میں جہاد۔“

جہاد اکثر فرضِ کفایہ ہوتا ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اللّٰہ تعالیٰ سے راضی ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ بندہ راضی بہ قضا رہے، نعمتوں میں رب تعالیٰ کا شکر کرے، مصیبتوں میں صبر کرے، اسی طرح اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اسلامی احکام پر راضی، دل سے انہیں پسند کرے خواہ سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور حضور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ حضور کے تمام اقوال، افعال، اعمال،

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۰۔ [2] ... مسلم، کتاب الجہاد، باب بیان ما اعدہ اللہ تعالی للمجاہد۔۔۔ الخ، ص ۸۰۶، حدیث: ۴۸۷۹ بتغیر۔

احوال سے دلی محبت کرے۔ جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اسے دل سے محبوب رکھے۔ شریعت، طریقت، حقیقت معرفت کو دل سے پسند کرے کیونکہ شریعت حضور انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے جسمِ اطہر کے حالات کا نام ہے، طریقت قلبِ پاکِ مصطفےٰ کی واردات ہے، یوں ہی حقیقت و معرفت روحِ پاکِ سرِّ پاک کی واردات کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ سب حضور کی ادائیں ہیں ایسے شخص کے لیے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جئے گا جنتی ہو کر، مرے گا جنتی ہو کر، اٹھے گا جنتیوں کے زُمرہ میں۔ (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ ربّ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴾ (پ ۲۷، الرحمٰن: ۴۶) (ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔) میں دو جنتوں سے مراد دنیا و آخرت کی جنت ہے یعنی رب تعالیٰ سے ڈرنے والے کے لیے ایک جنت دنیا میں ہے اور دوسری جنت آخرت میں۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ! کیسی پیاری بات کہی۔ حضور کی شریعت، اطاعت، محبت دنیا کی جنت ہے۔ (حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا) یہ تعجب انتہائی خوشی کا تھا اور دوبارہ کہلوانا اس لیے تھا کہ ایسے ہمارے بشارت والے کلمے پھر ایسے بے مثال بشیر و نذیر کے لبوں سے بہت لذیذ معلوم ہوئے۔ شعر

وہ گُل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

اگرچہ اسلام میں جہاد بھی آگیا تھا مگر چونکہ یہ دوسرے اعمال سے بہت افضل ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے اسے خصوصیت سے علیٰحدہ بیان فرمایا یا مطلب یہ ہے کہ جسے جہاد نصیب ہو جائے اسی کے یہ درجے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد اکثر فرضِ کفایہ ہوتا ہے۔"[1]

جنتی درجات سے مراد:

دلیل الفالحین میں ہے: حضرت سَیِّدُنَا قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور درجات سے مراد منازل ہیں جو بعض بعض سے بلند ہیں اور جنت کی ایسی ہی صفت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جنتی اپنے بالاخانوں سے چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح نظر آئیں گے اور یہ بھی

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۵۲، ۴۵۳۔

احتمال ہے کہ بلندی سے یہاں یہ مراد ہو کہ انہیں اتنی کثیر اور عظیم نعمتیں ملیں گی جن کا کوئی انسان تصور کر سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے اور اُن کو عزت و کرامت کی اِس قدر اَنواع واَقسام حاصل ہوں گی جن کی بہت زیادہ فضیلت ہو گی یا یہ کہ اُن کی فضیلت کا ہر درجہ اتنا بڑا ہو گا جتنا زمین و آسمان میں فاصلہ ہے۔ ''حضرت سَیِّدُنا امام قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''درجہ اونچی منزل ہے مراد اس سے جنتی بالا خانے اور مراتب ہیں جن میں سے سب سے اونچا مرتبہ جنت الفردوس ہے۔ ان سو جنتی درجات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جنتی درجات کی تعداد صرف سو ہی ہے بلکہ اس کی تعداد بہت زیادہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا: ''قرآن پڑھتا جا اور جنتی درجات طے کرتا جا، تیری منزل وہ آخری آیت ہے جو تو تلاوت کرے گا۔'' یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے جنتی درجات کی تعداد قرآن پاک کی آیات کے برابر ہے اور قرآن پاک کی آیات کی تعداد چھ ہزار سے زائد ہے لہٰذا وہ انسان جسے جہاد اور قرآن دونوں کی فضیلت حاصل ہو اسے یہ تمام درجات حاصل ہوں گے اور اسی طرح اعمال کے بڑھنے سے بھی درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔''[1]
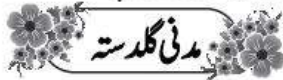
مدنی گلدستہ

''مدینہ'' کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے لیے سو درجات ہیں اور ہر درجہ اتنا وسیع ہے کہ ان میں سے ایک درجہ میں تمام جہان والے جمع ہو جائیں تو سب کو کافی ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ بندہ تقدیرِ الٰہی پر راضی رہے، نعمتوں پر ربّ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور مصیبتوں میں صبر کرے۔

(3) حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسمِ اَطہر کے حالات کا نام شریعت، قلبِ پاکِ مصطفٰے کی واردات کا نام طریقت اور روحِ پاکِ سرِّ پاک کی واردات کا نام حقیقت و معرفت ہے۔

---

[1] ... دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۱۰۲، تحت الحدیث: ۱۲۹۹ ملخصاً۔

(4) جنت میں سب سے اونچا مرتبہ جنت الفردوس ہے۔

(5) جنتی درجات صرف سو ہی میں منحصر نہیں بلکہ بہت زیادہ ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1302

جنت تلواروں کے سائے میں ہے

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَھُوَ بِحَضْرَۃِ الْعَدُوِّ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْھَیْئَۃِ فَقَالَ: یَا اَبَا مُوْسٰی آاَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ھٰذَا ؟ قَالَ: نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: اَقْرَاُ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِہٖ فَاَلْقَاہُ ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِہٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِہٖ حَتّٰی قُتِلَ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو بکر بن موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”میں نے اپنے والد کو دشمن کے مقابل یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔“ ایک خستہ حال شخص نے اٹھ کر عرض کی: ”اے ابو موسیٰ! کیا آپ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے؟“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں۔“ یہ سن کر وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا اور کہنے لگا: ”میں تمہیں سلام کہتا ہوں۔“ پھر اپنی تلوار کے میان کو توڑ کر پھینکا اور تلوار لے کر دشمن کی جانب چل پڑا اور اس تلوار سے لڑتا رہا حتّٰی کہ شہید ہو گیا۔“

تلواروں سے مراد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(تلواروں کے سائے تلے جنت ہے) تلواروں سے مراد جہاد کے ہتھیار ہیں چونکہ اُس زمانہ میں جہاد میں زیادہ استعمال

[1] ... مسلم، کتاب الجھاد، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ص ۱۰۸۱، حدیث: ۱۹۰۲۔

تلواروں کا ہوتا تھا اس لیے خصوصیت سے تلواروں کا ہی ذکر فرمایا۔ آج کل توپوں، بندوقوں، راکٹوں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے نیچے جنت ہے جبکہ وہ جہاد میں استعمال ہو رہے ہوں۔ ان تلواروں سے مراد یا تو کفار کی تلواریں ہیں جو وہ غازی مسلمانوں کے مقابل کھینچیں یعنی ان تلواروں سے جنت بہت قریب ہے کہ مسلمان شہید ہوا اور جنت میں پہنچا۔ جیسے فرمایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یا مراد خود مجاہدین کی اپنی تلواریں ہیں یعنی جب مجاہدین تلوار سونتے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو گویا جنت ان تلواروں کے سایہ میں ہوتی ہے اور سایہ میں تو خود مجاہدین ہیں تو وہ اس وقت ہی جنت میں ہیں مگر پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔''[1]

جہاد کی ترغیب:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''امام قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' یہ انتہائی نفیس کلام ہے۔ اس سے جہاں جہاد کی ترغیب دلائی گئی ہے وہیں اس پر ملنے والے ثواب کی بھی بشارت دی گئی ہے اور دشمن سے بڑھ چڑھ کر لڑنے پر ابھارا گیا ہے نیز جہاد میں تلواروں (یا اس طرح کے دیگر ہتھیاروں) کے استعمال اور ان پر اعتماد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا کہ لڑنے والے مڈبھیڑ کے وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں حتّٰی کہ کسی کی تلوار دشمن پر پڑتی ہے اور کسی کی بلند ہوتی ہے گویا تلواروں نے لڑنے والوں پر سایہ کیا ہو۔ مراد یہ ہے کہ تلوار سے لڑنے والا راہِ خدا میں ہے جو اسے جنت میں داخل کر دے گا۔''[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''حدیث پاک سن کر اُس شخص کا تلوار کے میان کو توڑ کر پھینک دینا اس بات کی علامت تھی کہ وہ خود کو آخرت پر پیش کرنے کے بعد اب دنیا کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا چنانچہ وہ شخص لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔''[3]

حدیث نمبر: 1303

راہِ خدا میں غبار آلود قدموں کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ عَبْسٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَبْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا

[1]... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۵۴۔ [2]... دلیل الفالحین، کتاب الجہاد، باب فی فضل الجہاد، ۴/ ۱۰۳، تحت الحدیث: ۱۳۰۰ ملخصاً۔

[3]... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، الفصل الثالث، ۷/ ۱۴۳، تحت الحدیث: ۳۸۵۲ ملخصاً۔

اِغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عبس عبد الرحمٰن بن جبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "یہ نہیں ہو سکتا بندے کے قدم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں غبار آلود ہوں پھر انہیں آگ چھوئے۔"

مُطلَقاً راہِ خدا سے کیا مراد ہوتی ہے؟

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے مراد ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کے لیے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدموں پر گرد و غبار پڑے۔ خیال رہے کہ اللہ کی راہ حقیقت میں ہر اس چیز کو شامل ہے جس میں اس کی رضا ہے پس یہ حج، طلبِ علم، جنازہ کی حاضری، بیمار پُرسی، جماعتِ نماز میں حاضری سب ہی کو شامل ہے مگر مُطلقاً اللہ کی راہ سے مراد سفرِ جہاد ہوتا ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ اللہ کی راہ میں وقف کیا ہے وہ کہاں استعمال کیا جائے؟ فرمایا: "حج میں۔" قرآنِ کریم میں جو مَصارِفِ زکوٰۃ میں فِيْ سَبِيْلِ الله واقع ہے امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ہاں اس سے مجبور غازی مراد ہے اور امام محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے نزدیک مجبور حاجی۔"[2]

دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ایسے شخص کو دوزخ کی آگ جلا نہیں سکتی جب راہِ خدا کے غبار کا یہ عالَم ہے تو غور کرو کہ خود جہاد کا فائدہ کیا ہو گا خوفِ خدا سے آنکھ کے آنسو، راہِ خدا کا غبار، دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر ہے۔"[3]

حدیث نمبر:1304 **غبارِ راہِ خدا اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا**

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ

---

1 . . . بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، ۲/ ۲۵۷، حدیث: ۲۸۱۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، الفصل الثانی، ۷/ ۳۵۹، تحت الحدیث: ۳۷۹۴۔ 3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۴۔

خَشْيَةِ اللهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلٰى عَبْدٍ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رونے والا شخص جہنم میں نہیں جائے گا حتّٰی کہ دودھ تھنوں میں واپس آجائے اور کسی بندے پر راہِ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔"

خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے (جو خوفِ خدا سے روئے) جیسے ربّ تعالیٰ (کفار کے جنت سے محروم رہنے کے بارے میں) فرماتا ہے: ﴿حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (پ۸، الاعراف: ۴۰) (ترجمۂ کنزالایمان: جب تک سوئی کے ناکے میں اونٹ نہ داخل ہو۔) خوفِ خدا میں رونے کے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔ راہِ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو ربّ کی رضا کے لیے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے، طلبِ علم، جہاد، حج و عمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد و غبار پڑے۔"[2]

مجاہد عذاب سے محفوظ ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے روئے وہ آگ میں داخل نہ ہو گا۔" یعنی اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایسا خوف ہو جو اسے احکامِ خداوندی کی پاسداری اور برائیوں کے اِرتکاب سے روکے لہٰذا جسے ایسا خوف ہو گا وہ جہنم کی آگ میں نہ جائے گا کیونکہ یہ کریم پروردگار کا وعدہ ہے، اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہو، اس کے غضب و جلال کو پہچانتا ہو اور ایسے اُمور سرانجام دیتا ہو جو خشیتِ الٰہی کا تقاضا کریں یعنی احکامِ خداوندی کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب تو ایسے شخص کا آگ میں جانا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دودھ کا واپس تھن میں جانا اور جو ایسے خوف سے مُتَّصِف نہ ہو اور اسی حالت میں فوت ہو جائے اور حال یہ ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو مگر دیگر برائیوں میں مبتلا ہو تو اس کا معاملہ اس کے ربّ کے سپرد ہو گا، وہ چاہے گا تو دیگر کامیاب لوگوں کے ساتھ اسے جنت میں داخل

[1] ... ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ، ۲/۲۳۲، حدیث: ۱۶۳۹۔ [2] ... مرآۃ المناجیح، ۵/۴۳۶۔

فرمائے گا اور اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے اس کے گناہوں کی سزا کی مقدار آگ میں رکھے گا پھر اسے اس کے ایمان کی وجہ سے محض اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ”جہنم کا دھواں اور راہِ خدا کا غبار ایک شخص پر جمع نہیں ہو سکتے۔“ یعنی راہِ خدا میں جہاد کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مجاہد عذاب سے محفوظ رہے گا اور یہ وعدہ ایسی ذات کی طرف سے ہے جو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ فضیلت اسے حاصل ہو گی جو دورانِ جہاد فوت ہو جائے یا جہاد کے بعد فوت ہو مگر کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو جو اسے اس فضیلت سے روک دے۔“[1]

حدیث نمبر:1305 کن آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی؟

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی: (1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رونے والی آنکھ اور (2) راہِ خدا میں پہرہ دینے والی آنکھ۔“

عشقِ مصطفےٰ میں رونے والی آنکھ بخشی جائے گی:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی، یہ مطلب نہیں کہ صرف آنکھ تو آگ سے بچی رہے باقی جسم آگ میں جائے، اگر ایک عضو بخشا جاوے تو اس کے صدقہ سے سارے اَعضا بخشے جائیں گے۔ مُصنفین علماءِ دین کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو اِنْ شَآءَ اللہ سارا جسم بخش دیا جائے گا۔ اسی طرح جو آنکھ عشقِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں روئے اِنْ شَآءَ اللہ بخشی جائے گی، دو نعمتیں بڑی شاندار ہیں خوفِ خدا، عشقِ مصطفےٰ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)۔“[3]

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیۃ اللہ، ۲/ ۶۲ ۳، تحت الحدیث: ۸ ۴ ۴۔

2 . . . ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ، ۳/ ۹ ۲۳، حدیث: ۱۶۴۵۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۷۔

شیخ محقق عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”وہ آنکھ بھی جہنم سے محفوظ رہے گی جو راہِ خدا میں پہرہ دیتی ہے یعنی جو آنکھ مجاہدین اور ان کے اموال کی دشمنوں سے حفاظت کرتے ہوئے پہرہ داری کرتی ہو وہ آنکھ جہنم سے محفوظ رہے گی۔“(1)

مدنی گلدستہ

”غارِ حرا“ کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

(2) جس کے قدم راہِ خدا میں غبار آلود ہوں اسے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔

(3) حج، طلبِ علم، جنازہ کی حاضری، بیمار کی تیمارداری اور نماز باجماعت کے لئے سفر کرنا یہ سب راہِ خدا میں شامل ہیں مگر مطلقاً راہِ خدا سے مراد سفرِ جہاد ہے۔

(4) خوفِ خدا سے بہنے والا آنسو اور راہِ خدا کا غبار دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔

(5) راہِ خدا میں پہرہ دینے والی آنکھ کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔

(6) جو آنکھ عشقِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں روئے اِنْ شَآءَ اللہ وہ بخشی جائے گی اور دو نعمتیں بڑی شاندار ہیں: (1) خوفِ خدا (2) عشقِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ کا مسافر بنائے اور ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1306 مُجاہِد کو سامان فراہم کرنے کی فضیلت

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ

(1) ... لمعات التنقیح، کتاب الجهاد، الفصل الثانی، ٦/٥٦٦، تحت الحدیث: ٣٨٢٩۔

اللہِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ اَھْلِہٖ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا زید بن خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے راہِ خدا میں کسی غازی کو سامان فراہم کیا تو اس نے جہاد کیا اور جس نے کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ بھلائی کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔“

مجاہد کو سامان دینے کی وضاحت:

شارِحِ بخاری علّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مجاہد کو سامان فراہم کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس کے لیے سفر کے کپڑے اور دیگر ضروریات کا سامان مہیا کرے تاکہ اس کو سفر میں تکلیف نہ ہو اور لڑائی کے لیے ضروری سامان بھی مہیا کرے اور اس کے بال بچوں کی دیکھ بھال کرے اور ان کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرتا رہے اور اس کی بیوی سے خیانت نہ کرے۔ ایسا کرنے والا یقیناً خود شریکِ جنگ ہے اور اس کو غازی جیسا ثواب حاصل ہو گا، اگرچہ اس نے حقیقۃً غزوہ میں شرکت نہیں کی، اسی طرح جو کوئی بُرے کاموں میں مدد دے اس کو گناہ کرنے والے جیسا گناہ ہو گا اور وہ شریکِ معاصی ہو گا۔“[2]

مجاہد جیسا ثواب:

شارح بخاری علّامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: امام ابنِ حبان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے ”فَقَدْ غَزَا“ کے معنٰی یہ کیے ہیں کہ جتنا اجر و ثواب راہِ خدا کے غازی کو ہو گا اتنا ہی ثواب غازی کو سامانِ جہاد مہیا کرنے والے کو ملے گا۔ چنانچہ ابنِ حبان نے دوسری سند کے ساتھ حضرت بسر بن سعید سے جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: ”غازی کو سامانِ جہاد مہیا کرنے والے کو غازی کے برابر ہی اجر عطا ہو گا اور غازی کے اجر سے کچھ کم نہ ہو گا۔“ امام طبری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے اس حدیث کے تحت فرمایا: ”جو شخص کسی نیکی کرنے والے کی مدد و اِعانت کرے تو اس کے لیے بھی نیکی کرنے والے جیسا ثواب عطا ہو گا اور جو کوئی بُرائی کرنے والے کا معاون ہو گا اس کے نامۂ اعمال میں بھی بُرائی کرنے والے جتنا گناہ لکھا جائے گا۔“[3]

---

1 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر، ۲/ ۲۶۷، حدیث: ۲۸۴۳ بتغیر۔

2 . . . تفہیم البخاری، ۴/ ۴۰۳۔ 3 . . . فیوض الباری، ۱۱/ ۳۰۴۔

حکمی جہاد:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”غازی کو سامانِ سفر، سامانِ جنگ یا روٹی، کپڑا، سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب۔ جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثوابِ جہاد میں شریک ہو گیا کیونکہ اُس کی اِس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہو گا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کر سکے گا تو گویا یہ شخص غازی کے اطمینانِ دل کا ذریعہ بنا۔“[1]

حدیث نمبر:1307

بہترین صدقہ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَنِیْحَۃُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ طَرُوْقَۃُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بہترین صدقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں سایہ کے لیے خیمہ دینا اور خادم کا عطیہ کرنا ہے یا راہِ خدا میں نر کی سواری ہے۔“

راہِ خدا میں خیمہ یا خادم دینے سے مراد:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”(بہترین صدقہ راہِ خدا میں خیمہ دینا ہے) اس طرح کہ مجاہدین کو بالکل یا عاریۃً خیمہ دے دیا جائے کہ وہ سفر جہاد میں اس کے سایہ میں بیٹھا کریں، اسی طرح حجاج کو عرفات وغیرہ میں خیمہ، شامیانہ لگا دینا، اگر طلبا میدان میں بیٹھ کر پڑھتے ہوں مدرسہ کی عمارت نہ ہو ان کے لیے سایہ کا انتظام کر دینا، جہاں مسجد نہ ہو وہاں نمازیوں کے لیے شامیانہ یا خیمہ لگا دینا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ فُسطاط ہر چھوٹے بڑے خیمہ کو کہا جاتا ہے۔ (راہِ خدا میں نر کی سواری) اس فرمانِ عالی کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مجاہدین کے لیے جو اونٹنیاں ہوں انہیں حاملہ کرنے کے لیے نر اونٹ عاریۃً دے دینا کہ یہ بھی ثواب ہے اس

1. ...مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۵۔
2. ...ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الخدمۃ فی سبیل اللہ، ۳/ ۲۳۴، حدیث: ۱۶۳۳۔

سے جو اونٹ کی نسل چلے گی اس پر مجاہدین جہاد کریں گے اسے ثواب ملے گا۔ دوسرے یہ کہ مجاہد کو سواری کے لیے عاریۃً اونٹ دے دینا۔[1] شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی خادم عطیہ کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس سے مراد راہِ خدا میں خادم کا ہبہ کرنا اور تحفے میں دینا ہے یوں کہ خادم کسی مجاہد کے حوالے کر دے تاکہ اس کی خدمت کرے یا مجاہدین کے حوالے کر دے کہ ان کی خدمت اور اعانت کرے۔''[2]

حدیث نمبر:1308

بیمار مجاهد کا جذبۂ ایثار

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ فَتًی مِّنْ اَسْلَمَ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْغَزْوَ وَلَیْسَ مَعِیَ مَا اَتَجَھَّزُ بِہٖ قَالَ: ائْتِ فُلَانًا فَاِنَّہٗ قَدْ کَانَ تَجَھَّزَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ: اَعْطِنِی الَّذِیْ تَجَھَّزْتَ بِہٖ قَالَ: یَا فُلَانَۃُ اَعْطِیْہِ الَّذِیْ تَجَھَّزْتُ بِہٖ وَلَا تَحْبِسِیْ مِنْہُ شَیْئًا فَوَاللہِ لَا تَحْبِسِیْ مِنْہُ شَیْئًا فَیُبَارَکَ لَکِ فِیْہِ۔[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''قبیلۂ اسلم کے ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میرے پاس سامانِ جہاد نہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''فلاں کے پاس جاؤ اس نے سامانِ جہاد تیار کیا ہے مگر وہ بیمار ہو گیا۔'' چنانچہ وہ اس شخص کے پاس گیا اور کہا: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے جہاد کے لئے جو سامان تیار کیا ہے وہ مجھے دے دو۔ یہ سن کر اُس نے کہا: اے فلانی! میں نے جہاد کے لیے جو سامان تیار کیا ہے وہ اسے دے دو، کچھ بچا کر نہ رکھنا، بخدا! اس میں سے کچھ نہ بچانا یہ گمان کرتے ہوئے کہ تجھے اس میں برکت دی جائے گی (یعنی اس میں ہرگز برکت نہ ہو گی)۔''

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس حدیث پاک میں نیکی پر دلالت کرنے کا بیان ہے اور اس کا بھی کہ جو کسی نیک کام میں مال خرچ کی نیت کرے پھر باَمرِ مجبوری وہ کام نہ کر

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۵۔

2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الجهاد، الفصل الثانی، ۶/ ۵۶۳، تحت الحدیث: ۳۸۲۷۔

3 . . . مسلم، کتاب الجهاد، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله۔۔۔الخ، ص ۸۰۹، حدیث: ۱۹۰۱۔

سکے تو مستحب ہے کہ وہ کسی دوسرے نیک کام میں خرچ کرے مگر یہ اس پر واجب نہیں، ہاں! نذر مانی ہو تو لازم ہے۔ اور جو مال مالک کی رضا والے کاموں میں خرچ نہ ہو اس میں برکت نہیں ہوتی۔“[1]

حدیث نمبر:1309

ثواب میں برابری یا آدھا ثواب

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ فَقَالَ: لِیَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا.[2] وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُ: لِیَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَیْنِ رَجُلٌ ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: اَیُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ بِخَیْرٍ كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بنولَحیان کی طرف ایک لشکر بھیجا تو فرمایا: ”دو آدمیوں میں سے ایک جہاد کے لیے جائے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔“ مسلم کی ایک روایت میں ہے: ”دو مَردوں میں سے ایک جہاد کے لیے جائے پھر پیچھے رہ جانے والے سے فرمایا: ”تم میں سے جو جہاد میں جانے والے کے گھر اور مال کی اچھی طرح نگہبانی کرے گا اُس کے لیے جہاد پر جانے والے سے نصف ثواب ہے۔“

مجاہد کے اہل و عیال کی نگہبانی کرنے والے کی فضیلت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(دو میں سے ایک جہاد کے لئے جائے) یعنی گھر کے سارے آدمی لشکر میں نہ جائیں، باپ بیٹے، بھائی، چچا بھتیجے میں سے ایک شخص تو جہاد میں جائے دوسرا شخص گھر میں رہ کر اسے سنبھالے، نفسِ ثواب مشترک ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مجاہد کا خلیفہ (یعنی اس کے اہل وعیال کی نگہبانی کرنے والا) مجاہد کے ثواب میں شریک ہوتا ہے۔“[4]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”دو مَردوں میں سے ایک مَرد جہاد کے لیے جائے یعنی ہر قبیلے کے آدھے لوگ جہاد پر جائیں۔“[5]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الدلالة علی الخیر، ۱/ ۳۵۳، ۳۵۴، تحت الحدیث: ۱۷۷ ملخصا۔

2 . . . مسلم، کتاب الجهاد، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله۔۔۔الخ، ص ۸۰۹، حدیث: ۴۹۰۳۔

3 . . . مسلم، کتاب الجهاد، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله۔۔۔الخ، ص ۸۱۰، حدیث: ۴۹۰۷۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۷۔

5 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الجهاد، الفصل الاول، ۷/ ۳۶۴، تحت الحدیث: ۳۸۰۰۔

مدنی گلدستہ

"طیبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مجاہد کے اہلِ خانہ کے ساتھ بھلائی کرنے والے کو مجاہد کی طرح ثواب ملتا ہے، اگرچہ وہ حقیقۃً جہاد میں شریک نہیں ہوتا۔

(2) نیکی پر مدد واِعانت کرنے والے کو نیکی کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے۔

(3) جو مال رضائے الٰہی والے کاموں میں خرچ نہ ہو اس میں برکت نہیں ہوتی۔

(4) نیکی کے کام میں مال خرچ کی نیت کی پھر کسی مجبوری سے وہ کام نہ کر سکا تو مستحب ہے کہ وہ مال کسی دوسرے نیک کام میں خرچ کر دے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں خرچ کرنے، دِینِ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرنے، مجاہدین کی معاونت کرنے اور ان کے اہل وعیال کے ساتھ بھلائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

عملِ قلیل اجرِ کثیر

حدیث نمبر:1310

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟ قَالَ: اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ. فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ کَثِیْرًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا بَراء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا جس نے لوہے کا خود پہنا ہوا تھا، عرض کی: "یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں جہاد کروں یا اسلام قبول کروں؟" ارشاد فرمایا: "پہلے اسلام لاؤ پھر جہاد کرو۔" چنانچہ وہ شخص ایمان لایا اور جہاد کیا یہاں

[1] . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب عمل صالح قبل القتال، ۲/ ۲۵۶، حدیث: ۲۸۰۸ بتغیر۔

تک کہ شہید ہو گیا، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اس نے عمل کم کیا اور اجر بہت پایا۔"

اعمال کی مقبولیت کے لیے ایمان شرط ہے:

علّامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے واضح ہوا کہ اعمالِ صالحہ کی مقبولیت کے لیے ایمان شرط ہے لہٰذا غیر مسلم کا کوئی عمل نیک اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ مقبول ہے اور نہ اس کو ثواب ملے گا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے حق میں فرمایا کہ انہوں نے عمل تو کم کیا اور ثواب بہت پایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص فضل و کرم اور احسان ہے اگرچہ ایمان لانے کے بعد کوئی ایک سجدہ کرنے کی مہلت نہ پائے تو اسے ہمیشہ کے لیے جنت الفردوس میں داخل فرمادے۔ ان صاحب نے ایمان کے بعد جہاد میں حصہ لیا جو افضلُ الاعمال ہے اور پھر شہید ہو گئے۔ اللہ کی طرف سے ان کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔"[1]

نیت سے نفع:

علّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیث شریف میں مذکور شخص کا نام عمرو بن ثابت اشہلی ہے۔ اس کا عجیب و غریب واقعہ ہے کہ وہ شخص جنت میں جائے گا حالانکہ اُس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی ہو گی اور وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہے گا اور اس کی نیت سے اس کو نفع حاصل ہو گا۔ اسی طرح کافر کا حال ہے کہ اگر وہ کفر کی حالت میں مر جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہے گا کیونکہ اس نے کفر کا اعتقاد کر رکھا تھا کہ وہ اپنی ساری زندگی کفر کرتا رہے گا اور یہ اُس کے مُخَلَّد فی النار (ہمیشہ جہنمی) ہونے کا سبب ہے۔"[2] فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ قصہ غزوۂ اُحد کا واقعہ ہے۔ یہ عجیب خوش بخت انسان تھے کہ ایک سجدہ بھی نہیں کیا اور جنت میں داخل ہو گئے۔ اجرِ کثیر ان کا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیش جنت میں رہیں گے۔"[3]

حدیث نمبر:1311

آخرت میں شہید کی تمنا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا اَحَدٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یُحِبُّ اَنْ یَرْجِعَ

[1] ... فیوض الباری، ۱۱/ ۱۹۳۔
[2] ... تفہیم البخاری، ۴/ ۳۶۹۔
[3] ... نزہۃ القاری، ۴/ ۵۸۔

اِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ: لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جنت میں داخل ہونے والا کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس آئے اور اسے دنیا کی ہر چیز مل جائے مگر شہید عزت وکرامت دیکھ کر تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ آئے اور دس بار قتل کیا جائے۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”شہادت کی فضیلت دیکھنے کے باعث وہ یہ تمنا کرے گا۔“

عبادت کی لذت:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ عام مؤمنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے وہاں کی ہوائیں، خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں شہداوغیرہ کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہو جاتی ہیں بعد قیامت اس جسم کے ساتھ جنت میں داخلہ ہو گا۔ (اِنْ شَآءَ اللہ تَعَالٰی) دنیا آفات کی جگہ ہے، اگرچہ دنیا میں کسی کو بہت زیادہ آرام ملے مگر وہ سب آرام اُس آرام کے مقابل تکالیف ہیں، جیل کا اے کلاس بھی گھر کی آزادی گھر کے آرام کے مقابل ہیچ (کچھ نہیں) ہے۔ دس بار سے مراد کئی بار ہے، یعنی شہید تمنا کرے گا کہ پھر مجھے دنیا میں بھیج کر شہادت کا موقعہ دیا جائے، جو مزہ راہِ خدا میں سر کٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں نہ آیا۔ ظاہر یہ ہے کہ (یہاں) کرامت سے مراد اُخروی عزّت و حُرمت ہے یعنی وہ سوچے گا کہ جب ایک دفعہ شہید ہونے سے مجھے اتنی عزت ملی تو بار بار شہید ہونے سے کتنی عزت ملے گی اور ہو سکتا ہے کہ کرامت سے مراد وہ لذّت ہو جو اسے راہِ خدا میں سر کٹانے سے ہوئی ہو، عبادت میں بھی لذت ہے، جسے **اللہ** کے بندے محسوس کرتے ہیں۔“[3]

شہید کے فضل و شرف کی آئینہ دار حدیث:

علامہ سَیِّد محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”علامہ ابن بطال نے فرمایا: یہ حدیث شہید

1 ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب تمنی المجاهد ان یرجع الی الدنیا، ۲/ ۲۵۹، حدیث: ۲۸۱۷۔

2 ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحور العین وصفتهن ۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۵۲، حدیث: ۲۷۹۵۔ 3 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۸، ۴۱۹۔

کے فضل وشرف کی عظمت کی آئینہ دار ہے۔ شہید کو اللہ تعالیٰ جنت میں جس عظیم وجلیل ثواب اور نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا اس کی بنا پر وہ یہ تمنا کرے گا کہ مجھے پھر دنیا میں بھیجا جائے اور متعدد بار راہِ خدا میں قتل کیا جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو مزید حاصل کروں۔"[1]

ثواب بھی عظیم:

عَلَّامَہ سِرَاجُ الدِّین عُمَر بِنْ عَلِی اِبْنِ مُلَقِّن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "یہ حدیثِ پاک شہادت کی فضیلت، اس پر ابھارنے اور اس کی ترغیب کے بارے میں انتہائی اہم ہے۔ شہید دس بار قتل ہونے کی تمنا یہ جان کر کرے گا کہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور اس کا قُرب ہے کیونکہ جو اپنی جان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دِین کے اِعزاز، اس کے دِین اور نبی کی نصرت میں قربان کرے تو اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ نیک اَعمال میں جہاد کے علاوہ کوئی ایسا عمل نہیں جس میں جان قربان کی جائے لہٰذا اس میں ثواب بھی عظیم ہے۔"[2]
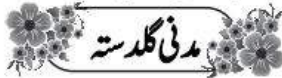
مدنی گلدستہ

"شہادت" کے 5 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نیک اَعمال کی مقبولیت کے لیے ایمان شرط ہے، غیر مسلم کا کوئی نیک عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔

(2) شہدا کی رُوحیں سبز پرندوں کی شکل میں داخلِ جنت ہوتی ہیں بعدِ قیامت مع جسم جنت میں داخلہ ہوگا۔

(3) عام مؤمنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے وہاں کی ہوائیں، خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں۔

(4) عبادت میں بھی لذت ہوتی ہے، جسے اللہ کے نیک بندے محسوس کرتے ہیں۔

(5) نیک اعمال میں جہاد کے علاوہ کوئی ایسا عمل نہیں جس میں جان کی قربانی دی جائے اسی وجہ سے اس میں ثواب بھی زیادہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شہادت کے مرتبے پر فائز ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ... فیوض الباری، ۱۱/ ۲۵۵۔ 2 ... التوضیح، کتاب الجهاد والسیر، باب تمنی المجاهد...الخ، ۱۷/ ۱۴۳، تحت الحدیث: ۲۸۱۷۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1312 قرض کے سوا تمام گناہوں کی بخشش

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَغْفِرُ اللہُ لِلشَّہِیْدِ کُلَّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔"

کونسا قرض گناہ ہے؟

مرآۃُ المناجیح میں ہے: "(اللہ عَزَّوَجَلَّ قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ بخش دیتا ہے) یہ استثناءِ مُنْقَطِع ہے کیونکہ قرض لینا گناہ نہیں ورنہ انبیاءِ کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) خصوصًا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہ لیتے اور ہو سکتا ہے کہ قرض سے مراد ناجائز قرض لینا ہو، حرام رسوم میں خرچ کرنے کے لیے یا لوازِمِ قرض مراد ہوں یا بلا عُذر ٹال مٹول کرنا، وقت پر ادا نہ کرنا، جھوٹے وعدہ کرنا وغیرہ تب مُسْتَثْنٰی مُتَّصِل ہے مگر پہلے معنٰی زیادہ قوی ہیں کہ یہ گناہ توبہ سے بھی معاف ہو جاتے ہیں تو اِنْ شَآءَ اللہ جہاد سے بھی معاف ہوں گے۔ [2]

سمندر میں شہادت کی فضیلت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: یہاں قرض سے مراد اموال، خون اور عزتوں سے متعلق بندوں کی حق تلفیاں ہیں جو شہادت سے معاف نہیں ہوتیں، اسی بات کو بعض شارحین نے بھی بیان کیا ہے۔ حضرت ابنِ ملک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ یہاں خشکی پر ہونے والا شہید مراد ہے جہاں تک سمندر میں شہید ہونے والوں کا تعلق ہے تو ابنِ ماجہ میں حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی

1 . . . مسلم، کتاب الجهاد، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه الا الدين، ص ١٠٤٦، حديث: ١٨٨٣ بتغير۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/۲۹۸۔

ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سمندر میں شہید ہونے والے کے قرض سمیت تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“[1]

حدیث نمبر:1313

شہید اور قرض کی معافی

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْھِمْ فَذَكَرَ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَءَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: كَیْفَ قُلْتَ؟ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِكَ.[2]

ترجمہ: ”حضرت سَیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”اللّٰہ کی راہ میں جہاد اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانا تمام اعمال میں افضل عمل ہے۔“ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر میں اللّٰہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے؟ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں! اگر تم اللّٰہ کی راہ میں اس حالت میں شہید ہو جاؤ کہ تم صبر کرنے والے، ثواب طلب کرنے والے، آگے بڑھنے والے ہو اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے نہ ہو۔“ پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس سے پوچھا: ”تم نے کیا کہا تھا؟“ اس نے عرض کی: حضور! اگر میں راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے؟ ارشاد فرمایا: ”ہاں! اگر تم اللّٰہ کی راہ میں اس حالت میں شہید ہو جاؤ کہ تم صبر کرنے والے، ثواب طلب کرنے والے، آگے بڑھنے والے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے نہ ہو البتہ قرض معاف نہ ہو گا، جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔“

1. ۔۔۔مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار، ۶/۱۲۳، تحت الحدیث: ۲۹۱۲۔
2. ۔۔۔مسلم، کتاب الجہاد، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، ص۸۰۶، حدیث: ۴۸۸۰۔

ایمان مدارِ نجات:

مرآۃ المناجیح میں ہے:"خیال رہے کہ ایمان دِل کا عمل ہے اور جہاد جسم کا عمل، ایمان تو مدارِ نجات ہے اور اَعمال ظاہری ذریعۂ ترقیٔ درجات، بعض حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اور عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے، یہاں وہ ہی خاص حالات مراد ہیں لہٰذا یہ حدیث اُن احادیث کے خلاف نہیں جن میں نماز کو افضل اعمال فرمایا گیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہاں خطایا سے مراد سارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہیں بلکہ تمام حقوق اللہ اور حقوقِ عباد جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ یہاں تمام گناہوں کی معافی کے لیے دو قیدیں ارشاد ہوئیں: ایک اخلاص سے جہاد کرنا، دوسرے وہاں سے گھبرا کر نہ بھاگنا، سینہ میں تیر یا گولی کھانا۔ یہاں پیٹھ پھیرنے سے مراد بُزدلی کے طور پر بھاگنے کے ارادے سے پیٹھ پھیرنا ہے، اگر اکیلا رہ جانے والا غازی اپنے کیمپ کی طرف قوت حاصل کرنے کے لیے بھاگے یا جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹے تو اس کا یہ حکم نہیں، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ ﴾(پ ۹، الانفال: ۱۶)(ترجمۂ کنز الایمان: مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو) لہٰذا یہ حدیث آیت کے خلاف نہیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کا سوال بھول نہ گئے تھے، دوبارہ سوال کرنا اظہارِ اہتمام کے لیے ہے تاکہ اسے یہ جواب خوب یاد رہے۔ یہاں قرض کے متعلق شارِحین کے کئی قول ہیں: بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے مارے ہوئے حقوق ہیں چوری، خیانت، غصب، قتل وغیرہ۔ (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ قرضہ سے وہ قرضہ مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو، اگر ادا کرنے کی نیت تھی مگر موقعہ نہ ملا کہ شہید ہو گیا وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کرادیا جائے گا مگر دریا کا شہید اس کا قرضہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور اس کی روح بلاواسطہ خود ربّ تعالیٰ قبض فرماتا ہے حضرت ملک الموت کے سپرد نہیں فرماتا۔ (جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے یہ بات بتائی ہے یعنی) ابھی وحی الٰہی آئی جس میں مجھ سے یہ (یعنی قرض کے معاف نہ ہونے کا) فرمایا گیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآن کریم کی ہی وحی نہ ہوئی اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوئی ہیں۔ ❁ دوسرے یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھانہ کرتے تھے، بعض وقت ان حضرات نے وحی آتے دیکھی، بلکہ بعض اوقات جبرائیلِ امین کو بھی دیکھا اور بعض وقت کچھ بھی نہ دیکھا، ربّ تعالیٰ نے اپنے

محبوب سے باتیں کرلیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی، اس وقت جو وحی آئی یہ اسی دوسری قسم کی تھی، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں، ورنہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرمادیتے دوبارہ بلانے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی۔"[1]

حقوق العباد کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ایمان تو ظاہر ہے کہ مطلقاً تمام اعمال سے افضل ہے اور جہاد اِعلائے کلمۃ اللہ (یعنی رب تعالیٰ کے نام اور دین اسلام کو سربلند کرنے)، دُشمنانِ دِین کے قلع قمع کرنے اور جانوں کی قربانی دینے کے اعتبار سے دِین کے اَعمال میں سے ارفع واعلیٰ اور اکمل ہے۔ علامہ تورپشتی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: قرض سے مراد اس جگہ مسلمانوں کے وہ حقوق ہیں جو شہید کے ذمہ سے متعلق ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہاد حقوقُ العباد کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"جہاد" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(2) سمندر میں شہید ہونے والے کے تمام گناہ حتّٰی کہ قرض بھی معاف کردیا جاتا ہے۔

(3) سمندر میں شہید ہونے والے کی روح بِلا واسطہ خود ربّ تعالیٰ قبض فرماتا ہے۔

(4) ایمان مُطلقاً تمام اعمال سے افضل ہے اور جہاد اِعلائے کلمۃ اللہ، دشمنانِ دِین کو ختم کرنے اور جانوں کی قربانی دینے کے اعتبار سے دِین کے اَعمال میں سے ارفع واکمل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان وعافیت کے ساتھ مدینہ منورہ میں شہادت کی موت نصیب فرمائے اور ہمارے تمام گناہ معاف فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۲۱۔ 2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، الفصل الاول، ۳/ ۳۵۶، ۳۵۷ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:1314

شہید کا ٹھکانا

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: اَیْنَ اَنَا یَارَسُوْلَ اللهِ اِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ: فِی الْجَنَّةِ فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ کُنَّ فِیْ یَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ”ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں ہوں گا؟ ارشاد فرمایا: ”جنت میں۔“ یہ سنا تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں پھر جہاد کرنے لگا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔“

شہید ہونے والے شخص کا نام:

تفہیم البخاری میں ہے: ”اُسْدُ الْغَابَه میں ذکر کیا کہ یہ شخص عمیر انصاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ تھے جو بدر کی جنگ میں شہید ہوئے اور اسلام میں سب سے پہلے انہیں شرفِ شہادت نصیب ہوا۔ ابنِ اسحاق صاحب الْمَغَازِی نے بھی اس طرح ذکر کیا ہے لیکن ابنِ بشکوال نے کہا: یہ شخص عمیر بن حمام ابنِ جموح انصاری ہے۔“[2]

خاتمہ بالخیر کی نوید:

”اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں ہوں گا؟ ارشاد فرمایا: جنت میں۔“ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں جو شہیدوں کے لیے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہونے والا تھا اور تمام گناہوں کی معافی اس کے نصیب میں تھی شہادت اس کے مقدر ہو چکی تھی اس لیے یہ جواب عطا ہوا۔ معنی یہ ہیں تو شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچے گا۔“[3]

حدیث نمبر:1315

جنت کی چوڑائی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یُقَدِّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلٰی شَیْءٍ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا دُوْنَهُ. فَدَنَا الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قُوْمُوا اِلٰی جَنَّةٍ عَرْضُهَا

---

1 ... بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، ۳/۵ ۳، حدیث: ٦ ۰ ۴ ۴ بتغیر۔

2 ... تفہیم البخاری، ٦/۱۲٦ ملخصاً۔ 3 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۵۱٦۔

السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ قَالَ: يَقُوْلُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَارَسُوْلَ اللهِ جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: بَخٍ بَخٍ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟ قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ: فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهِ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى آكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهِ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ (جنگِ بدر کے لیے) چلے یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے بدر پہنچ گئے پھر مشرکین بھی آگئے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی بھی کسی چیز کی طرف مجھ سے آگے نہ بڑھے۔“ جب مشرکین نزدیک آئے تو رسولِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔“ حضرت عمیر بن حمام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: کیا جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ہاں۔“ حضرت عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: واہ واہ۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: ”تم نے واہ واہ کیوں کہا؟“ حضرت عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس امید پر کہ میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم انہی میں سے ہو۔“ حضرت عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھیلے سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے پھر کہا: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ طویل زندگی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے پاس موجود کھجوریں پھینک کر جہاد شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سعید و شقی کو جان لینا:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”(جنت کی طرف چلو!) یعنی اس عمل کی طرف چلو جو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے وہاں جانا گویا جنت میں ہی جانا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے یا جنت ماؤں کے

[1] ... مسلم، کتاب الجهاد، باب ثبوت الجنة للشهيد، ص ١٠٨١، حديث: ١٩٠١۔

قدموں کے نیچے ہے۔ عموماً ہر چیز کی چوڑائی اس کی لمبائی سے چھوٹی ہوتی ہے، جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے تو غور کرو کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اپنا عمل و اخلاص و نیت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کرنا ریاکاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ قبول ہو جاتا ہے۔(حدیث میں حضرت عمیر بن حمام سے فرمایا کہ تم جنتی ہو) یہ ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہر ایک کے سعید و شقی ہونے پر مطلع ہونا کہ حضرت عمیر کے جنتی ہونے یعنی ایمان پر خاتمہ اور شہادت، حسابِ محشر میں کامیابی، پل صراط سے بخیریت گزرنے کی خبر پہلے ہی سے دے رہے ہیں کیونکہ جنت میں داخلہ ان سب منزلوں سے گزرنے کے بعد ہوگا۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان و جنتی ہونے کی حضور رجسٹری فرمادیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے ربّ کی وحدانیت یقینی ہے۔ نیتِ خیر سے موت کی تمنا، موت کی دعا، موت حاصل کرنے کی ایسی کوشش بھی عبادت ہے۔"شعر

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا۔[1]

صحابی نے واہ واہ کیوں کہا؟

اشعۃ اللمعات میں ہے: جنت کا تذکرہ سن کر صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے "واہ !واہ" کہا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی وجہ پوچھی غالباً آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خیال فرمایا کہ حضرت عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ قول سوچے سمجھے بغیر صادر ہوا ہے جیسے کہ کوئی شخص اَزراہِ مزاح کوئی بات کہہ دے یا قتل اور جان دینے کے خوف اور اسے عظیم اور بعید سمجھتے ہوئے ایسی بات کہہ دے، حضرت عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس قسم کے احتمالات کی اپنی ذات سے نفی کی اور کہا: مجھے شوق ہے کہ میں جنت میں جاؤں اور اس کا ثواب حاصل کروں(اس لئے جنت کے شوق میں واہ واہ کہا۔)[2]

مدنی گلدستہ
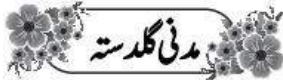
سیدنا "عمیر" کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵ / ۴۲۵ ملتقطاً۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، الفصل الاول، ۳ / ۳۵۸۔

(1) جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔

(2) اپنا عمل و اخلاص و نیت حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کرنا ریاکاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ مقبول ہو جاتا ہے۔

(3) جس کے ایمان و جنتی ہونے کی حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رجسٹری فرمادیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے ربّ کی وحدانیت یقینی ہے۔

(4) اچھی نیت سے موت کی تمنا، موت کی دعا اور موت حاصل کرنے کی کوشش بھی عبادت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خلوصِ نیت کے ساتھ اپنی راہ میں جہاد کرنے اور شہادت جیسی نعمت پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1316

ستر قُرَّاء کی شہادت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا یُعَلِّمُوْنَا الْقُرْآنَ وَالسُّنَّۃَ فَبَعَثَ اِلَیْہِمْ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَھُمُ الْقُرَّاءُ فِیْہِمْ خَالِیْ حَرَامٌ یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ وَیَتَدَارَسُوْنَ بِاللَّیْلِ یَتَعَلَّمُوْنَ وَکَانُوْا بِالنَّھَارِ یَجِیْئُوْنَ بِالْمَاءِ فَیَضَعُوْنَہٗ فِی الْمَسْجِدِ وَیَحْتَطِبُوْنَ فَیَبِیْعُوْنَہٗ وَیَشْتَرُوْنَ بِہِ الطَّعَامَ لِاَھْلِ الصُّفَّۃِ وَلِلْفُقَرَاءِ فَبَعَثَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَضُوْا لَھُمْ فَقَتَلُوْھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّبْلُغُوا الْمَکَانَ فَقَالُوْا: اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَرَضِیْتَ عَنَّا وَاَتٰی رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِنْ خَلْفِہٖ فَطَعَنَہٗ بِرُمْحٍ حَتّٰی اَنْفَذَہٗ فَقَالَ حَرَامٌ: فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اِخْوَانَکُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّھُمْ قَالُوْا: اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَرَضِیْتَ عَنَّا۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی: ہمارے ساتھ چند لوگ بھیجے جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔ آپ نے ان کے ساتھ ستر انصار کو بھیجا جنہیں قُراء کہا جاتا تھا ان میں میرے ماموں حضرت حَرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے۔ یہ لوگ قرآن

[1] ... مسلم، کتاب الجھاد، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ص ۸۱۲، حدیث: ۱۷۹۳ بتغیر۔

پڑھتے اور رات کو اس کا دَور کرتے اور سیکھتے جبکہ دن میں پانی لاکر مسجد میں رکھتے اور لکڑیاں جمع کر کے لاتے پھر انہیں بیچ کر اصحابِ صفہ اور فُقراء کے لیے کھانا خریدتے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بھیج دیا تو ان لوگوں نے ان صحابہ کرام کو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی شہید کر دیا، انہوں نے یہ دعا کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہماری طرف سے ہمارے نبی تک یہ بات پہنچادے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات کرلی، ہم تجھ سے راضی ہوئے اور تو ہم سے راضی ہوا۔ ایک شخص حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ماموں حضرت حرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس پیچھے سے آیا اور نیزہ مارا یہاں تک کہ نیزہ جسم کے پار ہو گیا۔ حضرت حرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تمہارے بھائی شہید ہو گئے اور انہوں نے کہا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہماری طرف سے ہمارے نبی تک یہ بات پہنچادے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات کرلی، ہم تجھ سے راضی ہوئے اور تو ہم سے راضی ہوا۔"

عامر بن طفیل کی غداری:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ستر قُرّاء کو ان مشرکین کی طرف بھیجا جنہوں نے پہلے آپ سے انہیں پناہ دینے کا عہد کیا تھا۔ جن لوگوں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا وہ ان کے علاوہ تھے جنہوں نے انہیں شہید کیا۔ ان ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کرنے والے بنو عامر تھے جن کا سردار ابو براء عامر بن مالک تھا اور ستر قراء کو شہید کرنے میں بنو سلیم کے افراد اور عامر بن طفیل کا ہاتھ تھا۔ عامر بن طفیل جو کہ ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا اس نے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب کے ساتھ غداری کی اور پہلے اس نے بنو عامر کو صحابہ کے خلاف لڑنے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور کہا: "ہم ابو براء کے کیے ہوئے عہد اور اس کی امان کو نہیں توڑیں گے" پھر اس نے ان ستر صحابہ سے لڑنے کے لیے بنو سلیم کے عصیہ اور ذکوان نامی قبائل کو دعوت دی جسے انہوں نے قبول کیا اور ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو شہید کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو براء اپنے بھتیجے عامر بن طفیل کی اس غداری کے صدمہ اور افسوس سے مر گیا اور کچھ عرصے بعد عامر بن طفیل بھی ہلاک ہو گیا اس دعا کی وجہ سے جو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے

خلاف فرمائی تھی۔ ”[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ” آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان ستر قاریوں پر حضرت مُنذِر بن عَمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو امیر بنا کر روانہ کیا، جب یہ لوگ بیرِ معونہ پہنچے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاتھ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مکتوب عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے خط دیکھے بغیر ان پر حملہ کرکے انہیں شہید کردیا پھر عصیہ، ذکوان اور رعل کے قبائل مل کر ان ستر قاریوں پر حملہ آور ہوئے اور یہ تمام قراء ان سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے سوائے حضرت کعب بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ان میں کچھ حیات باقی تھی جنہیں مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا، اس کے بعد یہ ایک عرصہ تک زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہادت پائی۔ ”[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1317

جبلِ اُحُد سے جنّت کی خوشبو

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِکِیْنَ لَئِنِ اللّٰہُ اَشْهَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِکِیْنَ لَیَرَیَنَّ اللّٰہُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ انْکَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْتَذِرُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ (یَعْنِیْ اَصْحَابَهٗ) وَاَبْرَاُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ (یَعْنِی الْمُشْرِکِیْنَ) ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: یَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ! فَقَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا صَنَعَ! قَالَ اَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَثَمَانِیْنَ ضَرْبَةً بِالسَّیْفِ اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْیَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِکُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ: کُنَّا نَرٰی اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْهِ وَفِیْ اَشْبَاهِهٖ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴾[3]

1 . . . فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع۔۔۔الخ، ۸/ ۳۳۲، تحت الحدیث: ۴۰۹۶۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الوتر، باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ، ۵/ ۲۳۵، تحت الحدیث: ۱۰۰۲۔

3 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول اللہ تعالٰی: من المؤمنین رجال صدقوا۔۔۔الخ، ۲/ ۲۵۵، حدیث: ۲۸۰۵ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میرے چچا انس بن نضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تو انہوں نے عرض کیا: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے مشرکین کے خلاف جو پہلا جہاد کیا میں اس میں شریک نہ ہو سکا، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے لڑائی میں جانے کا موقع دیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دیکھے گا میں کیا کرتا ہوں؟ چنانچہ جب اُحد کا دن آیا اور مسلمانوں کو (بظاہر) شکست ہوئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری بارگاہ میں اس کام سے معذرت خواہ ہوں جو میرے ان ساتھیوں نے کیا اور اس کام سے بَرِیُ الذِّمہ ہوں جو مشرکین نے کیا۔ پھر وہ آگے بڑھے حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے: اے سعد بن معاذ! جنت، نضر کے ربّ کی قسم! میں اُحد سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو انہوں نے کیا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے ان کے جسم پر اَسّی سے زائد تلوار کی ضربوں، نیزے کے زخموں یا تیر کے نشانات پائے اور ہم نے دیکھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں اور مشرکین نے ان کا مُثلہ کر دیا (چہرہ بگاڑ دیا) ہے۔ ہم میں سے کوئی انہیں نہ پہچان سکا البتہ ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کی شناخت کی۔ ہمارا خیال یا گمان ہے کہ یہ آیت ان کے یا ان جیسے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ٘ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾﴾ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۳) (ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی مَنّت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔)

طلبِ شہادت:

شارحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سب سے پہلا غزوۂ بدر لڑا تھا جو ہجرت کے دوسرے سال لڑا گیا تھا۔ اس میں حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ شمولیت نہ کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ آئندہ اگر کسی غزوہ میں ان کو حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو وہ اپنی بہادری کے جواہر بروئے کار لائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ کفار کی صفوں میں گھس گئے اور ان کے ساتھ لڑتے ہوئے جان آفرین کو قربان کر کے شہید ہو گئے۔ انہوں نے گفتگو کے

دوران کہا: میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں ۔ابنِ بطال رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی نے کہا: ممکن ہے کہ انہوں نے حقیقۃً جنت کی خوشبو پائی ہو یا جنت کی خوشبو جیسی خوشبو پائی ہو اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ انہوں نے شُہدا کی جنت کا تصور کیا ہو جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے اور یہ تصور کیا ہو کہ وہ جنت اسی مقامِ کارِزار میں ہے جس کی وہ خوشبو پا رہے ہیں تو حدیث کا معنٰی یہ ہوگا کہ میں جانتا ہوں کہ جنت اسی مقام میں حاصل کی جاسکتی ہے اس لیے ان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد میں جان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور عہد کو پورا کرنا چاہیے اگرچہ اس کی تکمیل میں جتنی بھی مشقت برداشت کرنی پڑے حتّٰی کہ ایفائے عہد میں جان کی بازی لگادینی چاہیے اور طلبِ شہادت ممنوع نہیں۔“[1]

جنت کا سودا:

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں:”اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنا جائز ہے اور یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے:﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (پ۲،البقرۃ:۱۹۵)”ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔“جنہوں نے جہاد میں ثابت قدم رہنے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے عہد کیا(جن میں حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه بھی تھے) تو انہوں نے مشرکین سے لڑائی میں اپنے آپ کو سخت مشقت اور شدت میں ڈال کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا یوں انہوں نے اپنی جانوں کے بدلے جنت کا سودا کیا۔“[2]

حدیث نمبر:1318

شُہَدَاء کا گھر

عَنْ سَمُرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِیْ فَصَعِدَا بِیَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِیْ دَارًا هِیَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا: اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سمرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:”آج رات میں نے دو شخصوں کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور مجھے ایک درخت پر لے گئے پھر

---

1 ... تفہیم البخاری، ۴/ ۳۶۶۔ 2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجهاد، باب قول الله: من المؤمنين رجال صدقوا...الخ، ۵/ ۲۲۔

3 ... بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله...الخ، ۲/ ۲۵۱، حديث: ۲۷۹۱۔

مجھے ایک مکان میں داخل کیا جو نہایت خوبصورت اور بہترین تھا، میں نے اس جیسا حسین مکان کبھی نہیں دیکھا پھر انہوں نے کہا: یہ شہدا کا گھر ہے۔"

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں کئی علمی باتوں کا ذِکر ہے، اِنْ شَآءَ اللہ تعالٰی جھوٹ کی حرمت سے متعلق باب میں اس کا ذِکر آئے گا۔"[1]

دو شخص کون تھے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "یہ واقعہ خواب کا ہے، آنے والے دو شخص حضرت سَیِّدُنا جبریل اور حضرت سیدنا میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام تھے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1319

جَنَّتُ الْفِرْدَوْس میں مقام

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ اُمَّ الرُّبَیِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَھِیَ اُمُّ حَارِثَۃَ بْنِ سُرَاقَۃَ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ عَنْ حَارِثَۃَ وَکَانَ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ فَاِنْ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ صَبَرْتُ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ اجْتَہَدْتُ عَلَیْہِ فِی الْبُکَاءِ فَقَالَ: یَا اُمَّ حَارِثَۃَ اِنَّہَا جِنَانٌ فِی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ ابْنَکِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ اُمِّ ربیع بنت براء یعنی حارثہ بن سراقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ اور وہ بدر کے دن شہید ہو چکے تھے۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر وہ کسی اور جگہ میں ہے تو اس پر خوب روؤں گی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے حارثہ کی ماں! جنت کے مختلف درجے ہیں اور تیرا بیٹا فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ چکا ہے۔"

1 . . . ریاض الصالحین، کتاب الجهاد، باب وجوب الجهاد، ص ٣٥٣۔

2 . . . دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ٣/ ١٢١، تحت الحدیث: ١٣١٦ ملخصا۔

3 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من اتاه سهم غرب فقتله، ٢/ ٢٥٦، حدیث: ٢٨٠٩ بتغیر۔

جنت کے درجات میں سب سے اُونچا درجہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مقصد یہ ہے کہ حضور میرے بچے حارثہ کا پتہ بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہے جنت یا دوزخ میں۔ معلوم ہوا کہ حضراتِ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو کر جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں کو دیکھ رہے ہیں، پتا اُس سے پوچھا جاتا ہے جو جانتا ہو۔ حضور نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے خبر نہیں تیرا بیٹا کہاں ہے حضرت جبریل (عَلَیْہِ السَّلَام) آئیں گے تو پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فوراً بتادیا جو جنت کو دیکھ رہا ہے وہ زمین کے ذرہ ذرہ کو بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ جنت بمقابلہ روئے زمین سے دور ہے، یہ ہی معنیٰ ہیں حاضر ناظر کے، صحابہ کرام کا یہ ہی عقیدہ تھا۔ خیال رہے کہ بی بی ربیع کو حضرت حارثہ کے شہید ہونے میں شک تھا کیونکہ وہ کفار سے لڑے بغیر غائبانہ تیر سے شہید ہوئے تھے نہ معلوم وہ تیر کافر نے مارا تھا یا کسی مسلمان کا ہی لگ گیا تھا۔ اس نے یہ تَرَدُّد ظاہر کیا، شہید کے جنتی ہونے میں شک نہ تھا کہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے خبرِ قرآنی میں کسی مسلمان کو شک و تردد نہیں ہو سکتا۔ یہاں رونے سے مراد جائز رونا ہے آنسوؤں سے، نوحہ ماتم مراد نہیں کہ حضراتِ صحابہ اور صحابیات اس سے محفوظ تھے یعنی پھر میں اس محرومی پر روؤں کہ میرا بیٹا جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا اور جنتی بھی نہ ہوا، اس محرومی پر رونا بھی عبادت ہے، جیسے اللہ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے۔ جنت کے سو درجے ہیں اوپر تلے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ جنت کے درجوں میں سب سے اونچا درجہ جنت الفردوس ہے جو سب سے آخری درجہ ہے جس کے اوپر عرشِ الٰہی ہے۔ تیرے بیٹے کو ربّ نے وہ دیا ہے کہ اب اس کی روح فردوس کی سیر کر رہی ہے، بعدِ قیامت وہ مع جسم اس میں داخل ہو گا۔ یہ ہے میرے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم غیب کہ حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنت کے ہر طبقہ کے ہر باشندے کو دیکھ رہے ہیں اور آئندہ ہر سعید و شقی اور ان کے درجوں مرتبوں کو بھی جانتے ہیں۔“[1]

---

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۲۴۔

غزوۂ بدر میں انصار کے پہلے شہید:

شارِحِ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْهِ السَّلَام نے جب اُمِّ حارثہ سے یہ فرمایا کہ تیرا بیٹا جنت میں ہے وہ ہنستی ہوئی واپس ہوئیں اور کہا: بَخٍ بَخٍ یَا حَارِثَہ (یعنی واہ واہ اے حارثہ!)۔ حارثہ بن سراقہ انصار میں پہلے شخص ہیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور عَلَیْهِ السَّلَام کو اپنی امت کے نیک اعمال کے اللہ کے ہاں بھی مقبول ہونے کا بھی علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ آپ کی امت کے فلاں شخص کو جنتُ الفردوس میں جگہ عطا ہوئی ہے اور یہ بھی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”بیتُ اللہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) سرورِ کائنات صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے سب سے پہلے جس غزوہ میں شرکت فرمائی وہ غزوۂ بدر تھا جو ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوا۔

(2) جہاد میں جان کی پروا نہیں کرنی چاہیے اور عہد کو پورا کرنا چاہیے اگرچہ اس کی تکمیل میں جتنی بھی مشقت برداشت کرنی پڑے حتّٰی کہ جان کی بازی لگا دینی چاہیے۔

(3) حضرات صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا عقیدہ تھا کہ حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں سے باخبر ہیں۔

(4) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے۔

(5) جنت کا سب سے بلند درجہ جنت الفردوس ہے یہ عرشِ الٰہی کے نیچے واقع ہے۔

(6) حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہر سعید و شقی کو جانتے ہیں ان کے اعمال سے بھی واقف ہیں۔

(7) حضرت سَیِّدُنا حارِثہ بن سُراقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ وہ پہلے انصاری صحابی ہیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں ثابت قدمی عطا فرمائے اور ایمان و عافیت کے ساتھ

[1] ... فیوض الباری، ۱۱/ ۱۹۴۔

شہادت کی موت نصیب کرے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1320

فرشتوں کا شہید پر سایہ کرنا

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: جِیْءَ بِاَبِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَدْ مُثِّلَ بِہٖ فَوُضِعَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَذَھَبْتُ اَکْشِفُ عَنْ وَجْھِہٖ فَنَھَانِیْ قَوْمِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَا زَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ تُظِلُّہُ بِاَجْنِحَتِھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر بن **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میرے والد کو (شہادت کے بعد) بارگاہِ رسالت میں لایا گیا اُن کا مُثلہ کیا گیا تھا۔ تو انہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے رکھا گیا۔ میں نے ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانا چاہا تو میری قوم نے مجھے منع کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”فرشتے برابر اپنے پروں سے اِن پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔“

مُثلہ کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مثلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مُثلہ کے لغوی معنٰی ہیں سخت سزا، اصطلاح میں میت یا مقتول کے ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک، ذَکَر وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں اب قِصاصًا مثلہ جائز ہے سزاءً مثلہ ممنوع ہے۔“[2]

تدفین کے چھ ماہ بعد بھی لاش تروتازہ:

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”شہید پر ملائکہ کا سایہ کرنا یہ بھی ان کا اعزاز واِکرام ہے جس کی خبر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دی نیز ملائکہ کا پروں سے سایہ کرنا اُمُورِ غیب سے ہے جیسے خود ملائکہ کا وجود ہمارے لیے غیب ہے لیکن **اللّٰہ** تعالٰی نے اپنے فضل سے حضور سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اُمُورِ غیبیہ کو ظاہر فرمادیا ہے اور علم ورُؤیت کی ایک ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام

1 ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ظل الملائکة علی الشهید، ۲/۲۵۸، حدیث: ۲۸۱۶ بتغیر۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۲۶۷۔

وہ کچھ دیکھتے سنتے اور جانتے ہیں جو عام انسانوں کی قوتِ سماعت وبصارت سے باہر ہے۔ حضرت **عبد اللہ** غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کے صاحبزادے حضرت جابر نے کسی وجہ سے دوسری جگہ دفن کرنے کے لیے ان کی قبر مبارک کو کھولا تو ان کا جسم تر و تازہ تھا جیسے ابھی ابھی دفن کیا گیا ہو حالانکہ ان کی قبر کو چھ ماہ کے بعد کھولا گیا تھا غرضکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرشتوں کو بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ فرشتے ان کی لاش پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں حالانکہ حضور کے صحابہ کو ان اُمور کی خبر نہ ہوئی۔“[1]

جبیں میلی نہیں ہوتی دہن میلا نہیں ہوتا
غلامانِ محمد کا کفن میلا نہیں ہوتا

حدیث نمبر: 1321

سچے دِل سے شہادت مانگنے کی فضیلت

عَنْ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَاَلَ اللہَ تَعَالٰی الشَّھَادَۃَ بِصِدْقٍ بَلَّغَہُ اللہُ مَنَازِلَ الشُّھَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِہِ۔[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن حنیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو سچے دل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے شہادت مانگے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے شہیدوں کے درجوں پر پہنچادے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔“

حدیث نمبر: 1322

شہید ہوئے بغیر درجۂ شہادت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ طَلَبَ الشَّھَادَۃَ صَادِقًا اُعْطِیَھَا وَلَوْلَمْ تُصِبْہُ۔[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو صدقِ دل سے شہادت طلب کرے اسے درجۂ شہادت عطا کیا جاتا ہے اگرچہ وہ شہید نہ ہوا ہو۔“

---

1 . . . فیوض الباری، ۱۱/ ۲۵۵۔

2 . . . مسلم، کتاب الجھاد، باب استحباب طلب الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالی، ص ۸۱۴، حدیث: ۴۹۳۰۔

3 . . . مسلم، کتاب الجھاد، باب استحباب طلب الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالی، ص ۸۱۴، حدیث: ۴۹۲۹۔

شہیدِ حکمی:

حضرت سَیِّدُنا سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث پاک کے تحت **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(جو صدقِ دل سے شہادت طلب کرے اسے شہادت کا مرتبہ دیا جاتا ہے اگرچہ شہید نہ ہو۔) اس طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے، زبان سے دعا کرے اور بقدرِ طاقت جہاد کی تیاری کرے، موقعہ کی تاک میں رہے، صرف سچی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے، یہ حکمی شہید ہوگا، جو جنت میں شُہدا کے ساتھ رہے گا، ربّ تعالیٰ کی عطا ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے۔“[1]

سچی نیت کی برکت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے سچے دل سے شہادت کا سوال کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سچی نیت کی برکت سے اسے شُہدا کے اعلیٰ مرتبے پر فائز فرمائے گا اگرچہ وہ بستر پر فوت ہو۔ اس حدیث میں بیان ہوا کہ سچی نیت مطلب و مقصد تک پہنچنے کا سبب ہے، جو کسی نیک کام کی سچی نیت کرے اسے اس عمل کا ثواب ملے گا اگرچہ (کسی مجبوری کی وجہ سے) وہ نیک کام نہ کرسکے۔“[2]

حدیث نمبر: 1323

چیونٹی کے کاٹنے جتنی تکلیف

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا یَجِدُ الشَّھِیْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا کَمَا یَجِدُ اَحَدُکُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَۃِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”شہید کو شہادت کے وقت محض چیونٹی کے کاٹنے جتنی تکلیف ہوتی ہے۔“

راہِ خدا میں جان دینے کی لذت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”ظاہر یہ ہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید یعنی ظلماً مقتول خصوصاً جہاد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۲۳۔ [2] ... دلیل الفالحین، باب فی الصدق، ۱/ ۲۱۳، تحت الحدیث: ۵۷ ملخصا۔

[3] ... ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، ۳/ ۲۵۲، حدیث: ۱۶۷۴۔

میں کفار کے ہاتھوں شہید یعنی شہید کو نَزع کی شدت نہیں، نہایت معمولی چسک سی ہوتی ہے اور راہِ خدا میں جان دینے کی جو لذت ہے وہ تو ایسی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی، حتّٰی کہ شہید بارگاہِ الٰہی میں پہنچ کر اس لذت کو حاصل کرنے کے لیے پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ (صاحب) مرقات نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اس میں شہیدِ حکمی بھی داخل ہو۔ خیال رہے کہ بعض عُشاق کو مرتے وقت حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ دیکھو مصر کی عورتوں نے جمالِ یوسفی میں مَحْو ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی، جمالِ محمدی میں مَحْوِیَّت کا کیا عالَم ہو گا، ربّ ہی جانے۔ جب دہلی میں غازی عبد الرشید کو ایک گستاخ آریہ کے قتل کے عوض پھانسی دی گئی تو اَوَّلًا اس نے پھانسی کو چوما پھر جان نکلنے پر آیہ کریمہ: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾﴾ (پ۲۷، الرحمن: ۲۶، ۲۷) (ترجمۂ کنز الایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔) پڑھی اور ہنستے ہوئے جان خدا کے حوالے کر دی۔ عاشقوں کے حال نیارے، لہٰذا حدیث بالکل ظاہری معنٰی پر ہے اور ایسے مرنے والوں کو مرتے دیکھا بھی گیا ہے۔“[1]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”علّامہ طِیبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یہ اس شہید کے بارے میں ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جان دینے سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اس کی روح اس سے خوش ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ موت کے بعد حاصل ہونے والی لذت وراحت کے مقابلے میں شہید کو قتل کی جو تکلیف ہوتی ہے اس کی حیثیت ایسی ہے جیسے چیونٹی کاٹ لے۔“[2]

نزع کی سختیوں سے حفاظت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ شہید پر موت آسان کر دیتا ہے اور اسے سکرات وموت کی تکلیف سے بچاتا ہے بلکہ کتنے ہی شہید ایسے ہیں جنہیں اپنی جان راہِ خدا میں دینے سے لذت ملتی ہے۔“[3]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۴۴۳۔ 2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الجہاد، الفصل الثانی، ۶/۵۷۳، تحت الحدیث: ۳۸۳۴۔

3 . . . فیض القدیر، حرف الشین، ۴/۲۲۱، تحت الحدیث: ۴۹۲۲۔

مدنی گلدستہ
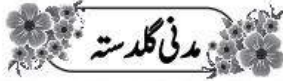
”شہادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے حضور سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

(2) میت یا مقتول کے ہاتھ پاؤں، آنکھ ناک وغیرہ کاٹنے کو مُثلہ کہتے ہیں، قصاص میں ایسا کرنا جائز ہے لیکن بطورِ سزا ایسا کرنا منع ہے۔

(3) سچے دل سے شہادت مانگنے والے کو درجۂ شہادت عطا کیا جاتا ہے اگرچہ وہ شہید نہ ہوا ہو۔

(4) سچی نیت مطلب و مقصد تک پہنچنے کا اہم ذریعہ ہے، جو نیک کام کی نیت کرے مگر کسی مجبوری سے وہ کام نہ کر سکے تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔

(5) بعض عاشقانِ رسول کو مرتے وقت حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں شہادت کی سچی تڑپ پیدا فرمائے اور ایمان و عافیت کے ساتھ شہادت کی موت عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1324

دشمن سے جنگ کی خواہش نہ کرو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِہِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْہَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ: اَیُّہَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْہُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰہُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَہَازِمَ الْاَحْزَابِ اَہْزِمْہُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْہِمْ۔ (1)

(1) ... بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب لا تمنوا لقاء العدو، ۲/ ۳۱۷، حدیث: ۳۰۲۵۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک لڑائی کے موقع پر سورج کا انتظار کرنے لگے، جب سورج ڈھل گیا تو لوگوں میں کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! دشمن سے جنگ کی خواہش نہ کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت مانگو پھر اگر لڑنا پڑے تو صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔'' پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْھِمْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے کتاب نازل کرنے والے، اے بادلوں کو چلانے والے اور اے لشکروں کو بھگانے والے اِن (کافروں) کو شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

سورج ڈھلنے کے بعد لڑنے میں حکمت:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اکثر سورج ڈھلنے کے بعد جنگ کی۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہوائیں چلنے، دلوں کی راحت اور نماز و دعا کا وقت ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ ''اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اعمال مقامِ قبولیت میں پیش کیے جاتے ہیں۔'' اس لیے اس وقت فتح و نصرت کے انوار نازل ہونے کی امید رکھی جاسکتی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل کون سا عمل ہو سکتا ہے؟ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دن کے ابتدائی حصے میں جنگ اور اس کے ساز و سامان کی تیاری کی جاتی ہے اور دن کا آخری حصہ رات کے قریب ہوتا ہے، اس لیے دن کا درمیانہ حصہ مُتعین ہو گیا۔''[1]

جنگ کی تمنا اچھی نہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ''دشمن سے ملنے کی آرزو نہ کرو'' کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی جنگ کی تمنا کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر و تکبر کی بو ہے اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب الکتاب الی الکفار ودعائھم الی الاسلام، ۳/ ۴۰۳۔

تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب ربّ کی طرف سے آجائے تو صبر کرو۔ دعا کرو امن وعافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و اِستقلال سے کام لو۔ سُبْحٰنَ الله! کیسی نفیس تعلیم ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے دعاءِ نُصرت کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ دعا ماثورہ مانگے یہ دعا ہو یا کوئی اور دعا جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منقول ہو یا حضرات اولیا سے۔"[1]

دنیا و آخرت میں عافیت کی دعا کرے:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "رسولُ الله صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دشمن سے مقابلے کی تمنا سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس میں اپنے نفس پر اعتماد، اپنی طاقت پر بھروسہ اور صورتاً تکبر ہے اور یہ بھی بغاوت کی ایک نوع ہے اور الله عَزَّوَجَلَّ نے باغیوں کے خلاف نصرت کی ضمانت دی ہے اور جو شخص یہ تمنا کرے گا وہ دشمن کو حقیر سمجھے گا اور اس سے جنگ کی زیادہ تیاری نہیں کرے گا اور یہ حفاظت و بچاؤ اور احتیاط کے خلاف ہے۔ بعض علما نے اس حدیث کو ایک خاص صورت پر محمول کیا ہے یعنی دشمن سے مقابلہ کرنے کی تمنا اس وقت ممنوع ہے جب دشمن سے مقابلہ میں نقصان کا خطرہ ہو اور اس سے جنگ کرنا مصلحت کے خلاف ہو ورنہ کافروں سے جنگ کرنا ہر صورت میں فضیلت کا باعث اور عبادت ہے لیکن صحیح پہلی تشریح ہے، یہی وجہ ہے کہ رسولُ الله صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے بعد فرمایا: "الله عَزَّوَجَلَّ سے عافیت مانگو" اور بکثرت احادیث میں رسولُ الله صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عافیت کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے، عافیت کی دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بدن، رُوح، ظاہری اور باطنی حالات، دِین، دنیا اور آخرت میں عافیت کی دعا مانگے اور یوں دعا کرے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَافِیَۃَ الْعَامَّۃَ لِیْ وَلِاَحِبَّائِیْ وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی اے الله عَزَّوَجَلَّ! مجھے، میرے دوستوں اور تمام مسلمانوں کو دین و دنیا میں عافیت عطا فرما۔"[2]

عافیت کے متعلق فرمانِ صدیق اکبر:

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں عافیت میں رہ کر شکر ادا

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۵۱۰ ملتقطاً۔
[2] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الجہاد والسیر، باب کراھۃ تمنی ۔۔۔ الخ، ۶/ ۴۵، الجزء الثانی عشر۔

کروں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مصیبت میں مبتلا ہو کر صبر کروں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"عافیت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جنگ کی تمنا کرے نہ اس کی دعا مانگے کیونکہ جنگ ایک مصیبت ہے اور مصیبت کی تمنا اچھی نہیں۔

(2) بیماری اگرچہ رحمتِ الٰہی کا باعث ہے مگر بیماری کی دعا نہ کرے، ہاں جب مبتلا ہو جائے تو صبر کرے۔

(3) جہاد سے پہلے کامیابی کی دعا مانگنا سنت ہے۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے باغیوں کے خلاف فتح و کامیابی کی ضمانت دی ہے۔

(5) بکثرت احادیثِ مبارکہ میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عافیت کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے یعنی اپنے بدن، روح، ظاہری اور باطنی حالات، دین، دنیا اور آخرت میں عافیت کی دعا کی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا و آخرت میں عافیت عطا کرے اور جہاد کی صورت میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1325

دعا کی قبولیت کے دو وقت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ: اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "دو دعائیں رد نہیں ہوتیں یا فرمایا: دو دعائیں بہت کم رد ہوتی ہیں: **(1)** اذان کے وقت کی دعا اور **(2)** جہاد کے وقت کی دعا جب لوگ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں۔"

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الجهاد والسیر، باب لا تمنوا لقاء العدو، ۶/ ۵۵۶، تحت الحدیث: ۳۰۲۵۔

2 . . . ابو داود، کتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، ۳/ ۲۹، حدیث: ۲۵۴۰ بتغیر۔

قبولیتِ دعا کے دو اَوقات کی وضاحت:

قبولیت کے ان دونوں وقتوں کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”موَذن کے اذان سے فارغ ہوتے ہی نہ کہ دورانِ اذان میں کہ وہ جوابِ اذان کا وقت ہے۔ عین کُشت وخون کی حالت میں جب غازی کافروں کو قتل کررہے ہوں اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہورہے ہوں کہ وہ بہترین عبادت ہے۔“[1]

حدیث نمبر: 1326

جہاد کے وقت کی دعا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَالَ: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اُقَاتِلُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب جہاد کرتے تو یوں دعا فرماتے: ”اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اُقَاتِلُ یعنی الٰہی! تو میری قوت ہے، تو میرا مددگار ہے، تیرے ہی بھروسہ سے دفع کرتا ہوں، تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تجھ پر امید کرتے ہوئے جہاد کرتا ہوں۔“

خالقِ اسباب پر بھروسہ ہونا چاہیے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی الٰہی میں دشمن کے مقابل اپنی قوت، فوج، ہتھیاروں کے بھروسہ پر نہیں آیا ہوں، یہ تو فقط اسباب ہیں، بھروسہ تجھ پر ہے تو چاہے تو ابابیل سے فِیل (ہاتھی) مروادے، کمزور مسلمان سے قوی کفار کو ہلاک کرادے، دو بچوں سے ابوجہل کو ٹھکانے لگادے۔ یہ وہ چیز ہے جو کفار کے پاس نہیں اور مسلمان انہی کی برکتوں سے فتح پاتے ہیں۔“[3]

حدیث نمبر: 1327

خوف کے وقت پڑھنے والی دعا

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۱۸۔ [2] ... ابوداود، کتاب الجھاد، باب مایدعی عند اللقاء، ۳/ ۵۹، حدیث: ۲۶۳۲۔ [3] ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۶۔

نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے تو یوں دعا فرماتے: "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم ان کے مقابل تجھے کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ لیتے ہیں۔"

خوف کی اقسام:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے) اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت طرح کا ہے خوفِ اطاعت و بندگی صرف ربّ تعالٰی کا ہی ہونا چاہیے اور خوفِ نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنیٰ خطرہ تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہو سکتا ہے۔ (حدیث میں بیان کی گئی دعا کے الفاظ میں لفظ نُحُوْرِهِم) نحر سینہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲﴾ (پ۳۰، الکوثر: ۲) (ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔) چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا، نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کر دے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔ یہ دعا بہت ہی مُجَرَّب ہے، ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی، فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شرِ اَعدا (دشمنوں کے شر) سے محفوظ ہے۔"[2]

ہر بُرائی سے امان:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "معنیٰ یہ ہے کہ الٰہی! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ان دشمنوں کے سینے ہم سے پھیر دے، ان کا شر دور کر اور ہمارے اور دشمن کے شر کے درمیان آڑ ہو جاتا کہ ان کا شر ہم تک نہ پہنچ سکے۔ حاصل یہ ہے کہ الٰہی! ہم ان کے دفع کرنے میں تیری مدد چاہتے ہیں۔

1 . . . ابوداود، کتاب الوتر، باب ما یقول الرجل اذا خاف قوما، ۲/ ۱۲۷، حدیث: ۱۵۳۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۶ملتقطاً۔

"حصن حصین" میں ہے دشمن وغیرہ کے خوف کے وقت ﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾ پڑھنا ہر بُرائی سے امان ہے۔ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنی کتاب "الاذکار" میں فرماتے ہیں: یہ بات صاحبِ کرامات امام ابو الحسن قزوینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ذِکر فرمائی ہے۔ "حصن حصین" میں ہے کہ جب مدد درکار ہو تو تین مرتبہ کہے: "یَا عِبَادَاللہِ اَعِیْنُوْنِیْ یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔" طبرانی میں حضرت سَیِّدُنا عُتبہ بن غزوان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کی کوئی شے گم ہو جائے یا اسے مدد درکار ہو اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی ساتھی نہ ہو تو وہ کہے: یَا عِبَادَاللہِ اَعِیْنُوْنِیْ یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے)۔" یہ حدیث یَا عِبَادَاللہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اس کی بہت حاجت ہے نیز مشائخ سے مروی ہے کہ یہ بہت مُجَرَّب ہے۔[1]

دعا توکُّل کے منافی نہیں:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "اس حدیث میں اَسماءِ باری تعالیٰ سے ان چیزوں کے متعلق پناہ مانگی گئی ہے جن سے انسان ڈرتا ہے اور یہ توکل کے مُنافی نہیں۔"[2]

مدنی گلدستہ

"اجمیر" کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اذان کے فوراً بعد اور اور جہاد میں لڑائی کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

(2) خوف بمعنیٰ اطاعت وبندگی صرف ربّ تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے جبکہ خوف بمعنیٰ نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے ہو اور خوف بمعنیٰ خطرہ ہر خطرناک چیز سے ہو سکتا ہے۔

(3) دشمن کے خوف کے وقت سورۂ قریش پڑھنا ہر بُرائی سے امان ہے۔

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۲۹۵/۵، تحت الحدیث: ۲۴۲۱ ملخصاً۔

2 ... دلیل الفالحین، کتاب الجہاد، باب فی فضل الجہاد، ۱۲۲/۴، تحت الحدیث: ۱۳۲۵ ملخصاً۔

(4) مدد کی ضرورت ہو اور کوئی مدد گار نظر نہ آئے تو یہ کہے: یَا عِبَادَاللهِ اَعِیْنُوْنِیْ یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے مدد پہنچے گی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔

(5) دشمن سے خوف کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد چاہنا توکل کے مُنافی نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر خوف سے امن دے کر اپنا خوف عطا کرے اور دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1328

گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْہَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک بھلائی رکھی گئی ہے۔“

حدیث نمبر: 1329

ثواب اور غنیمت

عَنْ عُرْوَۃَ الْبَارِقِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْہَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اَلْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عروہ بارقی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک بھلائی رکھی گئی ہے اور وہ بھلائی اجر و غنیمت ہے۔“

جہاد قیامت تک جاری رہے گا:

شارحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”گھوڑوں کے ماتھوں پر خیر

1 . . . بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ، ۲/ ۲۶۸، حدیث: ۲۸۴۹۔

2 . . . بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الجہاد ماض مع البر والفاجر، ۲/ ۲۶۸، حدیث: ۲۸۵۲۔

باندھنے کا معنٰی یہ ہے کہ خیر ان کو لازم ہے اور وہ جہاد کرنے والے گھوڑے ہیں عام گھوڑے مراد نہیں۔ حدیث میں اجر و غنیمت خیر کی تفسیر ہے یعنی دُنیا میں غنیمت اور آخرت میں ثواب ہے۔ اس میں جہاد کرنے کے لئے گھوڑا تیار کر رکھنے کی ترغیب ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور حاکمِ وقت نیک ہو یا فاجر ہو وہ جہاد کو ختم نہ کر سکے گا اور اس کی مَعِیَّت میں لوگ جہاد کرتے رہیں گے اور گھوڑوں کے سبب جو مال حاصل کیا جائے وہ بہترین مال ہے۔"[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: "ظاہر یہ ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے نہ کہ عام گھوڑے جو تانگہ میں چلانے، یا ریس میں جُوا کھیلنے کے لیے پالے جاتے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جنس گھوڑا مراد ہے کیونکہ یہ آلہ ُجہاد ہے اس پر جہاد ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک گھوڑے جہاد میں کام آئیں گے دیکھ لو آج اس سائنس کے زمانہ میں گھوڑے خچر بہت کام آتے ہیں۔"[2]

دنیا اور آخرت کی خیر:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت کا ذکر ہے جبکہ ایک حدیث میں گھوڑوں میں نحوست کا ذکر ہے، اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ نحوست ان گھوڑوں میں ہے جو جہاد کے لیے نہ ہوں بلکہ فخر و تکبر کے لیے ہوں اور خیر و برکت ان میں ہے جو جہاد کے لیے ہوں۔ حدیثِ مذکور سے استدلال کیا گیا ہے کہ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت بندھی ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جہاد قیامت تک ہوتا رہے گا۔"[3]

گھوڑوں کی خصوصیت:

شارِحِ بخاری علّامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک برکت ہے تو اُس دور میں گھوڑے خچر، گدھے، اونٹ، تیر، نیزے، برچھے اور تلوار وغیرہ آلاتِ حَرب و ضَرب تھے، اس ضمن میں گھوڑا میدان کارزار میں شجاعت

[1] ... تفہیم البخاری، ۴/۴۰۹۔ [2] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۶۹ ملتقطا۔

[3] ... عمدۃ القاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الخیل معقود۔۔۔الخ، باب الجھاد ماض۔۔۔الخ، ۱۰/ ۱۷۰، تحت الحدیث: ۲۸۵۱، ۲۸۵۲ ملخصا۔

وفاداری اور دیگر اوصاف کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتا تھا اس لئے نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے خصوصی طور پر فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک برکت رہے گی۔"[1]

مدنی گلدستہ

"جہاد" کے 4 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور حاکمِ وقت نیک ہو یا فاجر ہو وہ جہاد کو ختم نہ کر سکے گا۔

(2) جہاد میں گھوڑوں کے سبب جو مال حاصل کیا جائے وہ بہترین مال ہے۔

(3) جہاد کے لئے تیار کئے جانے والے گھوڑے دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا باعث ہیں۔

(4) جو گھوڑے نام و نمود اور تکبر کے لئے پالے جائیں ان میں نحوست و بے برکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں جہاد کرنے کی توفیق عطا کرے اور دین و دنیا میں بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1330

راہِ خدا میں گھوڑا تیار رکھنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اِیْمَانًا بِاللہِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِہٖ فَاِنَّ شِبَعَہٗ وَرِیَّہٗ وَرَوْثَہٗ وَبَوْلَہٗ فِیْ مِیْزَانِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس نے راہِ خدا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے گھوڑا تیار رکھا تو بے شک بروزِ قیامت گھوڑے کا چارہ، لید اور پیشاب بندے کے میزان میں تولہ جائے گا۔"

1 . . . فیوض الباری، ١١/٣٠٩۔

2 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من احتبس فرسا، ٢/٢٦٩، حدیث: ٢٨٥٣۔

ثواب نیت پر موقوف ہے:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو کوئی اپنے لیے گھوڑا روک رکھتا ہے تاکہ دشمن کے مقابلہ کی جب بھی مسلمانوں کو ضرورت پڑے وہاں اس گھوڑے سے کام لیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم دشمن کے مقابلہ کے لیے قوت اور گھوڑے تیار رکھو! اس طرح تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو مرعوب کر سکو گے تو اس گھوڑے کے پیشاب اور لید وغیرہ کے برابر اس کو ثواب حاصل ہو گا۔ گھوڑے کا کھانا، پینا اور بول وبراز بِعَیْنِہا (یعنی خاص ان) کا وزن نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے ذرات کے برابر حصولِ ثواب مقصود ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثواب نیت پر موقوف ہے۔“[1]

شارحِ بخاری علّامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو گھوڑا جہاد کے لیے پالا جائے اسی طرح فی زمانہ آلاتِ حَرب وضَرب (جنگی آلات) جو جنگ میں کام آتے ہیں اور جہادِ فِی سَبِیْلِ اللہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں سب کے سب باعثِ برکت وثواب ہیں جو یہ جدید ہتھیار اس لیے بناتے ہیں کہ ان کے ذریعے ملک وملت کی حفاظت اور اسلام کی سربلندی کا کام لیا جائے گا وہ بھی کارِ ثواب اور باعثِ رحمت وبرکت ہیں۔ جس نے رضاءِ الٰہی، دین کی سربلندی کے لیے ایمان اِحتساب (یعنی ثواب) کی نیت سے گھوڑا رکھا تو اس کے فُضلات قیامت کے دن تولے جائیں گے تو اس کا ثواب بھی عطا ہو گا۔“[2]

حدیث سے ماخوذ چند مسائل وفوائد:

اِمَام اَبُو مُحَمَّد بِنِ اَبِو جَمْرَۃ اَنْدَلُسِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: (1) باعثِ فضیلت وہی گھوڑا ہے جو دشمنانِ اِسلام سے جہاد کے لئے فقط رضائے الٰہی کے لئے پالا جائے۔ (2) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے پر مطلب یہ ہے کہ بندے کو یہ یقین ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضاجوئی کے لیے ہے اور اس کے وعدے کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ بندے نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِحسانات اور نیک اعمال پر اجر وثواب عطا فرمانے کے متعلق جو کچھ سنا ہے اس میں کوئی شک نہ ہو۔ (3) اس حدیث میں میزان کی حقیقت کا بیان اور اس کے وجود کی دلیل ہے کہ

---

1 ... تفہیم البخاری، ۴/ ۱۰۴ملتقطاً۔

2 ... فیوض الباری، ۱۱/ ۳۰۹، ۳۱۰ملتقطاً۔

بروزِ قیامت میزان قائم ہوگا اور اس میں اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ **(4)** بروزِ قیامت نیکیوں کا وجود ہوگا، نیکیاں وزنی اور دِکھنے و معلوم ہونے والی ہوں گی اور وہاں نیکیوں میں وزن حُسنِ نیت کے اعتبار سے ہوگا ایک حدیثِ پاک میں یوں ہے کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا اجر اس کی نیت کے مطابق عطا فرمائے گا۔" **(5)** نیکیاں کئی طرح کی ہوتی ہیں کچھ وہ جو مقبول ہوتی ہیں اور باقی رہتی ہیں، کچھ وہ جو قبول نہیں کی جاتیں، بعض وہ جو ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی جن کے حقوق نیکیاں کرنے والوں کے ذمہ تھے۔ [1]

ایک کے بدلے سات سو

حدیث نمبر: 1331

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَكَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ. [2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: "ایک شخص نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں مہار والی ایک اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کی: یہ راہِ خدا کے لئے ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بروزِ قیامت تیرے لئے اس ایک کے بدلے مُہار والی سات سو اونٹنیاں ہوں گی۔"

ہوا کی رفتار سے تیز سواریاں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "مُہار، لمبا رسہ، نکیل جس کا ایک کنارہ اونٹ کی ناک میں ہوتا ہے دوسرا مالک کے ہاتھ میں۔ حق یہ ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنٰی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، **اللہ** تعالٰی بطورِ اعزاز اہلِ جنت کو سواری کے لیے گھوڑے اونٹنیاں عطا فرمائے گا جن کی رفتار ہوا سے زیادہ ہوگی جیسے قربانی کرنے والوں کو (پل) صراط طے کرنے کے لیے سواری دی جائے گی۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد ہے سات سو اونٹنیاں خیرات کرنے کا ثواب دے گا مگر یہ درست نہیں ورنہ پھر مہار والی ہونے کے کیا معنی، کیا ثواب کے بھی مہار ہوتی

1 . . . بهجة النفوس، حديث اقتناء الخيل في سبيل الله، ۲/ ۱۱۶ تا ۱۱۸، تحت الحديث: ۲ ۳ ۱ الجزء الثالث ملخصاً۔

2 . . . مسلم، كتاب الجهاد، باب فضل الصدقة في سبيل الله وتضعيفها، ص ۸۰۸، حديث: ۴۸۹۷۔

ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں خرچ کرنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تجھے اونٹ کے عوض سات سو اونٹ اور مہار کے عوض سات سو مہاریں عطا ہوں گی تیری کوئی خیرات ضائع نہ جاوے گی۔"[1] اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ایک احتمال یہ ہے کہ راہِ خدا میں ایک اونٹنی دینے والے کو سات سو اونٹنیاں دینے کا اجر ملے گا جبکہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور یہی بات زیادہ واضح ہے کہ راہِ خدا میں مہار والی ایک اونٹنی دینے والے کو جنت میں سات سو مہار والی اونٹنیاں دی جائیں گی جن پر سوار ہو کر وہ سیر و تفریح کے لئے جنت میں جہاں چاہے گا جایا کرے گا۔"[2]

مدنی گلدستہ

"کعبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جہاد، حج یا عمرہ کرنے کے لئے گھوڑا رکھا تو اس کے چارہ، لید اور پیشاب کے بدلے بھی اجر و ثواب ہے۔

(2) میزان برحق ہے اور بروزِ قیامت اس میں بندوں کے اعمال تولے جائیں گے۔

(3) قیامت کے دن نیکیوں کا وجود ہوگا، وہ وزنی اور دِکھنے و معلوم ہونے والی ہوں گی جس کے اعمال حسنہ جتنے زیادہ ہوں گے نیکیوں کا پلہ اتنا ہی بھاری ہوگا۔

(4) اللہ تعالٰی بطورِ اعزاز اہلِ جنت کو سواری کے لئے گھوڑے اور تیز رفتار اونٹنیاں عطا فرمائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1332

تیر اندازی کی اہمیت

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عامِرٍ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَعَلَی الْمِنْبَرِ

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۶، ۴۱۷۔ [2] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الجھاد، باب فضل الصدقۃ...الخ، ۷/ ۳۸، الجزء الثالث عشر۔

یَقُوْلُ: ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ.(1)

ترجمہ: حضرت سیدنا عقبہ بن عامر جُہَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو منبرِ اَقدس پر یہ فرماتے ہوئے سنا: ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (پ۱۰، الانفال: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔'' سنو! قوت تیر اندازی ہے، سنو! قوت تیر اندازی ہے، سنو! قوت تیر اندازی ہے۔

آیت سے حاصل ہونے والی معلومات:

حدیث میں مذکور آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں: (1) جہاد کی تیاری بھی عبادت ہے اور جہاد کی طرح حسبِ موقع یہ تیاری بھی فرض ہے جیسے نماز کے لیے وضو ضروری ہے۔ (2) عبادت کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے اور گناہ کے اسباب جمع کرنا گناہ ہے جیسے فرض حج کے لیے سفر کرنا فرض ہے اور چوری کے لیے سفر کرنا حرام ہے۔ (3) کفار کو ڈرانا دھمکانا اپنی قوت دکھانا بہادری کی باتیں کرنا جائز ہے حتّٰی کہ کافروں کے دل میں رعب ڈالنے کے لیے غازی اپنی سفید داڑھی کو سیاہ کر سکتا ہے ورنہ ویسے سیاہ خضاب ناجائز و گناہ ہے۔(2)

قوت سے مراد:

اشعۃ اللمعات میں ہے: ''قوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے جنگ میں طاقت حاصل کی جائے۔ (مثلاً آج کے دور میں ٹینک، جنگی طیارے، طیارہ شکن توپیں، آب دوزیں اور ایٹمی اسلحہ وغیرہ) امام بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خاص طور پر تیر اندازی کا ذکر اس لیے فرمایا ہو کہ یہ زیادہ قوت والا عمل ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ستر کمانیں توڑ دیں۔''(3)

موجودہ دور کے اعتبار سے آیت پر عمل:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث کی

(1) ... مسلم، کتاب الجہاد، باب فضل الرمی والحث علیہ ... الخ، ص ۸۱۷، حدیث: ۴۹۴۶۔

(2) ... تفسیر صراط الجنان، پ۱۰، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۴/ ۳۴۔ (3) ... اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب اعداد آلۃ الجہاد، ۳/ ۳۷۹۔

شرح میں فرماتے ہیں: ”آیت میں جس ثبوت کا حکم تاکیدی دیا گیا ہے وہ قوت آج کل تیر اندازی ہے۔ آیتِ کریمہ کا مقصد فی زمانہ اسی طرح حاصل ہو گا کہ مسلمان تیر لگانے نشانہ لگانے کی خوب مشق کریں۔ فقیر کی اس شرح سے یہ اعتراض اُٹھ گیا اگر صرف تیر اندازی سیکھنا ضروری ہے تو آج کل نہ تیر ہیں نہ اس کی مشق تو اب اس آیت پر عمل کیسے ہو کیونکہ اب بجائے تیر کے گولہ بارود توپوں سے گولہ باری، ہوائی جہازوں سے بم باری، راکٹ اندازی ہے۔ اب ان چیزوں کا سیکھنا اس آیتِ کریمہ پر عمل ہے بشرطیکہ جہادِ فِیْ سَبِیْلِ اللہ کی نیت سے ہو۔[1]

رمی کا لغوی و اصطلاحی معنٰی:

تفسیرِ نعیمی میں مذکورہ حدیثِ پاک کی وضاحت یوں کی گئی ہے: ”حدیث میں ہے: اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ آگاہ رہو کہ قوت رمی ہے۔ رمی کے اصطلاحی معنٰی ہیں تیر اندازی اور لغوی معنٰی ہیں پھینکنا۔ اگر اس حدیث میں رمی بمعنٰی اصطلاح ہے تو اُس زمانہ کے لحاظ سے یہ فرمانِ عالی ہے جبکہ جنگ تیر تلوار سے ہوتی تھی اور اگر رمی لغوی معنٰی میں ہے تو اِس میں تا قیامت تمام ہتھیار داخل ہیں آج کل جنگ میں بم پھینکے جاتے ہیں، راکٹ چھوڑے جاتے ہیں۔ اس محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فصاحت کے قربان جس نے ایک لفظ رمی میں تا قیامت جہادوں کا انتظام فرما دیا۔“[2] علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”ہمارے نبی و رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سچ فرمایا کہ دراصل قوت رمی ہے اور بم اور میزائل رمی میں داخل ہیں۔ آج سے چودہ سو برس پہلے آپ نے تنبیہ کر دی کہ خبردار اصل قوت رمی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایٹم بم اور میزائل وغیرہ آپ کے علم میں تھے اور ان کی ہیئتِ ترکیبی آپ کے پیشِ نظر تھی۔“[3]

حدیث نمبر:1333

فتح کی خوشخبری

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ: سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ اَرْضُوْنَ وَيَكْفِيْكُمُ اللهُ فَلَا يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ.[4]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۶۶۔ 2 ... تفسیر نعیمی، پ ۱۰، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۱۰/ ۴۷ ملتقطاً۔ 3 ... تفہیم البخاری، ۴/ ۴۱۰۔

4 ... مسلم، کتاب الجهاد، باب فضل الرمی والحث علیه۔۔۔ الخ، ص ۸۱۷، حدیث: ۴۹۴۷۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "عنقریب تمہارے لئے کچھ علاقے فتح ہوں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں کافی ہے تو تم میں سے کوئی بھی اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے (یعنی مشق کرنے) سے عاجز نہ ہو۔"

تیر اندازی کی ترغیب:

حَافِظْ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: "اِس حدیث پاک سے باہم تیر اندازی کے مقابلے اور تیر اندازی میں سبقت کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے نیز اس حدیث میں تیر اندازی کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اسے چھوڑا نہ جائے اگرچہ فتوحات کی کثرت اور دِینِ اِسلام کے غلبہ کے سبب اس سے بے نیازی ہو جائے۔ اس حدیث سے اسلحہ سے کھیلنا اور باہم مقابلہ کرنا اور گھوڑے دوڑانے وغیرہ کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں جہاد کی مشق اور تیاری کے تحت داخل ہیں یونہی جسم کی ورزش اور اعضا کی ریاضت (مضبوطی و سختی) بھی اس میں داخل ہے۔"[1]

تیر اندازی کو لَہْو کہنے کی وضاحت:

"مرآۃ المناجیح" میں ہے: "تیر اندازی کو لَہْو (کھیل) فرمانا رغبت کے لیے ہے یعنی یہ فن عبادت بھی ہے اور دل لگی فرحت وسُرور، قوت وطاقت حاصل ہونے کا ذریعہ بھی لہٰذا اس سے غافل نہ رہو، نفس لَہْو یعنی کھیل کود کی طرف راغب ہے، دل عبادت کا خواہاں، تیر اندازی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں لہٰذا یہاں لَہْو سے مراد غفلت کی چیز نہیں بلکہ مراد رغبت کی چیز ہے، صحابہ کرام نے اس حدیث پر عمل کیا اور عہدِ فاروقی میں جنگوں میں کامیابیاں حاصل کیں۔ کاش آج اسکولوں میں بجائے ہاکی کرکٹ اور فٹ بال کے ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں اور ہنر بھی جیسے گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی۔"[2]

اہلِ روم کی جنگ عموماً تیر اندازی سے ہے:

حدیثِ مذکور حضرت سَیِّدُنا عُقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یوں بھی مروی ہے: "عنقریب تم پر روم

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الجھاد، باب فضل الرمی ۔۔۔ الخ، ۶/ ۳۴۶، تحت الحدیث: ۱۹۱۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۶۷ ملخصاً۔

فتح کیا جائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری کافی ہے تو تم میں سے کوئی اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔"[1] اس حدیثِ پاک کے تحت شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اہل روم کی جنگ عموماً تیر اندازی سے ہے، اس لیے تمہیں تیر اندازی سیکھنا چاہیے، اس کی تیاری اور مشق کرو تاکہ رومیوں کے ساتھ جنگ کر سکو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اُن کے شر سے محفوظ رکھے۔ بعض شارِحین نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ روم کی فتح کے باوجود تیر اندازی ترک نہ کرو اور اس کی مشق مسلسل جاری رکھو اور اس بات پر مغرور نہ ہو جاؤ کہ روم فتح ہو گیا ہے اب تیر اندازی کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس کی حاجت دائمی ہے۔"[2]

حدیث نمبر: 1334

تیر اندازی چھوڑنے کی ممانعت

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ قَدْ عَصٰى.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عقبہ بن عامر جہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو تیر اندازی سیکھے پھر اسے چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں یا (فرمایا:) اس نے نافرمانی کی۔"

کُفرانِ نعمت:

"جو تیر اندازی سیکھے پھر چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔" مرآۃ المناجیح میں ہے: "یعنی ہم سے ملا ہوا نہیں، ہم سے قریب نہیں یا اس جماعت سے نہیں جن سے ہم راضی ہیں کیونکہ اس نے کُفرانِ نعمت کیا ہے کہ تیر اندازی جیسی عبادت سیکھ کر بُھلا دی ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ اسے حاصل کرکے سُستی سے بھلا دیا۔"[4] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے ترک کر دینے کی شدید مذمت بیان ہوئی ہے، تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے بِلا عذر چھوڑ دینا شدید مکروہ ہے۔"[5]

1. ۔۔۔مشکاۃ المصابیح، کتاب الجہاد، باب اعداد آلۃ الجہاد، ۲/۳۵، حدیث: ۳۸۲۲۔
2. ۔۔۔اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب اعداد آلۃ الجہاد، ۳/۳۹۷۔
3. ۔۔۔مسلم، کتاب الجہاد، باب فضل الرمی والحث علیہ۔۔۔الخ، ص ۸۱۷، حدیث: ۴۹۴۹۔
4. ۔۔۔مرآۃ المناجیح، ۵/۴۶۷۔
5. ۔۔۔دلیل الفالحین، کتاب الجہاد، باب فی فضل الجہاد، ۳/۱۳۱، تحت الحدیث: ۱۳۳۴۔

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے بے رغبتی سے یوں چھوڑ دینا کہ دشمن کا غلبہ ہو جائے اور اہلِ اسلام کو حقیر جانا جائے تو یہ کبیرہ گناہ ہے۔“[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے چھوڑ دینا گویا اسے حقیر اور ہلکا جاننا ہے اور یہ ایک بڑی نعمت کی ناقدری ہے لہٰذا یہ شدید مکروہ ہے اور اسی وجہ سے اس بارے میں شدید وعید مذکور ہوئی ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ
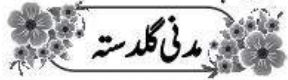
”مجاھد“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جہاد کی تیاری عبادت اور عبادت کے اسباب جمع کرنا بھی عبادت ہے اور گناہ کے اسباب جمع کرنا گناہ ہے جیسے فرض حج کے لیے سفر کرنا فرض ہے اور چوری کے لیے سفر کرنا حرام ہے۔

(2) کافروں کے دل میں رعب ڈالنے کے لیے غازی اپنی سفید داڑھی کو سیاہ کر سکتا ہے ورنہ ویسے سیاہ خضاب ناجائز و گناہ ہے۔

(3) قرآنِ پاک میں کفار کے مقابلے میں جو قوت تیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے جنگ میں طاقت حاصل کی جائے مثلاً آج کے دور میں ٹینک، جنگی طیارے، طیارہ شکن توپیں، آب دوزیں اور ایٹمی اسلحہ وغیرہ۔

(4) بچوں کو ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں اور ہنر بھی جیسے گُھڑ دوڑ اور نشانہ بازی وغیرہ۔

(5) جس علم و ہنر سے دِین و مِلَّت کو فائدہ ہوتا ہو اسے سیکھ کر چھوڑ دینا قابلِ مذمت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں جہاد کے لیے ہر وقت تیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الجهاد، باب المسابقة والمناضلة، الكبيرة السادسة والسابعة والثامنة بعد الاربعمائة، ٢/ ٣٥٨۔

[2] . . . فيض القدير، حرف الميم، ٦/ ٢٣٥، تحت الحديث: ٨٨٢٢۔

حدیث نمبر:1335

ایک تیر کے سبب تین لوگ جنتی

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اللهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ بِهِ وَمُنْبِلَهُ وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عُلِّمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْ قَالَ كَفَرَهَا. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عُقبہ بن عامر جُہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک تیر کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت میں داخل فرمائے گا: **(1)** خیر کی امید پر تیر بنانے والا **(2)** تیر پھینکنے والا اور **(3)** تیر دینے والا۔ پس تیر چلاؤ اور گھڑسواری کرو اور تمہارا تیر چلانا مجھے تمہاری گھڑسواری سے زیادہ محبوب ہے، اور جس نے تیر اندازی سیکھنے کے بعد بے رغبتی سے اسے چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت تھی جسے اُس نے چھوڑ دیا یا (فرمایا) اس کی ناشکری کی۔“

تیر بنانے والا ثواب کا مستحق کب ہوتا ہے؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مجاہد جو تیر کفار پر چلائے تو اس کے ایک تیر کی برکت سے تین مسلمان جنتی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تین شخصوں سے مراد تین مسلمان ہیں کیونکہ کافر جنت میں نہیں جاسکتا۔ یہ اسلام کی قید اگلے مضمون سے بھی ظاہر ہے اور تیر سے مراد مردِ مجاہد کا تیر ہے نہ کہ شکار کا تیر۔ کاریگر تیر ساز ثواب کا جب مستحق ہے جب کہ جہاد کی نیت سے تیر بنائے صرف تجارت کی نیت نہ ہو ہر جگہ نیت کو بڑا دخل ہے۔“[2]

مجاہد کو تیر دینے کی صورتیں:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”تیر دینے والے سے مراد وہ شخص ہے جو تیر پھینکنے والے کے ساتھ یا پیچھے کھڑا ہو کر اسے تیر دیتا رہے یا پھینکا ہوا تیر لا کر دے۔ امام منذری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں مراد وہ شخص ہو جو مجاہد کو سامانِ جہاد دے کر اس کی مدد

[1] ... ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی الرمی، ۳/ ۱۹، حدیث: ۲۵۱۳ بتغیر۔
[2] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۷۲ ملخصاً۔

کرے یا اسے تقویت پہنچائے۔"[1] شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "تیر دینے سے مراد یہ ہے کہ تیر اندازی کرنے والے مجاہد کو پہلے ہی تیر مہیا کر دے یا ساتھ ساتھ دیتا رہے یا چلایا ہوا تیر اٹھا کر لا دے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تیر چلاتے تھے اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں تیر پکڑاتے تھے۔"[2]

تیر اندازی گُھڑ سواری سے زیادہ نفع مند:

"تیر چلاؤ اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر چلانا مجھے گُھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے۔" عَلَّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ البَارِی فرماتے ہیں: "اس سے مراد یہ ہے کہ صرف پیدل تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ سواری پر تیر چلانا بھی سیکھو یا یہ مطلب ہے کہ صرف تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ گھڑ سواری بھی سیکھو۔ تیر اندازی کو گھڑ سواری سے اچھا کہا گیا ہے کیونکہ گھڑ سواری سے مراد نیزہ بازی ہے کہ عموماً گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کو نیزے مارے جاتے ہیں جبکہ تیر اندازی پیدل ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ نیزہ بازی سے تیر اندازی زیادہ پیاری ہے کہ تیر اندازی جہاد میں زیادہ نفع مند ہے یا یہ مطلب ہے کہ گھڑ سواری کی مشق سے تیر اندازی کی مشق زیادہ اچھی ہے کیونکہ گھڑ سواری سے کبھی فخر وریا بھی پیدا ہو جاتے ہے۔"[3]

نعمت کی قدر کرنی چاہئے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "جسے یہ فن (تیر اندازی وغیرہ) آتے ہوں پھر وہ ان کی مشق چھوڑ دے جس کی وجہ سے وہ بھول جائے تو اس نے ربّ تعالٰی کی نعمت کی ناقدری کی اور وہ ناشکری کا مُرتکب ہوا لہٰذا گنہگار ہو گا جیسے کوئی قرآنِ مجید حفظ کر کے بھول جائے سُستی کی وجہ سے یوں ہی دینی علم حاصل کر کے بھول جانا بھی گناہ ہے جب کہ اپنی سُستی کی وجہ سے ہو، نعمت کی قدر چاہیے۔"[4]

دلیل الفالحین میں ہے: "تیر اندازی علومِ شرعیہ میں سے ہے، اس نعمت کو سیکھنے کے بعد لاپروائی اور

1... دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۱۳۱، تحت الحدیث: ۱۳۲۳۔

2... اشعۃ اللمعات، کتاب الجهاد، باب اعداد آلۃ الجهاد، ۳/ ۳۸۲۔

3... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجهاد، باب اعداد آلۃ الجهاد، ۷/ ۳۳۱، تحت الحدیث: ۳۸۷۲ ملخصاً۔

4... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۷۳۔

بے رغبتی کے سبب ایسا نہ چھوڑے کہ اُسے بھول جائے کیونکہ ایسا کرنے کے سبب وہ نعمت کو چھوڑنے والا اور اس کی ناشکری کرنے والا ہے البتہ کسی مرض وغیرہ عذر کے باعث چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں۔"[1]

حدیث نمبر:1336

تیر اندازی کی ترغیب

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ: اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے اولادِ اسماعیل! تیر اندازی کرو! تمہارے والد (حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام) بھی تیر انداز تھے۔"

مرآۃ المناجیح میں ہے: "یعنی اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے تم ان کی اولاد ہو تم بھی اس میں کمال پیدا کرو تمہارے باپ کی میراث ہے۔"[3]

تمام عرب اولادِ اسماعیل ہیں:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنا علی بن رباح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تمام عرب حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد ہیں۔" حضرت سَیِّدُنا امام مکحول رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "چار قبائل کے سوا تمام عرب حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد ہیں اور وہ چار قبائل سلف، اوزاع، حضرموت اور ثقیف ہیں۔" اہلِ انساب میں سے جس نے یہ کہا ہے کہ اہلِ یمن حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد ہیں اور قبیلہ اسلم قحطان سے ہے تو یہ حدیث اس قائل کی تائید کرتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دادا پر باپ کا اطلاق درست ہے اگرچہ وہ جدِّ اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو نیز معلوم ہوا کہ سلطانِ اسلام لوگوں کو گھڑ سواری سیکھنے کا حکم دے اور اس کی ترغیب دلائے بالخصوص تیر اندازی کی۔ ایک

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۱۲۲، تحت الحدیث: ۱۳۳۳۔

2 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب التحریض علی الرمی، ۲/ ۲۸۲، حدیث: ۲۸۹۹ بتغیر۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۶۸۔

حدیث میں ہے جو کوئی عربی کمان اور ترکش اپنے پاس رکھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے محتاجی دور کر دیتا ہے۔“[1]

حدیث نمبر:1337

راہِ خدا میں تیر پھینکنے کی فضیلت

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ: مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهُ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمرو بن عبسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے راہِ خدا میں ایک تیر پھینکا تو وہ اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔“

قیامت کے دِن نور:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث اپنے عموم پر ہے خواہ وہ تیر دشمن کو لگے یا نہ لگے اس کے لیے غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے جیسا کہ ایک روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ ”جس نے راہِ خدا میں تیر پھینکا چاہے وہ تیر دشمن کو لگے یا نہ لگے پھینکنے والے کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ طبرانی میں حضرت سَیِّدُنا ابو عمرو انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جس نے راہِ خدا میں تیر پھینکا وہ تیر نشانے پر لگے یا نہ لگے وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو گا۔“[3]

حدیث نمبر:1338

سات سو گُنا اجر

عَنْ اَبِي يَحْيٰى خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو یحییٰ خریم بن فاتک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1. . . عمدۃ القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب التحریض علی الرمی، ۱۰/ ۲۲۱، تحت الحدیث: ۲۸۹۹ ملتقطاً۔
2. . . ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل الله، ۳/ ۲۳۹، حدیث: ۱۶۴۴ بتغیر۔
3. . . دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۱۳۲، تحت الحدیث: ۱۳۳۵۔
4. . . ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل النفقة فی سبیل الله، ۳/ ۲۳۳، حدیث: ۱۶۳۱ بتغیر۔

وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کوئی بھی چیز خرچ کی اس کے لئے سات سو گنا اجر لکھا جائے گا۔“

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی صورتیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اللہ کی راہ میں خرچ سے مراد ہر دینی کام میں خرچ ہے جہاد ہو یا حج یا طلبا و علما کی خدمت، زکوٰۃ، فِطرہ، قربانی اور تمام نفلی صدقات کہ اُن کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے۔ اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ(۲۶۱)﴾ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۱) (ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کیلئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔) ثواب کے یہ مختلف درجے اِخلاص کے درجوں کے لحاظ سے ہیں اور جہاں خرچ کیا اس کی اہمیت کے اعتبار سے بھی، اس کے خروج (خرچ کرنے) سے جتنا دین کو فائدہ ہو گا اتنا ہی ثواب زیادہ۔“[1] **عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کوئی چیز خرچ کرے خواہ وہ چیز تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے کم سے کم سات سو گنا اجر عطا فرماتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بھی زیادہ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہے۔“[2]
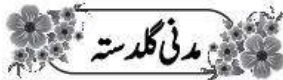
مدنی گلدستہ

”غارِ حرا“ کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو مجاہدین کے لئے سامانِ جہاد تیار کرے اسے بھی جہاد کرنے والوں کے ثواب سے حصہ ملتا ہے۔

(2) تیر اندازی علومِ شرعیہ میں سے ہے، اس نعمت کو سیکھنے کے بعد بلا عذر اسے چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ نعمت کی ناشکری اور ناقدری ہے۔

(3) جو کوئی عربی کمان اور ترکش اپنے پاس رکھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محتاجی دور فرما دیتا ہے۔

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۵۔

[2] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، الفصل الثانی، ۷/ ۳۸۹، تحت الحدیث: ۳۸۲۶۔

(4) راہِ خدا میں تیر پھینکنے والے کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے چاہے وہ نشانے پر لگے یا نہ لگے۔

(5) راہِ خدا میں پھینکا ہوا تیر بروزِ قیامت نور ہو گا۔

(6) راہِ خدا میں خرچ سے مراد ہر دِینی کام میں خرچ کرنا ہے خواہ وہ جہاد ہو یا حج یا طلبا و علما کی خدمت یونہی زکوٰۃ، فطرہ، قربانی اور تمام نفلی صدقات بھی اس میں داخل ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اَعمال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1339

جہنم سے ستر سال کی دوری

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَا مِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰہُ بِذٰلِکَ الْیَوْمِ وَجْہَہُ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔ [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو بندہ راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر سال کے فاصلہ تک دور کر دیتا ہے۔“

دورانِ جہاد روزہ:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”علامہ مُہَلَّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام نیک اعمال میں روزہ رکھنا سب سے افضل عمل ہے سوائے اس صورت کے کہ روزہ رکھنے سے دشمن سے مقابلہ کے وقت انسان کو کمزوری محسوس ہو جیسا کہ یہ بات ثابت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک غزوہ میں دشمن سے مقابلہ سے چند دن پہلے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا: ”تَقَوَّوْا لِعَدُوِّکُمْ یعنی اپنے دشمن سے مقابلہ کے لیے قوت حاصل کرو۔“ چنانچہ اس غزوہ میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کو روزہ چھوڑنے کا حکم دیا کیونکہ روزہ دار کا

[1] ...بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، ۲/۲۶۵، حدیث: ۲۸۴۰ بتغیر۔

جسم کمزور ہو جاتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اجسام کی فطری قوت غذا میں رکھی ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت **عبداللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے **فرمایا تھا:** "سب سے افضل حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑتے اور دشمن سے مقابلہ کے وقت فرار نہ ہوتے۔" اس لیے اگر دشمن سے مقابلہ کے وقت کمزوری کا خطرہ ہو تو روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ جہاد کرنے اور مشرکین سے لڑنے کا اجر روزے کے اجر سے زیادہ ہے۔"[1]

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** "حدیث پاک میں راہِ خدا میں روزہ رکھنے کی فضیلت اس کے لیے ہے جسے روزہ رکھنے کے سبب کوئی ضرر نہ پہنچتا ہو اور نہ ہی اس کی وجہ سے کوئی حق ضائع ہوتا ہو نیز جنگ کی مہمات میں بھی کوئی خلل نہ ہو۔"[2]

شارِحِ بخاری علّامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** "جو شخص جہاد میں روزہ سے ضعیف نہ ہو اس کے لیے روزہ رکھنا **افضل** ہے اور جو ضعیف ہو جائے وہ افطار کرے۔ (یعنی روزہ نہ رکھے) حدیث میں ستر سال دوزخ کی آگ سے دور کر دینے کا ذِکر تحدید (حد بندی) کے لیے نہیں مُبالغہ کے لیے ہے اور اس سے کثرت مراد ہے۔ یعنی وہ دوزخ کی آگ سے غیر متناہی وقت (ہمیشہ کے لیے) دور رہے گا۔"[3]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی **فرماتے ہیں:** "حدیث میں جو ستر سال کا ذکر ہے اگر اس سے حقیقی معنیٰ مراد لیے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ واقعی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بحالتِ جہاد روزہ رکھنے والے کو جہنم سے اتنا ہی دور فرمادے گا۔ بعض روایات میں ستر سال کی جگہ سو سال کا ذکر ہے اور ابنِ عدی کی روایت میں پانچ سو سال کا ذکر ہے۔"[4]

حدیث نمبر: 1340

راہِ خدا میں ایک روزہ رکھنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ جَعَلَ

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجهاد، باب فضل الصوم فی سبیل الله، ۵ / ۴۸۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل الله... الخ، ۴ / ۳۳، الجزء الثامن۔

3 ... تفہیم البخاری، ۴ / ۴۰۰۔

4 ... عمدة القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل الصوم فی سبیل الله، ۱۰ / ۱۵۵، تحت الحدیث: ۲۸۴۰۔

اللّٰہُ بَیْنَہُ وَبَیْنَ النَّارِ خَنْدَقًا کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو اُمامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے اور آگ کے درمیان زمین وآسمان جتنی خندق بنا دیتا ہے۔"

آگ کی تپش سے بھی حفاظت:

"راہِ خدا میں ایک روزہ رکھنے والا زمین وآسمان کے درمیانی فاصلے کی مقدار جہنم سے دور کر دیا جاتا ہے۔" مرآۃ المناجیح میں ہے: "خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا۔"[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "جو راہِ خدا میں یعنی جہاد، حج وعمرہ یا علمِ دین کی راہ میں یا رضائے الٰہی کی خاطر ایک دن کا روزہ رکھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے اور جہنم کے درمیان زمین وآسمان جتنی خندق بنا دیتا ہے۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بندے اور جہنم کے درمیان طویل مسافت جتنی بڑی رُکاوٹ اور شدید آڑ بنا دیتا ہے۔ زمین وآسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔"[3]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اجسام کی فطری قوت غذا میں رکھی ہے۔

(2) جو شخص جہاد میں نفلی روزہ رکھنے سے کمزور نہ ہو اس کے لیے جہاد میں روزہ رکھنا افضل ہے اور جو کمزور ہو جائے وہ نفلی روزے نہ رکھے۔

(3) جہاد، حج وعمرہ یا علمِ دین کی راہ میں یا رضائے الٰہی کی خاطر روزہ رکھنے والے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جہنم کی آگ

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الصوم فی سبیل اللہ، ۳/ ۲۳۲، حدیث: ۱۶۳۰۔ 2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۹۲۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، ۴/ ۵۲۰، تحت الحدیث: ۲۰۶۴۔

سے اتنا دور کر دیتا ہے کہ اس کے اور آگ کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہوتا ہے۔

(4) اِخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق آجاتا ہے اس لئے ہر نیک عمل میں صرف رضائے الٰہی مقصود ہونی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بالکل محفوظ رکھے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1341

مُنافقت کے ایک حصے پر موت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِغَزْوٍ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال آیا تو وہ منافقت کے ایک حصہ پر مرا۔“

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”(جو جہاد کیے بغیر مر گیا) اس طرح کہ اس کی زندگی میں جہاد ہوا ہی نہیں یا اس طرح کہ جہاد تو ہو مگر یہ شریک نہ ہو یا نہ ہو سکے غرضیکہ اس فرمانِ عالی کی کئی صورتیں ہیں۔ (دل میں جہاد کا) خیال کرنے سے مراد یا جہاد کی تمنا کرنا ہے یا تیاری جہاد کرنا ہے پہلے معنٰی زیادہ ظاہر ہیں نیکی کی تمنا بھی باعثِ ثواب ہے گناہ کی تمنا بھی گناہ۔“[2]

جہاد کے لیے ہر وقت تیار رہے:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جس نے زندگی بھر نہ کبھی جہاد کا ارادہ کیا اور نہ آرزو رکھی کہ اے کاش! میں غازی ہوتا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرتا اور شہید ہوتا پھر وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ منافقت کے ایک حصہ پر مرا۔ بعض شارِحین نے کہا: مطلب یہ ہے کہ مومن ہر وقت

[1] ... مسلم، کتاب الجهاد، باب ذم من مات ولم یغزو... الخ، ص ۸۱۲، حدیث: ۱۹۳۱ بتغیر۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۵/۴۲۸۔

جہاد کا ارادہ رکھے اور اس کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ آلاتِ جہاد اور سازو سامان ہمیشہ تیار رکھے۔“[1]

منافقت کے ایک حصہ پر مرنے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”منافقت کے ایک حصہ پر مرنے سے مراد نفاق کی ایک قسم پر مرنا ہے یعنی جو اس حالت میں مرا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کا ارادہ کیا تو اس نے اُن منافقین سے مشابہت اختیار کی جو جہاد سے پیچھے رہتے تھے اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہو گا۔ معلوم ہوا جہاد کا ترک نفاق کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جس نے کسی عبادت کی نیت کی پھر وہ عبادت کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس پر مذمت نہیں ہے مذمت تو اس پر ہے جو بغیر نیت کے مرجائے۔“[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی ایسا آدمی منافق سے مشابہ ہو گا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک وغیرہ محدثین نے فرمایا کہ یہ فرمانِ عالی زمانۂ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں جہاد سے بے گانہ رہنا منافقین کی علامت (تھی)۔ جیسے حدیث پاک میں ہے: ”مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ“ جو دانستہ طور پر نماز چھوڑے کافر ہے، یہ بھی اسی زمانہ پاک کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی ہونا کفار کا نشان تھا، فرماتے ہیں کہ ”مؤمن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے“ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانہ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لانا نفاق پیدا کرتا ہے۔ جیسے ارشاد ہوا کہ گانا بجانا بلکہ گانے کی آواز رغبت سے سننا دلی نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کا سَیل (بہاؤ) گھاس کو۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض علما نے فرمایا کہ جہاد فرضِ عین ہے مگر حق یہ ہے کہ بعض حالات میں فرضِ عین ہوتا ہے اکثر حالات میں فرضِ کفایہ۔“[3]

نیک عمل کی قدرت نہ ہو تو کم از کم نیت کرے:

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس اَحْمَد بِن عُمَر بِن اِبْرَاهِيم قُرْطُبِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں

---

1 . . . مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، الفصل الاول، ۷/۷۷ ۳، تحت الحديث: ۳۸۱۳ ملخصاً۔

2 . . . اشعة اللمعات، كتاب الجهاد، الفصل الاول، ۳/۰ ۶ ۳۔ 3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۴۲۸۔

اس بات پر دلالت ہے کہ اگر کسی نیک کام پر قدرت نہ ہو تو کم از کم اس کے کرنے کا پکا ارادہ کر لینا چاہیے یوں کہ اگر موقع ملے گا تو ضرور کرے گا تاکہ یہ نیت اس کے فعل کا بدل بن جائے اور اگر نیت و فعل دونوں سے بندہ خالی ہو تو یہ منافق کی حالت ہے جو نہ بھلائی کے کام کرتا ہے اور نہ اس کی نیت خصوصاً جہاد کی جبکہ جہاد وہ عمل ہے جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی اور دِین اسلام کو غالب کیا حتّٰی کہ دِین اسلام تمام اَدیان پر غالب آگیا۔“[1]

حدیث نمبر:1342

عمل کئے بغیر اجر و ثواب میں شرکت

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ: اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ.[2] وَفِيْ رِوَايَةٍ: حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ.[3] وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِلَّا شَرِكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم کسی راستے میں نہ چلے اور تم نے کوئی وادی طے نہ کی مگر وہ تمہارے ساتھ تھے انہیں مرض نے روک رکھا ہے۔“ ایک روایت میں ہے: ”انہیں عُذر نے روک رکھا ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔“

نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی مختلف جماعتوں و قبیلوں کے مسلمان وہ بھی ہیں جو اس غزوہ میں جانے کی دل سے تمنا کرتے تھے مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکے، جسم ان کے مدینہ میں رہے اور دل تمہارے ساتھ جہاد

1. . . المفہم، کتاب الجہاد والسیر، باب الغنیمۃ نقصان من الاجر۔۔۔ الخ، ۳/ ۷۵۰، تحت الحدیث: ۱۳۷۶۔
2. . . مسلم، کتاب الجہاد، باب ثواب من حبسہ عن الغزو مرض او عذر آخر، ص ۸۱۴، حدیث: ۴۹۳۲۔
3. . . بخاری، کتاب المغازی، باب: ۸۳، ۳/ ۱۵۰، حدیث: ۴۴۲۳۔
4. . . مسلم، کتاب الجہاد، باب ثواب من حبسہ عن الغزو مرض او عذر آخر، ص ۸۱۵، حدیث: ۴۹۳۳۔

میں رہے، نیز ان کی نیت ان کے ارادے تمہارے ساتھ رہے یا وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ رہے کہ تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کی دیکھ بھال اور تمہارے بال بچوں کی خدمت کرتے رہے۔(وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔)اس طرح کہ نفسِ ثواب میں تمہارے ساتھ شریک رہے اگرچہ عملی جہاد میں تم ان سے بڑھ گئے۔اس وجہ سے غنیمت میں ان کا حصہ نہ ہوگا، ربّ فرماتا ہے:﴿فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًاۙ(۹۵) دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةًؕ﴾(پ۵،النساء:۹۵، ۹۶)(ترجمۂ کنزالایمان:"اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے اس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت)اس سے معلوم ہوا کہ نیتِ خیر کا بڑا درجہ ہے،اس طرح کسی نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے۔معذوری سے مراد واقعی معذوری ہے،جو بعض مخلص صحابہ کو تھی،بناوٹی معذوری نہیں جو بہانہ باز منافقین نے ظاہر کی تھی ان پر تو سخت عتاب فرمایا گیا۔[1] عَلَّامَه اَبُو زَكَرِيَّا يَحْيٰى بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں:"اس حدیث میں نیک کام کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جس شخص نے جہاد یا کسی اور عبادت کی نیت کی پھر اسے ایسا عذر لاحق ہو گیا کہ جس کے سبب وہ عمل نہ کر سکا تو اسے اپنی نیت کی وجہ سے اس عملِ خیر کا اجر مل جائے گا اور جہاد میں شریک نہ ہونے یا عبادت چھوٹنے پر اسے جس قدر افسوس ہوگا یا جہاد میں شرکت یا عبادت کی جس قدر زیادہ تمنا ہوگی اجر وثواب بھی اتنا ہی بڑھ جائے گا۔"[2]

عذر کی تفصیل:

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں:"حدیثِ مذکور میں عذر سے مراد مرض اور سفرِ جہاد پر قدرت نہ ہونا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی نیک عمل کی نیت کرے پھر کسی عذر کے سبب نہ کر سکے تو اس کے لیے عمل کرنے والے کی طرح اجر لکھا جاتا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:"جس کو نیند کا غلبہ تہجد کی نماز سے روک دے،اس کے لیے تہجد کی نماز کا اجر لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔"[3]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح،۵/ ۴۲۹، ۴۳۰۔ 2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب ثواب من حبسه۔۔۔الخ، ۷/ ۵۷، الجزء الثالث عشر۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من حبسه العذر عن الغزو، ۱۰/ ۱۵۳، تحت الحدیث: ۲۸۳۹۔

مدنی گلدستہ
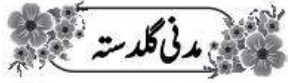
”غارِ ثور“ کے 6 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جس نے نہ تو کبھی جہاد کیا نہ جہاد کا اِرادہ کیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو یہ قابلِ مذمت ہے۔

(2) زمانۂ رسالت میں بغیر کسی عذر کے جہاد سے پیچھے رہنا منافقین کا طریقہ تھا۔

(3) جہاد بعض حالات میں فرضِ عین ہوتا ہے اور اکثر حالات میں فرضِ کفایہ۔

(4) جسے کسی نیک عمل پر قدرت نہ ہو وہ نیت کرے کہ جب قدرت ہوئی تو یہ عمل کروں گا تو یہ نیت اس عمل کا بدل بن جائے گی اور اسے ثواب دیا جائے گا۔

(5) جہاد وہ عظیم عمل ہے کہ جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دینِ اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرمایا ہے۔

(6) نیکی چھوٹ جانے پر افسوس کرنا بھی باعثِ ثواب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عبادت کا ذوق وشوق عطا فرمائے ہر عملِ خیر سے پہلے اچھی اچھی نیتیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نفاق و بُزدلی سے ہماری حفاظت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 1343

مُخْلِص مُجَاہِد کی پہچان

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! اَلرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُذْکَرَ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُہٗ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: یُقَاتِلُ شُجَاعَۃً وَیُقَاتِلُ حَمِیَّۃً.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: وَیُقَاتِلُ غَضَبًا فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَاتَلَ

[1] . . . مسلم، کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ، ص ۸۱۲، حدیث: ۴۹۱۹۔

[2] . . . مسلم، کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ، ص ۸۱۲، حدیث: ۴۹۲۰۔

لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایک شخص غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے، ایک ناموری کے لئے لڑتا ہے اور ایک اپنا مقام لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ "ایک شجاعت دکھانے کے لئے لڑتا ہے اور ایک تعصب کے لئے لڑتا ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ "ایک غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے تو ان میں سے کون **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے؟" پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو اس لئے لڑے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلمہ بلند ہو تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے۔"

اچھی نیت سے اَعمال اچھے بنتے ہیں:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: (1) کَلِمَۃُ اللہِ سے مراد اسلام کی دعوت یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔ (2) نیک اَعمال اچھی نیت سے ہی نیک بنتے ہیں۔ (3) عبادت میں اِخلاص شرط ہے، جس عمل سے فقط کوئی دُنیوی غرض مقصود ہو تو وہ عمل ضائع ہو جاتا ہے اور اگر دِینی و دُنیوی دونوں اَغراض شامل ہوں لیکن دِینی غرض زیادہ قوی ہو تو جمہور کے نزدیک وہ عمل درست ہے۔ (4) جہاد کی فضیلت کا حقدار وہی مومن ہے جو فقط دِینِ اسلام کی سربلندی کے لئے لڑے۔ (5) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا گیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کلام میں ایسی جامعیت ہے کہ ایک مختصر جملے سے دِین و دنیا کے بے شمار عُقدے حل ہو جاتے ہیں۔"[2]

جنگ کے پانچ اَسباب:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: یہ حدیث پاک مختلف الفاظ سے مروی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ کے پانچ اَسباب ہیں: (1) مالِ غنیمت کا حصول (2) بہادری کا اظہار (3) دکھاوا (4) غیرت و حمیت اور (5) غصہ۔ ان تمام میں سے ہر سبب اچھا بھی ہو سکتا ہے اور بُرا بھی (اگر یہ سب کام **اللہ**

---

1 . . . بخاری، کتاب العلم، باب من سأل وھو قائم عالما جالسا، ۱ / ۶۵، حدیث: ۱۲۳۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب العلم باب من سئل وھو قائم عالما جالسا، ۲ / ۲۷۸، تحت الحدیث: ۱۲۳۔

عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہوں تو اچھے اور اگر دنیوی غرض کے لئے ہوں تو بُرے) اسی لئے حدیثِ مذکور میں سائل کو ہاں یا نہ کے ساتھ جواب نہیں دیا گیا۔[1]

ناقص عمل؟

ایک شخص نے حضرتِ سَیِّدُنا عُبَادَہ بن صَامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: "اگر میں اس طرح جہاد کروں کہ رضائے الٰہی کے علاوہ لوگوں سے تعریف کا بھی طلبگار رہوں تو اس طرح کرنا کیسا ہے؟" فرمایا: تجھے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس نے تین مرتبہ یہ بات دُہرائی آپ نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا پھر فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں۔"[2]

نیک عمل کے ذریعے اپنی تعریف نہ چاہو:

ایک شخص نے حضرتِ سَیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا کہ ایک شخص نیکی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی تعریف بیان کی جائے اور اسے ثواب بھی ملے؟ فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہو؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: "جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے عمل کرو تو خالص اُسی کے لئے کرو۔"[3] **مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے حدیثِ مذکور کی جو شرح بیان فرمائی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ " صرف مالِ غنیمت حاصل کرنے یا ملک جیتنے اور وہاں راج کرنے کی نیت سے جہاد نہ ہو جیسا کہ آج کل عموماً جنگ کے وقت ملک و قوم کی خدمت کا نام لیتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین کی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتے اس سے بچنا چاہیے۔ صوفیا کے نزدیک جنت حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لیے بھی عبادت نہ کی جائے، صرف جنت والے ربّ کو راضی کرنے کے لیے عبادت کرنی چاہیے، جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل جائے گا۔ رضائے الٰہی کے لئے کفار کو اپنی شجاعت دکھانا، ان کے مقابلے میں اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔ خدمتِ دِین کے ساتھ مالِ غنیمت کی نیت بھی ہو نا نقصان دہ نہیں مگر

1 . . . فتح الباری، کتاب الجہاد والسیر، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، ۷/ ۲۴، تحت الحدیث: ۲۸۱۰۔

2 . . . احیاء علوم الدین، کتاب ذم الجاہ والریاء، بیان ذم الریاء، ۳/ ۳۶۴۔

3 . . . احیاء علوم الدین، کتاب ذم الجاہ والریاء، بیان ذم الریاء، ۳/ ۳۶۴۔

کمال اس میں ہے کہ خالص خدمتِ دِین کی نیت ہو، غنیمت بلکہ جنت حاصل کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔“[1]

حدیث نمبر:1344

جہاد میں پورا اجر حاصل کرنے والی جماعت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: مَا مِنْ غَازِیَةٍ اَوْ سَرِیَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَیْ اُجُوْرِهِمْ وَمَا مِنْ غَازِیَةٍ اَوْ سَرِیَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ اُجُوْرُهُمْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جہاد کرنے والی بڑی یا چھوٹی جماعت جو جہاد کرے پھر غنیمت پائے اور سلامت رہے تو انہوں نے اپنے اجر کا دو تہائی دنیا میں پالیا اور جہاد کرنے والی وہ بڑی یا چھوٹی جماعت جو ناکام رہے اور اسے (زخم یا شہادت کی صورت میں) تکلیف پہنچے تو ان کے لئے پورا اجر ہے۔“

جہاد میں تین نعمتیں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”جہاد میں ربّ کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں، سلامتی، غنیمت، ثواب و اجر۔ پہلی دو نعمتیں دنیا میں اور آخری نعمت ثواب و اجر آخرت میں۔ غنیمت اور سلامتی کو اجر فرمانا اس لیے ہے کہ غزوہ میں یہ بھی رب تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے ورنہ غازی کا جہاد سلامتی اور غنیمت کے لیے نہیں ہوتا وہ تو صرف اِعلاءِ کَلِمَۃُ اللہ کے لیے جہاد کرتا ہے۔“[3]

جہاد میں اجر حاصل کرنے والوں کی چار اقسام:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جس نے کفار سے جہاد کیا پھر غنیمت حاصل کرکے صحیح سلامت لوٹا تو اس نے سلامتی اور غنیمت کی صورت میں دو تہائی ثواب دنیا میں حاصل کرلیا باقی رہا ایک تہائی جہاد کے ارادے اور دین اسلام کی نصرت کا ثواب تو یہ اسے آخرت میں ملے گا۔ جو شخص بغیر غنیمت حاصل کئے شہید ہو جائے تو اسے اس کا پورا اجر و ثواب ملے گا کیونکہ اسے دنیا میں کچھ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۲۸، ۴۲۹ ملتقطاً۔

[2] ... مسلم، کتاب الجھاد، باب بیان قدر ثواب من غزا...الخ، ص ۸۱۳، حدیث: ۴۹۲۶۔

[3] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۲۷، ۴۲۸ ملتقطاً۔

نہ ملا۔ باقی پھر دو قسم کے لوگ رہ گئے۔ **ایک** وہ جو جہاد سے صحیح سلامت لوٹا لیکن اسے غنیمت نہیں ملی تو اس نے ایک تہائی ثواب دنیا میں حاصل کرلیا اور باقی دو تہائی آخرت میں ملے گا اور **دوسرا** وہ جو زخمی ہو کر واپس لوٹا تو اسے اس کے زخموں کے مطابق اجر و ثواب دیا جائے گا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"صالحین" کے 6 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو مجاہد غنیمت حاصل کئے بغیر شہید ہو جائے اسے جہاد کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے ذریعے بندوں کی خوشنودی کا ارادہ کرنا ریاکاری ہے۔

(3) رضائے الٰہی کے لئے کفار کو اپنی شجاعت دکھانا، ان کے مقابلے میں اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔

(4) جو جہاد سے صحیح سلامت لوٹا لیکن اسے غنیمت نہیں ملی تو اس نے جہاد کا ایک تہائی اجر دنیا میں حاصل کرلیا اور باقی دو تہائی آخرت میں ملے گا۔

(5) مجاہد کو جہاد میں ربّ تعالیٰ کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں: **(1)** سلامتی **(2)** غنیمت اور **(3)** اجر و ثواب۔ پہلی دو نعمتیں دنیا میں اور تیسری نعمت آخرت میں۔

(6) مجاہدین کا وہ لشکر جس میں چار سو افراد ہوں سریہ کہلاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فقط اپنی رضا کے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ریاکاری جیسی مہلک بیماری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . شرح الطیبی، کتاب الجہاد، الفصل الاول، ۷/ ۳۲۰، تحت الحدیث: ۳۸۱۲ ملخصاً۔

حدیث نمبر:1345

اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ کی سیاحت

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَارَسُوْلَ اللہِ ائْذَنْ لِی فِی السِّیَاحَۃِ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّ سِیَاحَۃَ اُمَّتِی الْجِہَادُ فِی سَبِیْلِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے سیر و سیاحت کی اجازت عطا فرمائیے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میری اُمَّت کی سیر و سیاحت راہِ خدا میں جہاد کرنا ہے۔“

جہاد کو سیاحت کہنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُالرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”زمین میں گھومنا اور وطن سے دوری اختیار کرنا سیاحت ہے۔ راہِ خدا میں جہاد کو سیاحت کہنا اس وجہ سے ہے کہ جس طرح حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت میں سیاحت مطلوب تھی اسی طرح جہاد اسلام میں مطلوب ہے اور اس کا ثواب نہ صرف اُس سیاحت کے برابر ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے۔“[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یعنی میری امت کی سیاحت راہِ خدا میں جہاد کے لیے نکلنے اور کفار سے جنگ کرنے میں ہے۔ جہاد کی نیت سے زمین میں گھومنا پھرنا محمود و مستحسن ہے اس کے بغیر فضول اور لایعنی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ”اسلام میں سیاحت نہیں ہے۔“[3]

جہاد کی افضلیت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں کی طرح شہروں سے جُدائی اختیار کرنا اور زمین میں گھومنا پھرنا سیاحت ہے۔ یہ بات اکابِر صوفیا کی اُس سیاحت کے مُنافی نہیں ہے جو وہ مشائخ کی زیارت، عُلُوم و مَعارِف کی تحصیل، گوشہ نشینی کے حصول اور اِن کے علاوہ اُن

---

1 . . . ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن السیاحة، ۳/ ۹، حدیث: ۲۴۸۶۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الهمزة، ۲/ ۶۲۳، تحت الحدیث: ۲۴۰۸۔

3 . . . اشعة اللمعات، کتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، ۱/ ۳۵۶۔

مقاصد کی خاطر کرتے تھے جو شریعتِ محمدیہ میں پسندیدہ ہیں۔ جہاد چونکہ نفس پر شاق ہے، اس کا نفع دوسروں کو پہنچتا ہے اور یہ جہادِ اصغر اور اکبر دونوں کو شامل ہے لہٰذا یہ افضل ہے۔“[1]

حدیث نمبر:1346

جہاد سے لوٹنے پر بھی ثواب

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاص رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جہاد کرکے واپس لوٹنا جہاد کی طرح ہے۔“

امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قَفْلَہ جہاد سے لوٹنے کو کہتے ہیں۔ مراد یہاں جہاد سے فارغ ہو کر لوٹنا ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کرکے واپس آنے پر بھی ثواب ملتا ہے۔[3]

جہاد سے واپس لوٹنے کی وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس فرمانِ عالی کی چند شرحیں ہیں: ایک یہ کہ غازی کا سفر جہاد سے اپنے وطن کی طرف لوٹنا بھی وہ ہی ثواب رکھتا ہے جو جہاد میں جانا رکھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ دشمن کو بہکانے کے لیے میدانِ جہاد سے واپس ہو جانا تاکہ دشمن مطمئن ہو کر تیاریٔ جنگ ختم کردے پھر اچانک پلٹ کر اس پر حملہ کردیا جائے، یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے اس کا ثواب پہلی بار میدانِ جہاد میں آنے کی طرح ہے۔ تیسرے یہ کہ دشمن کا دباؤ بڑھ جانے اور اسلامی لشکر کے شکست کھا جانے کے یقین ہو جانے پر جہاد کے میدان سے واپس ہو کر اپنے مرکز میں پہنچ جانا اس کا بھی وہی ثواب ہے جو جہاد میں جانے کا ثواب تھا۔ چوتھے یہ کہ دوسری تیسری بار جہاد میں جانے کا وہ ہی ثواب ہے جو اول بار جہاد میں جانے کا تھا۔ خیال رہے کہ قَفل اور قُفول کے معنی ہیں لوٹنا، واپس ہونا، اس سے ہے قافلہ، سفر میں جانے والی جماعت کو نیک فال کے لیے قافلہ کہا جاتا ہے، یعنی خیریت سے واپس آنے والے

---

1. . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۲/ ۴۲۶، تحت الحدیث: ۷۴۲۔
2. . . ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی فضل القفل فی سبیل اللہ، ۳/ ۹، حدیث: ۲۴۸۷۔
3. . . ریاض الصالحین، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد، ص ۳۵۷۔

مسافروں کی جماعت۔[1]

عبادت سے واپس آنے میں بھی ثواب:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد کی وطن کی طرف واپسی جہاد کے لیے روانہ ہونے کے حکم میں ہے یعنی اہل وعیال کی طرف واپسی کا ثواب، جہاد کے لیے جانے کے ثواب کی طرح ہے، حج کے بارے میں بھی یہی منقول بلکہ ہر عبادت کے لئے یہی فضیلت ہے۔“[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مجاہد کا جہاد کے بعد اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹنے کا اجر اتنا ہی ہے جتنا جہاد کی طرف جانے کا کیونکہ واپسی میں نفس کے لیے راحت، جہاد کے لیے قوت اور اہل وعیال کے حق کی ادائیگی ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد دشمن کا سامنا کرنے کے بعد دوسری مرتبہ اس کی طرف جانا ہے۔“[3]

حدیث نمبر: 1347

واپسی پر مُجاہدین کا استقبال

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَتَلَقَّيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.[4] وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.[5]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سائب بن یزید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور میں نے بھی بچوں کے ساتھ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا استقبال کیا۔ بخاری میں یوں ہے کہ ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے استقبال کے لئے بچوں کے ساتھ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع تک پہنچے۔“

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۵/۴۴۶۔
2. ... لمعات التنقیح، کتاب الجہاد، الفصل الثانی، ۲/ ۵۷۸، تحت الحدیث: ۳۸۴۱۔
3. ... دلیل الفالحین، کتاب الجہاد، باب فی فضل الجہاد، ۴/ ۱۴۰، تحت الحدیث: ۱۳۴۴۔
4. ... ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی التلقی، ۳/ ۱۱۹، حدیث: ۲۷۷۹ بتقدیم وتاخیر۔
5. ... بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب استقبال الغزاۃ، ۲/ ۳۳۵، حدیث: ۳۰۸۳۔

ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع کی وجہِ تسمیہ:

عَلَّامَہ سِرَاجُ الدِّین عُمَربِنْ عَلِی اِبْنِ مُلَقِّن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”جہاد اور سفرِ حج سے واپس آنے والوں کا خوشی اور فرحت کے ساتھ استقبال کرنا بھلائی کا ایک کام اور نیکی کی ایک قسم ہے اور اس حدیث میں مجاہدین اور حجاج کو رخصت کرنے کا ثبوت بھی ہے کیونکہ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع کو اس نام سے پکارنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ حجاج اور مجاہدین کو اس گھاٹی تک رخصت کرنے کے لیے آتے تھے اور واپسی پر بھی بڑے اور بچے یہاں آکر مجاہدین و حجاج کا استقبال کرتے۔“[1]
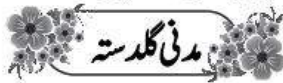
مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جہاد کی نیت سے زمین میں گھومنا پھرنا مستحسن ہے۔

(2) جہاد اُمَّتِ محمدیہ کی سیاحت ہے۔

(3) مجاہدین کو جہاد پر جاتے وقت اور جہاد سے واپسی پر بھی ثواب دیا جاتا ہے۔

(4) جہاد اور سفرِ حج سے واپس آنے والوں کا خوش دلی سے استقبال کرنا بھلائی و نیکی کا کام ہے۔

(5) دشمن کو چکما دینے کے لئے میدانِ جنگ سے واپس آجانا اور پھر دشمن کے غافل ہو جانے پر حملہ کر دینا جنگی حکمتِ عملی ہے جس پر مجاہدین کو ثواب دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دِینِ اسلام کی سربلندی کے لئے خوب خوب کوشش کرنے اور بوقتِ ضرورت دِین کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... التوضیح، کتاب الجھاد والسیر، باب استقبال الغزاۃ، ۱۸ / ۳۵۱، تحت الحدیث: ۳۰۸۲۔

حدیث نمبر:1348

مرنے سے پہلے بڑی مصیبت

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَّمْ یَغْزُ اَوْ یُجَهِّزْ غَازِیًا اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهِ بِخَیْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے نہ جہاد کیا نہ کسی غازی کو سامان دیا اور نہ غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ بھلائی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر قیامت سے پہلے ایک بڑی مصیبت لائے گا۔“

اس وعید کے مستحق کون ہیں؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جو شخص یا جو لوگ ان تینوں نعمتوں سے محروم رہے نہ جہاد کرے نہ مجاہد کو سامان دے نہ مجاہد کے بیوی، بچوں کی خدمت کرے۔ غالبًا رُوئے سخن ان لوگوں سے ہے جن کے زمانہ میں جہاد ہو اور وہ یہ تینوں کام نہ کرے اور اگر کسی کو جہاد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو وہ اس حکم سے علیحدہ ہے۔“[2]

مجاہدین کے گھر والوں سے بھلائی کرنے کی وضاحت:

”جو مجاہد کو سامان مہیا کرے اور اس کے گھر والوں کے ساتھ بھلائی کرے۔“ ”(یعنی) اس کے لئے سفر کے کپڑے اور دیگر ضروریات کا سامان مہیا کرے تاکہ اس کو سفر میں تکلیف نہ ہو اور لڑائی کے لیے ضروری سامان بھی مہیا کرے اور اس کے بال بچوں کی دیکھ بھال کرے اور ان کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرتا رہے اور اس کی بیوی سے خیانت نہ کرے۔“[3]

زندگی بھر جہاد کا ارادہ رکھے:

علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جس نے پوری زندگی نہ کبھی جہاد کیا اور نہ یہ خواہش رکھی کہ کاش! میں غازی ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرتا اور شہید ہوتا پھر اسی حالت میں

1 . . . ابوداود، کتاب الجهاد، باب کراهیة ترک الغزو، ۳/ ۱۶، حدیث: ۲۵۰۳۔
2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۱۔
3 . . . تفہیم البخاری، ۴/ ۴۰۳۔

مر گیا تو منافقت کے ایک حصے پر مرا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت جہاد کی نیت رکھے اور آلاتِ جہاد اور دیگر سازو سامان تیار رکھے۔“[1]

ترکِ جہاد کا وبال:

(1) حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان میں عذاب عام کر دیتا ہے۔“[2] **(2)** رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم گائے کی دُمیں پکڑے کاشتکاری میں پڑ جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر ذِلّت و رُسوائی مُسلّط فرمادے گا اور اس سے تمہیں نہیں نکالے گا حتّٰی کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ۔“[3]

حدیث نمبر:1349

مال، جان اور زبان سے جہاد

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: جَاھِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ.[4]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مشرکوں سے اپنے مال، جان اور زبان سے جہاد کرو۔“

مال، جان اور زبان سے جہاد کی وضاحت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”مشرکوں سے اپنے مال کے ذریعے جہاد کرو اس طرح کہ مجاہدین کی تیاری اور جنگی سازو سامان مثلاً گھوڑوں اور ہتھیاروں پر مال خرچ کرو۔ جان سے یوں کہ تم ان سے لڑائی کرو اور زبان سے اس طرح کہ ان کے کفر پر انہیں زبانی چوٹ پہنچاؤ اور انہیں شرک سے ڈراؤ یا ان کی گمراہی پر دلیل قائم کرو اور ان کے اعمال کا باطل ہونا بیان کرو۔“[5]

1. . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، الفصل الثانی، ۷/۲۷۷، تحت الحدیث: ۳۸۱۳ ملخصاً۔
2. . . . معجم الاوسط، من اسمہ علی، ۳/۵۱، حدیث: ۳۸۳۹۔
3. . . . ابو داود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی عن العینۃ، ۳/۳۷۸، حدیث: ۳۴۶۲۔
4. . . . ابو داود، کتاب الجہاد، باب کراھیۃ ترک الغزو، ۳/۱۶، حدیث: ۲۵۰۴۔
5. . . . دلیل الفالحین، کتاب الجہاد، باب فی فضل الجہاد، ۴/۱۴۲، تحت الحدیث: ۱۳۴۷۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”مشرکین سے مراد کفارِ حَربی ہیں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور جہاد خواہ محترم مہینہ میں ہو یا ان کے علاوہ۔ خیال رہے کہ کفارِ عرب سے جزیہ قبول نہیں، صرف اسلام ہی ان کے لیے ذریعۂ امان ہے اور کفارِ عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں، ہم کو حقِ حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں، نیز جہاد کے لیے یہ لازم نہیں کہ کفار ابتدا کریں، ہم مسلمان مُدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کر سکتے ہیں، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً﴾ (پ۱۰، التوبۃ: ۳۶) (ترجمۂ کنز الایمان: مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں) اس آیت اور اس حدیث نے ترکِ جہاد اور نرمی کی تمام آیات اور اَحادیث کو منسوخ فرمادیا چنانچہ آیت: ﴿فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۹۱) (ترجمۂ کنز الایمان: اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو۔) بھی منسوخ ہے۔ جان کا جہاد تو مشہور ہے میدانِ جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ۔ مال کا جہاد، غازیوں کو سامان دینا۔ زبان کا جہاد کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا، ان کی شکست کی دعا کرنا، انہیں ڈرانا دھمکانا۔“[1]

کفار کی ہجو زبان سے جہاد ہے:

عَلَّامَہ عَبْدُ الْعَظِیْم مُنْذِرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ممکن ہے یہاں زبان سے جہاد کرنے سے مراد کفار کی برائیاں بیان کرنا ہو جیسا کہ حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کفار کی ہجو کرنا (یعنی اَشعار میں ان کی برائی بیان کرنا) ان کے لیے تیزے کی مار سے زیادہ سخت ہے۔“ یہ بھی احتمال ہے کہ زبان سے جہاد کرنے سے مراد لوگوں کو جہاد پر ابھارنا، اس کی ترغیب دلانا اور اس کے فضائل بیان کرنا ہو۔“[2]
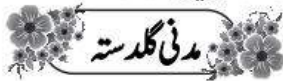
مدنی گلدستہ

”طیبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کفار و مشرکین کے خلاف ہر طرح سے جہاد کرنے کا حکم ہے مال خرچ کر کے، زبان سے انہیں

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۲۔

[2] ... شرح النسائی للسیوطی، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد، ۳/ ۷، الجزء السادس۔

للکار کر ان کی برائیاں بیان کر کے اور میدانِ جنگ میں اپنی جان ہتھیلی پر لے کر۔

(2) کفار کے دلائل کی تردید کرنا، ان کی شکست کی دعا کرنا، ڈرانا دھمکانا، ہجو کرنا، لوگوں کو جہاد پر اُبھارنا، اس کی ترغیب دلانا اور اس کے فضائل بیان کرنا یہ سب چیزیں زبان سے جہاد کرنے میں داخل ہیں۔

(3) کفارِ عرب سے جزیہ قبول نہیں، صرف اسلام ہی ان کے لیے ذریعۂ امان ہے اور کفارِ عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں، ہم کو حقِ حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں۔

(4) جہاد کے لیے کفار کا ابتدا کرنا ضروری نہیں بلکہ مسلمان مدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کر سکتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی جان، مال اور زبان سے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:1350

دن ڈھلنے کے بعد جہاد

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَیُقَالُ اَبُوْحَکِیْمٍ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: شَھِدْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ یُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّھَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَھُبَّ الرِّیَاحُ وَیَنْزِلَ النَّصْرُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عمرو انہیں ابو حکیم بھی کہا جاتا ہے نعمان بن مُقَرِّن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جہاد میں شریک رہا، آپ اگر دن کے ابتدائی وقت میں لڑائی شروع نہ کرتے تو انتظار فرماتے یہاں تک کہ دن ڈھل جاتا، ہوائیں چل پڑتیں اور مدد اترتی۔“

لڑائی کو سورج ڈھلنے تک مؤخر کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لڑائی کو سورج ڈھلنے تک اس لیے مؤخر فرماتے کہ اس وقت رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں، موسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے، لڑنے والوں کو اسلحہ سے لیس ہونا آسان ہو جاتا ہے، گھوڑوں پر سامنے سے حملہ کرنے اور پلٹ پلٹ کر

1 . . . ابوداود، کتاب الجہاد، باب فی ای وقت یستحب اللقاء، ۳/ ۲۸، حدیث: ۲۶۵۵۔

حملہ کرنے میں دشواری نہیں ہوتی اور اس مدد کے ساتھ تائیدِ الٰہی بھی شامل ہو جاتی ہے۔"[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "چونکہ بیچ دوپہری میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں اس لئے اس وقت نماز نہیں ہے اور حضور اس وقت جہاد بھی نہ کرتے تھے، سورج ڈھلے سورج کی پوجا ختم ہو جاتی ہے، نماز ظہر پڑھنے لگتے ہیں نمازیوں کے لئے دعائیں شروع ہو جاتی ہیں، دوپہری کی شدت جاتی رہتی ہے، قدرے ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگتی ہے اس لیے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اس وقت جہاد فرماتے تھے۔"[2] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "سورج ڈھلنے کے بعد جنگ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا ہے تو ایسی ہوائیں چلنا شروع ہو جاتی ہیں جو جنگ میں مددگار ثابت ہوتی ہیں اور ٹھنڈے وقت اور ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے جنگ لڑنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ جب جنگ میں گرمی آتی ہے تو لڑنے والوں کی حرکت اور اسلحہ کی وجہ سے گرمی اور حرارت مزید بڑھ جاتی ہے پھر جب شام کو ہوا چلتی ہے تو گرمی کو ٹھنڈا کر دیتی ہے، لڑنے والوں کو فرحت و تازگی دیتی ہے اور ان کے جسموں کو ہلکا کر دیتی ہے بخلاف گرمی کی شدت کے وقت۔"[3]

جنگ کی ابتدا حکمتِ عملی سے کی جائے:

شارحِ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے کفار سے جہاد میں انتظار فرمایا حتّٰی کہ سورج ڈھل گیا۔ یہ کوئی ضروری ضابطہ نہیں ہے کہ ایسا ضرور کیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ فوج کے کمانڈر کو حالات کے مطابق جنگ کی ابتدا کرنی چاہیے اور ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں کہ کھلے میدان میں موسمِ گرما میں مجاہدوں کو سورج کی سخت و شدید گرمی اور دیگر تکلیف دہ اُمور سے محفوظ رکھا جائے۔"[4]

حدیث نمبر: 1351

دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْاَلُوا

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الجهاد، باب فی فضل الجهاد، ۴/ ۱۴۲، تحت الحدیث: ۱۳۴۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۵۱۴۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا لم یقاتل اول النهار۔۔۔ الخ، ۱۰/ ۲۸۳، تحت الباب۔

4 . . . فیوض الباری، ۱۲/ ۳۹۴۔

اللهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت مانگو پھر اگر دشمن سے لڑائی ہو جائے تو صبر سے کام لو۔“

اپنی طاقت پر بھروسہ نہیں ہونا چاہیے:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضرت صدیق اکبر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے فرمایا: ”مجھے عافیت ملے اور میں شکر کروں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ بلا میں مبتلا ہوں اور صبر کروں۔“ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: ”اے بیٹے! کسی کو مقابلہ کے لیے نہ بلاؤ اور اگر تمہیں کوئی بلائے تو اس کا مقابلہ کرو اس لیے کہ وہ باغی ہے اور جس کے خلاف بغاوت کی جائے اس کی مدد کی اللہ نے ضمانت لی ہے۔“[2]

جہاد کا ایک اہم رکن:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں جنگ کی حالت میں صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جہاد میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا جہاد کے اَرکان میں سے ایک اہم رُکن ہے۔“[3] حدیثِ مذکور میں چونکہ عافیت کی دعا مانگنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، لہٰذا اس ضمن میں تین روایات ملاحظہ فرمائیے۔

(1) ایمان کے بعد سب سے بہتر چیز:

امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ منبر پر کھڑے ہوئے پھر رونے لگے اور فرمایا: جب خَاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پہلے سال ہمارے درمیان منبر پر تشریف فرما ہوئے تو رونے لگے پھر فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عَفْو اور عافیت کا سوال کیا کرو کیونکہ یقین کے بعد

1... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب لا تمنوا لقاء العدو، ۲/ ۳۱۷، حدیث: ۳۰۲۶۔ 2... نزہۃ القاری، ۴/ ۱۵۳، ۱۵۴۔

3... شرح مسلم للنووی، کتاب الجهاد، باب کراهة تمنی لقاء العدو... الخ، ۲/ ۴۶، الجزء الثانی عشر۔

کسی کو عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی۔"[1]

(2) دنیا و آخرت میں عافیت:

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بندہ اس سے افضل کوئی دعا نہیں مانگتا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔"[2]

(3) عافیت کا سوال محبوب ہے:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت کا سوال کرنا اُسے زیادہ محبوب ہے۔"[3]

مدنی گلدستہ

"مکہ" کے 3 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) مصیبت طلب کرنا ممنوع ہے۔

(2) جنگ کی دعا نہ کی جائے مگر جب جنگ ہو جائے تو پھر خوب ہمت واِستقلال سے کام لے۔

(3) جہاد میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا جہاد کے اَرکان میں سے ایک اَہم رُکن ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امن وعافیت عطا فرمائے، اپنی حفظ وامان میں رکھے اور جب اس کی طرف سے کوئی آزمائش آجائے تو خوب صبر وہمت سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... ترمذی، کتاب احادیث شتی، باب من ابواب الدعوات، ۵/ ۳۲۷، حدیث: ۳۵۲۹۔

[2] ... ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیۃ، ۴/ ۲۷۳، حدیث: ۳۸۵۱۔

[3] ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۸۴، ۵/ ۳۰۶، حدیث: ۳۵۲۶۔

حدیث نمبر:1352

جنگ دھوکہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ و حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جنگ دھوکہ ہے۔“

جنگ میں کفار کے ساتھ دھوکہ جائز ہے:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”حدیث میں مذکور لفظ ”خَدْعَةٌ“ میں تین احتمال ہیں: (1) خَدْعَةٌ اس کا مطلب ہے کہ جنگ ایک دھوکہ ہے جو دشمن کے خلاف دھوکے سے کام لے گا وہ کامیاب ہو گا۔ (2) خُدْعَةٌ یعنی جنگ اکثر و بیشتر مکر و فریب ہے۔ (3) خُدَعَةٌ یعنی جنگ انسان کو بہت دھوکہ دیتی ہے کہ انسان کے طرح طرح کے خیال اور تمنائیں ہوتی ہیں لیکن جب وہ میدانِ جنگ میں اترتا ہے تو اپنے خیالات کے برعکس پاتا ہے۔“ امام نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ” علمائے اُمَّت اس بات پر متفق ہیں کہ جنگ میں جس طرح بھی کفار کو دھوکہ دینا ممکن ہو ان کو دھوکہ دینا جائز ہے البتہ اس طرح دھوکہ دینا جائز نہیں ہے جس میں اُن سے کیا ہوا عہد توڑنا یا اُن کو دی ہوئی امان کے خلاف کرنا لازم آئے۔ امام طبری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جنگ میں حقیقۃً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے جنگ میں دھوکہ دینے کے لیے تَورِیَہ اور تعریض سے کام لینا چاہیے (توریہ اور تعریض کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنٰی ہوں ایک قریب اور ایک بعید، متکلم معنٰی بعید مراد لے اور مخاطب کو معنٰی قریب کے وہم میں مبتلا کرے)۔ ظاہر یہ ہے کہ جنگ میں حقیقۃً جھوٹ بولنا بھی جائز ہے لیکن توریہ اور تعریض پر اکتفا کرنا افضل ہے۔“[2]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جنگ میں مکر و فریب غلبہ پالینے اور جنگ کی زیادتی سے زیادہ مفید ہے مثلاً کسی جگہ میدانِ جنگ سے منہ موڑ لیا جائے اور دشمن کو یہ تاثر دیا جائے یہ لوگ جنگ سے کترا کر واپس جا رہے ہیں تاکہ دشمن غافل ہو جائے پھر اچانک حملہ کر کے اسے ملیامیٹ کر دیا

[1] . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحرب خدعة، ۲/ ۳۱۸، حدیث: ۳۰۳۰۔

[2] . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الجهاد، باب القتال فی الجهاد، ۷/ ۴۸۶، تحت الحدیث: ۳۹۳۹۔

جائے اور اسی قسم کی دوسری چالیں لیکن مکر میں کھلم کھلا جھوٹ نہ بولے۔"[1]

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مطلب دشمن کو شکست دینے اور اس پر قابو پانے کے لیے خفیہ تدبیر، ذو معنٰی الفاظ یا طرزِ عمل اختیار کرنے کے ہیں۔ یہ بات دورِ قدیم میں بھی تھی اور موجودہ دور کی لڑائیوں کا بھی یہی حال ہے۔ میدانِ جنگ میں بظاہر فوج کا عمل کچھ ہوتا ہے اور وہ کرتیں کچھ اور ہیں جس سے دشمن دھوکا کھا جاتا ہے۔ حالتِ جنگ میں اس قسم کے خفیہ اور مُتضاد طرزِ عمل کو آج کے دور میں بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا اور اسلام میں بھی یہ جائز و مباح ہے ویسے اسلام کی بنیادی دعوت یہی ہے کہ دھوکہ، فریب، بدعہدی، خیانت اور جھوٹ حرام، ناجائز اور گناہ ہے۔"[2]

لڑائی میں دھوکہ دینے کی صورتیں:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "لڑائی میں دھوکہ تَورِیَہ سے بھی ہو سکتا ہے وعدہ خلافی سے بھی اور چھپ کر حملہ کرنے سے بھی دھوکہ ہو سکتا ہے۔ جھوٹ اگرچہ بالاتفاق حرام ہے لیکن لڑائی میں **اللہ** تعالٰی نے اجازت دی ہے۔ علامہ کِرمانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی نے کہا: لڑائی میں دھوکا مباح ہے اگرچہ اس کے بغیر (علاوہ) حرام ہے۔"[3] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصلی ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے، اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے، تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔ کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی جان کر اپنی فوج لے آوے پھر داہنے بائیں اور پیچھے سے نکل کر اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے۔"[4]

امام **مُہَلَّب** رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: "جنگ میں دھوکہ دینے کی ایک مثال یہ ہے کہ مدِ مقابل سے کہے اپنے گھوڑے کی رسی سنبھال وہ کُھل چکی ہے کہنے والا اس سے سابقہ زمانے میں رسی کھلنا مراد لے پھر وہ جیسے ہی رسی کی طرف متوجہ ہو اس پر حملہ کر دے یا پھر اس کے سامنے کوئی ایسی بات کرے جو اسے شدید خوف

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب القتال فی الجہاد، ۳/۲۰۸۔

2 . . . فیوض الباری، ۱۲/۴۲۵۔ 3 . . . تفہیم البخاری، ۴/۵۸۷۔ 4 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۵۱۷۔

میں مبتلا کردے جیسے یہ کہے کہ تمہارا سردار مرگیا ہے اور اس جملے سے نیند یا دین کی موت مراد لے دونوں صورتوں میں تعریض سے کام لے اور خلافِ واقعہ بات کرنے کا قصد نہ کرے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی قوم کے ساتھ جنگ کا ارادہ فرماتے تو اسے ظاہر نہ فرماتے بلکہ یہ تاثر دیتے جیسے کہیں اور حملہ کرنے کی تیاری کی جارہی ہو۔"[1]

مدنی گلدستہ
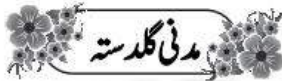
"رسول" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جنگ میں جس طرح بھی کفار کو دھوکہ دینا ممکن ہو ان کو دھوکہ دینا جائز ہے مگر ان سے کئے ہوئے عہد کو توڑنا یا اُن کو دی ہوئی امان کی مخالفت کرنا جائز نہیں۔

(2) لڑائی میں دشمن کو دھوکہ دینا توریَہ سے بھی ہوسکتا ہے، وعدہ خلافی سے بھی اور چھپ کر حملہ کرنے سے بھی۔

(3) دورانِ جنگ میں اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کرنا، تھوڑے سامان کو بے شمار دکھانا یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔

(4) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی قوم سے جنگ کا ارادہ فرماتے تو اسے ظاہر نہ فرماتے بلکہ یہ تاثر دیتے جیسے کہیں اور حملہ کرنے کی تیاری کی جارہی ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قلبِ سلیم عطا فرمائے دشمنانِ اسلام کے خلاف حکمتِ عملی سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے، بوقتِ ضرورت تَن مَن دَھن کے ساتھ جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ایمان وعافیت کے ساتھ مدینہ منورہ میں شہادت کی موت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجهاد، باب الحرب خدعة، ۵/ ۱۸۷۔

تفصیلی فہرست

مضامین	صفحہ
المدینۃ العلمیۃ کا تعارف	13
پیش لفظ و کام کی تفصیل	14
کتاب الفضائل	16
باب نمبر:180	16
قرآنِ پاک پڑھنے کی فضیلت	16
حدیث نمبر:991	16
قرآن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔	16
قرآن کی شفاعت	17
قرآن کی شفاعت قبول ہے۔	17
حدیث نمبر:992	18
سورۂ بقرہ و آلِ عمران کی شفاعت	18
جھگڑنے سے مراد	18
سورۂ بقرہ و آلِ عمران کے آگے ہونے کی وجہ	19
سورۂ بقرہ کے فضائل	19
سورۂ آلِ عمران کے فضائل	20
حدیث نمبر:993	21
قرآن سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت	21
قرآن سیکھنے سکھانے سے مراد	21
قرآن پڑھنا افضل ہے یا فقہ سیکھنا؟	22
حدیث نمبر:994	23
ماہر قرآن کی فضیلت	23
ماہر قرآن کون؟	24
ملائکہ اور انبیا کا ساتھ	24
حدیث نمبر:995	25
قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال	25
نارنگی سے تشبیہ دینے کی وجہ	26
کلام مجید کا بندے کے ظاہر و باطن پر اثر	27
حدیث نمبر:996	28
قرآن کے ذریعے بلندی اور پستی	28
کسے بلندی اور کسے پستی ملتی ہے؟	28

مضامین	صفحہ
قاریٔ قرآن مکہ کا گورنر	29
حدیث نمبر:997	30
دو چیزوں میں حسد	30
حسد سے مراد	30
رات دن قرآن پڑھنے سے مراد	31
حدیث نمبر:998	32
نزولِ سکینہ	32
سورۂ کہف پڑھنے والی شخصیت	33
سکینہ کیا ہے؟	33
بندۂ مومن کی تائید	34
سورۂ کہف کے دو فضائل	34
حدیث نمبر:999	35
ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں	35
ہر نیکی کی جزا دس نیکیاں	36
حرف سے مراد	36
ربّ تعالیٰ کا فضل شمار سے باہر	37
حدیث نمبر:1000	38
قرآن سے خالی سینہ	38
ویران گھر سے تشبیہ دینے سے مراد	38
حدیث نمبر:1001	39
قرآن والے کا مقام	39
قرآن والے سے مراد	40
جنت کے 6666 درجات	40
باب نمبر:181	42
قرآنِ پاک کو یاد رکھنے کا بیان	42
حدیث نمبر:1002	42
قرآن بہت تیزی سے بھول جاتا ہے۔	42
قرآن اور علوم قرآن کی تکرار کرتے رہو۔	43
کلام الٰہی حفظ ہو جانا رب کی مہربانی ہے۔	43
حدیث نمبر:1003	45

حافظ قرآن بندھے ہوئے اونٹ کی مثل ہے۔	45	سارے قرآن کے مضامین والی سورت	63
قرآن یاد رکھنے کے بہت فوائد ہیں۔	45	بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں۔	64
قرآن پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے۔	45	سورۂ فاتحہ کے 3 فضائل	64
باب نمبر:182	47	حدیث نمبر:1010	66
خوبصورت آواز سے قرآن پڑھنے کا بیان	47	سورۂ اخلاص کی فضیلت	66
حدیث نمبر:1004	47	تہائی قرآن سے مراد	66
نبی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔	47	تمام صفاتِ کمالیہ کو متضمن دو نام	67
حدیث پاک میں نبی سے مراد؟	48	حدیث نمبر:1011	68
انبیا علیہم السلام خوش آواز ہوتے ہیں۔	48	تہائی قرآن کے برابر ثواب	68
حدیث نمبر:1005	50	حدیث نمبر:1012	68
حضرت داود علیہ السلام کے مزامیر	50	سورۂ اخلاص کی فضیلت	68
تمام سازوں سے حسین آواز	50	سورۂ اخلاص کو کم سمجھنے پر تنبیہ	69
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	51	حدیث نمبر:1013	69
مزامیر سے کیا مراد ہے؟	51	سورۂ اخلاص سے محبت کی فضیلت	69
اچھی آواز والے سے قرآن سننا مستحب ہے۔	52	جنتی ہونے کا ذریعہ	69
حدیث نمبر:1006	53	سورۂ اخلاص کے 3 فضائل	70
حضور سے اچھی آواز کسی کی نہ سُنی	53	حدیث نمبر:1014	71
سب سے زیادہ بلند آواز والے	53	سورۂ فلق وناس کی فضیلت	71
حدیث نمبر:1007	55	حدیث نمبر:1015	72
اچھی آواز میں تلاوت کرنے کی ترغیب	55	جنات اور نظر بد سے حفاظت	72
حسین آواز قرآنِ پاک کا زیور ہے۔	55	سورۂ فلق وناس کے 3 فضائل	72
قرآن پڑھنے کا انداز وطریقہ	55	حدیث نمبر:1016	73
حدیث نمبر:1008	57	سورۂ ملک کی فضیلت	73
اچھی آواز والے سے قرآن سننا	57	سورۂ ملک کی شفاعت	73
قرآن پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سنت ہے۔	58	سورۂ ملک کے 3 فضائل	74
قرآن سنتے وقت غور وفکر کرنا آسان ہے۔	58	حدیث نمبر:1017	76
حضور تمام انبیا کے گواہ ہیں۔	59	سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت	76
قرآن پاک سننا پڑھنے سے افضل	60	کافی ہونے سے مراد	77
باب نمبر:183	62	سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے 3 فضائل	77
بعض سورتوں اور آیات کی ترغیب کا بیان	62	حدیث نمبر:1018	79
حدیث نمبر:1009	62	سورۂ بقرہ کی فضیلت	79
ایک عظیم الشان سورت	62	"گھروں کو قبرستان نہ بناؤ" سے مراد	79

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
نفس امّارہ کی موت اس کی مخالفت ہے۔	80	وضو کے فرائض	98
سورۂ بقرہ کے 3 فضائل	80	حدیث نمبر:1024	99
حدیث نمبر:1019	81	چمکتے اَعضاء والے	99
آیت الکرسی کی فضیلت	81	اس اُمّت کی خصوصیت	100
پہلی بار نہ بتانے اور دوسری بار پوچھنے پر بتانے کی وجہ	82	چمک زیادہ کرنے سے مراد	100
سب سے زیادہ عظمت والی آیت سے مراد	83	حدیث سے ماخوذ چند مسائل	101
حدیث مذکور کے 5 فوائد	83	حدیث نمبر:1025	102
آیت الکرسی کی خصوصیت	84	اچھی طرح وضو کرنے کی فضیلت	102
آیت الکرسی کے 3 فضائل	84	جنت میں مَردوں کا زیور	102
حدیث نمبر:1020	86	حدیث نمبر:1026	103
شیطان سے حفاظت کا نسخہ	86	گناہوں کی معافی کا ذریعہ	103
جن وانس کی چوری سے حفاظت کا نسخہ	88	وُضو کی سنتیں اور آداب سیکھنے کی ترغیب	104
حدیث سے ماخوذ مسائل	88	حضور کے قدموں کا دھوون بابرکت ہے۔	104
حدیث نمبر:1021	90	حدیث نمبر:1027	105
دجال سے حفاظت	90	پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔	105
دجال سے حفاظت کی وجہ	90	مکمل حدیث پاک	106
دجال سے مراد	91	جن کے گناہ نہیں اُن کے درجات بلند ہوتے ہیں۔	106
سورۂ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کے دو فضائل	91	حدیث نمبر:1028	108
حدیث نمبر:1022	92	وُضو کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔	108
دو نوروں کی خوشخبری	92	تمام بدن کے گناہ معاف	108
خاص فرشتے کا نزول	93	ماءِ ذُنُوب	109
نور کہنے کی وجہ	93	حدیث نمبر:1029	110
خصوصی ثواب	94	حضور اپنے امتیوں کو پہچانتے ہیں۔	110
باب نمبر:184	95	مُردے قبر پر آنے والے کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔	111
قرآن پڑھنے کے لئے جمع ہونا مستحب ہے۔	95	صحابہ بعد میں آنے والے مسلمانوں سے افضل ہیں۔	111
حدیث نمبر:1023	95	حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھائی کہنا جائز نہیں۔	112
جمع ہو کر تلاوتِ قرآن کرنے کی فضیلت	95	حدیث نمبر:1030	114
اللہ کے گھر سے مراد	95	گناہوں کو مٹانے والے اعمال	114
تنہا ذِکر سے جماعت کا ذِکر افضل ہے۔	96	کامل وضو سے مراد	114
مجمع میں قرآن پڑھنے کے بعض اَحکام	97	حدیث نمبر:1031	116
باب نمبر:185	98	طہارت نصف ایمان ہے۔	116
وضو کی فضیلت کا بیان	98	طہارت نصف ایمان کیسے؟	116

عنوان	صفحہ
طہارت کے چار درجات	117
حدیث نمبر:1032	118
وضو کے بعد کی دعا	118
وضو میں مبالغہ سے کیا مراد ہے؟	119
وضو کے بعد پڑھنے والے اذکار	119
حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حشر	119
باب نمبر:186	121
اذان کی فضیلت کا بیان	121
حدیث نمبر:1033	121
اذان دینے کے لیے قرعہ اندازی	121
اذان دینے کا ثواب	121
عشا اور فجر کی فضیلت	122
حدیث نمبر:1034	124
لمبی گردنوں والے	124
مؤذنوں کی گردن لمبی ہونے سے مراد	124
حدیث نمبر:1035	126
ہر چیز گواہی دے گی	126
بلند آواز سے اذان دینی چاہیے۔	126
بلند مکان پر اذان دینی چاہیے۔	127
حدیث نمبر:1036	128
اذان سن کر شیطان کا بھاگنا	128
شیطان اذان سے کیوں بھاگتا ہے؟	129
گوز مارنے کا مطلب	129
اذان دینے کے فضائل	130
اذان دینے کے مستحب مواقع	130
حدیث نمبر:1037	131
حضور کی شفاعت حاصل کرنے کا طریقہ	131
حدیث نمبر:1038	132
اذان کا جواب	132
اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا	132
اذان کا جواب دینے کا طریقہ	133
اذان کے جواب کی فضیلت	134
اذان کا جواب دینے والا جنتی ہو گیا۔	134
اذان کا جواب دینا واجب ہے۔	134
اذان کے جواب کے متعلق چند احکام	135
حدیث نمبر:1039	136
اذان کے بعد کی دعا	136
قبولیتِ دعا کے دو وقت	136
اذان کو تام (کامل) کہنے کی وجوہات	137
مقامِ محمود اور مقامِ وسیلہ	138
شفاعت حلال ہونے سے مراد	138
حدیث نمبر:1040	139
گناہوں کو بخشوانے والے کلمات	139
بخشش کا وظیفہ	140
حدیث نمبر:1041	141
قبولیتِ دعا کی گھڑی	141
قبولیت کی گھڑی میں کونسی دعا مانگنی چاہیے؟	141
باب نمبر:187	143
نماز کی فضیلت کا بیان	143
نماز بے حیائی سے روکتی ہے۔	143
حدیث نمبر:1042	144
گناہوں کو دھونے والی نہر	144
حدیث نمبر:1043	144
پانچ نمازوں کی مثال	144
گناہوں سے پاک ہونے کا آسان طریقہ	144
نہر سے تشبیہ دینے کی وجہ	145
حدیث نمبر:1044	146
نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔	146
آیت کا شانِ نزول	147
نماز صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔	147
امتِ مسلمہ کے لئے آسانیاں	148
حدیث نمبر:1045	149
پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ	149
اللہ کا فضل اُمّتِ محمدی پر	149

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
گناہوں کو بخشوانے والے اعمال	149	فجر و عصر کا اجر عظیم	165
حدیث نمبر:1046	150	ہر مومن دیدار الٰہی سے مشرف ہو گا۔	165
خشوع سے نماز پڑھنا	150	ایک عاشق رسول کا عشق بھرا انداز	166
خشوع سے نماز پڑھنے کا مطلب	151	حدیث نمبر:1052	168
صحابہ کرام خشوع سے نماز پڑھتے۔	152	اعمال کی بربادی	168
خشوع نماز کی روح ہے۔	152	عمل برباد ہونے سے کیا مراد ہے؟	168
نماز میں جلدی مت کیجئے۔	152	گھر بار اور مال کا لٹنا	169
سرکار نے نماز سکھائی۔	153	**باب نمبر:189**	171
باب نمبر:188	155	مسجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان	171
فجر اور عصر کی نماز کی فضیلت	155	حدیث نمبر:1053	171
حدیث نمبر:1047	155	پابندی سے مسجد جانے کی فضیلت	171
جنت کی بشارت	155	مسجد جانے کی فضیلت کیسے حاصل ہو گی؟	171
ٹھنڈی نمازوں سے مراد	155	صبح و شام نُزل (مہمانی) کی وضاحت	172
جنت میں داخلے سے کیا مراد ہے؟	156	مسجد میں آنے کی ایک نیت	172
فجر اور عصر کو بطور خاص ذکر کرنے کی وجہ	156	حدیث نمبر:1054	173
حدیث نمبر:1048	157	گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی	173
جہنم سے آزادی	157	کبائر کی معافی کی امید	173
جہنم میں نہ جانے سے کیا مراد ہے؟	158	نیک کاروں کے لئے ہر قدم پر دو نیکیاں	174
عبادت سے محبت کی علامت	158	ہر قدم پر تین اجر	174
حدیث نمبر 1049	158	حدیث نمبر:1055	175
اللہ تعالیٰ کا ذمہ	158	دور سے مسجد کی طرف چل کر آنا	175
اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے کیا مراد ہے؟	159	مسجد کی طرف جانے سے متعلق 4 فرامینِ مصطفےٰ	176
حدیث نمبر:1050	160	حدیث نمبر:1056	177
صبح و شام فرشتوں کی تبدیلی	160	دور سے مسجد میں آنے کی ترغیب	177
فرشتوں سے مراد	160	بنو سلمہ کی جماعت سے محبت اور جذبۂ اطاعت	177
ملائکۂ شب سے ہی پوچھنے کی وجہ	161	جتنی مشقت زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ	178
حدیث سے معلوم ہونے والے مسائل	161	حدیث نمبر:1057	179
حدیث نمبر:1051	163	زیادہ ثواب پانے والا نمازی	179
دیدار الٰہی کا ایمان افروز تذکرہ	163	محلے کی مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جانا؟	179
فجر و عصر میں سستی سے بچنا	163	نماز کا انتظار	180
مومن کے لئے سب سے بڑی نعمت	164	حدیث نمبر:1058	181
حدیث مذکور میں موجود تشبیہ کی وضاحت	165	نور کی بشارت	181

عنوان	صفحہ
نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ کے ساتھ حشر	181
تاریکی سے مراد	182
رات کی تاریکی میں مسجد جانے والوں کے فضائل	183
قیامت کے دن نور ملنا	183
رحمتِ الٰہی میں غوطے	183
جنت میں لے جانے والا عمل	183
حدیث نمبر:1059	184
مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا	184
مسجد کی طرف جانا	184
ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار	185
فرشتوں کی طرف سے سلامتی	185
رباط سے کیا مراد ہے؟	185
حدیث نمبر:1060	186
مساجد کی آبادکاری	186
مسجد کا عادی ہونے سے مراد	186
آیت کی تفسیر	187
مسجد سے محبت اور اس کی آبادکاری سے متعلق 5 فرامین مصطفٰے	187
باب نمبر:190	189
نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت کا بیان	189
حدیث نمبر:1061	189
نماز کے انتظار پر نماز کا ثواب	189
مسجد بیت میں نماز کا انتظار کرنا	190
حدیث نمبر:1062	190
فرشتوں کی دُعا کا حقدار	190
بغیر مشقت گناہوں کی معافی	191
حدیث نمبر:1063	192
نماز کے انتظار میں رہنے والا نماز میں ہے۔	192
نماز کا انتظار عبادت ہے۔	192
باب نمبر:191	194
باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان	194
حدیث نمبر:1064	194
باجماعت نماز ستائیس درجے افضل ہے۔	194
جماعت کس پر واجب ہے؟	195
جماعت کے دینی و دُنیوی فوائد	195
حدیث نمبر:1065	196
پچیس گنا زیادہ ثواب	196
گھر سے وضو کر کے مسجد جانا	196
ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار	197
مختلف روایات میں تطبیق	198
حدیث نمبر:1066	199
نابینا کا جماعت میں حاضر ہونا	199
وہ نابینا کون تھے؟	199
جماعت ترک کرنے کے اعذار	200
دو اِشکال اور اُن کے جوابات	200
ہر بیماری ترکِ جماعت کا عذر نہیں۔	201
حدیث نمبر:1067	202
جسے اذان سنائی دے وہ جماعت میں آئے۔	202
یثرب کو طیبہ بنادیا۔	202
حدیث نمبر:1068	204
تارکِ جماعت کے لیے لمحۂ فکریہ	204
صحابۂ کرام جماعت کے پابند تھے۔	204
باجماعت نماز کی اہمیت	205
مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا شعارِ دین ہے۔	205
حدیث نمبر:1069	206
خاتمہ بالخیر کا نسخہ	206
ایمان پر خاتمہ کا نسخہ	207
سُنَنِ ہدیٰ کی تعریف و اقسام	207
صحابۂ کرام کا جذبۂ جماعت	208
حدیث نمبر:1070	209
جماعت کی تاکید	209
تنہا شخص پر شیطان غالب آجاتا ہے۔	209
باب نمبر:192	212
فجر و عشا باجماعت ادا کرنے کی ترغیب	212
حدیث نمبر:1071	212

عنوان	صفحہ
ساری رات عبادت میں گزارنے کا نسخہ	212
فجر وعشا کی فضیلت پر فرامینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	213
رات بھر عبادت سے بہتر	214
حدیث نمبر:1072	214
فجر وعشا کا ثواب	214
حدیث نمبر:1073	214
عشا و فجر کی ادائیگی کن پر بھاری ہے؟	214
منافقین پر فجر وعشا کیوں بھاری ہیں؟	215
عشق واخلاص مشکلات کو آسان کر دیتے ہیں۔	216
باب نمبر:193	217
نماز ادا کرنے کا حکم اور ترک پر وعیدوں کا بیان	217
(1) نمازوں کی پابندی کا حکم	217
(2) جان ومال کی حفاظت	218
حدیث نمبر:1074	219
سب سے افضل عمل	219
وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت	219
نمازوں کا پابند جہنم سے آزاد	220
حدیث نمبر:1075	221
اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔	221
اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے۔	221
حدیث نمبر:1076	226
مسلمان کے مال وجان کی حرمت	226
تمام اَحکام پر ایمان لانا ضروری ہے۔	226
توحید ورسالت، نماز اور زکوٰۃ کی خصوصیت کی وجہ	226
نماز وزکوٰۃ کے تارک کا شرعی حکم	227
اِسلام کے حق سے کیا مراد ہے؟	227
حدیث نمبر:1077	228
دن رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت	228
اسلامی احکام بتانے کا طریقہ	228
پانچوں نمازوں کی اہمیت	229
حدیث نمبر:1078	231
نماز ایمان کی پہچان ہے۔	231
نماز میں سستی کرنے والے کیلئے پندرہ سزائیں	232
چھ دنیوی سزائیں	232
موت کے وقت کی تین سزائیں	232
قبر کی تین سزائیں	232
قیامت کے دن کی تین سزائیں	233
حدیث نمبر:1079	233
ترکِ نماز کا وبال	233
بے نمازی کی شامت	233
جہنمی اژدھے اور بچھو	234
حدیث نمبر:1080	235
دورِ رسالت میں نماز کی اہمیت	235
کیا تارکِ نماز کافر ہے؟	235
حدیث نمبر:1081	237
محشر کا سب سے پہلا سوال	237
آخرت کا خسارہ	238
نمازی کے حساب میں آسانی ہوگی۔	239
فرائض میں کمی سے کیا مراد ہے؟	239
باب نمبر:194	242
صفِ اوّل کی فضیلت کا بیان	242
حدیث نمبر:1082	242
فرشتوں جیسی صفیں	242
پہلے اگلی صفیں پوری کرو۔	243
صف بندی کے فوائد	243
حدیث نمبر:1083	244
پہلی صف کے لیے قرعہ اندازی	244
پہلی صف میں کھڑے ہونے کے فوائد	244
حدیث نمبر:1084	245
مَردوں کی بہترین صف	245
مَردوں کی آخری صف میں کم ثواب کیوں؟	245
عورتوں کے مسجد میں حاضر ہونے کا حکم	245
حدیث نمبر:1085	247
پچھلی صفوں کے عادی نقصان میں ہیں۔	247

عنوان	صفحہ
صحابہ کرام کی پیروی میں نجات ہے۔	248
نیک کاموں میں سبقت	248
حدیث نمبر:1086	249
صفیں درست نہ رکھنے کا وبال	249
دل اور ظاہری بدن کا باہمی تعلق	249
اہل فضل کو مقدم رکھنے کی وجوہات	250
حدیث نمبر:1087	251
صفیں درست رکھنے کی اہمیت	251
صف سیدھی کرنے کا معنی	251
حدیث نمبر:1088	253
نگاہِ مصطفےٰ کا کمال	253
صفوں میں تین چیزوں کا خیال رکھنا	253
حضور کی نگاہ ہر چیز ملاحظہ فرماتی ہے۔	254
صفوں میں ٹخنے سے ٹخنہ ملانا	255
حدیث نمبر:1089	256
صفیں سیدھی رکھنے کی تاکید	256
دلوں میں اختلاف کا ایک سبب	257
حدیث نمبر:1090	258
صفیں درست کرانے کا حسین انداز	258
دِلوں کے اِختلاف سے کیا مراد ہے؟	259
فرشتوں کا دعائے رحمت کرنا	259
حدیث نمبر:1091	260
شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو۔	260
صف کی خالی جگہ پُر کرنے کا طریقہ	261
اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ۔	261
حدیث نمبر:1092	262
صفیں قریب بناؤ۔	262
صفوں کے درمیان فاصلہ کم رکھو۔	262
خشوع نماز کی روح ہے۔	263
شیطان صفوں میں گھس جاتا ہے۔	263
حدیث نمبر:1093	264
پہلے اگلی صف مکمل کرنی چاہیے۔	264
اگلی صفوں میں جگہ خالی نہ چھوڑیں۔	264
حدیث نمبر:1094	264
سیدھی جانب والوں پر رحمتِ الٰہی	264
صفوں پر رحمتِ الٰہی کی ترتیب	265
مسجدِ نبوی میں بائیں جانب کھڑے ہونا افضل ہے۔	265
حدیث نمبر:1095	266
محبت کا ایک دِلرُبا انداز	266
صف کی داہنی جانب کیوں پسندیدہ؟	266
حضور کے صدقے ہماری مغفرت ہوگی۔	267
حدیث نمبر:1096	267
امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیے۔	267
امام کے لئے ایک اہم سنت	268
باب نمبر:195	270
سُنّتِ مؤکدہ کی فضیلت و تعداد کا بیان	270
حدیث نمبر:1097	270
جنت میں گھر	270
حدیث نمبر:1098	271
دو دو رکعت سنت مؤکدہ	271
روزانہ کی مؤکدہ سنتیں	271
ساتھ پڑھنے سے مراد	272
سنت مؤکدہ کی وضاحت	272
حدیث نمبر:1099	272
دو اذانوں کے درمیان نماز	272
دو اذانوں سے مراد	273
باب نمبر:196	275
فجر کی دو سُنّتوں کی تاکید	275
حدیث نمبر:1100	275
فجر سے پہلے دو سنتوں پر پابندی	275
حدیث نمبر:1101	276
فجر کی سنتوں کا اہتمام	276
حدیث نمبر:1102	276
تمام دنیا سے زیادہ محبوب	276

عنوان	صفحہ
سفر وحضر میں فجر کی سنتوں کی پابندی	276
جان بوجھ کر فجر کی سنتوں کا انکار کفر ہے۔	277
فجر کی سنتیں ہر چیز سے پیاری	277
حدیث نمبر:1103	278
فجر کی سنتیں ہر گز نہ چھوڑو۔	278
فجر کی سنتوں کی اہمیت	279
فجر کا مستحب وقت	279
باب نمبر:197	281
فجر کی سُنّتیں مختصر پڑھنے کا بیان	281
حدیث نمبر:1104	281
سُنّتِ فجر کی ادائیگی کا انداز	281
حدیث نمبر:1105	282
فجر کی سنتوں میں اِختِصار	282
فجر کی سنتوں میں اختصار کی وضاحت	282
گھر میں برکت واتفاق کا نسخہ	283
صبح سے مراد	283
حدیث نمبر:1106	283
رات کے نوافل دو دو رکعت پڑھنا	283
ایک رکعت ملا کر وتر بنانے کی وضاحت	284
وتر کا وقت	284
رات کے نوافل چار رکعت پڑھنا	284
حدیث نمبر:1107	285
فجر کی سنتوں میں پڑھی جانے والی آیات	285
حدیث نمبر:1108	286
سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تلاوت	286
حدیث نمبر:1109	286
سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی اہمیت	286
اکثر کونسی سورت تلاوت کرتے؟	286
باب نمبر:198	288
فجر کی سُنّتوں کے بعد لیٹنے کا بیان	288
حدیث نمبر:1110	288
سُنّتِ فجر کے بعد دائیں کروٹ لیٹنا	288
قبر کی یاد	289
حدیث نمبر:1111	289
عشاو فجر کے درمیان گیارہ رکعتیں	289
گیارہ رکعتوں کی وضاحت	289
حدیث نمبر:1112	290
سیدھی کروٹ لیٹنے کی ترغیب	290
دائیں کروٹ لیٹنے کی حکمت	291
مسجد کے پڑوسی کے لئے ایک آسانی	291
باب نمبر:199	293
ظہر کی سُنّتوں کا بیان	293
حدیث نمبر1113	293
تَحِیَّۃُ الْمَسجِد	293
دو رکعت نوافل سے مراد	293
حدیث نمبر:1114	294
ظہر کی پہلی چار سنتوں کی اہمیت	294
حدیث نمبر:1115	294
سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے	294
حدیث نمبر:1116	295
جہنم کی آگ سے حفاظت	295
گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔	295
ایمان پر خاتمہ	296
حدیث نمبر:1117	296
آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔	296
حدیث نمبر:1118	297
ظہر کی سنتوں کی مُحافَظت	297
سنن قبلیہ وبعدیہ کی مشروعیت میں حکمت	298
مخلوق پر نظر رحمت	298
ظہر کی سنتوں پر تہجد کا ثواب	298
باب نمبر:200	300
عصر کی سُنّتوں کا بیان	300
حدیث نمبر:1119	300
عصر کی سنت قبلیہ	300

عنوان	صفحہ
سلام سے کیا مراد ہے؟	300
حدیث نمبر:1120	301
دعائے مصطفےٰ	301
دعائے نبوی لینے کا ذریعہ	301
حدیث نمبر:1121	301
عصر سے پہلے دو رکعتیں	301
عصر کی سنتیں دو ہیں یا چار؟	302
باب نمبر:201	303
مغرب سے قبل اور بعد کی سُنّتوں کا بیان	303
حدیث نمبر:1122	303
مغرب سے پہلے نوافل	303
حدیث نمبر:1123	303
عبادت کا جذبہ	303
حدیث نمبر:1124	304
مغرب سے قبل نوافل ادا نہیں فرمائے۔	304
حدیث نمبر:1125	304
ستونوں کی اوٹ میں نوافل	304
نمازِ مغرب سے قبل نوافل	304
نمازِ اوّابین کی فضیلت	305
باب نمبر:202	306
عشا کی سنتِ قبلیہ و بعدیہ کا بیان	306
عشا کی کل رکعتیں	306
عشا کی سنتِ قبلیہ و بعدیہ کی فضیلت	307
باب نمبر:203	308
جمعۃ المبارک کی سُنّتوں کا بیان	308
حدیث نمبر:1126	308
جمعۃ المبارک کے بعد چار رکعتیں	308
حدیث نمبر:1127	309
جمعہ کے بعد گھر میں دو رکعت	309
جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں سنت ہیں؟	309
باب نمبر:204	311
سُنَن و نوافل گھروں میں ادا کرنے کا بیان	311
حدیث نمبر:1128	311
سنن و نوافل گھروں میں ادا کرنے کی ترغیب	311
نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔	312
گھر میں نوافل پڑھنے کی حکمتیں	313
حدیث نمبر:1129	313
گھروں کو قبرستان نہ بناؤ!	313
اپنے گھروں کو ذِکرُ اللہ سے مُنوّر کرو۔	313
حدیث نمبر:1130	314
گھر میں خیر و برکت	314
نوافل گھر میں پڑھنے کے فوائد	315
حدیث نمبر:1131	316
فرائض کی ادائیگی کے بعد جگہ کی تبدیلی	316
فرائض و سنن میں فاصلہ	316
اِصلاح کا اَحسن انداز	317
باب نمبر:205	319
نمازِ وتر کا بیان	319
حدیث نمبر:1132	319
اللہ عزوجل وتر کو پسند فرماتا ہے۔	319
اللہ تعالیٰ کے وتر ہونے کی وضاحت	319
اے قرآن ماننے والو! وتر پڑھا کرو۔	320
حدیث نمبر:1133	321
وتر پڑھنے کا وقت	321
وتر کا افضل وقت	321
حدیث نمبر:1134	322
رات کی آخری نماز	322
وتر کا وجوب	322
اول شب اور آخر شب میں وتر پڑھنا	323
حدیث نمبر:1135	323
طلوعِ فجر سے پہلے تک وتر پڑھ سکتے ہیں۔	323
حدیث نمبر:1136	323
گھر میں وتر کی ادائیگی	323
حدیث نمبر:1137	324

عنوان	صفحہ
صبح سے پہلے وتر	324
حدیث نمبر:1138	324
فرشتوں کی تشریف آوری	324
رحمت کے فرشتوں کی آمد	325
باب نمبر:206	326
نمازِ چاشت کی فضیلت کا بیان	326
حدیث نمبر:1139	326
چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی نصیحت	326
سونے سے پہلے وتر پڑھنا	327
خلیل کا معنیٰ	327
ہر مہینے تین دن کے روزے	327
صلاۃِ ضحیٰ (نمازِ چاشت)	328
علم دین میں مشغولیت افضل ہے۔	329
حدیث نمبر:1140	330
جسم کے تمام جوڑوں کا صدقہ	330
بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ	331
صدقہ صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں۔	331
حج وعمرہ کا ثواب	332
حدیث نمبر:1141	333
چاشت کی چار رکعتیں	333
حدیث نمبر:1142	333
چاشت کی آٹھ رکعتیں	333
اشراق وچاشت کی رکعتیں	333
چاشت کی نماز میں تخفیف مستحب ہے۔	334
جنت میں سونے کا محل	334
چاشت کی رکعتوں کی فضیلت	335
باب نمبر:207	336
نمازِ چاشت کے وقت کا بیان	336
حدیث نمبر:1143	336
نمازِ چاشت کا افضل وقت	336
نمازِ چاشت کے افضل وقت کی وجہ	337
چاشت کی نماز پر پابندی کی فضیلت	338
باب نمبر:208	339
نمازِ تحیۃ المسجد کا بیان	339
حدیث نمبر:1144	339
تحیۃ المسجد پڑھے بغیر مسجد میں نہ بیٹھو۔	339
حدیث نمبر:1145	339
تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں	339
تحیۃ المسجد کے بعض احکام	340
باب نمبر:209	342
نمازِ تحیۃ الوضو کے استحباب کا بیان	342
حدیث نمبر:1146	342
تحیۃ الوضو کی فضیلت	342
شرح حدیث	343
حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بتانے کی وجہ	344
تحیۃ الوضو کی بدولت ملنے والا رتبہ	344
نفلی کام پر ہمیشگی کرنا	345
باب نمبر:210	346
آدابِ جمعہ وفضائلِ جمعہ کا بیان	346
نمازِ جمعہ کے بعد فضلِ الٰہی کی تلاش	347
حدیث نمبر:1147	348
بہترین دن	348
عظمت والا دن	348
تمام دنوں کا سردار	349
حدیث نمبر:1148	350
دس دن کے گناہوں کی بخشش	350
خطبہ توجہ سے سننا ضروری ہے۔	351
حدیث نمبر:1149	352
گناہوں کا کفارہ	352
نیکیاں گناہوں کا کفارہ ہیں۔	352
حدیث نمبر:1150	353
دلوں پر غفلت کی مُہر	353
دلوں پر مہر لگنے سے مراد	354
نمازِ جمعہ چھوڑنے کا وبال	354

عنوان	صفحہ
ترکِ جمعہ کے متعلق تین فرامین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	355
نمازِ جمعہ نہ پڑھنے کا کفارہ	355
حدیث نمبر:1151	356
نمازِ جمعہ کے لیے غسل	356
غسل جمعہ سنت ہے۔	356
حدیث نمبر:1152	357
جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل	357
وجوب سے مراد	357
حدیث نمبر:1153	357
جمعہ کے دن غسل کرنا افضل ہے۔	357
وضو کے مقابل غسل کو افضل کہنے کی وجہ	358
جمعہ کے دن غسل کی فضیلت	358
حدیث نمبر:1154	359
پورے ہفتے کے گناہوں کی بخشش	359
جمعہ کے دن کے آداب	360
جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب	360
خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا حکم	360
حدیث نمبر:1155	362
ایک اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب	362
نمازِ جمعہ کے لیے جلدی نکلنا	362
غسل جنابت کی طرح غسل کرنا	363
حدیثِ پاک سے ماخوذ مسائل	364
پہلی صدی میں جمعہ کا جذبہ	364
حدیث نمبر:1156	365
قبولیت کی گھڑی	365
حدیث نمبر:1157	366
جمعہ کے دن قبولیت کا خاص وقت	366
ساعتِ جمعہ کی تعیین میں اختلاف	366
ساعتِ جمعہ کی تعیین میں دو راجح اقوال	367
حدیث نمبر:1158	369
جمعہ کے دن درود پاک کی کثرت	369
افضل دن میں افضل عبادت	369
روزِ جمعہ بکثرت درود پڑھنے کے فضائل	370
باب نمبر:211	372
سجدۂ شکر کے مستحب ہونے کا بیان	372
حدیث نمبر:1159	372
دُعا کی قبولیت پر سجدۂ شکر	372
خوشی کی خبر پہنچنے پر سجدۂ شکر	374
سجدۂ شکر کا طریقہ	375
باب نمبر:212	376
شب بیداری کی فضیلت کا بیان	376
(1)رات کے کچھ حصہ میں تہجد	376
(2)ایمان والوں کے اوصاف	377
نمازِ تہجد کے فضائل پر دو روایات	378
(3)رات کا پچھلا حصہ	378
حدیث نمبر:1160	379
طویل شب بیداری	379
شکر گزار بندہ	379
حدیث نمبر:1161	381
نمازِ تہجد کے لیے جگانا	381
حدیث نمبر:1162	382
شب بیداری کی ترغیب	382
اچھا آدمی ہونے کی صفت سے موصوف ہونا	382
قیامت کے دن فقیر	383
حدیث نمبر:1163	383
شب بیداری چھوڑنے پر تنبیہ	383
نیک کام پر ہمیشگی اختیار کرنا مستحب ہے۔	384
تہجد گزار کا تہجد چھوڑنا برا ہے۔	384
حدیث نمبر:1164	385
رات بھر سونے والا	385
شیطان کے پیشاب کرنے کی حقیقت	386
حدیث نمبر:1165	388
غفلت کی تین گرہیں	388
گرہ لگانے سے مراد	388

شیطانی گرہیں کھولنے کے تین عمل	389
گُدی پر گرہیں لگانے کی وجہ	390
حدیث نمبر:1166	391
سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ	391
لوگوں کے آرام کے وقت نماز پڑھنا	392
حدیث نمبر:1167	393
فرض نماز کے بعد سب سے افضل عمل	393
حدیث نمبر:1168	394
تہجد کی نماز دو دو رکعات پڑھنا	394
حدیث نمبر:1169	395
وِتر کو تہجد کے ساتھ پڑھنا	395
حدیث نمبر:1170	396
رات میں عبادت اور آرام	396
حدیث نمبر:1171	398
رات کی نماز میں طویل سجدہ	398
طویل سجدہ کرنے کی وجہ	398
حدیث نمبر:1172	399
میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔	399
نمازِ تہجد کی رکعات	400
حدیث نمبر:1173	402
رات کے آخری حصہ میں نماز	402
رات میں قیام کا افضل وقت	402
امام ابن جوزی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی نصیحت	402
شب بیداری میں آسانی کے ظاہری وباطنی اسباب	403
چار ظاہری اسباب	403
چار باطنی اسباب	403
حدیث نمبر:1174	405
رات کی نماز میں طویل قیام	405
طویل قیام افضل ہے یا طویل رکوع و سجود؟	406
حدیث نمبر:1175	407
نمازِ تہجد میں طویل قراءت	407
نوافل میں اقتدا کرنا	408
نفل کی جماعت کا حکم	409
خلافِ ترتیب قراءت کا مسئلہ	410
دورانِ نماز تسبیح، تحمید اور تعوُّذ کا حکم	410
تسبیحاتِ رکوع و سجود کی قرآن سے مُوافقت	411
ایک لطیف نکتہ	411
حدیث نمبر:1176	412
کونسی نماز افضل ہے؟	412
کثرتِ رکوع و سجود افضل ہیں یا طویل قیام؟	413
حدیث نمبر:1177	413
پسندیدہ روزے اور پسندیدہ نماز	413
صومِ داؤد اور صلوۃِ داؤد کے افضل ہونے کی وجہ	414
ایک اِشکال اور اُس کا جواب	415
حدیث نمبر:1178	416
ہر رات میں قبولیت کی ایک گھڑی	416
رات میں قبولیت کا وقت	417
رات دن سے افضل ہے۔	417
بخشش کے جھونکے	417
حدیث نمبر:1179	418
رات میں نماز کی ابتدا کیسے ہو؟	418
حدیث نمبر:1180	419
دو مختصر رکعتوں کی ادائیگی سنت ہے۔	419
نمازِ تہجد سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔	419
حدیث نمبر:1181	419
تہجد کے بدلے دن میں بارہ رکعات	419
حدیث نمبر:1182	420
رات کا وظیفہ رہ جائے تو کیا کریں؟	420
فضلِ خداوندی	420
دن اور رات ایک دوسرے کے خلیفہ ہیں	421
حدیث نمبر:1183	422
میاں بیوی کا ایک دوسرے کو نماز کے لئے جگانا	422
حدیث نمبر:1184	423
ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں	423

عنوان	صفحہ
مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا	423
تہجد کی برکت سے پوری رات عبادت کا ثواب!	424
حدیث نمبر:1185	425
غلبۂ نیند کی صورت میں نماز پڑھنا	425
حدیث نمبر:1186	425
قرآن پڑھنے میں دشواری ہو تو کیا کرے؟	425
اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	425
باب نمبر:213	427
قیامِ رمضان (تراویح) کے اِستحباب کا بیان	427
حدیث نمبر:1187	427
پچھلے تمام گناہوں کی بخشش	427
حدیث نمبر:1188	428
حضور نمازِ تراویح کی ترغیب دیتے	428
صغیرہ گناہوں کی معافی	428
تراویح کا حکم اور مسائل	428
نمازِ تراویح میں حاضر ہونے والے فرشتے	429
باب نمبر:214	431
شبِ قدر کی فضیلت کا بیان	431
(1) قدر و منزلت والی رات	431
ایک ہزار مہینوں سے بہتر رات	431
(2) برکت والی رات	432
حدیث نمبر:1189	432
شبِ قدر میں قیام کی برکت	432
شبِ قدر پانے کیلئے کتنا قیام ضروری ہے؟	433
فرشتوں کا مسلمانوں کو سلام	433
حدیث نمبر:1190	434
خواب میں شبِ قدر دکھائی گئی۔	434
حدیث نمبر:1191	435
شبِ قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں	435
حدیث نمبر:1192	435
آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔	435
شبِ قدر کو تلاش کرنا چاہیے۔	435
شب قدر رمضان ہی میں ہے۔	436
شب قدر کو پوشیدہ رکھنے کی حکمتیں	437
شبِ قدر کی علامات	438
سمندر کا پانی میٹھا ہو گیا۔	438
شب قدر ہمیں کیوں معلوم نہیں ہوتی؟	438
شب بیداری کس کے لیے جائز نہیں؟	439
حدیث نمبر:1193	440
آخری عشرہ میں رات بھر عبادت کرتے۔	440
حدیث نمبر:1194	440
آخری عشرہ میں زیادہ عبادت فرماتے۔	440
عشا اور فجر جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	441
آخری عشرہ میں زیادہ عبادت کرنے کی وجہ	442
حدیث نمبر:1195	443
شب قدر کی دعا	443
شبِ قدر کو چھپانا سنت ہے۔	443
باب نمبر:215	445
مِسواک اور فطری خصائل کی فضیلت کا بیان	445
حدیث نمبر:1196	446
ہر نماز کے ساتھ مسواک	446
مسواک کرنا کب سنت ہے؟	446
وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے۔	446
حدیث نمبر:1197	447
سو کر اُٹھنے کے بعد مسواک کرنا	447
مسواک منہ کی صفائی کرتی ہے۔	447
حدیث نمبر:1198	448
مسواک اور وضو کا اہتمام	448
مسواک سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے۔	448
حدیث نمبر:1199	448
مسواک کی بہت زیادہ تاکید	448
مسواک کرنا فرض نہیں۔	448
حدیث نمبر:1200	449
گھر میں داخل ہو کر پہلے مسواک کرتے۔	449

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر:1201	449
مسواک کا کنارہ زبانِ اقدس پر	449
اہلِ خانہ کے ساتھ حُسنِ معاشرت	449
مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔	450
حدیث نمبر:1202	450
مسواک رب کی رضا کا سبب ہے۔	450
دین و دنیا کی بھلائی	450
مسواک کرنے کا طریقہ	451
مسواک کرنے کی 25 برکتیں	451
حدیث نمبر:1203	453
پانچ فطری خصلتیں	453
حدیث نمبر:1204	453
دس فطری خصلتیں	453
حدیث نمبر:1205	453
مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔	453
فطرت سے مراد	454
(1)ختنہ کرنا	454
(2)مونچھیں کترنا	454
(3)داڑھی بڑھانا	455
ایک مشت داڑھی واجب ہے۔	455
ایک مشت داڑھی کو سنت کہنے سے مراد	456
(4)مسواک کرنا	456
(5)ناک میں پانی ڈالنا	456
(6)ناخن کاٹنا	456
(7)اُنگلیوں کے جوڑ دھونا	458
(8)بغل کے بال اکھیڑنا	458
(9)موئے زیرِ ناف دور کرنا	458
(10)استنجا کرنا	459
باب نمبر:216	460
زکوٰۃ کی فرضیت و فضیلت کا بیان	460
(1)زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم	460
(2)سیدھا دین	460
(3)زکوٰۃ پاکیزگی کا ذریعہ	460
حدیث نمبر:1206	461
اَرکانِ اسلام	461
اِسلام کے پانچ ستون	461
حدیث نمبر:1207	462
فلاح و کامرانی	462
روزے نجات کا ذریعہ ہیں۔	463
حدیث نمبر:1208	464
فرضیتِ زکوٰۃ کی تعلیم کا حکم	464
زکوٰۃ کا علیحدہ حکم	464
حدیث نمبر:1209	465
جان و مال کی حفاظت	465
زکوٰۃ ایمان کی علامت	465
حدیث نمبر:1210	466
زکوٰۃ کی عدمِ ادائیگی پر جہاد	466
اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت	467
حدیث نمبر:1211	468
پانچ اَعمال پر جنّت کا داخلہ	468
حدیث نمبر:1212	469
جنت کی طرف رہنمائی	469
حدیث نمبر:1213	469
زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت	469
زکوٰۃ ادا کرنے کے فوائد	470
مال میں اضافہ	470
حدیث نمبر:1214	471
زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا	471
جہنم کا عذاب بہت سخت ہے۔	473
پیشانی، پہلو اور پیٹھ کی تخصیص	474
زکوٰۃ نہ دینے کے نقصانات	475
باب نمبر:217	477
رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان	477
رمضان کے روزے فرض ہیں۔	477

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر:1215	478
روزے کی جزا	478
روزہ میرے لئے ہے۔	480
روزے کی جزا میں خود دوں گا۔	481
روزہ دار کے لئے دو خوشیاں	481
روزہ دار کے منہ کی بو	481
حدیث نمبر:1216	483
جنت کے دروازے	483
روزہ دار کی عزت افزائی	483
راہِ خدا میں کسی چیز کا کوئی جوڑا خرچ کرنا	484
حدیث نمبر:1217	485
روزہ داروں کا جنت میں داخلہ	485
بابُ الرّیان سے جنت میں داخلہ	485
جنت کے دروازے	486
حدیث نمبر:1218	488
عذابِ جہنم سے حفاظت	488
راہِ خدا میں روزہ رکھنے کی فضیلت	488
روزوں کی فضیلت پر تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	488
حدیث نمبر:1219	489
سابقہ گناہوں کی معافی	489
گناہوں کی معافی	490
حدیث نمبر:1220	490
شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں	490
جنت کے دروازے کھلنے سے کیا مراد ہے؟	491
حدیث نمبر:1221	492
رمضان کا چاند	492
اسلام میں چاند کی اہمیت	493
باب نمبر:218	495
ماہِ رمضان میں نیکیاں کرنے کا بیان	495
حدیث نمبر:1222	495
رمضان میں سخاوتِ مصطفےٰ	495
رمضان شریف میں صدقہ وخیرات کی کثرت	496
مخلوق میں سب سے بڑے سخی	496
رمضان میں قرآن پاک کا دَور	497
حدیث نمبر:1223	497
رمضان میں عبادت کی کثرت	497
کمر بند کسنے سے کیا مراد ہے؟	497
باب نمبر:219	499
قبل رمضان نفلی روزوں کی مُمانَعَت کا بیان	499
حدیث نمبر:1224	499
قبل رمضان روزہ رکھنے کی ممانعت	499
حدیث نمبر:1225	500
چاند دیکھ کر روزہ رکھو!	500
حدیث نمبر:1226	500
نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھو	500
یہ ممانعت کن لوگوں کیلئے ہے؟	500
حدیث نمبر:1227	500
یوم شک کے روزے کی مُمانَعَت	500
یوم شک کی وضاحت	501
یوم شک میں روزے کی ممانعت کی وجہ	502
باب نمبر:220	503
نیا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان	503
حدیث نمبر:1228	504
امن وسلامتی کی دعا	504
دعا کے مضامین	504
باب نمبر:221	506
سحری کی فضیلت کا بیان	506
حدیث نمبر:1229	506
سحری میں برکت ہے۔	506
سحری مبارک کھانا ہے۔	506
حدیث نمبر:1230	508
سحری میں تاخیر کرنا	508
سحری میں تاخیر کی حکمت	508
سحری میں تاخیر مستحب ہے۔	509

عنوان	صفحہ
حدیث نمبر:1231	510
سحری کا آخری وقت	510
فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا کیسا؟	511
سحری کب تک کی جاسکتی ہے؟	511
دونوں اذانوں کا درمیانی فاصلہ	511
اذان نماز کے ساتھ خاص نہیں۔	512
حدیث نمبر:1232	513
اہل کتاب اور ہمارے روزے میں فرق	513
سحری اس اُمّت کا خاصہ	513
سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے۔	514
باب نمبر:222	515
جلدی اِفطار کرنے کی فضیلت کا بیان	515
حدیث نمبر:1233	515
افطار جلدی کرنے میں بھلائی ہے۔	515
اِفطار میں تاخیر کرنا فساد کی علامت ہے۔	515
صحابۂ کرام اِفطار میں جلدی کرتے۔	516
افطار کے مختلف اوقات کی تفصیل	516
حدیث نمبر:1234	517
جلدی افطار طریقۂ احمدِ مختار	517
جلدی افطار کرنا سنتِ مستحبہ	518
حدیث نمبر:1235	519
اللہ کے پسندیدہ بندے	519
سنت کی اتباع میں محبتِ خدا	519
جلدی افطار کرنا سنتِ انبیا ہے۔	520
حدیث نمبر:1236	521
اِفطار کس وقت کیا جائے؟	521
مکمل سورج غروب ہونے پر افطار کرے۔	521
حدیث نمبر:1237	522
ستو کے ساتھ افطار	522
روزہ جلدی افطار کرنا مستحب ہے۔	523
صحابیٔ رسول کے تأمّل کرنے کی وجہ	524
حدیث سے معلوم ہونے والے مسائل	525
حدیث نمبر:1238	526
کس چیز سے افطار کیا جائے؟	526
میٹھی چیز کھانا مفید ہے۔	526
کھجور کے فوائد	526
حدیث نمبر:1239	528
خشک کھجور سے اِفطار	528
روزہ جلدی افطار کرنا مستحب ہے۔	528
تر کھجور سے افطار کرنا اچھا ہے۔	528
اِفطار کے بعد کہے جانے والے کلمات	529
باب نمبر:223	530
بحالتِ روزہ زبان کی حفاظت کا بیان	530
حدیث نمبر:1240	530
بحالتِ روزہ لڑائی سے بچنے کا نسخہ	530
روزہ دار لڑائی جھگڑے سے بچے	530
روزہ دار نہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور وغل	531
حدیث نمبر:1241	531
رب تعالٰی بے نیاز ہے۔	531
جھوٹی بات اور برے کام کے معنٰی	532
باب نمبر:224	534
روزے کے مسائل کا بیان	534
حدیث نمبر:1242	534
بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔	534
بھول، خطا اور عمداً کھانے پینے میں فرق	534
حدیث نمبر:1243	536
روزے کی حالت میں ناک میں پانی چڑھانا	536
روزہ دار ناک میں پانی ڈالتے وقت احتیاط کرے	536
حدیث نمبر:1244	537
روزہ دار کا حالتِ جنابت میں صبح کرنا	537
حدیث نمبر:1245	538
جنبی کا روزہ رکھنا	538
روزہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا۔	538
باب نمبر:225	540

عنوان	صفحہ
محرم، شعبان کے روزوں کی فضیلت کا بیان	540
حدیث نمبر:1246	540
رمضان کے بعد افضل روزے	540
اللہ عزوجل کا مہینا	541
رات کی نماز کی افضلیت کی وجہ	541
حدیث نمبر:1247	542
شعبان کے روزے	542
شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی وجہ	543
حدیث نمبر:1248	543
حرمت والے مہینوں کے روزے	543
حرمت والے مہینے	544
باب نمبر:226	546
ذوالحجہ کے روزوں کی فضیلت کا بیان	546
حدیث نمبر:1249	546
ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت	546
افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے۔	547
سال کا افضل دن اور رات	547
عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت پر تین فرامین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	548
باب نمبر:227	549
یوم عرفہ، عاشورا اور نو محرم کے روزے کی فضیلت	549
حدیث نمبر:1250	549
یوم عرفہ کے روزے کی فضیلت	549
گناہوں کی معافی سے کیا مراد ہے؟	549
یوم عرفہ یوم محمدی ہے۔	550
حاجی کے لیے یوم عرفہ کے روزے کی ممانعت	550
حدیث نمبر:1251	551
عاشورا کے روزے کی فضیلت	551
عاشورا کے روزے کا استحباب	552
تنہا عاشورا کا روزہ رکھنا	552
حدیث نمبر:1252	552
گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ	552
حدیث نمبر:1253	553
محرم کا روزہ رکھنا	553
نویں محرم کا روزہ اور اہل کتاب کی مخالفت	553
باب نمبر:228	555
شوال کے 6روزوں کے استحباب کا بیان	555
حدیث نمبر:1254	555
شوال کے چھ روزوں کی فضیلت	555
شوال کے چھ روزے کب رکھے جائیں؟	555
شوال کے چھ روزوں کے فضائل پر دو فرامین مصطفےٰ	556
باب نمبر:229	557
پیر و جمعرات کے روزوں کے استحباب کا بیان	557
حدیث نمبر:1255	557
پیر شریف کا روزہ	557
نعمت کا شکرانہ	557
پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں۔	558
پیر شریف کے دن ولادتِ باسعادت کی وجہ	559
حدیث نمبر:1256	559
پیر اور جمعرات کے دن اعمال کا پیش ہونا	559
ہفتے میں دو بار اعمال کی پیشی	559
عرشی اور فرشی سال	560
حدیث نمبر:1257	560
پیر اور جمعرات کے روزے کی پابندی	560
پیر و جمعرات کے دن تمام مسلمانوں کی مغفرت	561
باب نمبر:230	562
ہر ماہ تین دن روزہ رکھنے کا استحباب	562
حدیث نمبر:1258	562
تین چیزوں کی نصیحت	562
حدیث نمبر:1259	562
زندگی بھر تین چیزوں پر عمل	562
ہر ماہ تین روزوں سے مراد	563
مذکورہ نصیحتوں کو خاص کرنے کی وجہ	563
حدیث نمبر:1260	563
عمر بھر کے روزوں کی مانند	563

عنوان	صفحہ
ایک نیکی کا بدلہ دس گنا	564
حدیث نمبر:1261	564
بلا تخصیص ہر مہینے تین روزے	564
بلا تعیین ہر ماہ تین روزے	564
حدیث نمبر:1262	565
مختلف تاریخوں کے روزے	565
ایامِ بیض کے روزوں کی افضلیت	565
حدیث نمبر:1263	566
ایامِ بیض کے روزے رکھنے کا حکم	566
حدیث نمبر:1264	566
سفر میں بھی ایامِ بیض کے روزے	566
ایامِ بیض کی وجہ تسمیہ	566
باب نمبر:231	568
روزہ افطار کرانے کی فضیلت	568
حدیث نمبر:1265	568
روزہ دار کو افطار کرانے کا ثواب	568
نیکی پر تعاون	569
حدیث نمبر:1266	569
فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں	569
روزہ دار مہمان کی تواضع کھانے سے کر سکتا ہے۔	570
فضیلت سن کر عمل میں رغبت بڑھتی ہے۔	570
حدیث نمبر:1267	571
میزبان کو کھانے کے بعد دعا دینا	571
تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا۔	571
”تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا۔“	571
فرشتوں نے تمہارے لیے رحمت کی دعا کی۔	572
کتاب الاعتکاف	573
باب نمبر:232	573
رمضان میں اعتکاف کرنے کا بیان	573
حدیث نمبر:1268	574
رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف	574
اعتکاف کی تعریف	574
اعتکاف کی اقسام	574
حدیث نمبر:1269	575
اُمّہاتُ المؤمنین کا اعتکاف	575
اُمّہاتُ المؤمنین نے گھروں میں اعتکاف کیا۔	576
عورت کو مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔	576
حدیث نمبر:1270	577
بیس دن کا اعتکاف	577
بیس روز اعتکاف فرمانے کی وجہ	577
اعتکاف کی تاکید	578
اعتکاف کے فضائل پر 4 فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	578
کتاب الحج	580
باب نمبر:233	580
حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان	580
فرضیتِ حج اور استطاعت کی شرط	581
حدیث نمبر:1271	581
حج اسلام کا ایک اہم رکن	581
حج کی تعریف اور وقت	582
ارکانِ اسلام میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔	582
حج مالی اور بدنی عبادت ہے۔	582
حدیث نمبر:1272	583
کثرتِ سوال کے سبب ہلاکت	583
اَحکامِ شرعیہ کے مالک	584
بعثتِ نبوی کا مقصد	585
سوال کب ممنوع تھا؟	585
جوامع الکلم حدیث	586
حدیث نمبر:1273	587
حجِ مبرور	587
بنیادی عمل	588
افضل سے مراد	588
حجِ مبرور کی نشانی	589
حج افضل ہے یا جہاد	589
حدیث نمبر:1274	590

عنوان	صفحہ
حج مبرور کا ثواب	590
رفث اور فسق سے مراد	590
صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی مغفرت	590
حدیث نمبر:1275	591
حج مبرور اور جنت	591
عمرہ سنت ہے۔	591
گناہ کبیرہ کی معافی کی قوی اُمید	591
گناہوں سے توبہ کی توفیق	592
حدیث نمبر:1276	592
افضل جہاد	592
حج کو جہاد کہنے کی وجہ	592
جہاد کو افضل عمل سمجھنے کی توجیہ	593
حدیث نمبر:1277	594
یوم عرفہ کی فضیلت	594
تمام دنوں سے زیادہ گناہ گاروں کی بخشش	594
حدیث نمبر:1278	595
رمضان میں عمرہ کی فضیلت	595
وقت کی شرافت سے عمل کا ثواب زیادہ	595
حدیث نمبر:1279	596
حج بدل	596
بڑھاپے میں حج فرض ہونے سے مراد	597
عبادت میں نیابت کا حکم	597
حج بدل کی شرائط	598
حدیث نمبر:1280	598
باپ کی طرف سے حج وعمرہ	598
بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے۔	599
حدیث نمبر:1281	600
چھوٹی عمر میں حج	600
نابالغ کا حج	600
حدیث نمبر:1282	601
شیر خوار بچے کا حج	601
نابالغ کے حج سے فرض حج ادا نہ ہوگا۔	602
حدیث نمبر:1283	603
سواری پر حج	603
سواری پر اور پیدل حج کی فضیلت	603
کفایت شعاری اور سادگی کا سبق	604
سواری پر حج کرنے کے فضائل پر 3 فرامین مصطفےٰ	604
حدیث نمبر:1284	605
حج کے دنوں میں تجارت	605
حج کے دنوں میں تجارت کی اجازت	605
کتاب الجهاد	607
باب نمبر:234	607
جہاد کی فرضیت کا بیان	607
(1) مشرکین سے متحد ہو کر جنگ کرو۔	608
(2) جہاد فرضِ عین کب ہوتا ہے؟	608
(3) اللہ کی راہ میں لڑو جان اور مال سے۔	609
(4) جنت کا سودا	610
(5) بے عذر بیٹھے رہنے والے اور جہاد والے برابر نہیں	611
(6) دردناک عذاب سے بچانے والی تجارت	613
حدیث نمبر:1285	614
ایمان کے بعد افضل عمل	614
جہاد کی افضلیت	614
دو افضل ترین عمل	615
حدیث نمبر:1286	615
پسندیدہ عمل	615
ماں باپ کے ساتھ بھلائی	615
حدیث نمبر:1287	616
راہِ خدا میں جہاد افضل عمل ہے۔	616
افضل ایمان کونسا ہے؟	617
حدیث نمبر:1288	617
دُنیا وَمَا فِیْهَا سے بہتر	617
دنیا کی نعمتوں سے افضل	617
حدیث نمبر:1289	618
لوگوں میں سب سے افضل	618

عنوان	صفحہ
یہاں افضل ہونے سے کیا مراد ہے؟	619
حدیث نمبر:1290	620
اسلامی سرحد کی حفاظت	620
رباط کی وضاحت	621
کوڑے برابر جگہ سے مراد	621
حدیث نمبر:1291	621
قبر کے فتنہ سے حفاظت	621
منکر نکیر، شیطان اور دجال کے فتنوں سے حفاظت	622
حدیث نمبر:1292	623
قیامت تک عمل کا بڑھنا	623
اِحیائے دِین	623
حدیث نمبر:1293	624
ہزار دن کی حفاظت سے افضل	624
افضلیت کی صورت	624
ثواب کا مختلف ہونا	624
حدیث نمبر:1294	625
ربّ تعالٰی کی ضمانت	625
حدیث کا مقصد	626
شہدا کی تخصیص کی وجہ	627
محشر میں فضیلت کا اِظہار	627
حدیثِ مذکور سے ماخوذ فوائد و مسائل	627
حدیث نمبر:1295	628
زخم سے مشک کی خوشبو	628
مجاہد ہونے کی نشانی	628
حدیث نمبر:1296	629
زعفرانی رنگ اور مشک کی خوشبو	629
دودھ دوہنے کی مقدار	629
اوّل ہی سے جنت میں داخلہ	630
خون کی رنگت زعفرانی ہونے سے مراد	630
حدیث نمبر:1297	631
گھر میں ستر سال نماز ادا کرنے سے بہتر	631
گھاٹی سے مراد	632
فرض چھوڑ کر نفل میں مصروف ہونا گناہ ہے۔	632
خَلوت و گوشہ نشینی کے اَحکام	633
حدیث نمبر:1298	635
راہِ خدا میں جہاد کی مثال	635
مجاہد کے ہر کام بلکہ آرام پر بھی ثواب	636
مجاہدِ فِیْ سَبِیْلِ اللہ کی شان	637
حدیث نمبر:1299	637
لوگوں میں بہتر زندگی والا	637
اسلام کا فدائی	638
حاصلِ حدیث	639
حدیث نمبر:1300	640
مُجاہدین کے لیے جنت کے سو درجات	640
جنت کے بہت سے درجات ہیں۔	640
مجاہدین سے مراد	640
حدیث نمبر:1301	641
سو درجات کی بلندی	641
جہاد اکثر فرضِ کفایہ ہوتا ہے۔	641
جنتی درجات سے مراد	642
حدیث نمبر:1302	644
جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔	644
تلواروں سے مراد	644
جہاد کی ترغیب	645
حدیث نمبر:1303	645
راہِ خدا میں غبار آلود قدموں کی فضیلت	645
مُطْلَقاً راہِ خدا سے کیا مراد ہوتی ہے؟	646
دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر	646
حدیث نمبر:1304	646
غبارِ راہِ خدا اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔	646
خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت	647
مجاہد عذاب سے محفوظ ہے۔	647
حدیث نمبر:1305	648
کن آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی؟	648

عنوان	صفحہ
عشق مصطفےٰ میں رونے والی آنکھ بخشی جائے گی۔	648
حدیث نمبر:1306	649
مجاہد کو سامان فراہم کرنے کی فضیلت	649
مجاہد کو سامان دینے کی وضاحت	650
مجاہد جیسا ثواب	650
حکمی جہاد	651
حدیث نمبر:1307	651
بہترین صدقہ	651
راہِ خدا میں خیمہ یا خادم دینے سے مراد	651
حدیث نمبر:1308	652
بیمار مجاہد کا جذبۂ ایثار	652
حدیث نمبر:1309	653
ثواب میں برابری یا آدھا ثواب	653
مجاہد کے اہل وعیال کی نگہبانی کرنے والے کی فضیلت	653
حدیث نمبر:1310	654
عمل قلیل اجرِ کثیر	654
اعمال کی مقبولیت کے لیے ایمان شرط ہے۔	655
نیت سے نفع	655
حدیث نمبر:1311	655
آخرت میں شہید کی تمنا	655
عبادت کی لذت	656
شہید کے فضل و شرف کی آئینہ دار حدیث	656
ثواب بھی عظیم	657
حدیث نمبر:1312	658
قرض کے سوا تمام گناہوں کی بخشش	658
کونسا قرض گناہ ہے؟	658
سمندر میں شہادت کی فضیلت	658
حدیث نمبر:1313	659
شہید اور قرض کی معافی	659
ایمان مدارِ نجات	660
حقوق العباد کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ	661
حدیث نمبر:1314	662
شہید کا ٹھکانا	662
شہید ہونے والے شخص کا نام	662
خاتمہ بالخیر کی نوید	662
حدیث نمبر:1315	662
جنت کی چوڑائی	662
نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سعید و شقی کو جان لینا	663
صحابی نے واہ واہ کیوں کہا؟	664
حدیث نمبر:1316	665
ستر قُرَّاء کی شہادت	665
عامر بن طفیل کی غداری	666
حدیث نمبر:1317	667
جبلِ اُحد سے جنّت کی خوشبو	667
طلبِ شہادت	668
جنت کا سودا	669
حدیث نمبر:1318	669
شُہَدَاء کا گھر	669
دو شخص کون تھے؟	670
حدیث نمبر:1319	670
جنّۃ الفردوس میں مقام	670
جنت کے درجات میں سب سے اُونچا درجہ	671
غزوۂ بدر میں انصار کے پہلے شہید	672
حدیث نمبر:1320	673
فرشتوں کا شہید پر سایہ کرنا	673
مُثلہ کی وضاحت	673
تدفین کے چھ ماہ بعد بھی لاش تروتازہ	673
حدیث نمبر:1321	674
سچے دل سے شہادت مانگنے کی فضیلت	674
حدیث نمبر:1322	674
شہید ہوئے بغیر درجۂ شہادت	674
شہیدِ حکمی	675
سچی نیت کی برکت	675
حدیث نمبر:1323	675

عنوان	صفحہ
چیونٹی کے کاٹنے جتنی تکلیف	675
راہِ خدا میں جان دینے کی لذت	675
نزع کی سختیوں سے حفاظت	676
حدیث نمبر:1324	677
دشمن سے جنگ کی خواہش نہ کرو۔	677
سورج ڈھلنے کے بعد لڑنے میں حکمت	678
جنگ کی تمنا اچھی نہیں	678
دنیا وآخرت میں عافیت کی دعا کرے۔	679
عافیت کے متعلق فرمانِ صدیق اکبر	679
حدیث نمبر:1325	680
دعا کی قبولیت کے دو وقت	680
قبولیتِ دعا کے دو اوقات کی وضاحت	681
حدیث نمبر:1326	681
جہاد کے وقت کی دعا	681
خالق اسباب پر بھروسہ ہونا چاہیے۔	681
حدیث نمبر:1327	681
خوف کے وقت پڑھنے والی دعا	681
خوف کی اقسام	682
ہر بُرائی سے امان	682
دعا توکل کے منافی نہیں	683
حدیث نمبر:1328	684
گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی	684
حدیث نمبر:1329	684
ثواب اور غنیمت	684
جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔	684
دنیا اور آخرت کی خیر	685
گھوڑوں کی خصوصیت	685
حدیث نمبر:1330	686
راہِ خدا میں گھوڑا تیار رکھنے کی فضیلت	686
ثواب نیت پر موقوف ہے۔	687
حدیث سے ماخوذ چند مسائل وفوائد	687
حدیث نمبر:1331	688
ایک کے بدلے سات سو	688
ہوا کی رفتار سے تیز سواریاں	688
حدیث نمبر:1332	689
تیر اندازی کی اہمیت	689
آیت سے حاصل ہونے والی معلومات	690
قوت سے مراد	690
موجودہ دور کے اعتبار سے آیت پر عمل	690
رمی کا لغوی واصطلاحی معنٰی	691
حدیث نمبر:1333	691
فتح کی خوشخبری	691
تیر اندازی کی ترغیب	692
تیر اندازی کو لہو کہنے کی وضاحت	692
اہل روم کی جنگ عموماً تیر اندازی سے ہے۔	692
حدیث نمبر:1334	693
تیر اندازی چھوڑنے کی ممانعت	693
کُفرانِ نعمت	693
حدیث نمبر:1335	695
ایک تیر کے سبب تین لوگ جنتی	695
تیر بنانے والا ثواب کا مستحق کب ہوتا ہے؟	695
مجاہد کو تیر دینے کی صورتیں	695
تیر اندازی گھڑ سواری سے زیادہ نفع مند	696
نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔	696
حدیث نمبر:1336	697
تیر اندازی کی ترغیب	697
تمام عرب اولادِ اسماعیل ہیں۔	697
حدیث نمبر:1337	698
راہِ خدا میں تیر پھینکنے کی فضیلت	698
قیامت کے دن نور	698
حدیث نمبر:1338	698
سات سو گنا اجر	698
راہِ خدا میں خرچ کرنے کی صورتیں	699
حدیث نمبر:1339	700

عنوان	صفحہ
جہنم سے ستر سال کی دوری	700
دورانِ جہاد روزہ	700
حدیث نمبر:1340	701
راہِ خدا میں ایک روزہ رکھنے کی فضیلت	701
آگ کی تپش سے بھی حفاظت	702
حدیث نمبر:1341	703
منافقت کے ایک حصے پر موت	703
جہاد کے لیے ہر وقت تیار رہے۔	703
منافقت کے ایک حصہ پر مرنے سے کیا مراد ہے؟	704
نیک عمل کی قدرت نہ ہو تو کم از کم نیت کرے۔	704
حدیث نمبر:1342	705
عمل کئے بغیر اجر وثواب میں شرکت	705
نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے۔	705
عذر کی تفصیل	706
حدیث نمبر:1343	707
مخلص مجاہد کی پہچان	707
اچھی نیت سے اعمال اچھے بنتے ہیں۔	708
جنگ کے پانچ اسباب	708
ناقص عمل؟	709
نیک عمل کے ذریعے اپنی تعریف نہ چاہو۔	709
حدیث نمبر:1344	710
جہاد میں پورا اجر حاصل کرنے والی جماعت	710
جہاد میں تین نعمتیں	710
جہاد میں اجر حاصل کرنے والوں کی چار اقسام	710
حدیث نمبر:1345	712
اُمّتِ مُحَمَّدِیَّہ کی سیاحت	712
جہاد کو سیاحت کہنے کی وجہ	712
جہاد کی افضلیت	712
حدیث نمبر:1346	713
جہاد سے لوٹنے پر بھی ثواب	713
جہاد سے واپس لوٹنے کی وضاحت	713
عبادت سے واپس آنے میں بھی ثواب	714
حدیث نمبر:1347	714
واپسی پر مُجاہدین کا استقبال	714
ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع کی وجہِ تسمیہ	715
حدیث نمبر:1348	716
مرنے سے پہلے بڑی مصیبت	716
اس وعید کے مستحق کون ہیں؟	716
مجاہدین کے گھر والوں سے بھلائی کرنے کی وضاحت	716
زندگی بھر جہاد کا ارادہ رکھے۔	716
ترکِ جہاد کا وبال	717
حدیث نمبر:1349	717
مال، جان اور زبان سے جہاد	717
مال، جان اور زبان سے جہاد کی وضاحت	717
کفار کی ہجو زبان سے جہاد ہے۔	718
حدیث نمبر:1350	719
دن ڈھلنے کے بعد جہاد	719
لڑائی کو سورج ڈھلنے تک مُؤخر کرنے کی وجہ	719
جنگ کی ابتدا حکمتِ عملی سے کی جائے۔	720
حدیث نمبر:1351	720
دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو۔	720
اپنی طاقت پر بھروسہ نہیں ہونا چاہیے۔	721
جہاد کا ایک اہم رکن	721
(1)ایمان کے بعد سب سے بہتر چیز	721
(2)دنیا وآخرت میں عافیت	722
(3)عافیت کا سوال محبوب ہے۔	722
حدیث نمبر:1352	723
جنگ دھوکہ ہے۔	723
جنگ میں کفار کے ساتھ دھوکہ جائز ہے۔	723
لڑائی میں دھوکہ دینے کی صورتیں	724
تفصیلی فہرست	726
ماخذ ومراجع	751

کتب شعبۂ فیضانِ حدیث

01... فیضانِ ریاض الصالحین جلد اوّل (کل صفحات:656)

02 ... فیضانِ ریاض الصالحین جلد دوم (کل صفحات:688)

03... فیضانِ ریاض الصالحین جلد سوم (کل صفحات:743)

04... فیضانِ ریاض الصالحین جلد چہارم (کل صفحات:760)

05... فیضانِ ریاض الصالحین جلد پنجم (کل صفحات:749)

06... فیضانِ ریاض الصالحین جلد ششم (کل صفحات:779)

07... فیضانِ ریاض الصالحین جلد ہفتم (کل صفحات:756)

عنقریب آنے والی کتب

01... فیضانِ ریاض الصالحین جلد ہشتم۔

02 ... فیضانِ ریاض الصالحین جلد نہم۔

عِلمِ دِین کی فضیلت

حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے: علم کا ایک باب جسے آدمی سیکھتا ہے میرے نزدیک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ دونوں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب کسی طالبِ علم کو علم حاصل کرتے ہوئے موت آجائے تو وہ شہید ہے۔" (مسند بزار، زرارۃ بن مصعب عن ابی سلمۃ، ۱۵/ ۱۹۱، حدیث: ۸۵۲۴)

ماخذ و مراجع

قرآنِ مجید	کلام الٰہی	****
کتاب کا نام	**مصنف / مؤلف / متوفی**	**مطبوعات**
کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
کتب التفسیر		
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر الخازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۱۷ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
تفسیر الصاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1999ء
تفسیر نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی لاہور ۱۹۹۰ء
تفسیر صراط الجنان	مفتی ابو الصالح محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۴ھ
کتب الحدیث		
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
سنن الدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمن، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۷ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
مسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ ۱۴۲۴ھ
مسند ابی یعلی	شیخ الاسلام ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
صحیح ابن خزیمۃ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۲ھ
صحیح ابن حبان	امام ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی الدارمی، متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی المدنی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ

کتاب	مصنف	مطبوعہ
المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
مسند عبد بن حمید	امام حافظ ابو محمد عبد بن حمید، متوفی ۲۴۹ھ	مکتبۃ النہضۃ العربیہ ۱۴۰۸ھ
مراسیل ابی داود مع ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۴۰۰ھ
السنن الکبری	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
مسند الفردوس	حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء
مشکاۃ المصابیح	امام محمد بن عبد الرحمن خطیب تبریزی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
تاریخ ابن عساکر	امام علی بن حسن المعروف ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
الترغیب والترہیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
ریاض الصالحین	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۰ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
جامع الاحادیث	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح	علامہ حافظ ابو محمد شرف الدین دمیاطی، متوفی ۱۳۰۶ھ	دار خضر للطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۴۲۲ھ
كتب شروح الحديث		
شرح صحیح البخاری لابن بطال	علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک، متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
اکمال المعلم شرح مسلم	امام ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی، متوفی ۵۴۴ھ	دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ
شرح النووی علی المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
شرح الطیبی	امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طیبی، متوفی ۷۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
المفہم	امام ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم قرطبی، متوفی ۶۵۶ھ	دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ
فضل المنعم فی شرح مسلم	قاضی شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عطاء اللہ ہروی، متوفی ۸۲۹ھ	دار النوادر سوریہ ۱۴۳۳ھ
الفوائد المترعة الحياض	علامہ ابن کمال پاشا حنفی، متوفی ۹۴۰ھ	وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۳۵ھ
شرح مصابیح السنۃ	محمد بن عبد اللطیف بن عبد العزیز کرمانی رومی، متوفی ۸۵۴ھ	ادارۃ الثقافۃ الاسلامیہ کویت
شرح سنن ابی داود	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
الدیباج علی مسلم	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار ابن عفان ۱۴۱۶ھ

بهجة النفوس	علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	بک پبلشر بیروت لبنان ۱۴۳۵ھ
احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	محمد بن علی بن وہب المعروف ابن دقیق العید، متوفی ۷۰۲ھ	مطبعۃ السنۃ المحمدیہ قاہرہ مصر ۱۳۷۲ھ
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
فتح الباری لابن رجب	زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	مکتبۃ الغرباء الاثریہ مدینہ منورہ
شرح النسائی للسیوطی	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب
شرح مشکل الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ	مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۵ھ
عمدة القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
التوضیح	امام ابو حفص عمر بن علی بن احمد المعروف ابن ملقن، متوفی ۸۰۴ھ	وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ
ارشاد الساری	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
مرقاة المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
التیسیر شرح الجامع الصغیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی ۱۴۰۸ھ
اشعة اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ ۱۳۳۲ھ
لمعات التنقیح	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	دار النوادر بیروت ۱۴۳۵ھ
دلیل الفالحین	علامہ محمد علی بن محمد علان بن ابراہیم شافعی، متوفی ۱۰۵۷ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۳۱ھ
مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
نزہۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ
تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی	تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد
فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان داتا دربار روڈ لاہور
کتب الفقه		
حاشية الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی، متوفی ۱۲۴۱ھ	کوئٹہ پاکستان
حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی، متوفی ۱۲۴۱ھ	باب المدینہ کراچی
الفتاوی الهندیة	ملا نظام الدین، متوفی ۱۱۶۱، و علمائے ہند	دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ
رد المحتار	سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
المدخل	علامہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج، متوفی ۷۳۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۲۷ھ
فتاوی امجدیہ	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۱۷ھ
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
فتاوی فقیہ ملت	مفتی جلال الدین احمد امجدی، متوفی ۱۴۲۲ھ	شبیر برادرز لاہور 2005ء

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت	مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان، متوفی ۱۴۰۲ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
نماز کے احکام	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۷ھ
کتب التصوف		
موسوعۃ امام ابن ابی الدنیا	امام عبد اللہ بن محمد ابو بکر بن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۶ھ
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۱۴۲۰ھ
الکبائر	امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	اشاعت اسلام کتب خانہ 1985ء
الزواجر عن اقتراف الکبائر	امام ابن حجر ہیتمی، متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۹ھ
التذکرۃ باحوال الموتی وامور الآخرۃ	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار السلام قاہرہ مصر ۱۴۲۹ھ
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
فیضان سنت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
غیبت کی تباہ کاریاں	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
فیضان رمضان	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
نجات دلانے والے اعمال کی معلومات	شعبہ بیانات دعوت اسلامی، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۸ھ
الکتب المتفرقۃ		
قرۃ العیون ھامش الروض الفائق	امام ابو اللیث سمرقندی، متوفی ۳۷۳ھ	مکتبۃ القدس کوئٹہ ۱۴۱۶ھ
البرھان فی علوم القرآن	علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر زرکشی، المتوفی ۷۹۴ھ	دار احیاء الکتب العربیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
روض الریاحین	علامہ عبد اللہ بن اسعد، متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
حکایتیں اور نصیحتیں	شعبہ تراجم کتب دعوت اسلامی، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
جنتی زیور	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
سنی بہشتی زیور	مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی، متوفی ۱۴۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
ہمارا اسلام	مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی، متوفی ۱۴۰۵ھ	فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۸ھ
اسلامی زندگی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۷ھ
آنسوؤں کا دریا	شعبہ تراجم کتب دعوت اسلامی، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
بہشت کی کنجیاں	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
مدنی پنج سورہ	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
تنگدستی کے اسباب اور ان کا حل	شعبہ اصلاحی کتب دعوت اسلامی، المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
فضائل دعا	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ
فیضان اذان	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ

مختلف موضوعات پر چالیس احادیث کا مدنی گلدستہ

منتخب حدیثیں

تخریج شدہ

مؤلف :
شیخ الحدیث حضرت علامہ
عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَہٗ حَتّٰی یُبَلِّغَہٗ.

اللہ عزوجل اس شخص کو تر و تازہ رکھے (یعنی خوش و خرم رکھے) جس نے ہم سے کسی حدیث کو سن کر یاد کیا یہاں تک کہ اسے (دوسروں تک) پہنچا دیا۔

(سنن ابو داود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم 3/450، حدیث 3660 دار احیاء التراث العربی)

انوار الحدیث

فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا مفتی
جلال الدین احمد امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی

المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

مکتبۃ المدینہ (دعوت اسلامی)

MC1286

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک نمازی بننے کے لیے

ہر جمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کے لیے اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمائیے ❁ سنّتوں کی تربیت کے لیے مدنی قافلے میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ "غور و فکر" کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پُر کرکے ہر اسلامی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مدنی مقصد: "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِن شَآءَ اللہ۔ اپنی اصلاح کے لیے "مدنی انعامات" پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے "مدنی قافلوں" میں سفر کرنا ہے۔ اِن شَآءَ اللہ۔

مدنی چینل دیکھتے رہیے

978-969-722-106-6

01013004

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278

www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net

feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net